دفتر دوم

حضرت مولانا سید زوار حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ

دفتر دوم

حضرت امام ربانی مجدد الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی قدس سرہ کے صاحبزادے اور جانشین حضرت عروۃ الوثقی خواجہ محمد معصوم فاروقی قدس سرہ کے مکتوبات قدسی آیات کا اردو ترجمہ

حضرت مولانا سید زوار حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ

ناشر

زوّار اکیڈمی پبلی کیشنز

اے-۴/۱۷، ناظم آباد نمبر ۴، کراچی ۱۸۔

فون: ۶۶۸۴۷۹۰

www.zawwaracademy.org

E-mail:zawwaracademy@hotmail.com

فہرست مضامین

صفحہ

مقدمہ : از مترجم ۱۳

دیباچہ : از مرتب ۱۵

مکتوب ۱ : مولانا محمد صدیق و مولانا حسن علی و محمد امین بدخشی کے نام حقیقتِ محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم و حقیقتِ کعبۂ ربّانی کے متعلق اُن کے سوالات کے جواب میں اور پہلی حقیقت کی دوسری حقیقت پر افضلیت اور ان دونوں حقیقتوں کے مراتب کے لائق تحقیقات اور ان دونوں کی شان کی معرفت سے متعلق توضیحات اور جو کچھ اُن کے مناسب ہے اس کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۲۱

مکتوب ۲ : مولانا حسن علی کے نام اُن کے اس سوال کے جواب میں تحریر فرمایا جو انھوں نے مجدد الفِ ثانی کے معنی اور اس کی علامات و آثار کے بارے میں کیا تھا۔ ۲۷

مکتوب ۳ : خواجہ محمد صدیق پشاوری کے نام ان کے عریضہ کے جواب میں جو کہ جدید کیفیات و ترقیات پر مشتمل تھا نیز کمالاتِ نبوت تک وصول حاصل ہونے کی علامت کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۲۸

مکتوب ۴ : میرزا ہادی کے نام اُن کے مکتوب کے جواب میں جو بعض احوال پر مشتمل تھا اور نسبتِ فنا کے حصول پر ترغیب اور ضروری نصیحتوں کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۲۹

مکتوب ۵ : سلطانِ وقت کے نام فنائے قلب و فنائے نفس اور مواعظ و نصائح پر مشتمل حدیث کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۳۰

مکتوب ۶ : خواجہ محمد حنیف کے نام مفید نصیحتوں اور گوشہ نشینی پر ترغیب دینے کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۳۳

مکتوب ۷ : خواجہ محمد صدیق پشاوری کے نام اُن کے خط کے جواب میں جو کہ قوی واردات پر مشتمل تھا نیز بشارتِ خاصہ اور اصالت کے معنی کی تحقیق میں تحریر فرمایا۔ ۳۴

مکتوب ۸ : حقائق و معارف آگاہ مولانا محمد حنیف کے نام طریقۂ ارشاد کے بعض لوازم کے بیان میں مع مواعظ و نصائح تحریر فرمایا۔ ۳۵

مکتوب ۹ : غلام محمد فاروق کے نام واقعۂ روشن کے بیان میں جو انھوں نے دیکھا تھا اور اس استفسار کے جواب میں جو حدیث لاصلوٰۃ الا بحضور القلب کے بارے میں کیا تھا تحریر فرمایا۔ ۳۶

مکتوب ۱۰ : خواجہ محمد حنیف کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ سیرِ آفاقی جو کہ مقاماتِ عشرہ کے طے کرنے سے عبارت ہے ہمارے بزرگوں کے طریقہ میں سیرِ انفسی کے ضمن میں اجمال کے طور پر طے ہو جاتی ہے اور محب کا معاملہ آفاق و انفس سے باہر چلا جاتا ہے اور انفس و آفاق سے باہر محبوب کے ساتھ بے کیف معیت حاصل کرتا ہے۔ ۳۷

مکتوب ۱۱: شمشیر خاں کے نام نفسِ امارہ کی مخالفت پر تحریص اور اہلِ سنت وجماعت کی درست آراء کے موافق عقائد کی تصحیح اور اسلام کے ارکانِ خمسہ کی بجا آوری اور طریقۂ صوفیہ کے سلوک پر ترغیب اور طریقۂ عالیہ نقشبندیہ کی تعریف میں تحریر فرمایا۔ ۳۹

مکتوب ۱۲: محمد صلاح کابلی کے نام استغفار و توبہ میں مشغول ہونے اور طاعات کے وظائف پر ترغیب کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۴۳

مکتوب ۱۳: خواجہ محمد حنیف کے نام اُن کے خط کے جواب میں جو کہ انھوں نے اپنے بعض دوستوں کے حالات کی تعریف میں لکھا تھا اور مشیخت (پیر ہونے) کے ضروری آداب اور ضبطِ اوقات پر ترغیب دینے کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۴۴

مکتوب ۱۴: شیخ عبدالکریم کابلی کے نام اُس خط کے جواب میں جو انھوں نے لکھا تھا اور بلندیٔ ہمت و خلوت گزینی پر ترغیب کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۴۵

مکتوب ۱۵: مولانا محمد حنیف کے نام نصیحت اور آخرت کی تیاری پر ترغیب دینے کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۴۶

مکتوب ۱۶: خواجہ عبدالرحمٰن نقشبندی کے نام اُن کے آبائے کرام (باپ دادا) کا شکر ادا کرنے اور کمال استغنا کے باوجود اشد شوق اصل کی طرف منسوب ہونے اور عارف کی فنا و بقا کے بیان میں تحریر فرمایا۔ 〃

مکتوب ۱۷: خواجہ محمد حنیف کے نام دائمی اضطراب اور متواتر حزن و غم پر ترغیب دینے کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۴۹

مکتوب ۱۸: مولانا غازی سرہندی کے نام اس استفسار کے جواب میں تحریر فرمایا جو انھوں نے سلبِ نسبت کے بارے میں لکھا تھا۔ 〃

مکتوب ۱۹: مولانا محمد حنیف کے نام تعمیرِ اوقات کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۵۱

مکتوب ۲۰: نیز مولانا محمد حنیف کے نام اُن کے عریضہ کے جواب میں تحریر فرمایا جو کہ گوشہ نشینی کے شوق اور ان کے دوستوں کے احوال پر مشتمل تھا۔ 〃

مکتوب ۲۱: میرزا غضنفر کے نام نصیحت و تنبیہ اور حفظِ اوقات کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۵۳

مکتوب ۲۲: مولانا محمد حنیف کے نام قناعت و تعمیرِ وقت پر رہنمائی کرنے کے بارے میں تحریر فرمایا۔ 〃

مکتوب ۲۳: مولانا ابوالفضل کشمیری کے نام مقامِ اخلاص کی تحقیق اور دائمی حضور پر ترغیب کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۵۴

مکتوب ۲۴: مولانا محمد حنیف کے نام تفویض و تسلیم کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۵۵

مکتوب ۲۵: نیز مولانا محمد حنیف کے نام سنت کو زندہ کرنے اور فقر و ورع و تقویٰ پر رہنمائی کرنے کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۵۶

مکتوب ۲۶ : ملا حامد کے نام شرکِ خفی کے دقائق سے رہائی پانے اور کلمۂ متعارفہ لا الٰہ الا اللہ کی حقیقت و تحقیق کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۵۶

مکتوب ۲۷ : مولانا محمد حنیف کے نام اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کی مقدس بارگاہ میں پوری طرح متوجہ ہونے اور اس تعالیٰ شانہٗ کے ماسوا سے روگردانی کرنے کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۵۹

مکتوب ۲۸ : سیادت پناہ محمد امین بخاری کے نام تمکین حاصل ہونے پر دلالت اور کمالِ فنا پر ترغیب کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۶۰

مکتوب ۲۹ : شیخ عرب بخاری کے نام گوشہ نشینی اور اغیار سے کنارہ کشی کرنے پر رہنمائی کرنے کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۶۱

مکتوب ۳۰ : مولانا محمد حنیف کے نام وقت کی محافظت پر ترغیب دینے کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ؍؍

مکتوب ۳۱ : میرزا احمد شاہ کے نام بلند ہمتی پر رہنمائی کرنے کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۶۲

مکتوب ۳۲ : خواجہ احمد بخاری کے نام اُن کے واقعات کے جواب میں تحریر فرمایا۔ ؍؍

مکتوب ۳۳ : سیدہ بی بی کے نام وظائف طاعات پر ترغیب اور بعض ماثورہ دعاؤں کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۶۳

مکتوب ۳۴ : سیادت پناہ جامعِ جلدِ ثالث حاجی محمد عاشور بخاری کے نام بعض اسرارِ غامضہ کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۶۵

مکتوب ۳۵ : مولانا محمد صدیق پشاوری کے نام بعض امور کے بارے میں جو کامل فنا پر مرتب (ہوتے) ہیں اور اس بارے میں تحریر فرمایا کہ عارف پر ایک ایسا وقت آتا ہے کہ وہ ازل و ابد کو ایک آنِ واحد پاتا ہے۔ ؍؍

مکتوب ۳۶ : ملا عبد الرزاق کے نام ان کے سوالوں کے جواب میں تحریر فرمایا۔ ۶۷

مکتوب ۳۷ : نیز ملا عبد الرزاق کے نام سوال کرنے کی حرمت اور ضرورت کے وقت اس کے مباح ہونے کے بارے میں اور ان حدیثوں کے بیان میں جو کہ اس کے بارے میں وارد ہوئی ہیں تحریر فرمایا۔ ۷۶

مکتوب ۳۸ : ملا ابو الفیض کے نام اس بیان میں تحریر فرمایا کہ سب سے بڑا حجاب طالب کا نفس ہے۔ ۸۱

مکتوب ۳۹ : شیخ ابو المظفر و محمد شاہ کے نام تعزیت کرنے اور اپنے شیخ کے طریقے کی محافظت کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ؍؍

مکتوب ۴۰ : شیخ حسین خلوتی رومی مدنی کی طرف اللہ تعالیٰ کی جانب دائمی توجہ رکھنے پر ترغیب دینے کے بارے میں ارسال فرمایا۔ ۸۲

مکتوب ۴۱ : اسوۃ العلماء المحدثین سید زین العابدین مکی کی طرف عارف کی فنا کے بیان میں ارسال فرمایا۔ ۸۳

مکتوب ۴۲ : شیخ بایزید ولد شیخ بدیع الدین سہارنپوری کے نام حالتِ نماز کی فضیلت اور ایذائے خلق پر صبر کرنے کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۸۴

مکتوب ۴۳: میرزا محمد صادق کے نام اُن کے واقعہ کی تعبیر میں تحریر فرمایا۔ ۸۶

مکتوب ۴۴: میر باقی بخاری کے نام صوفیائے کرام کے طریقے کے بیان میں اور ان اکابر قدس اسرارہم کی تعریف میں تحریر فرمایا۔ ۸۷

مکتوب ۴۵: میرزا محمد شاہ کے نام کمینی دنیا کی مذمت میں اور معرفتِ الٰہی کے حاصل کرنے پر ترغیب دینے کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۸۸

مکتوب ۴۶: محمد معین کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ طالب کو ہمیشہ طلب میں بیقرار رہنا چاہیے۔ 〃

مکتوب ۴۷: محمد باقر لاہوری کے نام اُن کے اُن واقعات کی تعبیر میں جو انہوں نے لکھے تھے تحریر فرمایا۔ ۸۹

مکتوب ۴۸: مولانا محسن سیالکوٹی کے نام اس کمال کے ذکر میں جو کہ مقامِ جمع کے مناسب ہے اور جو جمع بعد الفرق کے ساتھ مناسبت رکھتا ہے اور عین الیقین و حق الیقین کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۹۱

مکتوب ۴۹: سیادت پناہ حاجی حرمین شریفین میر غضنفر کے نام حج کی مبارکباد کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۹۳

مکتوب ۵۰: محمد عارف لاہوری کے نام ان کے عریضہ کے جواب میں تحریر فرمایا جو کہ احوال و کیفیات پر مشتمل تھا۔ ۹۴

مکتوب ۵۱: ایک اہلِ طریقت صالح خاتون کی طرف حضرت رسالت خاتمیت علیہ و علیٰ آلہ الصلوات و التسلیمات کی بعض عاداتِ شریفہ اور اس کے مناسب امور کے بیان میں تحریر فرمایا ۹۵

مکتوب ۵۲: شیخ مصطفیٰ کی طرف مراتبِ الٰہی کے تمام اسماء و صفات کا جامع ہونے کی کیفیت کے بیان میں اور مرتبۂ ذات تک وصول کی کیفیت کے بیان میں اور ہمہ اوست و ہمہ از واست کے قول کی تحقیق میں اور اس بیان میں کہ صفتِ ارادہ کا زائل ہونا ولایت کے طریقوں میں مشروط ہے نہ کہ نبوت کے طریقوں میں اور فنائے لطائف اور ان کے انوار کے تعین کے بیان میں اور اس بیان میں کہ قلب جو کہ شعور کا محل ہے اس کی فنائیت کے بعد کون ہے جو صاحبِ شعور ہے اور اسباب کو اختیار کرنے اور رب الارباب (اللہ تعالیٰ) کی طرف امور کو تفویض (سپرد) کرنے کے درمیان تطبیق کی کیفیت اور اس کے مناسب بیان میں تحریر فرمایا۔ ۹۷

مکتوب ۵۳: حاجی شریف خادم کے نام اُن کے سوالوں کے جواب میں تحریر فرمایا۔ ۱۰۵

مکتوب ۵۴: شیخ محمد علیم جلال آبادی کے نام اللہ سبحانہٗ کی طرف ہمیشہ متوجہ رہنے اور ماسوا سے قطع تعلق پر ترغیب دینے کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۱۰۶

مکتوب ۵۵: حاجی سلیم بلخی کے نام نصیحت کرنے اور اپنے طریقے کا التزام کرنے کے بارے میں تحریر فرمایا۔ 〃

مکتوب ۵۶: ارشاد پناہ حقائق و معارف آگاہ خواجہ عبد الغفار بلخی کی خدمت میں اُن کے مکتوب کے جواب میں جو کہ بشارت پر مشتمل تھا اور اصل کی سبقت و استقلال اور ظل کی تبعیت و محویت کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۱۰۷

مکتوب ۵۷: میرزا شاہ کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ ممکنات کی حقیقت عدم ہے اور ممکن کے لئے واجب تعالیٰ کی حقیقت کے پانے سے عاجزی و ناامیدی ناگزیر ہے مگر یہ کہ وجودِ موہوب سے متحقق ہو کر مطلوب کو تلاش کرے۔ ۱۰۹

مکتوب ۵۸: محمد مومن گیلانی برہانپوری کے نام اُن کے عریضے کے جواب میں اور اس بارے میں کہ مقامِ اَوْ اَدْنیٰ کا حاصل ہونا تجلّیٔ ذاتی کا اثر ہے اور قَابَ قَوْسَیْن تجلّیٔ صفاتی سے تعلق رکھتا ہے اور تحقیقاتِ لائقہ اور اس کے مناسب بیان میں تحریر فرمایا۔ ۱۱۰

مکتوب ۵۹: شیخ آدم ٹھٹی کے نام اس بیان میں تحریر فرمایا کہ مشائخ کی نسبت اُن کے مخترعات میں سے نہیں ہے بلکہ انوارِ نبوت سے اخذ کی گئی ہے اور اس بیان میں کہ نسبتِ نقشبندیہ حضرت صدیقِ اکبرؓ تک اور دوسرے تمام سلسلوں کی نسبت حضرت علی رضی اللہ عنہما تک کس طرح پہنچتی ہے۔ ۱۱۱

مکتوب ۶۰: حاجی سلیم بلخی کے نام اس وارد کی شرح میں جو کہ انھوں نے لکھا تھا اور عالمِ امر کے پانچوں لطیفوں کی سیر و عروج کے بیان میں اور اس بارے میں تحریر فرمایا کہ طالبین کے اجتماع سے ڈرتے اور لرزتے رہنا چاہیئے۔ ۱۱۴

مکتوب ۶۱: فضائل مآب حاجی ابوالقاسم بن مراد لاہوری کے نام اُن وجوہ کے بیان میں جو علماء (کرام) کی بیان فرائی ہوئی معرفت اور اس معرفت کے درمیان فرق کرنے والی ہیں جس کے ساتھ صوفیائے کرام ممتاز ہیں اور اس معرفت کو حاصل کرنے کی ترغیب کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۱۱۷

مکتوب ۶۲: حاجی مصطفےٰ کے نام اس بیان میں کہ ولایات کا حاصل ہونا اور ان کا علم وہبی چیز ہے اور ان کے مقدمات (واردات) کسبی ہیں اور اس کے مناسب امور کے بیان میں تحریر فرمایا ۱۲۰

مکتوب ۶۳: شیخ آدم ٹھٹی کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ نوافلِ موقتہ کے اوقات میں احتیاط کے طور پر قضا نمازیں پڑھنا ان نوافل کی جگہ واقع ہو جائیں گی۔ ۱۲۱

مکتوب ۶۴: شرف الدین حسین لاہوری کے نام اُن کے مکتوب کے جواب میں تحریر فرمایا، انھوں نے لکھا تھا کہ ہمہ اوست کی واردات دل پر غالب آیا تی ہیں۔ ۱۲۲

مکتوب ۶۵: نیز شرف الدین حسین لاہوری کے نام بلند ہمتی کے بارے میں اور جو چیز مشہود ہو اُس کی طرف التفات نہ کرنے اور اس کے مناسب بیان میں تحریر فرمایا۔ ۱۲۳

مکتوب ۶۶: شیخ عرب بخاری کے نام نصیحت کے بارے میں اور وافعات کے جواب میں تحریر فرمایا۔ ۱۲۴

مکتوب ۶۷: صلاح آثار حافظ محمد محسن کے نام اُن کے حال کی شرح میں مع اُن احادیث کے بیان کے جن میں نماز و وضو و تلاوتِ قرآن مجید کے فضائل وارد ہوتے ہیں تحریر فرمایا۔ "

مکتوب ۶۸: شیخ غازی کے نام اس بیان میں کہ رویتِ قلبی دنیا میں واقع ہے یا نہیں اور سلطان العارفین کے اس کلام کی حقیقت کے بیان میں تحریر فرمایا کہ "جس جگہ سالک کئی سال میں نہیں پہنچتا سلطانِ خیال ایک لمحہ میں پہنچا دیتا ہے"۔ ۱۲۷

مکتوب ۶۹: محمد باقر فتح آبادی کے نام اس بیان میں تحریر فرمایا کہ عشقِ حقیقی موہبی ہے اور باطن کا حصہ ہے۔ ۱۲۹

مکتوب ۷۰: میر عبدالرحمٰن کے نام حقیقتِ جامعہ و مضغۂ قلبیہ وجوہِ اشتراک کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۱۳۱

مکتوب ۷۱: شیخ مظفر برہانپوری کے نام مع نصائح و مواعظ اس بارے میں تحریر فرمایا کہ فرع جو کچھ رکھتی ہے وہ سب اصل سے ہے حتیٰ کہ شوق و محبت بھی۔ ۱۳۲

مکتوب ۷۲: محمد سعید سہارنپوری کے نام بلند ہمت ہونے اور بشارات و مکاشفات کی طرف توجہ نہ کرنے کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۱۳۴

مکتوب ۷۳: شیخ بایزید کے نام اس بیان میں تحریر فرمایا کہ باطنی احوال کا علم زائد خوبیوں میں سے ہے نفسِ وصول میں اربابِ علم و اربابِ جہل برابر ہیں۔ ۱۳۵

مکتوب ۷۴: نیز شیخ بایزید کے نام سفرِ حج اختیار کرنے کے بیان میں اور اس بارے میں تحریر فرمایا کہ تصوف کی حقیقت اضطراب و بیقراری ہے۔ ۱۳۶

مکتوب ۷۵: ایک اہلِ طریقت خاتون کے نام تعزیت و نصیحت کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۱۳۷

مکتوب ۷۶: فضیلت مآب شیخ آدم ٹھٹی کے نام اس بیان میں تحریر فرمایا کہ نماز میں صرف نماز کی تکمیل ہی کی کوشش کرنی چاہئے اور خاتم انبیاء علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات کے زمانہ میں قطبیت و قیومیت کا منصب آنسرور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے تھا۔ ”

مکتوب ۷۷: نیز فضائل مآب مخدوم آدم (ٹھٹی) کے نام اُن کے سوالوں کے جواب میں تحریر فرمایا۔ ۱۳۹

مکتوب ۷۸: شیخ بدرالدین کے نام طالبین کی طرف توجہ کرنے اور امراض و تکالیف کے دفعیہ اور اموات کے درجات کی ترقی کے لئے توجہ کرنے کی کیفیت اور مختلف اشغال کے درمیان ترتیب اور اس کے مناسب بیان میں تحریر فرمایا۔ ۱۴۰

مکتوب ۷۹: محمد بن محمد طیب مجاہد عامری نہامی کی جانب اللہ تعالیٰ کے لئے محبت کرنے کے فضائل اور قلب کے ذکر کے ساتھ منور ہونے اور اس سے حدیثِ نفس کی نفی ہو جانے اور نفس کی فنا و بقا کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۱۴۲

مکتوب ۸۰: شیخ بایزید کے نام اُن کے واقعات کی تعبیر میں اور اس بیان میں کہ بشری تقاضے ظاہر سے دُور نہیں ہوتے اور استغفار کے فضائل میں تحریر فرمایا۔ ۱۴۴

مکتوب ۸۱: مولانا محمد حنیف کے نام مراقبات کو خاص طرز میں بیان کرنے کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۱۴۵

مکتوب ۸۲: حاجی نظام کولابی کے نام اختصار کے طور پر طریقے کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۱۴۶

مکتوب ۸۳: میرزا محمد صادق کے نام اس بارے میں کہ معاملہ دو چیزوں یعنی صاحب شریعت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اتباع اور شیخِ مقتدا کی محبت پر موقوف ہے اور قضاء و قدر کے مسئلہ کی تشریح میں تحریر فرمایا۔ ۱۴۷

مکتوب ۸۴: مولانا عارف لاہوری کے نام فنائے لطائف کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۱۵۳

مکتوب ۸۵: شیخ بایزید سہارنپوری کے نام اطمینانِ نفس کی تحقیق اور ان کے واقعات کی تعبیر میں تحریر فرمایا۔ ۱۵۵

مکتوب ۸۶: سیادت پناہ میر مظفر حسین کے نام عشق و شوق اور عدمِ حصول کے درد کے بیان میں اور محبت جو کہ معیت کا ثمرہ دینے والی ہے اس کی تکمیل پر ترغیب دینے کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۱۵۶

مکتوب ۸۷: فقیر حقیر شرف الدین حسین کے نام مطلوب کی حقیقت سے ناامیدی اور غیب و شہود کی تفصیل اور کمالاتِ نماز کے متعلق بعض امور اور اس کی حقیقت کے متعلق اشارات کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۱۵۹

مکتوب ۸۸: سیادت پناہ سید علی بارہہ کے نام اوقات کو معمور رکھنے کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۱۶۱

مکتوب ۸۹: میرک معین الدین کے نام اس بیان میں کہ طالب کو (اپنے) شیخ سے طلب کو ظاہر کرنا ناگزیر ہے اور اس سے طریقِ وصول کا تعین کرانا ایک فضول بات ہے اور اہلِ بدعت سے بچنے کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ″

مکتوب ۹۰: صلاح آثار حافظ میر محمد کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ وحدت کے طالب کو وحدانی ہونا چاہئے۔ ۱۶۳

مکتوب ۹۱: سیادت مآب سید محمد اسرائیل کے نام اس بیان میں کہ نفس کی شرارت عدم کی شرارت اور ابلیس کی شرارت سے زیادہ ہے اور فنا و اطمینانِ نفس کی تحقیق اور عین و اثر کے زائل ہونے کی توضیح کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ″

مکتوب ۹۲: شیخ حسین منصور کے نام ان کے بلند احوال و اذواق کی شرح میں مع ولایتِ علیا کی بشارت کے تحریر فرمایا۔ ۱۶۶

مکتوب ۹۳: بدر بیگ سمرقندی کے نام ذکر پر ہمیشگی کی ترغیب اور جو کچھ اس پر مرتب ہوتا ہے اس کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۱۶۷

مکتوب ۹۴: خواجہ امان اللہ و خواجہ محمد مؤمن برہانپوری کے نام فنائے قلب و فنائے نفس کی تحقیق اور لا الٰہ الا اللہ کی حقیقت اور حالتِ نماز کو غیر حالتِ نماز پر فوقیت رکھنے کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۱۶۸

مکتوب ۹۵: سید علی بارہہ کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ عمل میں اخلاص اور اطمینانِ نفس صوفیائے کرام کی صحبت سے وابستہ ہے۔ ۱۷۰

مکتوب ۹۶: سید نور محمد کے نام معرفت پر رغبت دلانے کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۱۷۱

مکتوب ۹۷: مولانا جان محمد ورسکی کے نام ولایات سہ گانہ کی تحقیق اور اطمینانِ نفس کی حقیقت اور شرحِ صدر اور عالمِ امر و عالمِ خلق کے لطائف کے کمالات اور ہر شخص کے نصیب کے تعین اور کمالاتِ نبوت کی تحقیق اور (کمالاتِ) ولایت پر اس کی فضیلت کے بارے میں اور اذکار و تلاوتِ قرآن و نماز کے نتیجہ کے بیان اور اس مقام کے بیان میں کہ جس میں کمالات کا افاضہ محض فضل کے ساتھ ہے نہ کہ عمل کے ساتھ اور اس مقام کے بیان میں جو کہ اس کے اوپر ہے تحریر فرمایا۔ ۱۷۱

مکتوب ۹۸: حافظ محمد شریف لاہوری کے نام وعظ و نصیحت کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۱۷۴

مکتوب ۹۹: سید نور محمد کے نام نصائح اور یادداشت کے معنی کی تحقیق میں تحریر فرمایا۔ ۱۷۵

مکتوب ۱۰۰: سیادت پناہ امیر خاں کے نام معرفت حاصل کرنے پر رغبت دلانے کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۱۷۶

مکتوب ۱۰۱: سیادت و نقابت پناہ میرزا خان کے نام ارسال کردہ رسالہ کے مطالعہ پر ترغیب دینے کے بارے میں جو کہ اذکار و ادعیہ کے فضائل پر مشتمل ہے اور طریقۂ انابت (سلوک) و طریقۂ اجتباء (جذبہ) کے درمیان فرق کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۱۷۷

مکتوب ۱۰۲: مخدوم زادہ عالی منقبت شیخ ابو القاسم کے نام بعض ان احوال و اذواق کے جواب میں جو کہ حقیقتِ کعبۂ ربانی سے تعلق رکھتے تھے اور ان دو شبہات کے بارے میں تحریر فرمایا جو کہ حضرت مجدد الفِ ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں کئے تھے۔ ۱۷۹

مکتوب ۱۰۳: سیادت پناہ میر مفاخر حسین کے نام اس بیان میں تحریر فرمایا کہ انفس آفاق کی طرح مطلوب کو پانے سے محروم ہے انفس سے بھی گذر جانا چاہئے تاکہ وصل کے گلستانوں سے کوئی پھول چن سکے ۱۸۱

مکتوب ۱۰۴: سیادت پناہ میرزا خان کے نام اذکار و اوراد و اخذ طریقہ پر رغبت دلانے اور صحبت کی شرائط کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۱۸۲

مکتوب ۱۰۵: صوفی محمد زاہد جد بڈا امین قدیم کے نام اس شبہ کے حل میں تحریر فرمایا جو کہ انہوں نے واجب تعالیٰ کی صفات کی عینیت و غیریت پر کیا تھا اور یہ کہ حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ نے کس کو اختیار کیا ہے ۱۸۳

مکتوب ۱۰۶: مولانا برخوردار کابلی کے نام واقعہ کی تعریف اور غائبانہ طریقہ طلب کرنے کی درخواست اور ضروری نصیحتوں کے بارے میں اور اس بات کے حل میں کہ بیش قیمت لباس پہننا سالک کے شغل کا مانع ہے یا نہیں اور باوجودیکہ خمیصہ (ایک عمدہ قسم کا لباس) کو انبجانیہ (ایک قسم کا معمولی لباس) سے بدلنے کی حدیث اور چپل کا تسمہ بدلنے کی حدیث سے اس (عمدہ لباس) کا مانع ہونا مفہوم ہوتا ہے اور اس بیان میں کہ ظالموں اور بدعتیوں کے گھر سے کھانا کھانا جائز ہے یا نہیں اور اس بیان میں کہ اس طریقہ میں پیری و مریدی کرنا بدعت ہے یا نہیں۔ ۱۸۵

مکتوب ۱۰۷: میر محمد زماں کے نام ان کے احوال و اذواق کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۱۹۳

مکتوب ۱۰۸: سعادت ونقابت پناہ میر عماد کے نام اس سوال کے جواب میں تحریر فرمایا جو انھوں نے واجب تعالیٰ کے موجود ہونے کی حقیقت اور ممکنات کے ساتھ اس کی نسبت کے بارے میں کیا تھا۔ ۱۹۴

مکتوب ۱۰۹: شیخ حسین منصور کے نام فنائے نفس و تجلی صفات وذات اور فانی کے رجوع و عدم رجوع کی تحقیق میں اور اس بارے میں کہ فنائے قلب نفسِ امارہ کی اصلاح کو شامل ہے اگرچہ وہ اطمینان تک نہ پہنچے اور نماز کے کچھ کمالات کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۱۹۸

مکتوب ۱۱۰: صلاح آثار عبد الحکیم (لاہوری) کے نام وعظ و نصائح اور نیک لوگوں کے حالات کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۲۰۳

مکتوب ۱۱۱: محمد حسین کابلی کے نام درود شریف کی ترغیب کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۲۱۳

مکتوب ۱۱۲: محمد میرک گرز بردار کے نام اوقات کو معمور رکھنے کا شوق دلانے اور پرہیزگاری و تقویٰ پر رغبت دلانے کے بارے میں تحریر فرمایا ″

مکتوب ۱۱۳: ماہ جیو کے نام طریقہ کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۲۱۴

مکتوب ۱۱۴: فضائل مآب مولانا بدرالدین کے نام طریقہ کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۲۱۷

مکتوب ۱۱۵: شیخ ولی محمد تہی (جہتی) کے نام وقائع کی تعبیر میں تحریر فرمایا۔ ۲۱۹

مکتوب ۱۱۶: محمد امین لاہوری کے نام اُن کے سوالوں کے جواب اور عین اثر کے زائل ہونے کی تحقیق میں تحریر فرمایا۔ ۲۲۰

مکتوب ۱۱۷: حافظ محمد صادق کابلی کے نام (ان کے) خط کے جواب اور طالبین کو فائدہ پہنچانے کی ترغیب دینے کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۲۲۳

مکتوب ۱۱۸: حقائق و معارف آگاہ حضرت شاہ جیو کے نام شوق و آلامِ فراق کے اظہار اور محبت کے دقائق سے قدرے آگاہ کرنے کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ″

مکتوب ۱۱۹: حقائق و معارف آگاہ مخدوم زادۂ عالی مرتبہ شیخ عبدالاحد کے نام اس بات کے جواب میں کہ سالک نماز کے دوران کس چیز کی طرف متوجہ ہو اور نمازِ وسطیٰ و ساعتِ جمعہ و اسمِ اعظم کے مبہم ہونے اور سرہند کی مسجد کی فضیلت و بزرگی کے بارے میں اور اس بیان میں تحریر فرمایا کہ حقیقتِ قرآنی اور نزول بلاکیف کس چیز سے عبارت ہے۔ ۲۲۵

مکتوب ۱۲۰: شیخ حسین منصور کے نام اُن کے سوالات کے جواب میں تحریر فرمایا۔ ۲۳۱

مکتوب ۱۲۱: مخدوم زادہ شیخ ابوالقاسم کے نام خلت اور اس کے لوازم کے درمیان فرق اور بعض کیفیات کے جواب میں جو کہ انھوں نے لکھی تھیں تحریر فرمایا۔ ۲۳۳

مکتوب ۱۲۲: ملا موسیٰ کے نام ان کے واردات و احوال کے جواب میں جو کہ انھوں نے لکھے تھے اور مطلوب کے ماوراء ہونے کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۲۳۵

مکتوب ۱۲۳: مخدوم زادہ عالی قدر معدن الحقائق ابو القاسم کے نام دوستوں کی غلطیوں کو معاف کردینے اور چغلخور کی بات سننے سے منع کرنے کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۲۳۶
مکتوب ۱۲۴: ہمت خاں کے نام مواعظ و نصائح کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۲۳۷
مکتوب ۱۲۵: محمد معصوم کے نام ذکر و تفکر کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۲۳۸
مکتوب ۱۲۶: مولانا فصیح الدین کے نام واقعہ (حال) کی تعبیر اور بعض مقاماتِ لطائف کی تحقیق میں تحریر فرمایا۔ ۲۳۹
مکتوب ۱۲۷: میر محمد امین بخاری کے نام ان کے واقعہ (حال) کی تعبیر کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۲۴۱
مکتوب ۱۲۸: حضرت ایشاں (عروۃ الوثقیٰ) کے ہمشیرہ زادہ حاجی شیخ محمد فضل اللہ کے نام وعظ و نصیحت کے بیان میں تحریر فرمایا۔ "
مکتوب ۱۲۹: مخدوم زادہ گرامی حقائق و معارف آگاہ شیخ ابو القاسم کے نام نصیحت کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۲۴۲
مکتوب ۱۳۰: خواجہ احمد بخاری کے نام قرآن (پاک) کے فضائل اور اس واقعہ (حال) کی تعبیر میں تحریر فرمایا جو انھوں نے لکھا تھا۔ "
مکتوب ۱۳۱: خواجہ عبداللہ کلابی کے نام ذکرِ جہر وغیرہ کی مجلس میں حاضر ہونے کے بارے میں ان کے استفسار کے جواب میں تحریر فرمایا۔ ۲۴۴
مکتوب ۱۳۲: سیادت پناہ حاجی محمد عاشور بخاری کے نام اس بیان میں کہ طالبوں کے اجتماع میں نیت کی تصحیح ضروری ہے اور خالق و مخلوق میں خالق اور مخلوق ہونے کے سوا کوئی نسبت نہیں ہے اور صراطِ مستقیم کی ہدایت کے معنی میں تحریر فرمایا۔ ۲۴۵
مکتوب ۱۳۳: جان محمد بیگ کولابی کے نام اُن کے عریضہ کے جواب میں جو کہ کیفیات و احوال پر مشتمل تھا اور اس بیان میں تحریر فرمایا کہ احوال بشارات ہی حصول پر دلالت نہیں رکھتے۔ ۲۴۶
مکتوب ۱۳۴: حقائق آگاہ حاجی حبیب اللہ حصاری ثم البخاری کے نام اس بارے میں کہ ابتدا میں ظاہر باطن کے رنگ میں رنگا ہوا ہوتا ہے اور باطن سے منقطع ہونے کے بعد ظاہر مکدر و آلودہ نظر آتا ہے اور ممکن کی ذات کے عدم ہونے اور حقیقتِ کعبہ، حقیقتِ خُلّت، حقیقتِ صلوٰۃ، حقیقتِ قرآنی و حقیقتِ محمدی اور ان کی تعبیرات اور ان کے مناسب امور کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۲۴۸
مکتوب ۱۳۵: صوفی سعد اللہ کابلی کے نام تحریر فرمایا۔ ۲۵۰
مکتوب ۱۳۶: خواجہ محمد شریف بخاری کے نام تحریر فرمایا۔ ۲۵۲
مکتوب ۱۳۷: شیخ جنید چشتی کے نام ان کے احوال کی تعبیر اور ضروری نصائح و ذکرِ طائفہ عشرہ کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۲۵۲
مکتوب ۱۳۸: حاجی سلیم بلخی کے نام تحریر فرمایا۔ ۲۵۷

مکتوب ۱۳۹: شیخ بایزید سہارنپوری کے نام اُن کے مکتوب کے جواب میں تحریر فرمایا۔ ۲۵۸

مکتوب ۱۴۰: حضرت ایشاں (عروۃ الوثقیٰ) کے برادر زادہ شیخ خلیل اللہ کے نام قربِ فرائض و قربِ نوافل کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۲۶۰

مکتوب ۱۴۱: شیخ محمد باقر لاہوری کے نام ان کے مکتوب کے جواب میں تحریر فرمایا۔ ۲۶۲

مکتوب ۱۴۲: شیخ ولی جہتی کے نام اُن کے مکتوب کے جواب میں تحریر فرمایا۔ ″

مکتوب ۱۴۳: محمد رؤف کابلی کے نام اُن (کے مکتوب) کے جواب میں تحریر فرمایا۔ ۲۶۴

مکتوب ۱۴۴: سیادت پناہ سید محمد علی بارہہ کے نام تحریر فرمایا۔ ۲۶۵

مکتوب ۱۴۵: مخدوم زادگی جامع کمالات صوری و معنوی نعم الخلف شیخ محمد اشرف کے نام حضورِ قلب کے حاصل ہونے کے بارے میں جو کہ ذکر سے بالا ہے اور فنائے قلب سے تعبیر کیا جاتا ہے مع آں سرورِ دین و دنیا علیہ الصلوٰۃ والسلام سے خاص بشارت کے تحریر فرمایا۔ ۲۶۶

مکتوب ۱۴۶: نیز مخدوم زادہ عالی درجہ صاحبِ کمالات اصلیہ نعم الخلف شیخ محمد اشرف کے نام کمالاتِ نماز اور اس کے فضائل اور عدمِ محض کے ساتھ ملحق ہونے کی بشارت کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ″

مکتوب ۱۴۷: حافظ محمد شریف لاہوری کے نام تحریر فرمایا۔ ۲۶۷

مکتوب ۱۴۸: مولانا محمد حنیف کے نام ان کے اور ان کے دوستوں کے احوال کی شرح میں مع بشارتِ عالی تحریر فرمایا۔ ۲۶۸

مکتوب ۱۴۹: سیادت پناہ سید ابوالخیر شاہ آبادی کے نام تحریر فرمایا۔ ۲۶۹

مکتوب ۱۵۰: سیادت پناہ میر محمد ابراہیم کے نام تحریر فرمایا۔ ۲۷۰

مکتوب ۱۵۱: نیز سیادت پناہ میر محمد ابراہیم کے نام تحریر فرمایا۔ ۲۷۱

مکتوب ۱۵۲: نیز سیادت پناہ میر محمد ابراہیم کے نام تحریر فرمایا۔ ۲۷۲

مکتوب ۱۵۳: سیادت پناہ میر محمد اسحٰق کے نام تحریر فرمایا۔ ۲۷۳

مکتوب ۱۵۴: نیز سیادت پناہ میر محمد اسحٰق کے نام تحریر فرمایا۔ ۲۷۴

مکتوب ۱۵۵: فضائل مآب محمد امین حافظ آبادی کے نام تحریر فرمایا۔ ۲۷۶

مکتوب ۱۵۶: جان محمد بیگ کولابی کے نام تحریر فرمایا ۲۷۷

مکتوب ۱۵۷: محمد شاہ گرز بردار کے نام تحریر فرمایا۔ ۲۷۸

مکتوب ۱۵۸: میرک معین الدین کے نام تحریر فرمایا۔ ۲۷۹

تمت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مُقدّمہ

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی انبیائہ المرسلین خصوصاً علی اشرفہم و خاتمہم سیدنا محمد ن المصطفیٰ احمد ن المجتبیٰ وعلیٰ آلہ واصحابہ واتباعہ اجمعین ۔ امّا بعد

کچھ عرصہ قبل حضرت عروۃ الوثقیٰ خواجہ محمد معصوم قدس سرہٗ کے مکتوبات شریفہ کے دفتر اول کا اردو ترجمہ ناظرین کی خدمت میں پیش کیا جا چکا ہے، حق سبحانہٗ و تعالیٰ کا بیحد شکر و احسان ہے کہ اُس نے اس ناچیز کوشش کو عوام و خواص میں شرفِ قبولیت عطا فرمایا اور بزرگوں، دوستوں اور احباب و اکابر نے اس کی تحسین فرما کر اس عاجز اور ادارۂ مجددیہ کی حوصلہ افزائی فرمائی، جزاہم اللہ عنا خیر الجزاء۔

اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ کا مزید فضل و کرم ہے کہ ہم جلدی ہی اس قابل ہو گئے کہ مکتوباتِ معصومیہ کے دفترِ دوم کا اُردو ترجمہ بھی قارئین کرام کی خدمت میں پیش کر سکیں چنانچہ حسبِ سابق ترجمہ میں زبان کی سلاست و عمدگی کا خاص طور پر خیال رکھا گیا ہے، ترجمہ کے الفاظ کو اصل فارسی الفاظ سے ہٹنے نہیں دیا گیا اور حتی الامکان قریب سے قریب تر الفاظ میں ترجمہ کرنے کی کوشش کی گئی ہے تاکہ اُن کا مفہوم من وعن باقی رہے، فارسی مطبوعہ نسخے کے صفحات بھی حاشیہ میں دیدیئے گئے ہیں کہ اگر کوئی صاحب فارسی مکتوبات سے رجوع کرنا چاہیں تو تلاش میں زحمت نہ ہو، مکتوباتِ شریفہ میں آئی ہوئی آیاتِ مبارکہ کی سورت و آیت کا نمبر بھی حاشیہ میں دیدیا گیا ہے، اور ان میں جو احادیثِ شریفہ آئی ہیں ان میں سے جن کا حوالہ مل سکا ہے وہ حاشیہ میں لکھ دیا ہے اور امام ربانی حضرت مجدد الفِ ثانی قدس سرہٗ کے مکتوباتِ شریفہ کی جہاں جہاں عبارتیں آئی ہیں اُن میں سے جن کا حوالہ مل سکا ہے وہ بھی حاشیہ میں درج کر دیا گیا ہے، نیز آیات و اشعار کا ترجمہ بھی سلیس و شگفتہ زبان میں کیا گیا ہے، مطبوعہ نسخہ میں اغلاط کی وجہ سے ترجمہ کرنے میں کافی مشکلات پیش آتی رہی ہیں اور اُن کو حل کرنے کی حتی الامکان کوشش کی گئی ہے، اسقدر کوشش کے باوجود اگر اس میں کوئی غلطی ہو گئی ہو تو یہ عاجز معذرت خواہ ہے اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے بھی عفو و کرم کا امیدوار ہے۔ قارئین کرام سے درخواست ہے کہ جہاں کہیں غلطی پائیں اس بے بضاعت کی کم علمی پر محمول کرتے ہوئے صفحہ و سطر کے ساتھ مع تصحیح اس کی نشاندہی سے مطلع فرما کر مشکور فرمائیں تاکہ آئندہ اشاعت میں اس کی اصلاح کی جا سکے، یہ عاجز اُن کا ممنونِ احسان ہوگا اور وہ ثوابِ دارین کے مستحق ہوں گے۔

اگرچہ ہماری یہ کوشش اس قابل تو نہیں ہے کہ آپ حضرات سے دادِ تحسین حاصل کر سکے لیکن ان مکتوباتِ عالیہ کے مضامین اسقدر اعلیٰ وارفع، جامع وواضح، مستند و نافع اور بابرکت و پُر لذت ہیں کہ اُن کے لئے کسی تحسین کرنے والے کی تحسین کی قطعاً ضرورت نہیں ہے کیونکہ ان مکتوباتِ عالیہ میں ہر ایک مکتوب شریعت و طریقت، حقیقت و معرفت، اسرارِ عجیبہ و علوم غریبہ کا بیش بہا خزانہ اور ادب و انشاء کا اعلیٰ شاہکار ہے ؎

ففی کل لفظ منہ روض من المنی　　وفی کل سطر منہ عقد من الدرر

[پس اس کے ہر ہر لفظ میں تمناؤں کا ایک باغ (مضمر) ہے اور اس کی ہر ہر سطر میں موتیوں کا ایک ہار (پرہاں) ہے]

مکتوباتِ شریفہ کے دفترِ دوم کو حضرت عروۃ الوثقیٰ خواجہ محمد معصوم قدس سرہ کے صاحبزادے حضرت خواجہ سیف الدین قدس سرہٗ کے حکم کے مطابق حضرت مولانا شرف الدین حسین بن میر عماد الدین محمد الحسینی الہروی قدس سرہ نے جمع و تدوین کا کام انجام دیا اور اس کا تاریخی نام "وسیلۃ السعادت" (۱۰۷۲ھ) رکھا جس سے ان کے جمع و ترتیب کی تکمیل کا سال نکلتا ہے جیسا کہ ان کے فارسی دیباچے سے ظاہر ہے۔

یہ عاجز جملہ معاونین حضرات خصوصاً جناب ڈاکٹر خان رشید صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ پروفیسر سندھ یونیورسٹی اور جناب مولانا عبد الستار صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ فاضل دیوبند و ایم اے اسلامیات اور دیگر معاونین حضرات کا بہت ہی ممنون ہے کہ انھوں نے اپنے قیمتی مشوروں سے اس ترجمہ کی اصلاح میں اس عاجز کی مدد فرمائی اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر فی الدارین نصیب فرمائے آمین، اللہ تعالیٰ ہماری اس ناچیز مساعی کو شرفِ قبولیت عطا فرمائے اور حضرت عروۃ الوثقیٰ قدس سرہ کی تعلیمات کو سمجھنے اور اس پر عمل پیرا ہونے کی سعادت سے ہم سب مسلمانوں کو اور تمام عالمِ اسلام کے مسلمانوں کو بہرہ ور فرمائے آمین بجاہِ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم، ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ سیدنا و مولانا محمد والہ واصحابہ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین ؁ سبحان ربک رب العزۃ عما یصفون وسلام علی المرسلین والحمد للہ رب العالمین۔

الراجی الی ربہ الرحیم

خاکسار سید زوار حسین عفی عنہ وغفر لہ ولوالدیہ

دوشنبہ یکم رجب المرجب ۱۳۹۹ھ مطابق ۲۸ مئی ۱۹۷۹ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیباچہ[1]

۱۶ ب

اللہ تعالیٰ جلّ شانہٗ کی بارگاہِ مقدس اس سے بالاتر ہے کہ فکر کا ہاتھ اس کی حمد و ثنا کے دامن تک پہنچ سکے، لا احصی ثناء علیک انت کما اثنیت علیٰ نفسک [میں تیری ثنا کا احاطہ نہیں کرسکتا تو ایسا ہے جیسا کہ تونے اپنی تعریف خود کی ہے] ممکن واجب کے متعلق کیا لکھے اور محدود لامحدود کے بارے میں کیا تلاش کرے پس وہ ذات پاک ہے جس نے اپنی معرفت اور ثنا سے عاجزی کے سوا کوئی راستہ اپنی طرف نہیں بنایا پس یہاں عجز و قصور کا اعتراف ہی کمالِ معرفت اور عینِ ثنا ہے ؎

---

[1] بعض مخطوطات میں یہ دیباچے بھی (بزبانِ فارسی) مندرج ہیں:- (۱) حمدِ بیحد بارگاہِ خداوندی جل جلالہ سلطانہٗ وعم احسانہٗ کے لئے ہے کہ اولین وآخرین کی تعریفیں اس کی تمجید کا دیباچہ ہیں اور ملاءِ اعلیٰ کے مقربین کا تعظیمات کرنا اس کی تعظیم کی ابجد ہے، قبولیت کے فرش پر باریابی حاصل کرنے والوں کی دولت اس کے لطف وکرم سے ہے اور کامل عارفوں کی معرفت اس کی معرفت سے عاجز ہوتا ہے، وہ ذات پاک ہے جس نے مخلوق کے لئے اپنی معرفت سے عاجز ہونے کے سوا اپنی معرفت کی طرف کوئی راستہ نہیں بنایا ؎

سبحان خالقی کہ صفاتش ز کبریا | برخاک عجز می فگند عقلِ انبیاء
گر صد ہزار سال ہمہ خلق کائنات | فکرت کنند در صفت عزتِ خدا
آخر بعجز معترف آئند کاے الٰہ | دانستہ شد کہ ہیچ ندانستہ ایم ما

[وہ خالق ایسی ذات پاک ہے کہ جس کی صفات اپنی بزرگی وعظمت کی وجہ سے انبیائے کرام کی عقل کو (بھی) عاجزی کی خاک پر گرا دیتی ہیں، اگر تمام کائنات کی مخلوق اللہ تعالیٰ کی عزت کی صفت میں ایک لاکھ سال بھی غور وفکر کرے آخر کار عاجزی کے ساتھ اس بات کا اعتراف کرے گی کہ اے الٰہ العالمین! ہم نے جان لیا کہ ہم نے کچھ بھی نہیں جانا ہے]

(۲) بے حد حمد اور بے اندازہ شکر خاص اس منعم کے لئے ہے کہ جس نے حضرت محمد مصطفےٰ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ افضل الصلوٰۃ واکمل التحیات کی سنتِ منورہ کو طریقۂ عجیبۂ احمدیہ کے ذریعہ، اللہ سبحانہ وتعالیٰ ان کی روح کو تازگی عطا فرمائے اور تمام جہان والوں پر ہمیشہ ان کے فیوض کو جاری فرمائے، تجدید فرمائی اور اولین کی نسبت کو آخرین میں اسی تر وتازگی کے ساتھ جلوہ گر کیا اور حضرت محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر صلوات طیبات ہوں جو کہ عمدۂ کائنات اور زبدۂ موجودات ہیں ؎

خواجۂ لولاک وسلطانِ رسل | مقتدا ورہنمائے جزو کُل

[آپ لولاک کے مالک اور رسولوں کے سلطان ہیں اور آپ جزو کل کے پیشوا ورہنما ہیں]۔

ہر کس بره ثنای او مرکب راند	بر عجز و قصور معترف در ره ماند
این جاست که خاتم رسل خیر بشر	با آں شرف و کمال لا احصی خواند

[جس شخص نے اُس کی تعریف کے راستہ پر سواری کو چلایا اپنے عجز و قصور کا اعتراف کرتے ہوئے راستہ میں رہ گیا، یہی وجہ ہے کہ خاتم الانبیاء خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قدر شرف و کمال کے باوجود لا احصی (میں احاطہ نہیں کر سکتا) فرمایا] اور حضرت فخرِ مخلوقات علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام کے کمال کی چوٹی اس سے بالاتر ہے کہ مرغِ فکر آپ کی نعت و تعریف کی چوٹی تک پرواز کر سکے، رب تعالیٰ کی بارگاہ سے لولاک لما خلقت الافلاک [اگر تو نہ ہوتا تو میں آسمانوں کو پیدا نہ کرتا] آپ کے حال کی تعریف ہے، اور لولاک لما اظہرت الربوبیۃ [اگر تو نہ ہوتا تو میں ربوبیت کو ظاہر نہ کرتا] آپ کے کمال کی شرح ہے، ایجادِ کائنات اس کے لئے ہے اور مخفی چیزوں کو موجود کرنے والا اس کی رضا کا طالب ہے، بیت

شاہی کہ نیست قوتِ بازوئے مرغِ فکر	شایستۂ عروج باوجِ کمالِ او
آنرا کہ در کتاب ثنا گفت ذوالجلال	کے آید از من و تو ثنا حسبِ حالِ او
ہر دم صلوٰۃ بے حد و تسلیم بے عدد	از ما بروحِ حضرتِ او باد و آلِ او

[وہ ایسا بادشاہ ہے کہ فکر کے پرندے کی قوتِ بازو اس کے کمال کی بلندی تک عروج کرنے کے قابل نہیں ہے، جس کی تعریف ذوالجلال (اللہ تعالیٰ) نے (اپنی) کتاب (قرآن مجید) میں فرمائی ہے مجھ اور تجھ سے (اور کسی مخلوق سے) اس کے حال کے بموجب تعریف کب ہو سکتی ہے، ہماری طرف سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی آل کی روحِ مبارک پر ہر وقت بے حد صلوٰۃ (درود) اور بے شمار سلام پیش ہو]

اما بعد، صاحبِ قوت اللہ تعالیٰ کا سب سے ضعیف بندہ شرف الدین حسین بن میر عماد الدین محمد الحسینی الہروی، اللہ سبحانہٗ ان دونوں کی عاقبت کو بہتر کرے، عرض کرتا ہے کہ جب یہ مکتوبات قدسی آیات کہ جن میں سے ہر ایک مکتوب معرفت کے دفینوں میں سے ایک دفینہ اور رحمت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے، نہایاتِ ولایت کا ایک بیان اور کمالاتِ نبوت کا ایک ترجمان ہے، اصالت کے اسرار اس سے نمایاں اور مقاماتِ قیومیت اس سے ظاہر ہیں — دفترِ اول کی تکمیل کے بعد حضرت قدوۃ الاولیا امام الاصفیا کے قلمِ فیض رقم سے جو کہ محققین کیلئے سند اور مدققین (باریک بینوں) کے لئے دلیل ہیں، قیومیت کی خلعت سے سرفراز اور اصالت کی بزرگی سے مشرف ہیں، ولایتِ اصلیہ کے مالک اور وراثتِ معنویہ کے ساتھ انبیاء کے وارث ہیں، مخلوق کو اللہ تعالیٰ کے راستہ کی طرف رہنمائی کرنے والے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا

بیّن معجزہ ہیں، آیاتِ متشابہات کے اسرار سے واقف اور مقطعات کے رموز کو جاننے والے ہیں، انوارِ الٰہیہ کا مطلع اور ولایتِ احمدیہ سے موصوف ہیں، مرجعِ اوتاد، قطبِ ارشاد، انسانِ کامل اور فردِ جامع، امامِ ہمام، مخلوق میں حضرت خاتم الانبیاء (صلی اللہ علیہ وسلم) کے خلیفہ، نسباً فاروقی حسباً محمدی اور مولداً سرہندی ہیں ؎

(۱) آنکہ نامش بر زبان بردم از بے ادبی ست ۔۔۔ گرچہ ذرات تنم جملہ بنامش گویا ست
(۲) لیک ازاں جاکہ زبان نیز سعادت طلب ست ۔۔۔ گر بایں نام شریفش نرسانم زجفا ست
(۳) قطبِ حق ہادیٔ دین خواجہ محمد معصوم ۔۔۔ آنکہ پیشش بتواضع قدِ افلاک دوتا ست
(۴) ظاہرش جملہ بانوارِ شریعت روشن ۔۔۔ باطنش جملہ باسرارِ حقیقت دانا ست
(۵) قطع شد بر قدِ او خلعتِ قیومیّت ۔۔۔ آرے ایں خلعتِ فاخر بچنیں قد زیبا ست

[(۱) وہ کہ جن کا نام زبان پر لانا میرے لئے بے ادبی ہے، اگرچہ میرے جسم کے ذرات ان کا نام لیتے ہیں۔ (۲) لیکن چونکہ زبان بھی سعادت طلب ہے اس لئے اگر میں اسے ان کے نام مبارک تک نہ پہنچاؤں تو ظلم ہے۔ (۳) وہ قطبِ حق ہادیٔ دین خواجہ محمد معصومؒ ہیں کہ جن کے سامنے افلاک کا قد تواضع کے ساتھ جھکا ہوا ہے۔ (۴) اُن کا ظاہر انوارِ شریعت کے ساتھ روشن، ان کا تمام باطن اسرارِ حقیقت کو جاننے والا ہے۔ (۵) اُن کے قد کے مطابق قیومیّت کا خلعت قطع کیا گیا ہے بیشک یہ خلعتِ فاخرہ ایسے ہی قد کے لئے زیبا ہے]۔

اللہ تعالیٰ اُن کے ارشاد کے ظلال کو اہلِ عالمین کے سروں پر ہمیشہ (قائم) رکھے اور سید المرسلین صلوات اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہٖ اجمعین کے طفیل ہمیں اُن کے انوار سے مستفید فرمائے۔ (جب یہ مکتوبات) ضبطِ تحریر میں آئے تو عجیب اسرار اور نادر علوم نے کہ جن کا حاصل ہونا انوارِ نبوت سے اقتباس کے بغیر امکان کے احاطہ سے باہر ہے، غیبِ احدیت کے پردہ سے ظہور کے تخت پر جلوہ فرمایا اور سعادت مند مخاطبین اور بلند بخت سامعین کے دل کی قوت اور جان کی خوراک ہو گئے۔ مثنوی

(۱) نامہ ہا با نجوم راہ نما ست ۔۔۔ تافتہ از سپہر مجد و عُلا
(۲) ہر یکے نو گلے ز گلشنِ فیض ۔۔۔ ہر یکے گوہرے ز کانِ عطا
(۳) ہر یکے رشحۂ ز ابرِ کرم ۔۔۔ کردہ سرسبز کشتِ صدق وصفا
(۴) ہر یکے مثلِ آیتِ رحمت ۔۔۔ گشتہ نازل ز آسمانِ وفا

[(۱) (اُن کے) مکتوبات ستاروں کی مانند راہ نما ہیں (جو) بزرگی اور بلندی کے آسمان سے چمک رہے ہیں (۲) (اُن میں سے) ہر ایک فیض کے گلشن کا نیا پھول ہے، ہر ایک بخشش کی کان کا موتی ہے۔ (۳) ہر ایک ابرِ کرم کا ترشح ہے

(جس نے) صدق وصفا کی کھیتی کو سرسبز کردیا ہے، (۴) ہرایک (مکتوب) آیتِ رحمت کی مانند ہے جو کہ وفا کے آسمان سے نازل ہوا ہے]

حق بات یہ ہے کہ (یہ مکتوبات) ہدایت کی کان کے تابدار جواہرات اور عنایت کے سمندر کے چمکدار موتی ہیں کہ ارباب نہایت وکمال کا ہاتھ اور دامن اُن کے مثل سے خالی ہے اور صاحبانِ کشف وشہود اہلِ نظر واستدلال کی مانند ان کے ادراک سے عاجز وقاصر ہیں۔ اگرچہ مجھ ہیچمدان کو کسی لحاظ سے بھی اس بات کی لیاقت وقابلیت نہیں ہے کہ میں اُن کے جمع کرنے میں پیش روی اور اس امرِ عظیم میں پیش قدمی کر سکتا لیکن چونکہ مخدوم ومخدوم زادۂ بلند مرتبت، عالی منقبت، نورِ اعظم، عارفِ کامل، حاصلِ اولیا، خلاصۂ اصفیاء، مظہرِ انوارِ ربانی، مظہرِ اسرارِ سبحانی، حقائق کو کھولنے والے، دقائق کو حل کرنے والے، نہایت کے کمال اور کمال کی نہایت تک پہنچنے والے، تجلیاتِ جلال وجمال کے مظہر ؎

مخزنِ نقدِ معرفت نقدِ خزینۂ شرف	معدنِ گوہرِ صفا گوہرِ معدنِ کمال
موردِ لطفِ ایزدی ہادئ راہِ احمدی	مظہرِ سرِّ سرمدی مَظہرِ فضلِ ذوالجلال

[معرفت کی نقدی کا خزانہ، شرافت کے خزانہ کی نقدی، پارسائی کے موتیوں کی کان، کمال کی کان کے موتی۔ اللہ تعالیٰ کے لطف کے مورد، راہِ احمدی کے ہادی، سرِّ ابدی کے مُظہر، فضلِ ذوالجلال کے مَظہر]

تعریف کرنے والوں کی تعریف سے بے نیاز، حق، ملت اور دین کی تلوار، اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ان کی طویل زندگی کے ساتھ فائدہ پہنچائے (انھوں) نے اُس نظرِ عنایت کی بنا پر جو کہ وہ اس بے حاصل کے بارے میں رکھتے ہیں اور جن کی توجہ شریف اس ناکارہ کے احوال کی اصلاح کے ساتھ وابستہ ہے، ان مکتوبات کے جمع کرنے کو جو کہ دراصل دونوں جہان کا سرمایہ ہیں (اس فقیر کو) تفویض فرمایا اور باربار تاکید فرمائی کہ متفرق مکتوبات کو ضبطِ تحریر میں لاکر دوسری جلد ترتیب دی جائے۔ آں جناب کے تعمیلِ ارشاد کو بسروچشم قبول کرتے ہوئے اس عظیم الشان کام کو شروع کردیا، امیدوار ہے کہ اس تعمیلِ ارشاد کی برکات فی الحال وفی المآل اس خود کامی کی تنگی کے گرفتار کی رہنمائے حال ہوکر خودی وخود پرستی کے کوچے سے رہائی دلادیں گے۔ اور اس کتابِ مستطاب کا جمع کرنا جس کا نام وتاریخِ اختتام "وسیلۃ السعادۃ" ہے، سعادتِ حقیقی تک پہنچنے کا وسیلہ ہو جائے گا۔ ۱۰۲۸ھ

م ۱۹

(اس کتاب کے) پڑھنے اور سننے والوں سے یہ التماس ہے کہ جب ان اسرارِ غیبی کے مطالعہ سے ان کی زندگی سنور جائے تو دعا وفاتحہ سے ان کے جامع کی مدد فرمائیں کیونکہ ان کے جمع کرنے سے مقصود

آخرت کا نفع ہے اور الفاظ کے دقیق ہونے اور معنی کے بلند ہونے کی وجہ سے جو کچھ سمجھ میں نہ آئے اس کے علم کو کہنے والے کی طرف لوٹا دیں اور ردّ و انکار سے پیش نہ آئیں، اور وسیلۃ السعادت کو اپنے حق میں وسیلۃ الشقاوت نہ بنائیں کیونکہ اس بزرگ گروہ کا منکر ابدی ہلاکت میں گرفتار اور دائمی خسارہ میں مبتلا ہے، یہی حق ہے، پس حق کے بعد سوائے گمراہی کے اور کیا ہے۔ مثنوی

(۱) یارب چہ کتابِ مستطاب ست — کز ہر ورقیش فتحِ باب ست
(۲) مفتاحِ کنوزِ مشکلات ست — تفسیرِ رموزِ مجملات ست
(۳) گنجے ست مصابح الحِکَم را — شرحے ست جوامع الکلم را
(۴) جاں بخش تر از زلالِ حیواں — روشن تر از آفتابِ تاباں
(۵) گوئی کہ پری وشیست طنّاز — سرتا بقدم کرشمہ و ناز
(۶) افگندہ ببر شعار مُشکیں — تاگشتہ نہاں زچشم بد بیں
(۷) لفظش کہ دقیقہا کند حل — چوں طرۂ مہوشاں مسلسل
(۸) معنیش کہ ہست مایۂ جاں — شیریں چو ادائے خوب رویاں
(۹) ہر صفحۂ او کہ کامِ جان ست — چوں صفحۂ روئے دلبران ست
(۱۰) ہر سطر ازو چو گیسوئے حور — از زحمت دستِ ناکساں دُور
(۱۱) ہر بیتے ازو کہ دل پسند است — چوں ابروئے مہوشاں بلند است
(۱۲) ہست از پے دفع ہر گزندی — ہر نقطہ چو دانۂ سپندی
(۱۳) صاحب نظراں فدائے اویند — جاں باختہ در ہوائے اویند
(۱۴) دلہا شدہ در نظارہ اش مست — جاں بہر نثار بر کفِ دست
(۱۵) از نفحۂ ایں گل اہلِ دولت — یابند نسیمِ باغِ جنّت
(۱۶) واں کو نظرِ دانش کور است — از پرتوِ ایں جمال دُور است منہ
(۱۷) خفاش بود ہمیشہ نومید — از شعشعۂ جمالِ خورشید
(۱۸) آفاق زمہر شد منوّر — غم نیست اگر ندید شپّر
(۱۹) خورشید اگرچہ بے حجاب ست — از غایتِ نور در نقاب ست
(۲۰) نامش بعقیدت و ارادت — گفتیم "وسیلۃ السعادت"
(۲۱) پرسند اگر ز سالِ اتمام — ہم باز تواں شناخت از نام

(اے پروردگار! یہ کیسی پسندیدہ کتاب ہے کہ جس کے ہر ورق سے (معرفت کا) دروازہ کھلتا ہے۔ (۲) مشکلات کے خزانوں کی کنجی ہے، مجملات کے رموز کی تفسیر ہے۔ (۳) مصالح حکمت کا خزانہ ہے، جامع کلمات کی ایک شرح ہے۔ (۴) آب حیات سے زیادہ زندگی بخشنے والا ہے، منور آفتاب سے زیادہ روشن ہے۔ (۵) گویا کہ وہ ایک شوخ پری وش ہے (جو) سر سے پاؤں تک کرشمہ و ناز ہے۔ (۶) اپنے جسم پر مشکیں بال ڈالے ہوئے ہے تا کہ بد نظر کی نگاہ سے پوشیدہ ہو جائے۔ (۷) اس کے لفظ جو کہ دقیق مسائل کو حل کرتے ہیں حسینوں کی زلف کی مانند مسلسل ہیں۔ (۸) اس کے معنی جو کہ سرمایۂ جان ہیں وہ خوب رووں کی ادا کی مانند شیریں ہیں۔ (۹) اس کا ہر صفحہ جو کہ زندگی کا مقصد ہے دلبروں کے چہرے کا صفحہ ہے۔ (۱۰) اس کی ہر سطر حور کے گیسو کی مانند نا اہلوں کی دسترس سے دور ہے۔ (۱۱) اس کا ہر شعر جو کہ دل پسند ہے چاند جیسے حسینوں کی ابرو کی مانند بلند ہے (۱۲) اس کا ہر نقطہ گزند کو دفع کرنے کے لئے رائی کے دانے کی طرح ہے۔ (۱۳) اہلِ نظر اس کے فدائی ہیں، اس کی آرزو میں جان کی بازی لگائے ہوئے ہیں (۱۴) دل اس کے نظارہ میں مست ہو گئے ہیں، جان نثار کرنے کے لئے ہتھیلی پر رکھے ہوئے ہیں۔ (۱۵) اہلِ سعادت اس پھول کی خوشبو سے جنّت کے باغ کی نسیم پاتے ہیں۔ (۱۶) اور جس کی نظر اس میں اندھی ہے وہ اس جمال کے پرتو سے دور ہے۔ (۱۷) چمگادڑ سورج کے جمال کی روشنی سے ہمیشہ نا امید ہے۔ (۱۸) آفاق سورج سے منور ہو گئے اگر چمگادڑ نے نہیں دیکھا تو غم نہیں ہے۔ (۱۹) آفتاب اگرچہ بے حجاب ہے لیکن کثرتِ نور کے باعث نقاب میں ہے۔ (۲۰) ہم نے اس کا نام عقیدت و ارادت کی وجہ سے "وسیلۃ السعادت" رکھا۔ (۲۱) اگر لوگ اس کی تکمیل کا سال دریافت کریں تو بھی اس نام سے پہچان سکتے ہیں۔
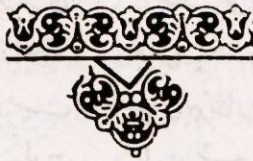
مولانا محمد صدیق و مولانا حسن علی و محمد امین بدخشی کے نام حقیقتِ محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم و حقیقتِ کعبہ ربانی کے متعلق اُن کے سوالات کے جواب میں، اور پہلی حقیقت کی دوسری حقیقت پر افضلیت اور ان دونوں حقیقتوں کے مراتب کے لائق تحقیقات اور ان دونوں کی شان کی معرفت کے متعلق توضیحات اور جو کچھ ان کے مناسب ہے اس کے بارے میں تحریر فرمایا۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ حامد اللہ العظیم و مصلیا علی رسولہ الکریم [اللہ تعالیٰ کی حمد کرتے ہوئے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو کہ بڑا مہربان اور نہایت رحم والا ہے] اَللّٰھُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ عَالِمَ الْغَیْبِ وَالشَّھَادَۃِ اَنْتَ تَحْکُمُ بَیْنَ عِبَادِکَ فِیْمَا کَانُوْا فِیْہِ یَخْتَلِفُوْنَ [اے اللہ! اے آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے! پوشیدہ اور ظاہر کے جاننے والے! آپ ہی (قیامت کے روز) اپنے بندوں کے درمیان اُن امور میں فیصلہ فرمائیں گے جن میں وہ آپس میں اختلاف کرتے تھے]۔

برادران کرام مولانا محمد صدیق و مولانا حسن علی و محمد امین کے مکتوبات شریفہ یکے بعد دیگرے پہنچ کر اُن کے مضامین واضح ہوئے، دوستوں کو نصیحت کریں کہ جہاں تک ہو سکے فتنے کی آگ کو بجھائیں اور مخالفین کی ایذا رسانی پر صبر کریں اور گستاخی کرنے والوں کو بزرگوں کے باطن کے حوالہ کریں ؎

با دُرد کشاں ہر کہ در افتاد بر افتاد　　　[تلچھٹ (گاد) پینے والوں کے ساتھ جو شخص بھی اُلجھا اُس نے منہ کی کھائی]

جب اہلِ ارادت ہی سے اس طرح کا ظلم و زیادتی ظاہر ہو تو پھر طریقہ کے مخالفین سے کیا شکایت کی جائے حَسْبُنَا اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ [ہمیں اللہ تعالیٰ کافی ہے اور وہی اچھا کارساز ہے]۔ اس سے پہلے میاں اللہ داد کے ہمراہ ایک تحریر بھیجی گئی تھی جو کہ انشاء اللہ تعالیٰ شبہ کے مادہ کو ختم کر دے گی، اس کے پہنچنے سے فتنہ دب جائے گا اور متنازعہ امر باقی نہیں رہے گا، آپ اچھی طرح مطالعہ کریں گے اور حقیقت کو پہنچ جائیں گے، اور (حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے) مکتوبات جلد اول کا دو سو نواں مکتوب جو کہ

۲۱ ص میر محمد نعمان کے نام ہے اس کا بھی مطالعہ کریں اور تسکین حاصل کریں۔ حاصل کلام چونکہ آپ حضرات نے سوال کیا ہے اس لئے جواب کے بغیر چارہ نہیں رکھتا اور یہ تحریر اس سے خالی نہیں رہنی چاہیئے۔

سوال: "ہمارے حضرتِ عالی قدس سرہٗ نے تحریر فرمایا ہے کہ حقیقتِ کعبۂ ربانی حقیقتِ محمدیؐ کے اوپر ہے، اس سے حقیقتِ کعبہ کا حقیقتِ محمدیؐ سے افضل ہونا لازم آتا ہے، حالانکہ آنسرورِ عالم علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام تمام مخلوقات سے افضل ہیں، لولاہ لما خلق الافلاک ولما اظہر الربوبیۃ [اگر وہ نہ ہوتے تو (اللہ تعالیٰ) آسمانوں کو پیدا نہ کرتا اور (اپنی) رب ہونے کو ظاہر نہ فرماتا] جیساکہ (حدیثِ قدسی میں) وارد ہوا ہے"۔

جواب: اول یہ کہ حقیقتِ کعبۂ ربانی معبودیت و مسجودیت کے مقام سے پیدا ہوتی ہے اور آنسرور علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کا کمال عبدیّت وعابدیت (بندہ اور بندگی کرنے والا ہونے) کے مقام میں ہے، اس بنا پر ہو سکتا ہے کہ حقیقتِ کعبہ ذاتِ الٰہی جل سلطانہٗ ہو کیونکہ حقیقت میں معبود و مسجود وہی ہے یعنی وہ حقیقت جو اس صورت کی مسجودیت کا منشا (سبب) ہو گئی ہے اور (اس میں) شک نہیں ہے کہ وہ حقیقت ذاتِ حق عزّ برہانہٗ ہے پس اگر اس حقیقت کو حقیقتِ محمدیؐ پر فوقیت و فضیلت ہو تو کیا خطرے کی بات ہے، اور اس بات کی تحقیق انشاء اللہ تعالیٰ چوتھے جواب میں آئیگی اور معاملہ کی حقیقت واضح ہو جائے گی۔ اور یہ جو (بعض حضرات) کہتے ہیں کہ ممکن جو کہ صورتِ کعبہ ہے اس کی حقیقت بھی ممکن ہی ہونی چاہیئے وہ ذات کس طرح ہو گی۔ **جواب:**۔ ہم کہتے ہیں کہ اس بزرگ گروہ کے طریقہ پر کسی چیز کی حقیقت اس چیز کی ذات اور مابہ الشئ ھو ھو (ماہیت) سے عبارت نہیں ہے بلکہ اس کے وجودی و توابعِ وجودی فیوض کے مبدأ سے عبارت ہے اور وہ چیز اس کے لئے ظل کی مانند ہے۔ قوم (صوفیائے کرام) کے نزدیک یہ بات مسلّم ہے کہ حقیقتِ محمدی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ تعین اول ہے جس کو وحدت کا نام دیا جاتا ہے اور تمام ممکنات کے حقائق کو جو کہ اعیانِ ثابتہ ہیں تعینِ ثانی میں جس کو کہ واحدیت کا نام دیا جاتا ہے ثابت کرتے ہیں اور ان دونوں تعینات کو وجوبی کہتے ہیں اور قدیم جانتے ہیں۔ نقش الفصوص کے مقدمہ میں کہا ہے کہ "ممکن وجودِ متعین ہے پس اس کا ممکن ہونا اس کے تعین کی حیثیت سے ہے اور اس کا واجب ہونا اس کی حقیقت کے اعتبار سے ہے"۔ پس جس جگہ انھوں نے حقیقتِ کعبۂ ربانی کو وجوب کے مراتب میں ثابت کیا ہے وہ قوم (صوفیائے کرام) کی اصطلاح پر مبنی ہے اور جس جگہ یہ لکھا ہے کہ ممکن کی حقیقت ضرور ممکن ہے وہ قوم کی اصطلاح پر نہیں ہے وہ علیحدہ تحقیق اور الگ قول ہے، آپ حضرات نے لکھا تھا کہ "کعبہ کی صورت ہی ظاہری صورت ہے

یا کوئی اور چیز ہے؟ میرے مخدوم! ہمارے حضرت عالی قدسنا اللہ تعالیٰ بسرہ نے تحریر فرمایا ہے کہ[1] "صورت کعبہ پتھر اور مٹی کے ڈھیلوں سے عبارت نہیں ہے کیونکہ اگر بالفرض پتھر اور مٹی کے ڈھیلے درمیان میں نہ بھی ہوں تب بھی کعبہ کعبہ ہے اور مخلوق کا مسجود الیہ ہے، بلکہ صورتِ کعبہ باوجودیکہ عالمِ خلق میں سے ہے (لیکن دیگر) اشیاء کے خلق کی طرح نہیں ہے بلکہ ایک پوشیدہ امر ہے جو حس و خیال کے احاطہ سے باہر ہے (یہ) عالمِ محسوسات میں سے ہے اور کچھ بھی محسوس نہیں ہے اور (اگرچہ) اشیاء کا متوجہ الیہا (جس کی طرف توجہ کی جائے) ہے اور (اس کے باوجود) کچھ بھی توجہ میں نہیں ہے وہ ایک ہست ہے جس نے نیستی کا لباس پہنا ہوا ہے اور ایک نیست ہے جس نے اپنے آپ کو ہستی کے لباس میں ظاہر کیا ہوا ہے، جہت میں ہو کر بے جہت اور سمت میں ہو کر بے سمت ہے، غرضکہ یہ حقیقت کے مزاج والی صورت ایک ایسی عجیب ترین چیز ہے کہ عقل جس کے تشخص سے عاجز اور عقلمند لوگ جس کو متعین کرنے میں حیران ہیں گویا کہ عالمِ بیچونی و بے چگونی (بے مانند و بے کیف ہونے) کا نمونہ رکھتی ہے اور بے مثل و بے مثال ہونے کا نشان اس میں پوشیدہ ہے انتہیٰ"۔

دوسرے یہ کہ ایک حقیقت کا دوسری حقیقت پر فائق ہونا پہلی حقیقت والے کی دوسری حقیقت والے پر فضیلت کا سبب نہیں ہے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ نیچے کی حقیقت والے کو اوپر کی حقیقت پر ترقیات حاصل ہو جائیں اور قرب کے مراتب میسر ہوں اور اوپر کی حقیقت والا اپنی حقیقت میں ہی رکا ہوا ہو اور اپنی حقیقت سے اوپر ترقی نہ کرے اور قرب کے مراتب کو جن پر فضیلت کا مدار ہے حاصل نہ کرے، کیا تو نہیں دیکھتا کہ ملأ اعلیٰ (فرشتوں کے گروہ) کی ولایت خواصِ بشر کی ولایت سے اوپر ہے اور فرشتے کے حقائق سے ترقی حاصل ہونے کے اعتبار سے فضیلت خواصِ بشری کے لئے ہے اور فرشتے کو اپنے حقائق سے آگے ترقی حاصل نہیں ہے۔ وَمَا مِنَّا إِلَّا لَهُ مَقَامٌ مَّعْلُومٌ[2] [اور ہم (فرشتوں) میں سے ہر ایک کا ایک معین مقام ہے]۔

شرح مواقف میں ہے کہ "بیشک فرشتے اگرچہ بعض امور میں بشر پر فوقیت رکھتے ہیں لیکن افضلیت جس کا مطلب ثواب کا زیادہ ہونا ہے بشر کے لئے ہے"۔ اور نیز عالمِ امر عالمِ خلق کے اوپر ہے اور فضیلت عالمِ خلق ہی کے لئے ہے کیونکہ عالمِ خلق کا قرب اصلی ہے اور عالمِ امر کا قرب ظلّی ہے، عنصرِ خاک عالمِ خلق و عالمِ امر کے لطائف میں سب سے نیچے درجے کا لطیفہ ہے اور اُس کی پستی اس کی بلندی کا سبب بن گئی ہے اور جو قرب کہ خاکیوں (انسانوں) کو (حاصل) ہے وہ قدسیوں (فرشتوں) کو (حاصل) نہیں ہے۔

ص ۲۲

---

[1] مکتوب ۱۲۲ دفتر سوم مطبوعہ امرتسری ص ۱۴۶ و ۱۴۷ - [2] سورت ۳۷ آیت ۱۶۴

۵ زمین زادہ بر آسمان تاختہ * زمین و زماں را پس انداختہ

[زمین زادہ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم (معراج میں) آسمان پر تشریف لے گئے (اور پھر) زمین و زمان کو پیچھے چھوڑ گئے]

تیسرے یہ کہ ہمارے حضرت عالی قدسنا اللہ تعالیٰ بسرہٖ نے لکھا ہے کہ حقیقتِ محمدی تنزیہ و تقدیس کی بلندی سے آنحضرت (محمد مصطفیٰ) صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے مقاماتِ نزول کی نہایت ہے اور حقیقتِ کعبہ عروج کعبہ کے مقامات کی نہایت ہے، مرتبۂ تنزیہ پر حقیقتِ محمدی کے عروج کرنے کے لئے پہلا زینہ حقیقتِ کعبہ ہے اور آنحضرت علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کے عروجات کی انتہا کو حق سبحانہٗ و تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ پس اس تقدیر پر بہر لحاظ سے فوقیت ثابت نہیں ہوئی تو افضلیت کہاں سے آئیگی۔

چوتھے یہ کہ ہمارے پیغمبر علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام محمد و احمد دو ناموں کے ساتھ موسوم ہیں ہر ایک اسم کی ولایت علیحدہ ہے، آپ کے وجودِ عنصری اور آپ کے اس عالمِ ظلمانی کو ہدایت کرنے کے اعتبار سے آپ کا اسمِ مبارک محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم ہے اور اس مبارک اسم کی ولایت اس اسمِ الٰہی سے نشو و نما پانے والی ہے جو اس عالمِ سفلی کی تربیت کے ساتھ مناسبت رکھتا ہے اور حقیقتِ محمدی کے ساتھ مسمّٰی ہے اور آپ کے روحانی وجود کے اعتبار سے جو کہ عالمِ ملکوت اور روحانیوں کا مربی (پرورش کرنے والا) ہے اور آپ وجودِ عنصری سے پہلے اسی وجود کے ساتھ نبی تھے اسی لحاظ سے آپ علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کنت نبیاً وّاٰدم بین الماء والطین [میں (اسوقت بھی) نبی تھا جبکہ آدم (علیہ السلام) پانی اور مٹی (گارا) کے درمیان تھے] آپ کا نامِ پاک احمد ہے اور اس نامِ پاک کی ولایت شانِ جامع سے نشو و نما پانے والی ہے جو کہ حقیقتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیہ کا مبدأ اور اصل ہے اور اس نورانی عالم کی تربیت کے لئے مناسب ہے جو کہ حقیقتِ احمدیہ کے ساتھ موسوم ہے اور حقیقتِ کعبۂ ربانیہ سے بھی تعبیر کی جاتی ہے اور جو نبوت کہ عالمِ عنصری سے تعلق رکھتی ہے وہ دونوں حقیقتوں کے اعتبار سے ہے صرف ایک حقیقت کے ساتھ خصوصیت نہیں رکھتی اور اس مرتبہ میں آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کا رب (مربی) وہ شان (بھی) ہے اور اس شان کا مبدأ بھی اسی لئے اس مرتبہ کی دعوت پہلی دعوت سے کامل تر ہوئی کیونکہ وہ دعوت عالمِ امر اور روحانیوں تک محدود تھی اور اس مرتبہ کی دعوت عالمِ خلق وامر دونوں کو شامل ہے اور ان دونوں حقیقتوں میں سے ہر ایک حقیقت آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے ہر دو اسمِ مبارک کے اعتبار سے آپ کے فطری مکان کے درجے میں ہے اور ان دونوں حقیقتوں کے اوپر پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے لئے لاتعداد اور بے شمار عروجات ہیں

۵ مکتوب ۲۰۹ دفتر اول مکتوبات مجدد الف ثانی قدس سرہٗ

کہ جن کی انتہا کو علام الغیوب (اللہ تعالیٰ) ہی جانتا ہے اور فضیلت کا مدار اور برگزیدہ و برتر ہونے کا انحصار اسی پر ہے۔ اس تحقیق سے واضح ہو گیا کہ حقیقتِ کعبہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی حقیقتِ جامعہ کا ایک جزو ہے جو کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے جسمانی و روحانی و خلق و امر کے کمالات کی جامع ہے، اور یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ یہ فوقیت جس کے بارے میں بحث ہے دراصل آں سرورِ عالم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بعض کمالات کی آپ کے بعض کمالات پر فوقیت ہے۔

جاننا چاہئے کہ حقیقتِ محمدی کے لئے حضرت عالی (قدس سرہٗ) کے کلام میں دو اطلاق ہیں ایک وہ ہے جو حقیقتِ احمدی و حقیقت کعبۂ ربانی کے تقابل میں اوپر بیان ہو چکا ہے، دوسرا اطلاق وہ ہے جو دونوں حقیقتوں کے درمیان جامع ہے اور ان دونوں حقیقتوں میں سے ہر ایک اس کا جزو ہے اور اس کو حقیقۃ الحقائق سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

سوال: آپ نے پہلے جواب میں حقیقتِ کعبہ کو مقامِ معبودیت و مسجودیت سے (ہونا) ثابت کیا ہے اور حق جل و علا کی ذات قرار دیا ہے اور کمالِ محمدیؐ کو مقامِ عبدیت میں منحصر کیا ہے اور معبود و مسجود کو عابد و ساجد پر فضیلت و برتری دی ہے اور اس جگہ حقیقتِ کعبہ کو حقیقتِ محمدیؐ کا جزو کہا ہے الخ۔ ص ۲۴

بظاہر ان دونوں تحقیقات میں تضاد ہے ان میں توفیق کی صورت کیا ہے؟۔ (جواب) میں کہتا ہوں جو کچھ اس مسکین کے ناقص خیال میں آتا ہے یہ ہے کہ بزرگوں نے حقیقتِ کعبہ کو ذاتِ حق جل شانہٗ کہا ہے، اس مقام میں ذات البتہ شیون میں سے ایک شان اور اعتبارات میں سے ایک اعتبار ہوگا نہ کہ وہ ذات جو تمام نسبتوں سے خالی ہے کیونکہ اس مرتبۂ عالیہ کو تمام عالم کے ساتھ ذاتی استغنا ہے اور مرتبۂ اطلاق ذات تعالیٰ کو مسجودیت و معبودیت یا اس کی مانند کسی اور اعتبار کا لحاظ کئے بغیر کعبہ کے ساتھ کیا نسبت اور کونسی مناسبت ہے پس حقیقتِ کعبہ کسی اعتبار یا شان کے ساتھ ماخوذ ذات ہونی چاہئے اور جو ذات کسی شان کے ساتھ مقید ہوگی وہ شیون میں سے ایک شان ہے اور مناسب وہ ہے جو معقولات والوں نے کہا ہے کہ علم الشئی بالوجہ میں علم وجہ کے ساتھ ہے نہ کہ شئے کے ساتھ، اور یہ بات ثابت ہے کہ حقیقتِ محمدی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ تمام شیون کی جامع ہے پس یہ شان بھی جو کہ حقیقتِ کعبۂ ربانی ہے اس حقیقتِ جامعہ میں داخل ہوگی اور اس کا جزو ہوگی اور تضاد دور ہو جائیگا کیونکہ اوپر بیان ہو چکا ہے کہ حقیقتِ محمدیؐ کے لئے دو اطلاق ہیں۔ پہلا جواب کہ جس میں حقیقتِ کعبہ کو حقیقتِ محمدیؐ کا مسجود قرار دیا ہے پہلے اطلاق پر مبنی ہے جو کہ حقیقتِ احمدی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیہ کے مقابل ہے، اور یہاں جو حقیقتِ کعبہ کو جزو کہا ہے (یہ) دوسرے اطلاق پر مبنی ہے جو کہ

حقیقۃ الحقائق ہے۔

اگر کہا جائے کہ "ہم تسلیم کرتے ہیں کہ حقیقتِ محمدی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ تمام شیون و اعتبارات کی جامع ہے لیکن اُن شیون کے اطلاق کے اعتبار سے نہیں بلکہ علم میں اس کے حاصل ہونے اور اجمالی علم کے تعلق سے اُس کے معین ہونے کے اعتبار سے ہے کیونکہ حقیقتِ محمدی علمِ اجمالی سے عبارت ہے اور حقیقتِ کعبہ نفسِ شان ہے نہ کہ اُس کی صورتِ علمیہ پس اس کا جزو ہونا ممنوع ہے"۔

(اس کے جواب میں) میں کہتا ہوں کہ قوم (صوفیہ) کے طریقہ پر شان کی صورتِ علمیہ علم و معلوم کے اتحاد کے اعتبار سے نفسِ شان ہے اور ہمارے حضرتِ عالی قدسنا اللہ سبحانہ بسرہٖ کے طریقہ پر جو کہ عینیت کے قائل نہیں ہیں میں کہتا ہوں کہ حضرت عالی ؒ نے لکھا ہے کہ "حقیقتِ احمدی جو کہ حقیقتِ کعبۂ ربانی سے تعبیر کی جاتی ہے اس کے یہ معنی ہیں کہ وجودِ اعتباری کا مبدأ شانِ علم ہے اور یہ معنی کہ وہ مبدأ ہے ہو سکتا ہے کہ وہی ذات ہو جو شان سے ماخوذ ہے پس حقیقتِ محمدی دوسرے اطلاق کے اعتبار سے دونوں حقیقتوں کی جامع ہوئی اور حقیقتِ کعبہ اُس کے بعض کمالات ہوں گے، بیشک حقیقتِ محمدی پہلے اطلاق کے اعتبار سے اُس شان کی جامع نہیں ہے بلکہ اس کی صورتِ علمیہ کی جامع ہے پس غور کر لیجئے اور کوتاہی کرنے والوں میں سے نہ ہو جائیے"۔ اس تحقیق سے قوم کی اصطلاح پر اصل سوال کا پانچواں جواب ظاہر ہوا کیونکہ حقیقتِ کعبہ اگرچہ فوقیت رکھتی ہے لیکن علم کے احاطہ علم و معلوم کے اتحاد کے اعتبار سے حقیقتِ محمدی میں مندرج ہے پس افضلیت ممنوع ہے کیونکہ جزو کو کل پر تقدم و فوقیت ہے جس سے افضلیت لازم نہیں آتی۔ اور یہ جو پہلے جواب میں مذکور ہوا کہ آنسرور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کا کمال عبدیت و عابدیت میں ہے۔ میں کہتا ہوں کہ عبدیت و عابدیت ایک کمال ہے جو آنسرور علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات و التسلیمات کے تعینِ امکانی سے یا اطلاقِ اول کے ساتھ اس کی حقیقت سے تعلق رکھتا ہے نہ کہ مطلق طور پر اس لئے کہ یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ آنسرور علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کی حقیقتِ حقیقی جو کہ دوسرے معنی کے اعتبار سے ہے حقیقتِ کعبہ کو حاوی ہے پس جو کمال حقیقتِ کعبہ کے لئے ثابت ہے وہ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کی حقیقت کے لئے بھی ثابت ہو گا اور فضیلت اُن (سرورِ کائنات) علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والتسلیمات کی حقیقت کو ہو گی۔ یا میں کہتا ہوں کہ آپ علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کا کمال عابد کی صورت و حقیقت کے اعتبار سے ہے لیکن حقیقتِ کعبہ کا آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی حقیقت کا معبود و مسجود ہونا اطلاقِ ثانی کے اعتبار سے ممنوع ہے بلکہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے اس مقام میں ایک حقیقت ہے جو حقیقتِ کعبہ کے اوپر ہے: وَفَوْقَ كُلِّ ذِي عِلْمٍ عَلِيمٌ ۝ [اور ہر علم والے کے اوپر علیم ہے]۔

تنبیہ لا: اس مکتوب میں جو تحقیق درج ہے وہ مکتوب ۲۰۹ جلد اول مکتوبات (حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ) کے مطابق ہے اور (حضرت موصوف کے) دوسرے مکاتیب میں بھی اس بارے میں بہت سی باتیں ہیں اور حقیقۃ الامر اللہ سبحانہٗ ہی کے پاس ہے، وَفَوْقَ كُلِّ ذِي عِلْمٍ عَلِيمٌ ۝ والسّلام

مکتوب ۲

مولانا حسن علی کے نام اُن کے اُس سوال کے جواب میں تحریر فرمایا جو انھوں نے مجدّدِ الفِ ثانی کے معنی اور اس کی علامات و آثار کے بارے میں کیا تھا۔

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفٰی۔ برادرم مولانا حسن علی کا گرامی نامہ موصول ہو کر اس کا مضمون واضح ہوا۔ آپ نے لکھا تھا کہ" بعض دریافت کرنے والے پوچھتے ہیں کہ مجدّدِ الفِ ثانی کی تعریف کیا ہے اور اُس کے آثار و علامات کیا ہیں اور آپ کے حضرتِ عالی میں ان کمالات میں سے کیا ظہور میں آئے ہیں تاکہ حضرتِ عالیؒ کی شان میں آشنا و بیگانہ کو اس اسم کے اطلاق میں کوئی شک و شبہ نہ رہے۔"

میرے مخدوم! مجدّدِ الف ہونا ایک کشفی اور الہامی امر ہے جو اس معاملہ والے کے وجدان سے تعلق رکھتا ہے کسی ایسے امر کا التزام نہیں ہے کہ آثار و علامات کے ساتھ آشنا و بیگانہ کو قائل کیا جا سکے، جو شخص کہ آشنا ہے اور سعادتِ ازلی رکھتا ہے وہ باطنی مناسبت کے ذریعہ اہل اللہ کے اسرار کو قبول کر لیتا ہے اور ان اکابر کے فیوض و برکات کا مَورِد ہو جاتا ہے اور جو شخص بیگانہ و بے سعادت ہے اگر وہ باطنی نامناسبت کی وجہ سے اُن اسرار کی تہ کو نہیں پہنچتا وہ قبول نہیں کرتا اور اُن حضرات کے فیوض و برکات سے محروم رہتا ہے اگرچہ وہ ظاہر نہ کرے، غیر لوگ مبحث سے خارج ہیں ہم کو ان کے ردّ و قبول سے کوئی سروکار نہیں، منکروں نے قرآن مجید جیسا روشن معجزہ دیکھا اور انکار کرتے رہے اس کے باوجود جس شخص کو تیز نظری کی قوت عطا کی گئی ہے اگر وہ حضرتِ عالیؒ کے اطوار و عادات میں اچھی طرح غور کرے اور جن فیوض و برکات و کمال والکمال اور علوم و اسرار سے وہ پیشوائے صالحین ممتاز ہیں مشاہدہ کرے تو وہ بلا تکلف اُن کے مجدد ہونے کا فیصلہ کرے گا۔ ہمارے حضرتِ عالی قدسنا اللہ سبحانہ بسرہ الاقدس نے جلد ثانی کے چوتھے مکتوب میں تحریر فرمایا ہے کہ" یہ معارف ولایت کے احاطہ سے باہر ہیں، اربابِ ولایت علمائے ظاہر کی طرح ان کے ادراک سے عاجز اور ان کے سمجھنے سے قاصر ہیں، یہ علوم انوارِ نبوت علیٰ اربابہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کے مشکوٰۃ (چراغ دان) سے مقتبس (حاصل کئے گئے) ہیں جو کہ الفِ ثانی کی تجدید کے بعد تبعیت و وراثت کے

طور پر تازہ ہوئے ہیں اور تر و تازگی کے ساتھ ظاہر ہوئے ہیں، ان علوم و معارف والا بزرگ اس الف (ہزار سال) کا مجدد ہے جیسا کہ اُس کے ان علوم و معارف میں جو ذات و صفات و افعال سے متعلق اور احوال و مواجید و تجلیات و ظہورات پر مشتمل ہیں غور و فکر کرنے والوں پر پوشیدہ نہیں ہے پس وہ جانتے ہیں کہ تمام علوم و معارف علماء کے علوم اور اولیاء کے معارف سے ماوراء ہیں بلکہ اُن کے علوم ان علوم کے مقابلہ میں پوست کی طرح اور یہ معارف اُس پوست کے مغز کی مانند ہیں، اللہ سبحانہ ہی ہدایت دینے والا ہے۔

جان لیں کہ ہر سو سال کے سرے پر ایک مجدد گذرا ہے (لیکن) سو سال کا مجدد اور ہے اور ہزار سال کا مجدد اور ہے، سو اور ہزار کے درمیان جسقدر فرق ہے ان دونوں کے مجددوں کے درمیان بھی اسی قدر بلکہ اس سے بھی زیادہ فرق ہے اور مجدد وہ ہوتا ہے کہ اس مدت میں جسقدر فیض امتوں کو پہنچتا ہے اسی کے وسیلے سے پہنچتا ہے خواہ اُس وقت کے اقطاب و اوتاد ہوں اور خواہ ابدال و نجبا ہوں۔ ع

خاص کند بندۂ مصلحت عام را [عام لوگوں کی مصلحت کیلئے وہ کسی بندے کو خاص کر لیتا ہے]۔

خواجہ محمد صدیق پشاوری کے نام آن کے عریضہ کے جواب میں جو کہ جدید کیفیات و ترقیات پر مشتمل تھا نیز کمالات نبوت تک وصول حاصل ہونے کی علامت کے بیان میں تحریر فرمایا۔

حمد و صلوٰۃ اور تسلیمات کے بعد عرض ہے کہ آپ کے پسندیدہ گرامی نامہ نے جو کہ آپ نے ملا قم ضعیف کے دوستوں کے ہمراہ بھیجا تھا اور جس میں تازہ کیفیات اور جدید ترقیات و عروجات درج کئے ہوئے تھے بہت مسرور کیا اور باطنی لذات کا سبب ہوا۔ اللّٰھم زد [اللہ تعالیٰ مزید ترقیات عطا فرمائے]

آپ نے لکھا تھا کہ "یہ خاص الخاص نسبت جو ان دنوں میں ظاہر ہو رہی ہے یقین سے جانتا ہے کہ کمالاتِ نبوت سے ہے اور پہلے جو کچھ ظاہر ہوا تھا وہ کمالاتِ ولایت میں داخل تھا الخ"۔ بیشک اُس (تعالیٰ شانہ) کے کرم سے بعید نہیں ہے، کمالاتِ نبوت کے حاصل ہونے کی علامت اس حدیث کا مضمون ہے جو وارد ہوتی ہے کہ لن یؤمن احدکم حتّٰی یکون ھواہ تبعا لما جئت بہ [تم میں سے کوئی شخص بھی اسوقت تک ہرگز کامل مومن نہیں ہو سکتا جبتک کہ اس کی خواہش میری لائی ہوئی شریعت کے تابع نہ ہو جائے] احکامِ شرعیہ یعنی اوامر و نواہی مقتضائے طبیعت بن جائیں اور خواہش نفس ان سے موافقت کرے۔ آپ نے لکھا تھا کہ سابقہ نسبت کو اس نسبت کے ساتھ کہ جس پر فخر کرتا ہے عدم و ملکہ کی نسبت ہے، سوائے اس کے کہ اُس

گذشتہ نسبت سے استغفار کرے اور کوئی وجہ نہیں دیکھتا، یہاں سب کچھ وہ ہے جو بیان سے بالاتر ہے الخ۔"
بیشک کمالاتِ ولایت کو کمالاتِ نبوت کے ساتھ کیا نسبت، کمالاتِ ولایت کمالاتِ نبوت کے زینے اور اُس کے ظلال اور نمونے ہیں، اصل تک پہنچنے کے وقت میں ظل و نمونہ سے استغفار ہے۔ خواجہ رحمت علی کو جو کیفیت ظاہر ہوئی اور خواجہ (مذکور) کو نورِ محمدی سے گھرا ہوا اور اس میں مستہلک (فانی) پایا جو آپ نے لکھا تھا واضح ہوا، اس امر پر اللہ سبحانہ کا حمد و شکر ہے، خواجہ کو ہمارے ساتھ خاص مناسبت ہے، حق سبحانہٗ اس کے آثار ظاہر فرمائے اور میرزا رستم بیگ کو بھی اس نسبتِ عالیہ سے بہرہ ور فرمائے۔ اِنَّہٗ قَرِیْبٌ مُّجِیْبٌ [بیشک وہ قریب ہے (اور) قبول کرنے والا ہے]۔

مکتوب ۴

میرزا ہادی کے نام ان کے مکتوب کے جواب میں جو بعض احوال پر مشتمل تھا اور نسبتِ فنا کے حصول پر ترغیب اور ضروری نصیحتوں کے بارے میں تحریر فرمایا۔

حمد و صلوٰۃ اور تسلیمات کے بعد برادرِ گرامی سے عرض ہے کہ ان قریبی دنوں میں جو مکتوب آپ نے بھیجا تھا پہنچا اور مسرت کا باعث ہوا اور اُس عزیز (آپ) کا ایک اور مکتوب بھی اس سے کچھ مدت پہلے جو بظاہر آپ نے اکبر آباد سے لکھا تھا پہنچا تھا لیکن فاصلہ کی دوری اور کسی قاصد کا علم نہ ہونا جو اُس جانب روانہ ہو رہا ہو جواب نہ لکھنے کا عذر ہے، اللہ سبحانہٗ کی حمد ہے کہ آپ صحت و عافیت سے ہیں اور فقراء کی یاد و محبت سے خالی و بے نیاز نہیں ہیں اور حاصل کئے ہوئے طریقے کی پابندی رکھتے ہیں۔ ص ۲۸

آپ نے لکھا تھا کہ "نفی اثبات معنی کا لحاظ کرتے ہوئے ایک سانس میں اکیس[21] بار ہو جاتا ہے اور اگر کبھی زیادہ کرنے کا قصد کرے تو ایک سانس میں چالیس بلکہ زیادہ تک پہنچ جاتا ہے۔" نیک و مبارک ہے، حق سبحانہٗ و تعالیٰ اس عالی مرتبہ کام پر نتائج و ثمرات مرتب فرمائے اور تمام مقاصد و خواہشات سے خالی فرمائے چنانچہ باطن میں حق جلّ و علا کے سوا کوئی مقصد و خواہش نہ رہے بلکہ ارادے کی صفت بھی نہ رہے کیونکہ ولایت کے طریقہ پر بندگی کا مقام جو کہ ذلت و نیستی (فنائیت) و تسلیم و اطاعت ہے، ارادہ کی صفت کو جو کہ انانیت (میں پن) اور ہستی کا پتہ دینے والی ہے گوارا نہیں کرتا اور اس کا زوال ولایت کی شرط ہے، اس نسبت کا حصول (اللہ تعالیٰ کے) کرم کی سبقت کے بغیر ممکن نہیں ہے، باطنی قوی جذبات کے بغیر صرف ظاہری اعمال اس گرداب سے باہر نہیں نکالتے۔ اور یہ جو آپ نے لکھا ہے کہ "لوگوں کی صحبت کچھ اچھی

نہیں لگتی"۔ (یہ) اس ذکر کے ثمرات میں سے ہے اور اس کا کمال یہ ہے کہ سب سے بیگانہ کردے اور آفاق و انفس سے رہائی دلادے اور حقیقی فنا تک پہنچادے۔ آپ نے لکھا تھا کہ "(ذکر میں) مشغول ہونے کے وقت جو خطرات و وساوس اسوقت ہوتے ہیں ابتدا میں نہیں تھے، جمعیت پہلے اب سے بہتر تھی اور اب تنہائی کی لذت پہلے سے بہتر ہے، کچھ نہیں جانتا کہ وہ حالت بہتر تھی یا یہ"۔ میرے مخدوم! ہر حالت کے اچھا ہونے کی ایک وجہ ہے لیکن مطلب اس کے ماوراء ہے اُس (مطلب) کے طالب رہیں، ذکر پر اس قدر مداومت کریں کہ مذکور (جس کا ذکر کیا جائے) کے ماسوا ہر چیز سینہ سے رخصت ہوجائے اور اس کے ماسوا سے علمی و حُبّی تعلق ٹوٹ جائے، کیا کیا جائے کہ آپ کی صحبت قلیل تھی اگر کچھ عرصہ صحبت میسر آجائے تو امید ہے کہ ان معانی کا جمال باطن پر پرتو ڈالے اور مطلوب کی کوئی کھڑکی دل میں ظاہر ہوجائے، بہرحال ملاقات حاصل ہونے تک اذکار و طاعات کے معمولات میں مشغول رہیں اور مخالف کی صحبت سے دور رہیں اور ممنوعاتِ شرعیہ سے پرہیز کرتے رہیں اور اللہ تعالیٰ جلّ شانہٗ کی تدبیر سے ڈرتے اور لرزتے رہیں اور اپنے عمل سے مایوس رہیں اور عمل کو ترک نہ کریں اعمل واستغفر [عمل کر اور استغفار کر] - اور (اللہ تعالیٰ کے) فضل پر بھروسہ رکھیں اور پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی سنت پر قائم رہیں اور مشائخ کی محبت پر ثابت قدم رہیں تاکہ ہمیشہ ان کے باطن سے فیوض و انوار حاصل کرتے رہیں اور دور افتادہ دوستوں کو دعائے خیر سے فراموش نہ کریں۔ والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۵

۲۹

سلطانِ وقت کے نام فنائے قلب و فنائے نفس اور مواعظ و نصائح پر مشتمل حدیث کے بیان میں تحریر فرمایا۔

الحمد للہ ذی الانعام والصلوۃ والسلام علیٰ رسولہ سید الانام وعلیٰ آلہ الکرام وصحبہ العظام [اللہ تعالیٰ کا حمد و شکر ہے جو نعمتوں کا مالک ہے اور سرورِ کائنات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کی آلِ کرام اور اصحابِ عظام پر درود و سلام ہو] امابعد احقر فقرا جنابِ والا میں عرض کرتا ہے کہ یہ دعا گو اگرچہ ظاہری اعتبار سے حاضری کی دولت کے حصول سے دور و مہجور ہے اور اس قسم کے عظیم الشان کام اور بہت بڑے جہاد میں کہ ان دنوں ہیں (آپ کی) توجہ و اقبال کی باگ جس کی طرف پھری ہوئی ہے داخل نہیں ہے لیکن معنوی و باطنی اعتبار سے خدمت و حضور میں ہے اور فتح و نصرت کی دعا کے ساتھ جو کہ فقراء کا وظیفہ (معمول) ہے مشغول و مصروف ہے۔ ع

دیدۂ سعدی و جان ہمراہِ تُست [سعدی کی آنکھیں اور جان تیرے ہمراہ ہیں]

حدیث شریف میں آیا ہے: المرء مع من احب [آدمی اسی کے ساتھ ہے جس سے وہ محبت کرتا ہے] چونکہ (یہ فقیر) محبت صحیح رکھتا ہے (اس لئے) باطنی لحاظ سے کسی مقام اور معرکہ میں خدمتِ عالی سے جُدا نہیں ہے اور ہر جگہ باطنی معیت رکھتا ہے۔ کسی نے خوب کہا ہے ؎

از دروں شو آشنا واز بروں بیگانہ وش ایں چنیں زیبا صفت کم می بود اندر جہاں

[تُو اندر سے آشنا ہو جا اور باہر سے (ظاہر میں) بیگانوں کی طرح رہ، ایسی اچھی صفت والا شخص دنیا میں بہت کم ہوتا ہے]

بیشک صوفی کائن بائن ہوتا ہے یعنی ظاہر کے اعتبار سے مخلوق کے ساتھ موجود اور حقیقت و باطن کے اعتبار سے اُن سے جدا ہوتا ہے کیونکہ اُس کا باطن و حقیقت اُس کے ظاہر سے بلکہ اللہ تعالیٰ کے ماسوا ہر چیز سے ٹوٹ کر منزلوں دُور چلا جاتا اور غیب الغیب سے مل جاتا ہے، ظاہر کی غفلت اس کے باطن میں سرایت نہیں کرتی، عوام کا باطن ظاہر کے ساتھ ملا ہوا ہے اور ظاہر کی غفلت (اُن کے) باطن میں سرایت کرتی ہے اور خواص کے لئے کہ جن کا باطن ظاہر سے منزلوں منقطع ہو چکا ہے ایسا نہیں ہے اور ظاہر کی غفلت باطن میں راہ نہیں رکھتی اور اس کے حضور و آگاہی میں کچھ نقصان نہیں لاتی کیونکہ حضور و آگاہی اس کا ملکہ (صفتِ راسخہ) ہو جاتی اور اُس کی صفتِ لازمہ بن جاتی ہے جیسا کہ سننا قوتِ سامعہ کی صفت اور دیکھنا قوتِ باصرہ کی صفت ہوتی ہے کہ کسی وجہ سے بھی اس سے جُدا نہیں ہے، اس راستہ کے بعض سالکوں کو یہ قطع تعلق اور ماسوا کو بھول جانا اس درجہ تک حاصل ہو جاتا ہے کہ اگر وہ تکلف سے بھی ماسوا کو یاد کریں ہرگز ان کو یاد نہ آئے اور اگر بالفرض حضرت نوح علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی عمر اُن کو دیدی جائے (تب بھی) ماسوا کے اس نسیان کے سبب سے جو ان کو حاصل ہو چکا ہے ماسوا کا خیال ہرگز اُن کے باطن میں راہ نہ پائے، یہ کمال ولایت کے کمالات میں سب سے پہلا کمال ہے اور فنائے قلبی سے تعبیر کیا جاتا ہے اور اشیاء کے علمِ حصولی کے زوال سے وابستہ ہے، اگر اس مقام سے ترقی واقع ہو جائے اور علمِ حضوری بھی جو کہ اس مقام میں علم و عالم کا اتحاد ہے علمِ حصولی کی طرح زوال کی طرف رُخ کرلے اور صحرائے عدم کی طرف سامان لے جائے تو (یہ) فنائے نفس ہوتی ہے، اس کے بعد نفس اطمینان کے مقام میں آجاتا، احکامِ الٰہی تعالیٰ شانہٗ کا فرمانبردار ہو جاتا، اسلام حقیقی سے مشرف ہو جاتا، راضی و مرضی (خوش و پسندیدہ) ہو جاتا اور آیتِ کریمہ یَآ اَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِیْٓ اِلٰی رَبِّكِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً [اے اطمینان پائے ہوئے نفس تو راضی و مرضی (پسندیدہ) ہو کر اپنے رب کی طرف لوٹ جا] کا مصداق ہو جاتا ہے اور ان دونوں کمالات کے اوپر دوسرے اور کمالات بھی ہیں جو ان دونوں کمالات کے ساتھ مشروط ہیں

ص ۳۰

۸۹ / ۲۸

اُن کمالات کو کیا بیان کرے۔ ع

قیاس کن زگلستانِ من بہار مرا [میرے گلستان سے میری بہار کا اندازہ کر لیجئے]

ومن بعد ھذا مایدق صفاتہ وما کتمہ احظی لدیہ واجمل

(اور اس کے بعد وہ مقام ہے جس کی صفات کا بیان بہت مشکل ہے اور وہ مقام ہے جس کا چھپانا اس کے نزدیک زیادہ مناسب و بہتر ہے)

اور ہم اس مکتوب کو نبیٔ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی حدیث پر ختم کرتے ہیں۔ حضرت معاذ بن جبل (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے صبح کی نماز میں ہمارے پاس آنے سے تاخیر کی (یعنی روز مرہ کے وقت پر تشریف نہ لائے) حتیٰ کہ قریب تھا کہ ہم آفتاب کے قرص کو دیکھ لیں پھر آپ جلدی سے نکل کر تشریف لائے پس نماز کے لئے تکبیرِ اقامت کہی گئی اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی اور اپنی نماز میں تخفیف کی پھر جب سلام پھیرا اور اپنی بلند آواز کے ساتھ ہمیں مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ اپنی صفوں میں اسی طرح بیٹھے رہو جس طرح کہ بیٹھے ہو، پھر ہماری طرف مُڑے اور فرمایا اے لوگو! آگاہ رہو بیشک میں تم کو ابھی اس چیز کی خبر دونگا جس نے مجھ کو آج کی صبح تم سے روکا، (وہ یہ ہے کہ) میں رات کو (نمازِ تہجد کے لئے) اٹھا پس میں نے وضو کیا اور جسقدر نماز میرے لئے مقدر تھی پڑھی، پھر مجھے اپنی نماز میں اُونگھ آگئی یہانتک کہ میں بھاری ہوگیا (یعنی مجھ پر نیند غالب آگئی اور میرا بدن وزنی ہوگیا) پس ناگہاں میں نے اپنے پروردگار تبارک و تعالیٰ کو اچھی صورت (صفت) میں دیکھا پس اُس (اللہ تعالیٰ) نے فرمایا اے محمدؐ! میں نے عرض کیا اے میرے رب! میں حاضر ہوں۔ پروردگار نے فرمایا کہ فرشتوں کی جماعت کس چیز کے بارے میں گفتگو کرتی ہے؟ میں نے عرض کیا میں نہیں جانتا۔ اللہ تعالیٰ نے تین بار یہی فرمایا (اور میں نے ہر بار یہی جواب دیا) آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا پھر میں نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا کہ (اس نے) اپنا ہاتھ میرے دونوں کندھوں کے درمیان رکھا یہانتک کہ میں نے اللہ تعالیٰ کی انگلیوں کی ٹھنڈک اپنی چھاتی کے درمیان پائی پس میرے لئے ہر چیز ظاہر و روشن ہوگئی اور میں نے پہچان لیا۔ پھر فرمایا اے محمدؐ! میں نے عرض کیا اے میرے رب! میں حاضر ہوں۔ فرمایا فرشتوں کی جماعت کس چیز کے بارے میں گفتگو کرتی ہے؟ میں نے عرض کیا کفارات میں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وہ کیا ہیں؟ میں نے عرض کیا (نماز کی) جماعتوں کی طرف قدموں سے چلنا اور نمازوں کے بعد مسجدوں میں بیٹھنا اور ناخوشگواریوں کے وقت (بھی) وضو پورا کرنا۔ فرمایا کہ وہ کس چیز میں گفتگو کرتے ہیں؟ میں نے عرض کیا درجات کے بارے میں۔ فرمایا اور وہ کیا ہیں؟ میں نے عرض کیا کھانا کھلانا اور بات میں نرمی کرنا اور رات کے کسی حصہ میں نماز پڑھنا جبکہ لوگ سوئے ہوئے ہوں۔

(اللہ تعالیٰ نے) فرمایا (جو کچھ چاہے) مانگ۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے یہ دعا کی: اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ فِعْلَ الْخَیْرَاتِ وَتَرْكَ الْمُنْكَرَاتِ وَحُبَّ الْمَسَاكِیْنِ وَاَنْ تَغْفِرَ لِیْ وَتَرْحَمَنِیْ وَاِذَا اَرَدْتَّ فِتْنَةً فِیْ قَوْمٍ فَتَوَفَّنِیْ غَیْرَ مَفْتُوْنٍ وَاَسْئَلُكَ حُبَّكَ وَحُبَّ مَنْ یُّحِبُّكَ وَحُبَّ عَمَلٍ یُقَرِّبُنِیْ اِلٰی حُبِّكَ [اے اللہ! بیشک میں تجھ سے نیک کاموں کے کرنے اور بُرے کاموں کے ترک کرنے اور مسکینوں سے محبت کرنے کا سوال کرتا ہوں اور یہ کہ تو مجھے بخش دے اور مجھ پر رحم فرما اور جب تو کسی قوم میں فتنہ (آزمائش) کا ارادہ فرمائے پس تو مجھ کو فتنہ میں مبتلا کئے بغیر وفات دے اور میں تجھ سے تیری محبت اور اس شخص کی محبت جو تجھ سے محبت کرتا ہے اور اس عمل کی محبت مانگتا ہوں جو مجھے تیری محبت کے نزدیک کر دے]۔ پس رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ بلا شبہ یہ حق ہے پس اس کو یاد رکھو پھر اس کو لوگوں کو سکھاؤ۔ اور میں نے محمد بن اسمٰعیل (بخاری قدس سرہ) سے اس حدیث کے متعلق پوچھا تو انھوں نے کہا کہ یہ حدیث صحیح ہے، اس حدیث کو احمد و ترمذی نے روایت کیا اور (ترمذی) نے کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔[1]

ص ۳۱

مکتوب ۶

خواجہ محمد حنیف کے نام مفید نصیحتوں اور گوشہ نشینی پر ترغیب دینے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

حمد و صلوٰۃ اور تبلیغ دعوات کے بعد برادرِ عزیز کی خدمت میں عرض ہے کہ اس حدود کے فقرا کے احوال و اطوار حمد کے لائق ہیں امید ہے کہ وہ برادرِ عزیز (آپ) بھی عافیت و استقامت کے ساتھ ہوں گے اور اُن (آپ) کا آنے والا دن گذرے ہوئے دن سے بہتر ہوگا۔ آپ نے من استوی یوماہ فھو مغبون [جس شخص کے دو دن ایک حالت پر گذرے وہ خسارے میں ہے] سُنا ہوگا۔ ایک مدت ہوگئی کہ آن عزیز (آپ) کا کوئی خط اور کوئی خبر نہیں پہنچی دل کو تشویش ہے۔ ع

ہر کجا ہست خدایا بسلامت دارش [اے خدا! وہ جس جگہ بھی ہیں تو اُن کو سلامت رکھ]

مسافت کی دُوری ایک طرح کا عذر معلوم ہوتی ہے، الحمد للہ کہ (یہاں) مجموعی طور پر جمعیت حاصل ہے آپ بھی جمعیت کے ساتھ رہیں اور مطلوب کی تلاش و انتظار سے ایک لحظہ بھی بے فکر نہ رہیں اور ہمیشہ نایافت (نہ پانے غم) کے درد کی وجہ سے فکر مند و غمگین اور گوشہ نشینی کی طرف راغب رہیں اور مخلوق کے ساتھ میل جول رکھنے سے حتی الامکان

---

[1] المشکوٰۃ کتاب الصلوٰۃ باب المساجد و مواضع الصلوٰۃ۔ (فائدہ) اس حدیث کو حضرت عبدالرحمٰن بن عائش و حضرت ابن عباس و حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہم سے بعض الفاظ کے اختلاف اور کمی بیشی کے ساتھ المشکوٰۃ المصابیح و دیگر کتب حدیث میں روایت کیا گیا ہے (مترجم)۔

گریز کریں۔ الاستیناس بالناس من علامات الافلاس [لوگوں کے ساتھ انسیت بڑھانا افلاس کی علامات میں سے ہے] اور ان فقرا کو دعائے خیر سے فراموش نہ کریں اور ظاہری و باطنی کیفیات لکھتے رہیں کیونکہ دل منتظر رہتا ہے، دل کو آپ کے ساتھ خاص تعلق ہے اور آپ کے کمالات کا خواہاں ہے، انہ قریب مجیب ؕ [بیشک وہ قریب ہے (اور) قبول کرنے والا ہے۔] والسلام علیکم وعلیٰ من لدیکم۔

خواجہ محمد صدیق پشاوری کے نام اُن کے خط کے جواب میں جو کہ قوی واردات پر مشتمل تھا نیز بشارتِ خاصہ اور اصالت کے معنی کی تحقیق میں تحریر فرمایا۔

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ: آپ کے مکتوباتِ گرامی نے یکے بعد دیگرے موصول ہو کر خوش وقت کیا اور اُن کے خون آمیز و جنون انگیز مضامین اور اُن سے ایک دوسرے کے متضاد و مخالف امور کے اجتماع کا تصور واضح ہوا، بیشک عرفت ربی بجمع الاضداد [میں نے اپنے رب کو متضاد چیزوں کے جمع کر دینے سے پہچانا]، اس سے خاص الخاص نسبت ظاہر کی گئی ہے امید ہے کہ آپ کی محبت اور دیوانگیاں کوئی دقیقہ باقی نہیں چھوڑیں گی، جب (یہ فقیر) آپ کے باطنی آئینے کو ملاحظہ کرتا ہے تو اُس چاند کی مانند پاتا ہے جو سورج کے بالمقابل بدرِ کامل ہو گیا ہو، والغیب عند اللہ سبحانہٗ [اور غیب کا علم اللہ سبحانہٗ ہی کو ہے] اور یہ جو آپ نے لکھا ہے کہ "خاص الخاص نسبت ظاہر ہوتی ہے اور ایک طرح کی مخصوص مہربانی نظر آتی ہے" یہاں تک کہ آپ نے لکھا ہے کہ "یہ نسبت عالم سے وَخَرَّ مُوسٰی صَعِقًا [اور موسیٰ (علیہ السلام) بیہوش ہو کر گر گئے] (کی مانند) ہے۔" نیک و مبارک ہے امید ہے کہ یہ تجلی خلق و امر کے لطائف کو ڈھانپ لے اور ان میں سے کسی ایک کے عین و اثر کو بھی نہ چھوڑے۔ آپ نے اصالت سے کچھ حصہ (حاصل ہونے) کی طلب کی تھی۔

۳۲

میرے مخدوم! اگر اصالت سے آپ کی مراد وہ نسبت ہے جو ظلال سے ماوراء ہے اور وہ معاملہ مراد ہے جو ولایتِ صغریٰ سے جو کہ اولیاء اللہ کی ولایت ہے باہر ہے جیسا کہ خواجۂ بزرگ (حضرت نقشبند بخاری قدس سرہٗ) نے اس کی طرف اشارہ فرمایا ہے جیسا کہ انھوں نے فرمایا ہے کہ "میں سات سال مولانا عارف (دیگ گرانی) کے ہمراہ اس کوشش میں رہا کہ اصل سے آگاہی حاصل کروں تین بار حجاز (مقدس) کے سفر پر گیا، اگر میں وہاں مولانا کی مثل یا ان کی باطنی کیفیت کا کچھ بھی مظہر کسی کو پاتا تو ہرگز وہاں سے واپس نہ آتا۔" تو آپ کا مطالبہ نہایت معقول ہے اور اس کے حصول کی طلب کرنا برمحل ہے اگرچہ یہ آپ کو حاصل ہے اور اگر آپ اصالت سے

حصہ اس معنی میں چاہتے ہیں کہ جس کے ساتھ انبیائے کرام علیٰ نبینا وعلیہم الصلوات والسلام ممتاز ہیں اور اصالت کا حصہ اُن بزرگوں کا نصیب وقت ہے اور دوسرے سب طفیلی و پس خوردہ کھانے والے ہیں اگرچہ وہ ان برگزیدہ حضرات کی متابعت کے طفیل مراتبِ ظلال کو پسِ پشت ڈال کر اصل الاصل سے واصل ہو جائیں اس لئے کہ اصل سے حصہ (حاصل کرنا) دوسری بات ہے کما لا یخفیٰ علیٰ اربابہ [جیسا کہ اس کی اہلیت والوں پر پوشیدہ نہیں ہے] پس یہ امر محض موہبت (بخششِ الٰہی) ہے اُس کے حصول کا اِس بے بال و پر سے سوال کرنا محض خیال ہے، کسب و عمل و دعا و توجہ اور جذب کو اس مقام میں کوئی دخل نہیں، (اللہ تعالیٰ کی) عنایت کی پیشقدمی ہونی چاہئے اور بس۔ جاننا چاہئے کہ یہ جائز بلکہ واقع ہے کہ افرادِ امت میں سے کچھ حضرات کو پیغمبرِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ وسلم کے طفیل اصالت سے حصہ حاصل ہو اگرچہ وہ لوگ قلیل بلکہ اقل ہوں، دو تین آدمیوں سے زیادہ کا اس بزرگی کے ساتھ ممتاز ہونا معلوم نہیں ہوتا۔

مکتوب ۸

حقائق و معارف آگاہ مولانا محمد حنیف کے نام طریقۂ ارشاد کے بعض لوازم کے بیان میں مع مواعظ و نصائح تحریر فرمایا۔

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ: برادرِ عزیز مولانا محمد حنیف کے مکتوبِ گرامی نے موصول ہو کر مسرور و خوش وقت کیا اور بعض اہلِ طریقت (احباب) کے پسندیدہ احوال جو آپ نے لکھے تھے اُن کے مطالعہ سے اور بھی خوشی حاصل ہوئی، اے اللہ! دین میں ہمارے بھائیوں کو زیادہ کر اور ہمیں اور اُن کو صراطِ مستقیم پر ثابت قدم رکھ۔ آپ کو چاہئے کہ توجہات سے اُن کو محروم نہ رکھیں اور نسبت کی حفاظت اور دائمی ذکر و مراقبہ اور آدابِ طریقت کی طرف اُن کی رہنمائی کریں اور مخالفین کی صحبت سے باز رکھیں اور اتباعِ سنت کا امر کریں تاکہ ترقی کی راہ کھلی رہے اور جو شخص شوق و آرزو کے ساتھ طریقہ سیکھنے کی خواہش کرے اس کو طریقہ کی تعلیم دیں اور سردی (سُستی) کو اس امر میں ولفع نہ ہونے دیں اور طالبین کے کام میں سرگرم رہیں اور اگر کسی طالب کو ذکر اثر نہ کرے تو اس کو ذکر سے روک کر صرف وقوفِ قلبی کا امر کریں اور توجہات کریں امید ہے کہ ذکر اثر کرے گا، نیز آپ کو چاہئے کہ اہلِ دنیا سے ملاقات کا راستہ حتی الامکان بند کر دیں اور گوشۂ نامرادی کی عادت ڈالیں اور چند روزہ زندگی کو آخرت کا زادِ راہ (توشہ) حاصل کرنے میں مصروف رکھیں اور تمام امور کو حق جلّ و علا کی بارگاہ کے سپرد کر دیں۔ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ

ص ۳۳

لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيْلًا[1] [وہ مشرق و مغرب کا پروردگار ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں پس اسی کو کارساز بنالے] اور اگر طبیعت میں صحرا کا شوق ہو تو صحرا کی سیر کے لئے نکل جائیں، حاصل کلام ع

ہر کجا خود نباشی آں جا باش　　[جس جگہ تو خود نہ رہے وہاں رہ]

والسلام علیکم و علیٰ سائر من اتبع الھدیٰ والتزم متابعۃ المصطفیٰ علیہ و علیٰ آلہ الصلوات و البرکات العلیٰ۔

مکتوب ۹

غلام محمد فاروق کے نام، واقعہ روشن کے بیان میں جو انھوں نے دیکھا تھا اور اس استفسار کے جواب میں جو حدیث لاصلوٰۃ الا بحضور القلب کے بارے میں کیا تھا تحریر فرمایا۔

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ: برادر اعزو ارشد میاں غلام محمد فاروق کا مکتوب مرغوب پہنچا، بے اندازہ خوشی بخشی، اللہ تعالیٰ کمال کے درجات پر ترقی عطا فرمائے۔ آپ نے لکھا تھا کہ "غیب سے ایک آواز کان میں پہنچی کہ تو اللہ تعالیٰ کے اولیا میں سے ہے اور یہ آواز تین چار بار سُنی گئی" اس کے مطالعہ نے مسرور کیا، بہت بڑی بشارت ہے امید ہے کہ شیطانِ لعین کو اس میں کوئی دخل نہیں ہوگا اور (یہ بشارت) رحمانی ہوگی اور یہ جو مراقبہ میں منھ کے سامنے ایک آفتاب کی نہایت منور صورت ظاہر ہوئی اور اس کے گرد مختلف قسم کے رنگ شعلہ مارتے تھے اور بے شمار پانی میں مختلف رنگوں کے ساتھ پرتو ڈالتے تھے، وہ آفتاب نزدیک ہونے لگا یہاں تک کہ آپ کے وجود میں داخل ہوگیا اور غائب ہوگیا۔ (یہ واقعہ) بہت روشن اور قابلِ قدر ہے، یہ واقعہ سابقہ واقعہ کے ساتھ کامل مناسبت رکھتا ہے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ یہ نور آپ کے عینِ ثابتہ کا پرتو ہو کہ جس نے آپ کو اپنے ساتھ بقا بخشی ہے اور عینِ ثابتہ کے ساتھ متحقق ہونا کمالاتِ ولایت سے ہے، آیتِ کریمہ اَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَاَحْيَيْنٰهُ وَجَعَلْنَا لَهٗ نُوْرًا[2] الآیہ [اور کیا ایسا نہیں ہے کہ جو شخص مردہ تھا پھر ہم نے اس کو زندہ کردیا اور اس کے لئے ہم نے نور بنادیا] کے بارے میں حدیث شریف میں وارد ہوا ہے کہ جب نور کسی سینہ میں داخل ہو جاتا ہے تو وہ سینہ کھل جاتا ہے، پس عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ! کیا اس کی کوئی علامت ہے؟ آنحضرت علیہ و علیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا "ہاں دار الغرور (دنیا) سے الگ رہنا اور دار القرار (آخرت) کے لئے تیاری کرنا ہے" کوشش کریں کہ اس نور کے کمال کے ساتھ متحقق ہو جائیں وَفِيْ ذٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ[3] [اور اس میں

---

[1] سورت ۷۳، آیت ۹۔ [2] سورت ۶، آیت ۱۲۳۔ [3] سورت ۸۳ آیت ۲۶۔

رغبت کرنیوالوں کو رغبت کرنی چاہئے] یہ دونوں واقعے بشارت دینے والے ہیں اور امیدوار بناتے ہیں۔ اور آپ نے حدیث لاصلوٰۃ الا بحضور القلب اور اس جماعت کے بارے میں لکھا تھا جو دائمی حضور قلب (حاصل ہونے) اور خطرہ کے نفی ہو جانے کے ساتھ مشرف ہے۔ میرے مخدوم! اگر حدیث شریف میں قلب سے مراد لطیفۂ معین ہے جیسا کہ یہی ظاہر ہے تو جو جماعت حضور کے ملکہ (صفتِ راسخہ) سے مشرف ہے ظاہر ہے کہ وہ لوگ اس نماز سے حصہ رکھتے ہیں اور اگر قلب سے لطیفۂ معین مراد نہ ہو اور کلّی طور پر حضور مراد ہو کہ کسی راستے سے بھی غفلت و خطرہ (وارد) نہ ہو تب بھی یہ جماعت اُس نماز سے بہت زیادہ حصہ رکھتی ہے کیونکہ اس معاملہ میں عمدہ چیز قلب ہے اور (وہ) اُس کا منظورِ نظر ہے جب وہ (قلب) حضور کے ساتھ موصوف ہو اگر اس کا غیر غفلت و خطرہ میں ہو تو اس قدر مضرت نہیں رکھتا کیونکہ غفلت وہ (غیرِ قلب) رکھتا ہے، گویا قلب کی غفلت اور خطرہ ذاتی اور باطنی مرض ہے اور حضورِ قلب کے ہوتے ہوئے خیال کی غفلت و خطرہ عارضی و خارجی مرض ہے کیونکہ قلب سے خطرہ دور ہونے کے بعد خطرہ کے وارد ہونے کی جگہ دماغ و خیال ہے، ان دونوں امراض میں بہت فرق ہے: رَبَّنَا اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَاغْفِرْ لَنَا اِنَّكَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ [اے ہمارے پروردگار! ہمارے لئے ہمارے نور کو پورا فرما دے اور ہمیں بخش دے بیشک تو ہر چیز پر قادر ہے]۔

(حضورِ قلب کے بغیر نماز کامل نہیں ہوتی) ۷۸ / ۱۲۲

خواجہ محمد حنیف کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ سیرِ آفاقی جو کہ مقاماتِ عشرہ کے طے کرنے سے عبارت ہے ہمارے بزرگوں کے طریقہ میں سیرِ انفسی کے ضمن میں اجمال کے طور پر طے ہو جاتی ہے اور محب کا معاملہ آفاق و انفس سے باہر چلا جاتا ہے اور انفس و آفاق سے باہر محبوب کے ساتھ بے کیف معیت حاصل کرتا ہے۔

حق سبحانہ وتعالیٰ آپ کو اپنے آپ سے رہائی عطا فرما کر اپنی پاک بارگاہ کی بینائی (معرفت) مرحمت فرمائے، اس حدود کے درویشوں کے حالات حمد کے لائق ہیں، امید ہے کہ وہ بزرگ بھائی (آپ) بھی ظاہری و باطنی جمعیت کے ساتھ مزیّن ہوں گے۔

میرے مخدوم! وصل و شہود کی حقیقت کا وعدہ کل (قیامت) پر رکھا گیا ہے آج (اس دنیاوی زندگی میں) ہم سے اور آپ سے بندگی کے وظائف (اعمال) طلب کرتے ہیں۔ بندگی کے وظائف دو قسم کے ہیں ایک قسم وہ (اعمال) ہیں کہ جن کے حاصل کرنے میں عمدہ چیز ظاہری اعضا ہیں یعنی (وہ اعمال) نماز،

۳۵

روزہ، صدقہ (زکوٰۃ) حج اور جہاد وغیرہ ہیں اور دوسری قسم وہ (اعمال) ہیں جو باطن سے وابستہ ہیں یعنی توبہ، زہد، توکل، تفکر، اخلاص اور رضا وغیرہ اور ان مقامات کا جدا جدا سلوک (طے کرنا) نہایت دشوار ہے بلکہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ مطلوب تک پہنچنے سے جیسا کہ اس دنیا کے لئے مناسب ہے باز رکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کا جذب دستگیری نہیں فرماتا، پس ایسا طریقہ اختیار کرنا چاہئے جو مطلوب کے مقابل ہو اور مقصود تک پہنچانے میں خلاف ورزی نہ کرے، اور ان مقامات کا خلاصہ اجمال کے طور پر اس کے ضمن میں سہولت کے ساتھ حاصل ہو جائے اور اعضا کے اعمال میں کامل آسانی پیدا کرے اور یہ وہ طریقہ ہے جس کو ہمارے بزرگوں نے اختیار کیا ہے اور اس کی ابتدا ء کو انفس سے مقرر کیا ہے جو کہ جذب و محبت کو شامل ہے، آفاقی سیر اور مقامات کا سلوک (طے کرنا) اس معاملہ کا طفیلی ہے کیونکہ محبت جب ساعت بساعت غلبہ پالیتی ہے تو محبوب کے ماسوا سے لمحہ بہ لمحہ انقطاع حاصل ہو جاتا ہے اور اس حد تک پہنچ جاتا ہے کہ نگاہِ باطن میں محبوب کے سوا کچھ نہیں رہتا اور علمی و حبی تعلق غیر سے منقطع ہو جاتا ہے اور اس کے ضمن میں مقاماتِ مذکورہ کی حقیقت متحقق ہو جاتی ہے اور چونکہ مُحِب کے لئے محبوب کی اطاعت لازم ہے (اس لئے) المرءُ مع من احب [آدمی اسی کے ساتھ ہے جس سے وہ محبت کرتا ہے] کے مصداق وہ اعضا کے اعمال کی پابندی میں بھی سرگرم رہے گا، چونکہ محبوب آفاق و انفس سے ماوراء ہے (اس لئے) عارف بھی انفس سے آفاق کی طرح گذر جاتا ہے اور بے اختیار محبوب کے ساتھ بے کیف معیّت حاصل کر لیتا ہے اور چونکہ اس دنیا میں قوتِ مدرکہ کو اس قدر طاقت نہیں ہے کہ اس معیت کی کُنہ کو پا سکے کیونکہ وہ (معیت) عالمِ آخرت کے ساتھ موعود (وعدہ کی گئی) ہے اس لئے وہ آج (اس دنیاوی زندگی میں) ظاہری عبادات کے وظائف اور باطنی مراقبات کے لطائف کے ساتھ زندگی گذارتا ہے تاکہ کل (آخرت میں) اس کے مطابق قوتِ باصرہ حاصل ہو جائے اور اس معیت کی حقیقت کو پالے پس چاہئے کہ وہ بھائی (آپ) وظائفِ اعمال کی ادائیگی میں اچھی طرح کمر ہمت باندھیں اور اعمال کی کیفیت و کمیت (حالت و مقدار) کے زیادہ کرنے میں پوری پوری کوشش کریں اور باطن کو دائمی توجہ و اقبال سے آباد رکھ کر مطلوب کے ماسوا کی طرف توجہ کرنے سے حتی الامکان باز رکھیں، وَذَرُوا ظَاهِرَ الْإِثْمِ وَبَاطِنَهُ [ظاہری و باطنی گناہ کو چھوڑ دو] نص قاطع ہے اور اس معنی پر اس حد تک مداومت کریں کہ یہ حالت ملکہ ہو جائے اور تکلف سے رہائی حاصل ہو جائے اور طریقت سے حقیقت میں آجائیں اور یاد کرد سے یادداشت کی طرف مائل ہو جائیں، کتنی بڑی نعمت ہے کہ آپ کا ظاہر وظائفِ اعمال کے ساتھ جو کہ اس ظاہر کے ساتھ تعلق رکھنے میں مشغول رہے اور باطن ماسوا کی دید سے منقطع ہو جائے اور مطلوب میں مستغرق و فانی رہے، والسلام علیکم وعلیٰ سائر من اتبع الہدیٰ والتزم متابعۃ المصطفیٰ علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والتحیات والبرکات العلیٰ۔

۱۲۱ انعام

۳۶

مکتوب ۱۱

شمشیر خاں کے نام نفسِ امارہ کی مخالفت پر تحریص اور اہلِ سنت وجماعت کی درست آراء کے موافق عقائد کی تصحیح اور اسلام کے ارکانِ خمسہ کی بجا آوری اور طریقۂ صوفیہ کے سلوک پر ترغیب اور طریقۂ عالیہ نقشبندیہ کی تعریف میں تحریر فرمایا۔

الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین وآلہ الطاہرین: اللہ تعالیٰ نبیِ اُمّی اور اُن کی بزرگ آل کے طفیل آپ کی ذاتِ بابرکات کو اپنے الطاف وعنایات میں شامل رکھ کر اتباعِ نبوی وسننِ مصطفوی علیٰ مصدرہا صنوف الصلوات النامیات کے زیور سے مزیّن وآراستہ رکھے، اما بعد، حقائق آگاہ مولانا محمد حنیفؒ نے فقراء کے بارے میں آپ کی مہربانیوں کا بہت اظہار کیا اور ایک خط (آپ کو) لکھنے کی استدعا کی ہے جو نصیحتوں پر مشتمل ہو، التماس کرنے والے کی بات کو مانتے ہوئے چند نامربوط کلمات لکھنے کی جرأت کی ہے۔

میرے مخدوم! حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے آدمی کو بیکار پیدا نہیں کیا ہے اور اُس کی اپنی مرضی پر نہیں چھوڑا ہے کہ جو کچھ سمجھے کرے اور نفس کی خواہش وطبیعت کے منشا کے مطابق زندگی بسر کرے، اس کو اوامر ونواہی کا مکلف بنایا اور طرح طرح کی تکلیفات (احکام) کے ساتھ مخاطب کیا ہے، اس کے لئے اس کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے کہ اُن (احکام) کے مقتضا کے مطابق زندگی بسر کرے اور نفس وطبیعت کی جو خواہش ان (احکام) کے برخلاف ہو اُس کو چھوڑ دے اور اگر وہ ایسا نہیں کریگا تو مولائے حقیقی (اللہ تعالیٰ) کے غیظ وغضب کا مورد ہوگا اور عذاب اور طرح طرح کی سزاؤں کا مستحق ہوگا وہ لوگ بڑے خوش وقت خوش نصیب ہیں جنھوں نے اپنی کمرِ ہمت کو مولیٰ تعالیٰ کی بندگی میں خوب اچھی طرح باندھا ہے اور تمام کوششوں کو اُس کی خوشنودیوں کے حاصل کرنے میں صرف کردیا ہے: فطوبیٰ لمن وفق لمرضات اللہ و یاحسرتا علیٰ من فرط فی جنب اللہ فبشریٰ للصالحین والابرار وویل للکفرین من النار سبق المفردون وھلك المسوفون [پس اس شخص کے لئے خوشخبری ہے جس نے اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ کاموں کی موافقت کی اور اس شخص پر حسرت وافسوس ہے جس نے اللہ تعالیٰ کے احکام سے تجاوز کیا پس صالحین وابرار کے لئے بشارت ہے اور کافروں کے لئے دوزخ کا دردناک عذاب ہے شریعت پر عمل کرنے والے سبقت لے گئے اور آجکل (الیت ولعل) کرنے والے ہلاک ہوگئے] دنیا کھیتی کرنے کی جگہ ہے کھیتی کرنے کے وقت میں عیش وآرام میں مشغول ہونا اور ناپسندیدہ

فانی لذتوں کے ساتھ موافقت کرنا اپنے آپ کو دائمی اور پسندیدہ عیش سے محروم رکھنا ہے، دوراندیش عقل اس کا یقین نہیں رکھتی اور باقی رہنے والی پسندیدہ لذتوں کو چھوڑ کر ناپسندیدہ فانی لذتوں پر فریفتہ نہیں ہوتی، پس علمائے اہلِ سنت وجماعت شکراللہ تعالیٰ سعیھم [اللہ تعالیٰ ان کی کوششوں کو مشکور فرمائے] کی صحیح آراء کے مطابق دینی عقائد جو کہ کتاب وسنت سے ماخوذ ہیں کی تصحیح کے بغیر چارہ نہیں ہے اور فرض وواجبات کے ادا کرنے اور حرام چیزوں سے بچنے کے سوا گزارا نہیں ہے اور سب سے بہتر عبادت اور سب سے معتبر طاعت نماز ہے جو کہ دین کا ستون اور مسلمان وکافر میں واضح طور پر فرق کرنے والی ہے اور جو قرب الٰہی اس کے ادا کرتے وقت حاصل ہوتا ہے اس (نماز) کے باہر وہ نادر (بہت کم) ہے، پس نماز کو پانچوں وقت جماعت وجمعیت وتعدیلِ ارکان اور کامل وضو کے ساتھ مستحب اوقات میں ادا کرنا چاہیئے، حدیث شریف میں وارد ہے کہ جب بندہ نماز کے لئے کھڑا ہوتا ہے تو اس کے لئے جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور اُس بندے اور اُس کے پروردگار کے درمیان کے حجابات اٹھادیئے جاتے ہیں اور جب تک وہ ناک کی رینٹ نہ ڈالے حورِعین اس کے سامنے رہتی ہے، اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ نماز پڑھنے والا بادشاہ کا دروازہ کھٹکھٹاتا ہے اور اس میں شک نہیں کہ جو شخص ہمیشہ دروازہ کھٹکھٹاتا رہتا ہے قریب ہے کہ وہ اس کے لئے کھول دیا جائے، اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ پانچ نمازوں کی مثال میٹھے پانی کی جاری نہر کی مانند ہے جو تم میں سے کسی کے دروازے کے پاس سے گذرتی ہے کہ وہ شخص اس میں پانچ مرتبہ غسل کرتا ہے پس اس سے (اس پر) کچھ بھی میل باقی نہیں رہے گا، اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ بیشک جس شخص نے ان پانچ فرض نمازوں پر جماعت (سے ادا کرنے) میں حفاظت کی وہ ان لوگوں میں سب سے پہلا شخص ہوگا جو پل صراط پر چمکنے والی بجلی کی مانند (تیزی سے) گذریں گے اور اللہ تعالیٰ اس کو سابقین کے پہلے گروہ میں حشر فرمائے گا اور ہر دن اور رات میں ان نمازوں پر حفاظت کرنے والے کو ایک ہزار ایسے شہیدوں کے اجر کے برابر اجر ملے گا جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتل کئے گئے ہوں، اور بڑھنے والے مالوں اور چرنے والے چوپایوں کی زکوٰۃ اس کے مصارف میں احسان مندی ورغبت کے ساتھ دینی چاہیئے، صدقہ دینے سے مال میں کمی نہیں ہوتی اور معاف کر دینے سے اللہ تعالیٰ بندے کی عزت بڑھاتا ہے، اور جو شخص اللہ تعالیٰ کے لئے تواضع کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو بلند کرتا ہے، اور نیز حدیث شریف میں ہے[1] کہ جو شخص سونے چاندی کا مالک ہو اور وہ اُس کا حق (زکوٰۃ) ادا نہ کرے تو قیامت کے روز (اُس سونے چاندی کو گرم کرکے) اس کے تختے بنائے جائیں گے پھر اُن تختوں کو دوزخ کی آگ میں تپایا جائیگا پس اُن کے ساتھ اس کے پہلو اور پیٹھ کو داغ دیا جائیگا پھر ٹھنڈا ہونے پر وہ تختے دوبارہ آگ میں ڈالے جائیں گے اور ان کو نکال کر

م ۳۷

[1] المشکوٰۃ المصابیح باب وجوب الزکوٰۃ الفصل الاول۔

داغ دیں گے اور اُس دن میں جس کی مقدار پچاس ہزار سال ہے بار بار اس کے لئے یہی عمل کیا جائے گا۔ . . . . حتیٰ کہ لوگوں کے درمیان فیصلہ کر دیا جائے گا پس ہر بندہ اپنا راستہ یا جنت کی طرف دیکھ لے گا اور یا دوزخ کی طرف دیکھ لیگا۔ (اللہ تعالیٰ نے) اپنے نہایت کرم سے (بڑھنے والے مال پر) سال گذرنے اور اپنی ضروریات میں خرچ کرنے کے بعد جو کچھ باقی بچے اس میں سے چالیسواں حصہ (زکوٰۃ دینا) فرض کیا ہے۔ عجیب بے انصافی ہوگی اگر اس کے ادا کرنے میں تساہل کیا جائے اور حیلوں سے اس کو چھوڑ دے، جان و مال سب اُس تعالیٰ شانہٗ کا ہے اگر وہ (اللہ تعالیٰ) تمام مال فقراء کو دینے کا حکم فرماتا اور جان طلب فرماتا تو اس کی بے نیاز بارگاہ کے شیدائی ابرو پر شکن لائے بغیر ہر طرح سے پورے ذوق و شوق کے ساتھ جان و مال قربان کر دیتے اور اپنی سعادت اسی میں جانتے ؎

ان قال لی مت مت سمعا وطاعۃ وقلت لداعی الموت اھلاً ومرحباً

[اگر وہ مجھ سے کہے کہ مرجاتو میں "سن لیا اور مان لیا کہتے ہوئے" مرجاؤں اور داعیٔ اجل سے کہوں کہ تیرا آنا مبارک ہو۔]

کسی نے خوب کہا ہے ؎

گر بنقدِ جان توانستے خریدن وصلِ دوست طالبِ وصلِ تو بودے ہر کہ جانے داشتے

[اگر دوست کا وصل (ملاپ) جان کی نقدی سے خریدا جا سکتا تو جو شخص بھی جان رکھتا ہوتا تیرے وصل کا طالب ہوتا]۔

اور ماہِ مبارک رمضان کے روزے ذوق و شوق کے ساتھ رکھنے چاہئیں اور اپنی سعادت اس بھوکا اور پیاسا رہنے میں سمجھنی چاہیئے۔ حدیث شریف میں ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اولادِ آدم کا ہر نیک عمل (ثواب میں) دس گنا سے سات سو گنا تک بڑھا دیا جاتا ہے سوائے روزہ کے کہ بلاشبہ یہ میرے لئے ہے اور میں خود اس کا بدلہ دوں گا (یا یہ مطلب ہے کہ میں خود ہی اس کا بدلہ ہوں)، (روزہ دار شخص) اپنی خواہش اور اپنا کھانا (پینا) میری وجہ سے چھوڑ دیتا ہے، روزہ دار کے لئے دو خوشیاں ہیں ایک خوشی اس کے روزہ افطار کرتے وقت ہے اور دوسری خوشی (آخرت میں) اپنے رب سے ملاقات کے وقت (حاصل ہوگی) اور بیشک روزہ دار کے منہ کی بو اللہ تعالیٰ کے نزدیک مُشک کی خوشبو سے بھی زیادہ خوشبودار ہے، اور روزہ ڈھال ہے۔ پس جب تم میں سے کسی کا روزہ کا دن ہو تو وہ فحش کلامی اور چیخ پکار نہ کرے اور اگر کوئی شخص اس کو گالی دے یا اس سے لڑائی کرے تو اس کو چاہیئے کہ یہ کہدے میں روزہ دار شخص ہوں۔ متفق علیہ (یعنی اس کو بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے)۔ اور حج کی شرائط پائی جانے کی صورت میں خانہ کعبہ کا حج کرنا چاہیئے اور گھر (کے واسطے) سے صاحبِ خانہ (اللہ تعالیٰ) کا قُرب تلاش کرنا چاہیئے اور اس کا پتہ لگانا چاہیئے۔ اور حدیث شریف میں ہے کہ حج اور عمرہ پے در پے کرو (یعنی اگر عمرہ کیا ہے تو حج بھی کرو یا حج کیا ہے تو عمرہ بھی کرو

یا قرآن کرو)۔ پس یہ دونوں تنگدستی اور گناہوں کو اس طرح دُور کر دیتے ہیں جس طرح بھٹی لوہا، سونا اور چاندی کی میل کو دور کر دیتی ہے اور جنت میں داخل ہونا ہی حج مبرور کا ثواب ہے ـــــ اور چونکہ مسلمانی کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے جن میں سے ایک یہ شہادت دینا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور دوسری چار چیزیں وہ ہیں جو اوپر بیان ہو چکی ہیں (یعنی نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج) اگر ان پانچ چیزوں میں سے کسی ایک میں خلل واقع ہو جائے تو مسلمانی میں کہ اس کی بنیاد چار دیواروں اور چھت پر ہوتی ہے اگر ان پانچ چیزوں میں سے ایک بھی نہ ہو تو گھر نامکمل اور ویران ہے، دینی عقائد کی تصحیح اور ظاہری اعمال کے بعد صوفیائے کرام قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم کے طریقہ پر چلنا ضروری ہے تاکہ حق جل و علا کی معرفت حاصل ہو جائے اور خواہشات نفسانی سے نجات کی صورت بن سکے جو بندہ اپنے مالک کی معرفت نہیں رکھتا اور اس کو نہیں پہچانتا تعجب ہے کہ وہ کس قسم کی زندگی بسر کرتا ہے اور کس چیز کے ساتھ مانوس اور محبت کرنے والا ہے، کسی نے خوب کہا ہے ؎

بچہ مشغول کنم دیدہ ودل را کہ مدام دل ترا می طلبد دیدہ ترا می جوید

[میں آنکھ اور دل کو کس چیز کے ساتھ مشغول کروں کیونکہ ہمیشہ دل تجھ کو طلب کرتا ہے اور آنکھ تجھ کو ڈھونڈتی ہے]

عالم مجاز میں جو نوکر اپنے مالک کے ساتھ معرفت اور راہِ سخن نہیں رکھتا وہ کسی شمار میں نہیں اور اعتبار سے گرا ہوا ہے، اس بلند مرتبہ گروہ کے طریقہ پر معروف میں فنا ہوئے بغیر معرفت حاصل نہیں ہوتی اور جبتک عارف کا وجود درمیان میں ہے وہ اس معرفت سے محروم ہے ؎

از تست حجابِ تو یقین است شرطِ ہمہ رہرواں ہمیں است

[یہ یقینی بات ہے کہ تیرا حجاب تجھ ہی سے ہے، تمام راستہ چلنے والوں کی شرط یہی ہے]

فنا و بقا ایک امر ہے جو صاحب فنا و بقا کے وجدان سے تعلق رکھتا ہے اور بیان کرنے میں صحیح ادا نہیں ہوتا۔

ع لذت مے نشناسی بخدا تا نہ چشی [خدا کی قسم جبتک تو نہیں چکھے گا شراب کی لذت کو نہیں پہچانے گا]

پس عقل و ہوش والوں پر لازم ہے کہ اپنے انجام کار اور نقد روزگار (اعمال) میں غور کریں جس شخص کو یہ معرفت حاصل ہے اس کے لئے خوشی و بشارت ہے اس کی پیدائش سے جو کچھ مقصود تھا وہ اس کو بجا لایا اور انسانیت کے کمال کو پہنچ گیا۔ مولوی (رومی) قدس سرہ نے کہا ہے ؎

چونکہ وانستی کہ ظل کیستی فارغی گر مردی وگر زیستی

چوں بدانستی تو خود را از نخست سوئے آنحضرت نسب کردی درست

[جب تونے جان لیا کہ تو کس کا ظل ہے تو خواہ تو مُردہ ہے یا زندہ (اب) تو فارغ ہے۔ جب تونے اپنی ابتدا کو جان لیا تو تُونے اس بارگاہ کی جانب نسبت کو درست کر لیا۔]

اور جس شخص کو یہ دولتِ مطلوبہ حاصل نہیں ہے اس کو چاہئے کہ اس کی طلب سے فارغ نہ رہے اور جس جگہ سے بھی اس مطلب کی بُو اس کے دماغ میں پہنچے اس کی طلب میں لگ جائے اور جس چیز کی تخریب مطلوب ہے اس کی تعمیر میں مشغول نہ ہو اور ہمیشہ عدمِ حصول کا رونا روتا اور اپنی جدائی کا ماتم کرتا رہے اور ڈرتا اور لرزتا رہے، ایسا نہ ہو کہ مطلوب کو اپنی آغوش میں لئے بغیر کوچ کی صدا کان میں آپہنچے اور جو کچھ اس دنیا میں اس سے طلب کیا گیا ہے اس کو حاصل کئے بغیر اس سرائے فانی سے سامان باندھ لے، کل (قیامت کے روز) کس منہ سے اس کی بے نیاز بارگاہ میں آئے گا اور کس حیلہ سے عذر پیش کرے گا، دنیا میں دوبارہ آنا نہیں ہے۔ ؎

ترسم کہ یار با ما نا آشنا بماند   تا دامنِ قیامت ایں غم بما بماند

[ڈرتا ہوں کہ (مبادا محبوب ہمارے حال) سے نا آشنا ہی رہے اور یہ غم قیامت تک ہمارے ساتھ رہے]

جاننا چاہئے کہ راہِ حق جلّ وعلا کا سلوک طے کرنے اور دوسروں کو کرانے کے لئے سب سے بہتر طریق طریقۂ نقشبندیہ قدس اللہ تعالیٰ اسرار اہلہا ہے کیونکہ اس طریقہ کے اکابر نے سنت پر عمل کرنا اور بدعت سے بچنا اختیار کیا ہے اور (اللہ تعالیٰ سے) ایک ایسا طریقہ طلب کیا ہے جو سب طریقوں سے اقرب ہو اور بلاشبہ (اللہ تعالیٰ کے قُرب تک) پہنچانے والا ہو اور اس کی ابتدا میں انتہا درج ہو اور کمال کے درجے پر پہنچنے کے بعد ان کی آگاہی (حضور و معرفت) دوسروں کی آگاہی سے اوپر ہو ؎

نقشبندیہ عجب قافلہ سالار انند   کہ برند از رہِ پنہاں بحرم قافلہ را

[حضراتِ نقشبندیہ عجیب قافلہ سالار ہیں کہ یہ قافلہ کو خفیہ راستے سے حرم میں لے جاتے ہیں]

پس طالبِ حق جلّ شانہٗ کو اس طریقۂ عالیہ کا اختیار کرنا سب سے زیادہ مناسب و اولیٰ ہے کہ یہ راستہ نزدیک تر اور بلاشبہ پہنچانے والا ہے، اللہ تعالیٰ ہم فقرا کو ان اکابر کی برکات سے بہرہ ور کرے اور ان کے سرچشمۂ فیض سے سیراب فرمائے۔ والسلام علیکم وعلیٰ سائر من اتبع الھدیٰ والتزم متابعۃ المصطفیٰ علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات والبرکات العلیٰ۔

محمد صلاح کابلی کے نام استغفار و توبہ میں مشغول ہونے اور طاعات کے وظائف پر ترغیب کے بیان میں تحریر فرمایا۔

۴۰ برادرم محمد صلاح تقویٰ وصلاح (نیکی) کے ساتھ آراستہ رہیں، جو خط آپ نے لکھا تھا اُس نے موصول ہو کر خوش وقت کیا، آپ نے اپنی شرمندگی و خجالت کے بارے میں لکھا تھا، توبہ کے دروازے کھلے ہوئے ہیں اور وہ تعالیٰ شانہٗ رؤف ورحیم ہے، گناہوں سے کہ جن سے کوئی شخص بھی خالی نہیں ہے معافی ومغفرت طلب کریں، گریہ وزاری کے ساتھ بخشش طلب کرتے رہیں، ذکر وفکر میں خوب مشغول رہیں، اوقات کو وظائف طاعات اور مقرباتِ اعمال سے معمور رکھیں، اس جانب سے کامل صفائی تصور کریں اور اس لئے آپ کسی قسم کی کدورت اپنے دل میں نہ آنے دیں۔ آپ نے لکھا تھا میں نہیں جانتا کہ مقبول بندوں میں سے ہوں یا مردود بندوں میں داخل ہوں، (مجھے) بھگاتے ہیں یا بلاتے ہیں الخ" میرے مخدوم! یہ جان کو گھلانے والا غم ہر دل میں لگا رہتا ہے اور کون ہے جو (اس) فکر سے خالی ہے شاید کوئی مردود ہی ہوگا۔ (اللہ) کریم کی بارگاہ سے امیدوار رہیں۔

مکتوب ۱۳

خواجہ محمد حنیف کے نام اُن کے خط کے جواب میں جو کہ انھوں نے اپنے بعض دوستوں کے حالات کی تعریف میں لکھا تھا اور مشیخت (پیر ہونے) کے ضروری آداب اور ضبطِ اوقات پر ترغیب دینے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ: برادر عزیز مولانا محمد حنیف کے گرامی نامہ نے جو انھوں نے ان دنوں میں ارسال کیا تھا پہنچ کر مسرور کیا اور اس سے پہلے بھی اس عزیز کا ایک خط پہنچا تھا، آپ نے اپنے مریدوں کے بعض احوال تحریر فرمائے تھے، محمد ہاشم اور فاضل کے احوال سنجیدہ اور عمدہ ہیں، تھوڑے عرصہ میں بہت کم طالبین اس قسم کے احوال کی طرف ہدایت پاتے ہیں اس قسم کے طالبین کو بیکار نہیں چھوڑنا چاہئے اور کام (معمولات) پر پابند کرنا چاہئے اور ان کی تربیت میں پوری پوری کوشش ملحوظ رکھنی چاہئے، نفیس جوہر کمیاب ہوتا ہے اس کی قدر کرنی چاہئے اور جو شخص شغل (ذکر وغیرہ) طلب کرے اس کو شغل میں لگا دیں اور حلقہ کو سرگرم رکھیں اور جس شخص کو ذکر اثر نہ کرے اس کو ذکر کرنے سے روک دیں اور محض وقوفِ قلبی کا امر کریں جب وہ کچھ عرصہ اس طریقہ پر مداومت کریگا امید ہے کہ ذکر سہولت کے ساتھ اثر کریگا لیکن توجہات سے اس کو محروم نہیں رکھنا چاہئے اور احبابِ طریقہ کو بعض ضروری آداب کی طرف رہنمائی کرتے رہیں، طریقے کے فیوض وبرکات کا حاصل ہونا آداب کی رعایت کے بغیر

میسر نہیں ہے، آپ نے سنا ہوگا کہ کوئی بے ادب خدائے تعالیٰ جل وعلا تک نہیں پہنچا ہے، آداب کی رعایت نہ ہونے پر ضرر کا پلہ غالب ہے (اور) نفع رُک جاتا ہے۔ دیگر چاہیئے کہ اوقات کی پابندی میں کوشش کریں اور اہم کاموں میں صرف کریں ایسا نہ ہو کہ فضول کاموں میں صرف ہو جائیں اور لوگوں کے ساتھ زیادہ میل جول رکھنے سے پرہیز کرتے رہیں کیونکہ اس سے باطنی نسبت کی رونق جاتی رہتی ہے، نیک نیتی کے بغیر مخلوق کے ساتھ صحبت رکھنا خالق تعالیٰ سے قطع تعلق کا سبب ہے، کسی بزرگ نے کہا ہے: لا تصحب الاشرار ولا تقطع عن اللہ بصحبۃ الاخیار [یعنی بُروں کے ساتھ صحبت مت رکھ اور نیکوں کے ساتھ ایسی صحبت رکھ کہ تو حق جل وعلا سے منقطع نہ ہو جائے] اور آپ مریدوں اور طالبوں کے ساتھ ایسا سلوک کریں کہ اُن کی نظر میں بارعب اور باوقار معلوم ہوں، اسقدر شوخ و بے باک نہ ہو جائیں کہ جرأت و گستاخی کا سبب بن جائے اور اُن کے معمولات میں خلل آجائے اور دیگر یہ کہ چونکہ حواس پراگندہ ہیں کسی دوسری چیز (مزید لکھنے) میں مشغول نہیں ہو سکتا۔ دوشنبہ کی رات ساتویں تاریخ ماہِ رواں کو جو کہ ذی الحجہ کا مہینہ سن ایک ہزار پچاس ہجری ہے ۱۰۵۰ حضرت قبلہ گاہی والدہ ماجدہ جیو نے آخرت کا سفر اختیار کیا ہے اور پسماندگان کو جگر کباب و دیدہ پُر آب چھوڑ گئی ہیں اُن کا وجودِ شریف دونوں جہان کی سعادت کا وسیلہ اور رب المشرقین کی رضامندی کا دریچہ (کھڑکی) رہا ہے کہ اب اس راہ سے اس کے حصول سے محرومی پیدا ہو گئی ہے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۝ [بیشک ہم سب اللہ تعالیٰ کے ہیں اور اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں] دوست و احباب ستر ہزار بار کلمۂ طیبہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ پڑھ کر اس کا ثواب اُن کی روحانیت کو پیش کر دیں۔ والسلام اولاً و آخراً۔

شیخ عبدالکریم کالپی کے نام اُس خط کے جواب میں جو اُنھوں نے لکھا تھا اور بلندیٔ ہمت و خلوت گزینی پر ترغیب کے بارے میں تحریر فرمایا۔

سعادت آثار مولانا عبدالکریم ہمیشہ ترقی کرتے رہیں، آپ کے احوال و اطوار کی استقامت کی خبریں جو سننے میں آتی رہتی ہیں مسرت کا سبب ہوتی ہیں اللہ تعالیٰ آپ کو اور ہمیں مزید استقامت عطا فرمائے، آپ نے جو خط اپنے احوال و ترقیات پر مشتمل لکھا تھا پہنچا، اس کے مضامین واضح ہوئے اس پر اللہ تعالیٰ کی حمد و شکر ہے، اپنے کام میں خوب مشغول رہیں اور جو حالت پیش آئے اس کا شکر بجا لائیں اور ھَلْ مِنْ مَّزِیْدٍ

[کیا اور بھی ہے] کہتے ہوئے اس کے ساتھ خوش رہیں اور اس سے ترقی چاہیں۔ ان اللہ یحب معالی الھمم [اللہ تعالیٰ ہمتوں کے بلند ہونے کو پسند فرماتا ہے] اور گوشہ نشینی وتنہائی کی طرف بہت زیادہ راغب رہیں، اور جن لوگوں کو آپ نے طریقہ بتایا ہے ان کے احوال میں مشغول رہیں، اور آپ کو جتنی تعداد کیلئے طریقہ سکھانے کی اجازت دی گئی تھی اگر وہ تعداد پوری ہو چکی ہے تو مزید اتنے ہی اور لوگوں کو طریقہ سکھائیں۔ والسلام

مولانا محمد حنیف کے نام نصیحت اور آخرت کی تیاری پر ترغیب دینے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

۴۲

حمد وصلوٰۃ اور تسلیمات کے بعد عرض کرتا ہے کہ اس حدود کے فقرا کے احوال واطوار حمد کے لائق ہیں، اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ سے آپ کی سلامتی وعافیت اور طریقۂ پسندیدہ وسنتِ عالیہ پر استقامت اور آپ کے باطنی مراتب کی ترقی کے لئے دعا کی گئی ہے۔ میرے مخدوم! موت نے سایہ ڈال دیا اور مقررہ مدت (موت کی گھڑی) آن پہنچی ہے اور اس کے لئے کچھ بھی سامان نہیں ہوا اور اس قسم کے دور ودراز سفر کے اسباب کی تیاری میسر نہیں آئی، جاء الموت بما فیہ جاءت الراجفۃ تتبعھا الرادفۃ [موت پوری طرح آگئی، ہل چل مچا دینے والی (قیامت کا پہلا نفخۂ صور) آپہنچی جس کے بعد دوسرا نفخۂ صور ہوگا]۔ افسوس کہ عمر کا اعلیٰ حصہ ہوا وہوس میں گذر گیا، معلوم ہے کہ عمر کے ارذل (نہایت کمزور) حصے میں کیا کرے گا اور اس وقت کا کیا ہوا کیا اعتبار رکھے گا شرمندگی کی وجہ سے پانی پانی ہوا جاتا ہے اور عذر کی زبان نہیں رہی، کسی نے خوب کہا ہے۔

ے کنوں چہ عذرِ گناہانِ خویشتن خواہم ز شرم خوں چکدم از بدن بجائے عرق

[میں اب اپنے گناہوں کا کیا عذر چاہوں، شرم کی وجہ سے میرے بدن سے پسینہ کی بجائے خون ٹپکتا ہے]

سعادت آثار فضائل بیگ مخلص دوستوں میں سے ہیں کابل کی طرف متوجہ ہیں، امید ہے کہ آپ دوستی کے لوازم بجالائیں گے، خواجہ محمد رضا بھی یارانِ طریقت میں سے ہیں، ان کے باطن کی طرف بھی توجہ ملحوظ رکھیں۔ والسلام اولاً وآخراً۔

خواجہ عبدالرحمٰن نقشبندی کے نام اُن کے آباءِ کرام (باپ دادا) کا شکر ادا کرنے اور کمالِ استغنا کے باوجود

اشد شوق اصل کی طرف منسوب ہونے اور عارف کی فنا و بقا کے بیان میں تحریر فرمایا۔

اللہ تعالیٰ میرے مخدوم و مخدوم زادہ کی ذات بابرکات کو اپنے الطاف و عنایات میں شامل رکھ کر ظاہری و باطنی ترقیات کے ساتھ ممتاز رکھے اور ان کے بزرگوں کے حقوق ہم فقرا کے ذمہ اس قدر ہیں کہ تحریر و تقریر کے احاطہ میں نہیں آسکتے۔ اہل اللہ کے طریقہ کا سلوک ہم نے ان بزرگوں سے اخذ کیا ہے اور جذبہ کی اقسام کو اُنہی کی برکات سے استفادہ کیا ہے، فنا و بقا ان کی صحبت میں موجود ہے اور سیر الی اللہ و سیر فی اللہ اُن کی مجلس سے ماخوذ ہے، سنت کی پیروی کرنا اور بدعت سے بچنا جو کہ اس کام کا مدار اور اس معاملہ کی بنیاد اور بے اندازہ فیوض و اسرار کا پھل دینے والا ہے ہم نے ولایت کے ان سرچشموں کی ہدایت کے نور سے اقتباس (استفادہ) کیا ہے کیونکہ دوسرے طریقے امور بتدعہ سے خالی نہیں ہیں اور ان اکابر کا طریقہ بعینہٖ اصحابِ کرام علیہم الرضوان کا طریقہ ہے اس لئے یہ طریقہ سب طریقوں سے اقرب ہوا اور بلا شبہ (اللہ تعالیٰ سے) ملانے والا ہو گیا اور دوسروں کی انتہا اِن کی ابتدا میں درج ہو گئی۔

نقشبندیہ عجب قافلہ سالار انند ؎ کہ برند از رہِ پنہاں بحرم قافلہ را

[حضراتِ نقشبند عجب قافلہ سالار ہیں کہ یہ قافلہ کو خفیہ راستے سے حرم میں لے جاتے ہیں۔]

حاصل کلام، اگر ظاہر ہے تو وہ ان بزرگوں کے اطوار سے آراستہ ہے اور اگر باطن ہے تو وہ بھی انہی کے انوار سے منور ہے۔ کسی نے خوب کہا ہے ؎

شکرِ فیضِ تو چمن چوں کُند اے ابرِ بہار ؎ کہ اگر خار و اگر گُل ہمہ پروردۂ تُست

[اے ابرِ بہار! چمن تیرے فیض کا شکر کس طرح ادا کرے کیونکہ کانٹا ہو یا پھول سب تیرے ہی پروردہ ہیں]

یہ خستہ دل درویش اپنے اندر لیاقت نہ ہونے کے باعث بزرگوں کی مجلس کی قابلیت نہیں رکھتا اگر اس کے (بزرگوں کے) حقوق کی ادائیگی میں کوئی قصور واقع ہو گیا ہو تو وہ معاف فرمائیں گے (اُن کے) حقوق سر سے پاؤں تک ہیں اور ان کا ادا کرنا اس مسکین کے مقدور میں نہیں ہے شاید بزرگ حضرات براہِ کرم معاف فرما دیں اور ایک ناقابل شخص کو اس تمام ناقابلیت کے باوجود قبول فرما لیں۔ ع

با کریماں کارہا دشوار نیست [کریموں کے لئے کوئی کام دشوار نہیں ہے]

بیشک پہلے سے اسی طرح ہوتا آیا ہے اور معیوب ممکن کو واجب الوجود (اللہ) تعالیٰ کی قبولیت کے شرف تک پہنچایا ہے جیسا کہ کسی بزرگ نے کہا ہے۔ رباعی

تو بعلمِ ازل مرا دیدی ؎ دیدی آنگہ بعیب بخریدی

تو بعلم آں و من بعیب ہماں ؎ ردّ مکن آنچہ خود پسندیدی

[تونے اپنے ازلی علم سے مجھے دیکھا ہے، اس وقت عیب کے ساتھ دیکھنے کے باوجود تونے خریدا ہے، تو علم کے ساتھ وہی ہے اور میں عیب کے ساتھ وہی ہوں، جس چیز کو تونے پسند کیا ہے اس کو ردّ نہ فرما۔]

اور زیادہ عجیب بات یہ ہے کہ اشد شوق کمال عزت و استغنا کے باوجود اُس بارگاہ کی طرف منسوب ہوا ہے جیساکہ حدیث شریف میں وارد ہے، کیوں منسوب نہ ہو کہ جو چیز اصل کی طرف رجحان رکھتی ہے اور مرتبۂ وجوب کی طرف منسوب ہے اشد وارجح ہے۔ ع

درخانہ بکد خدائی ماند ہمہ چیز [گھر کی ہر چیز گھر کے مالک ہی کی ہوتی ہے]

ممکن کا شوق واجب تعالیٰ کے شوق کے بالمقابل زائل ولاشئ ہونے کا حکم رکھتا ہے کیونکہ ممکن وجود و توابعِ وجود سے جو کچھ خیر و کمال کی قسم سے رکھتا ہے وہ سب مرتبۂ وجوب سے مستفاد و مستعار ہے، ظل و پرتوِ ظل کو اصل کے ساتھ کیا مساوات، ظل کسی امر میں بھی اپنے ساتھ استقلال نہیں رکھتا اگر عارتی خیر و کمال کو اپنی طرف نسبت کرے تو امانت میں خیانت کرنے والا ہوگا اور اصل کے ساتھ برابری اور شرکت کا دعویٰ ظاہر کرے گا، کمال اُس کے حق میں کمال کی نفی کرنا ہے اور بھلائی کی نفی کرنے میں ہی بھلائی ہے، عارتی کمالات کو اپنی طرف سے جان کر اپنے آپ کو اس فاسد گمان کے ساتھ خیر و کمال تصوّر کیا ہے اور اس بے بنیاد پر لمبی بنیاد رکھی ہے۔ رباعی

مداحیِ خود برغمِ حاسد تا کے ترویجِ چنیں متاعِ کاسد تا کے
تو معدومی خیالِ ہستی از تو فاسد باشد خیالِ فاسد تا کے

[تُو حاسد کے خلاف مرضی اپنی تعریف کب تک کرتا رہے گا اس طرح کی کھوٹی پونجی کو کب تک رواج دیتا رہے گا تو معدوم ہے، تیرا ہستی کا خیال کرنا فاسد (خیال) ہے (تُو) یہ فاسد خیال کب تک کرتا رہے گا]

۴۴

اور جب عنایت کی سبقت کے ساتھ کسی صاحبِ نصیب کو اس دید کے ساتھ نوازتے ہیں اور وہ حال و ذوق کے ذریعہ (یہ بات) معلوم کر لیتا ہے کہ جو کمالات اس کی طرف منسوب ہیں وہ تمام مرتبۂ وجوب سے مستعار و مستفاد ہیں اور اس تعالیٰ شانہ، کے کمالات کے ظلال ہیں ؎

نیاوردم از خانہ چیزے نخست تو دادی ہمہ چیز من چیز تُست

[میں ابتدا میں گھر (عالمِ عدم) سے کوئی چیز نہیں لایا تونے ہی ہر چیز دی ہے اور میں (بھی) تیری ہی چیز ہوں] (تو) اسوقت سعادت کا مدعا ہاتھ آتا ہے اور جہلِ مرکب کے گرداب سے نجات کی امید حاصل ہو جاتی ہے، مولوی (روم) قدس سرہٗ نے کہا ہے ؎

چوں بدانستی تو خود را از نخست سوئے آنحضرت نسب کردی درست
دانستی کہ ظل کیستی فارغی گر مُردی وگر زیستی

[جب تو نے اپنی ابتدا کو جان لیا تو تو نے اس بارگاہ کی طرف نسبت کو درست کر لیا، اور جب تو نے یہ جان لیا کہ تو کس کا ظل ہے تو خواہ تو مُردہ ہے یا زندہ (اب) تو فارغ ہے]۔
اس مقام سے جب ترقی کرتا ہے تو ہو سکتا ہے کہ کمالاتِ منعکسہ کو صحیح طور پر اصل کے سپرد کر دے اور اپنے آپ کو جو کہ ان کمالات کا آئینہ تھا عدم محض کے ساتھ ملا ہوا پائے، اسوقت عارف کا نہ کوئی نام رہتا ہے نہ نشان، فعومل معہ ما عومل [پس اس کے ساتھ جو معاملہ بھی کیا جاتا ہے کیا جاتا ہے] قلم اس جگہ پہنچا اور اس کا سر ٹوٹ گیا۔ والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۱۷

خواجہ محمد حنیف کے نام دائمی اضطراب اور متواتر حزن و غم پر ترغیب دینے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ حامداً للہ العظیم و مصلیاً علیٰ رسولہ الکریم [عظمت والے اللہ کی حمد کرتے ہوئے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتے ہوئے اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں] میرے پیارے بھائی کا پسندیدہ خط پہنچا خوش وقت کیا، واردات میں سے جو کچھ لکھا تھا عمدہ و اعلیٰ ہے، قُلْ رَّبِّ زِدْنِي عِلْمًا [آپ کہہ دیجئے اے میرے رب میرے علم کو زیادہ کر] اپنے اور مریدوں کے کام میں مشغول اور بے چین رہیں، سردی (سستی) اور لاپرواہی دشمنوں کے نصیب ہو، کسی بزرگ نے کہا ہے کہ تصوف اضطراب (کا نام) ہے جب سکون آ گیا تو تصوف نہیں رہا، طالب اضطراب و بے چینی کے بغیر اور عارف درد و غم کے بغیر نہیں، جب فخرِ موجودات علیہ افضل الصلوات و اکمل التحیات دائمی فکر اور متواتر حزن و غم کے ساتھ موصوف ہوں جیسا کہ (حدیث شریف میں) وارد ہوا ہے تو دوسروں کا کیا ذکر ہے والسلام علیکم و علیٰ اھل بیتکم۔

مکتوب ۱۸

مولانا غازی سرہندی کے نام اس استفسار کے جواب میں تحریر فرمایا جو انھوں نے سلب نسبت کے بارے میں لکھا تھا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم حامداً و مصلیاً، برادر گرامی مولانا غازی کے خط نے موصول ہو کر مسرور کیا، اللہ سبحانہ، کا حمد و شکر ہے کہ آپ عافیت سے ہیں اور فقرا کی یاد سے فارغ نہیں ہیں۔[ف]

ف اس کے بعد ایک نسخہ میں یہ اضافہ ہے "ملاقات وقت پر منحصر ہے حق سبحانہ مسبب الاسباب قادر ہے کوئی سبب پیدا فرمائے جو ملاقات ہونے کا ذریعہ ہو۔

آپ نے لکھا تھا کہ "حضرت گنج شکر قدس سرہٗ کی اولاد میں سے ایک بزرگ برہان پور میں آرام فرما ہیں، تین روز اُن کی قبر پر جا کر بیٹھا، تین روز کے بعد ظاہر کیا گیا کہ تو ہر طرف سے ترک کرے تو ہماری طرف سے تیرے لئے کچھ حصہ ہے۔ فقیر نے اس کے بعد اس روضہ (مزار) کی طرف جانا ترک کر دیا لیکن میں نہیں سمجھا کہ اس گفتگو کا مدعا کیا تھا" میرے مخدوم! ہو سکتا ہے کہ اس گفتگو میں آپ کا امتحان مطلوب ہو اور آزمائش کی گئی ہو۔ اور نیز آپ نے لکھا تھا کہ "میں نے ایک بزرگ کی نسبت سلب کر لی لیکن میں نے اس سلب سے اپنے اندر کوئی زیادتی محسوس نہیں کی اور اس بزرگ میں کوئی کمی مفہوم نہیں ہوئی، اس کا سبب کیا ہوگا" میرے مخدوم! پہلا مقدمہ کہ اپنے اندر (کوئی زیادتی) نہیں پائی معقول ہے اس لئے کہ سلب جو کہ کسی شخص سے نسبت کی نفی ہے اس سے سلب کی ہوئی نسبت کا سلب کرنے والے کے اندر ثابت ہونا لازم نہیں آتا، لیکن مقدمۂ ثانیہ (اُس بزرگ میں کوئی کمی مفہوم نہ ہونا) محلِّ تامل ہے کیونکہ سلب سے اُس شخص میں کمی کا آجانا لازم آتا ہے جس سے (نسبت کو) سلب کیا گیا ہے پس یہ جو آپ نے لکھا ہے کہ "کوئی کمی مفہوم نہیں ہوئی" ہو سکتا ہے کہ اس پر محمول ہو کہ عین نسبت سلب ہو جائے اور اس کا اثر ابھی باقی ہو اور آپ نے اس کو بے کم و کاست عینِ نسبت سمجھ لیا ہو، جیسا کہ اگر کسی چنگاری کو بجھا دیں اور حرارت کا اثر اس میں ابھی باقی رہے تو یہ بھی احتمال ہے کہ آپ نے مقدماتِ سلب کو سلب سمجھ لیا ہو اور در اصل سلب متحقق نہ ہوا ہو۔ آپ نے لکھا تھا کہ "نمازِ تہجد کے بعد جب بیٹھتا ہوں تو اپنے اندر افلاس کے سوا کوئی نور اور کوئی شغل کچھ بھی نہیں پاتا" میرے مخدوم! جو چیز ممکن کی ذاتی ہے وہ فقر و افلاس ہے جو کمال بھی اس کے اندر ظاہر ہے وہ عاریتی و انعکاسی ہے جس کو ممکن نے اس بے بنیاد دید اور اس بودِ بے بود (ایسا وجود جو بمنزلہ عدم ہے) کی وجہ سے اپنے آپ کو کامل و خیر خیال کیا ہے اور اس بے بنیاد پر بنیاد دراز رکھی ہے اور اپنے مالک کے ساتھ کمالات میں شرکت کا دعویٰ ظاہر کیا ہے اور جب اللہ تعالیٰ کی عنایت کی سبقت سے وہ جان لیتا ہے کہ اس کی ذات عدم ہے اور یہ تمام کمالات عاریتی اور امانتی ہیں تو وہ ضرور کمالات کو اصل کے ساتھ ملا ہوا پائے گا اور امانت کو اہلِ امانت کے سپرد کر دے گا اور اپنے ذاتی فقر اور پیدائشی افلاس کے ساتھ متحقق ہو جائے گا۔

آپ نے لکھا تھا کہ "نماز میں خاص حضور رکھتا ہے کہ جس میں کوئی سستی نہیں ہے" میرے مخدوم! یہ حالت حسین (عمدہ) ہے اور نماز کے اندر کی کیفیت نماز سے باہر کی کیفیت پر فوقیت رکھتی ہے۔ والسلام

مولانا محمد حنیف کے نام تعمیر اوقات کے بارے میں تحریر فرمایا۔

برادرِ گرامی مولانا محمد حنیف اس خستہ دل درویش (کی جانب) سے سلام عاقبت انجام پڑھیں ایک مدت ہوگئی کہ اس بھائی کی کوئی خبر نہیں پہنچی دل منتظر رہتا ہے، میرے مخدوم! کام کرنے کا وقت ہے نہ کہ باتیں کرنے کا، اندھیری راتوں کو گریہ و استغفار کے ساتھ منور رکھیں اور کلمۂ طیبہ و کلمۂ توحید کے تکرار (بار بار پڑھنے) سے ہمیشہ زبان کو تر رکھیں اور کلام مجید کی تلاوت سے وقت و حال کے موافق کچھ حصہ حاصل کریں اور طویل قیام کے ساتھ نماز (نوافل) ادا کرنے سے محروم نہ رہیں اور علم سیکھنے اور سکھانے پر حریص رہیں جاءت الراجفۃ تتبعھا الرادفۃ [پہلا نفخۂ صور آپہنچا جس کے بعد دوسرا نفخۂ صور ہوگا]

نیز مولانا محمد حنیف کے نام اُن کے اس عریضہ کے جواب میں تحریر فرمایا جو کہ گوشہ نشینی کے شوق اور ان کے دوستوں کے احوال پر مشتمل تھا۔

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ، آپ کا گرامی نامہ پہنچا مسرور و خوش وقت کیا اللہ سبحانہ کا حمد و شکر ہے کہ آپ عافیت سے ہیں اور محبت کا رشتہ اور باطنی رابطہ ہمیشہ ترقی پر ہے، آپ نے احوال و معارف و حقائق کی تفصیل کے جاننے اور طالبین کے احوال کی تفصیل منکشف ہونے وغیرہ کے بارے میں بعض آرزوؤں کے حاصل ہونے کی درخواست کی تھی، امیدوار رہیں اور جو کچھ اس وقت حاصل ہے اس کا شکر ادا کرتے رہیں لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ [اگر تم شکر ادا کروگے تو یقیناً میں تمہیں اور زیادہ دوں گا] بندہ کو آرزو سے کیا کام، اکثر ایسا ہوتا ہے کہ وہ کسی ایسے امر کی تمنا کرتا ہے جو اس کے مقدر میں نہیں ہے، حضرت کلیم (موسیٰ) علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے (اللہ تعالیٰ کے) دیدار کی طلب کی وہ بالفعل (اس وقت) وقوع میں نہیں آیا اور حکم ہوا یٰمُوسٰۤی اِنِّی اصْطَفَیْتُكَ عَلَی النَّاسِ بِرِسٰلٰتِیْ وَبِكَلَامِیْ فَخُذْ مَاۤ اٰتَیْتُكَ وَكُنْ مِّنَ الشّٰكِرِیْنَ [اے موسیٰ! بیشک میں نے تجھ کو لوگوں پر اپنی پیغام رسانیوں اور اپنے کلام کے ساتھ منتخب کرلیا ہے پس جو چیز میں تجھ کو دیتا ہوں اس کو لے لے

اور شکر کرنے والوں میں سے ہو جا۔]

آپ نے لکھا تھا" تقریباً ایک سال ہو گیا ہے کہ یہ خیال بہت زیادہ بڑھ گیا ہے کہ لوگوں کی آمد و رفت بند کر دے بلکہ گھر بار اور ساز و سامان کو چھوڑ کر کسی کونے میں جا بیٹھے اور اپنے گناہوں کا ماتم کرتا رہے لیکن آپ سے ڈرتا ہے"۔ میرے مخدوم! آپ کس لئے ڈرتے ہیں، کون ہے جو یہ آرزو دل میں نہیں رکھتا، گوشہ نشینی مسعود و مبارک ہے بشرطیکہ مخلوق کے حقوق ضائع نہ ہوں اور للہ فی اللہ صحبت اگر کبھی کبھی واقع ہو جائے تو وہ گوشہ نشینی کے مقصد کے منافی نہیں ہے، العزلۃ منیۃ الصدیقین [گوشہ نشینی صدیقین کی تمنا ہے] آپ نے سنا ہوگا۔ کسی نے خوب کہا ہے ؎

بکنج غارے خلوت گزینم از ہمہ خلق گر آں لطیفِ جہاں یارِ غارِ ما باشد

[اگر وہ لطیفِ جہاں ہمارا یارِ غار ہو جائے تو میں کسی غار کے کونے میں تمام مخلوق سے تنہائی اختیار کر لوں]

آپ نے جو ملا علی محمد و ملا عبد السلام کے احوال لکھے تھے اور یہ بھی لکھا تھا کہ "جو نسبت مجھ سے ظاہر ہوتی ہے اُن سے بھی ظاہر ہوتی ہے وغیرہ وغیرہ"۔ اس کے مطالعے نے بہت زیادہ مسرت بخشی، یہ احوال اعلیٰ اور پسندیدہ ہیں اور کام کی تکمیل کا پتہ دینے والے ہیں۔ جو خط ملا پایندہ محمد نے اپنے احوال کے اظہار میں لکھا تھا وہ بھی پہنچا اس نے بے کیفی و بے رنگی کی نسبت کے حصول اور اس پر لذت کے مرتب ہونے اور نفسِ امارہ کے متشکل ہونے اور اس نسبت کے تمام وجود کو گھیر لینے اور احاطہ کرنے اور سب سے پہلے پوست (کھال) میں محویت و فنائیت سرایت کرنے اور اس سے گذر کر گوشت میں پھر ہڈیوں میں اور اس کے بعد ظاہر سے باطن میں سرایت کرنے اور بے چین ہو جانے اور نعرہ مارنے کہ یا الٰہی! میں نے کیا کیا ہے کہ تو نے مجھ کو نیست و نابود کر دیا اور یہ الہام سننے کہ ھذا جذبۃ من جذبات الحق [یہ حق تعالیٰ کے جذبات میں سے ایک جذبہ ہے] خوش ہو جا، اگرچہ میں نے تجھ کو نیست کر دیا ہے لیکن تیرا معاملہ اچھا کر دیا ہے، اس کے بعد یہ الہام ہونے کہ ھذا لطف من الطاف الحق وھذا مقام جمع الجمع لا وصف له ولا بیان له [یہ حق تعالیٰ کے الطاف میں سے ایک لطف ہے اور یہ جمع الجمع کا مقام ہے اس کا کوئی وصف و بیان نہیں ہے] اور عدم و فنائیت کے عرش سے فرش تک تمام موجودات کو احاطہ کرنے، اور زنگاہ کے لاتعین میں سرایت کرنے اس کے بعد پھر شعور میں آجانے اور یہ آواز سننے کہ تیرے معاملہ کی انتہا یہاں تک ہوگی، میں نے تجھ کو بندگی اور آزادی کی نسبت کے درمیان اختیار دے دیا ہے اور ان عروجات سے نزول میں آنے کے بعد آنسرور دین و دنیا (نبی کریم) علیہ الصلوٰۃ والسلام (کی بارگاہ) سے بندگی اختیار کرنے کی بشارت پانے اور واقعہ کے دیکھنے کی بابت جو کچھ لکھا ہے وہ سب واضح ہوا، اعلیٰ اور دل پسند چیزیں ہیں۔ والسلام اولاً و آخراً۔

ف ۔ اس کے بعد ایک نسخہ میں یہ اضافہ ہے: "آپ نے لکھا تھا کہ "ملا علی محمد نے جو خط فقیر کے نام لکھا تھا وہ کسی شخص کے ہاتھ بھیجا،" وہ خط یہاں نہیں پہنچا ۔۔۔ [illegible]

میرزا غضنفر کے نام نصیحت و تنبیہ و حفظِ اوقات کے بارے میں تحریر فرمایا۔

نحمدہٗ و نصلی علی رسولہ الکریم۔ اس حدود کے فقرا کے احوال و اطوار حمد کے لائق ہیں، امید ہے کہ وہ عزیز (آپ) عافیت و جمعیت کے ساتھ ہوں گے اور شریعتِ عالیہ و سنّتِ مصطفویہ علیٰ مصدرہا الصلوٰۃ والسلام والتحیہ پر استقامت و استدامت (ہمیشگی) رکھتے ہوں گے، قشر (چھلکے) سے مغز تک آئیں اور لفظ سے معنی کی طرف مائل ہوں، مراقبہ کی ہمیشگی اور خطرات کی نفی میں پوری پوری کوشش کریں تاکہ حضور مع اللہ دل کا ملکہ ہو جائے اور اس کی لازمی (طبعی) صفت ہو جائے اور وہ حضور کہ جس کے پیچھے غیبت ہو ہمارے طریقہ میں کچھ زیادہ معتبر نہیں ہے۔ حاصل کلام چند روزہ زندگی بہت غنیمت ہے، پیدائش سے جو کچھ مقصود ہے وہ اس تھوڑی فرصت میں حاصل کرنا چاہئے ورنہ حسرت و ندامت کے سوا کچھ نہیں ہے، کام کرنے کا وقت گذرا جا رہا ہے، علم ہونا شرط ہے، امید ہے کہ اس دور افتادہ کو سلامتیٔ خاتمہ کی دعا کے ساتھ یاد کرتے رہیں گے۔ والسلام

ص ۴۸

مکتوب ۲۲

مولانا محمد حنیف کے نام قناعت و تعمیرِ وقت پر رہنمائی کرنے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

میرے بزرگ بھائی مولانا محمد حنیف اس دور افتادہ (کی جانب) سے دعا پڑھیں روزمرہ کے امور شکر کے لائق ہیں، امید ہے کہ آں برادرِ عزیز (آپ) بھی عافیت و جمعیت کے ساتھ ہونگے اور جو چیز کہ باطنی جمعیت کے منافی ہے اس سے فارغ ہوں گے، اپنی روزانہ کی خوراک (روزی) کی سعی میں اپنے آپ کو پریشان نہ کریں، حق سبحانہٗ و تعالیٰ بندوں کے رزق کا کفیل ہے، اگر تھوڑی کوشش سے کوئی چیز حاصل ہو جائے تو اچھا ہے ورنہ اس کے پیچھے نہ دوڑیں اور اہلِ غفلت کی صحبت سے باطن کے کارخانہ میں خلل نہ ڈالیں اور بارگاہِ قدس میں دائمی توجہ و اقبال کو بلا وجہ ہاتھ سے نہ دیں، اور اگرچہ باطن کو دائمی اقبال (توجہ) حاصل ہو (تا ہم) ظاہر کو بھی اس سے جدا نہ کریں۔ والسلام

مکتوب ۲۳

مولانا ابو الفضل کشمیری کے نام مقامِ اخلاص کی تحقیق اور دائمی حضور پر ترغیب کے بیان میں تحریر فرمایا۔

گرامی نامہ پہنچکر مسرت کا باعث ہوا، اللہ سبحانہٗ کی حمد و شکر ہے کہ آپ عافیت سے ہیں اور نیز فقرا کی یاد سے فارغ اور بے مثل مطلوب کے شوق سے خالی نہیں ہیں، حق سبحانہٗ اس شعلۂ شوق کو بھڑکائے اور محبت کی آگ کو باطن میں روشن کرے تاکہ ماسوی اللہ سے کلی طور پر رہائی دلائے اور قرب و معرفتِ بسیط کے مراتب تک پہنچائے۔ آپ نے کتابوں کے مطالعہ اور علوم کے درس میں مشغول ہونے کی بابت لکھا تھا نیک و مبارک (کام) ہے اللھم زد [اے اللہ اور زیادہ فرما] لیکن اس قسم کے نیک اعمال کو وسیلہ سے زیادہ نہ جانیں اور مقصدِ اعلیٰ کو اس کے ماوراء تصور کریں۔ شریعت کے تین جزو ہیں: علم، عمل اور اخلاص، علم و عمل کے ذمہ دار علمائے ظاہر ہیں اور اخلاص کی حقیقت جو کہ تیسرا جزو ہے معرفت سے مربوط اور صوفیائے کرام سے وابستہ ہے جو کہ علمائے باطن ہیں۔ اور یہ جو ہم نے کہا ہے کہ "اخلاص کی حقیقت الخ" یہ اس لئے کہ اخلاص کی صورت عوام کو بھی حاصل ہے، اخلاص کی صورت یہ ہے کہ عمل میں تصنع و تکلف کا محتاج ہو اور نیت کے حاضر کرنے پر موقوف ہو، اس اخلاص کے لئے دوام نہیں ہے، اس (اخلاص) کا حامل کبھی اخلاص کے ساتھ ہے اور کبھی اخلاص کے بغیر مخلِص (بکسرِ لام) ہے، والمخلِصون علےٰ خطرٍ عظیم [اور مخلِص بہت بڑے خطرہ میں ہیں] آپ نے سنا ہوگا۔ اخلاص کی حقیقت یہ ہے کہ (وہ عمل) کسب و تصنع سے خالی ہوتا اور تکلف سے بے نیاز ہو کر دوام حاصل کرلیتا ہے، اس اخلاص کا حامل جو کہ لام کی زبر کے ساتھ مخلَص ہے نیت کے صحیح کرنے کا محتاج نہیں ہے اور اس کی نیت فنا و بقا کے ساتھ درست ہو چکی ہے، اس کا نفسِ امارہ جو کہ صفاتِ ذمیمہ (بری صفات) کا مقام ہے اپنے مولا پر قربان ہو چکا ہے اور اطمینان کے ساتھ جا ملا ہے۔

میرے مخدوم! آپ نے اپنے باطنی تعلق کے بارے میں کچھ نہیں لکھا اور اس کے شکر و شکایت کے بارے میں کوئی حرف تحریر نہیں کیا، اس نعمتِ عظمیٰ کو ہاتھ سے نہ دیں، ذکرِ قلبی پر اسقدر مداومت کریں کہ ذکر دل کی صفت و ملکہ ہو جائے اور یاد کرد کے تکلف سے چھوٹ جائے اور ظاہر کی غفلت اس میں سرایت نہ کرے اور نیند و بیداری اس کے حصول میں یکساں ہو جائے۔ ع

ایں کارِ دولت است کنوں تا کرا دہند [یہ بہت بڑی نعمت ہے دیکھئے اب کس کو دیتے ہیں]۔

ہمت کو بلند رکھیں اور مطلبِ اعلیٰ کے سوا کسی اور چیز کے ساتھ خوش نہ ہوں، ان اللہ یحب معالی الھمم۔ [بیشک اللہ تعالیٰ ہمتوں کے بلند ہونے کو پسند فرماتا ہے] والسلام اولاً و آخراً۔

مولانا محمد حنیف کے نام تفویض و تسلیم کے بارے میں تحریر فرمایا۔

حامداً و مصلیاً علی رسولہ الکریم امابعد، روزمرہ کے امور لائقِ شکر ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے آپ کی سلامتی و ثابت قدمی اور استقامت کے لئے دعا کی گئی ہے، آپ کے گرامی نامے یکے بعد دیگرے پہنچے اللہ تعالیٰ آپ کو مقاصد کی انتہا تک پہنچائے اور صباحت و ملاحت کے کمالات سے کچھ حصہ میسر فرمائے اور صباحت کو ملاحت کی چاشنی کے ساتھ مرکب فرمائے۔ انہ قریب مجیب [بیشک وہ قریب (اور) دعا قبول کرنے والا ہے]۔

آپ نے اس طریقہ کی ترویج اور سنتِ عالیہ کی تجدید اور بدعتِ ناپسندیدہ کو مٹانے کی آرزو کی تھی، اس کو عالم الغیب و حکیم مطلق کی بارگاہ میں تفویض کیا ہوا رکھیں جو کچھ اس کی حکمت و ارادہ کا مقتضا ہے ظہور پذیر ہو جائے گا، قربِ قیامت کا زمانہ ہے اس طرح کے پُر فتن وقت میں ایمان سلامت لیجانا بہت غنیمت ہے۔ حاصل مطلب یہ ہے کہ دعا و توجہ اس امر میں تفویض کے منافی نہیں ہے، منافی تفویض ماسوا کے ساتھ ہونے کی التجا کرنا ہے آزار کا وہم جو آپ نے اس جانب سے خیال کیا ہے محض توہم ہے، یہاں پوری طرح صفائی ہے۔ مُلّا عوض اور الغ بیگ کی تحریر کی نقل جو آپ نے بھیجی تھی اس کے مطالعہ سے لطف اندوز ہوا، صحیح احوال ہیں، اگر استخارہ کے بعد الغ بیگ کو لوگوں کی ایک معینہ تعداد کو طریقہ سکھانے کی اجازت دیدیں تو گنجائش ہے، صحبت کی تاثیر و استقامت اور ترقی ظاہر ہونے کے بعد اس تعداد پر اضافہ کریں، اور صوفی نظر کے احوال بھی بہت عمدہ ہیں اور ایک دوسرے دوست کے خطرات کی نفی اور توجہ کی تاثیر کے متعلق جو آپ نے لکھا تھا اور اس کو تعلیم طریقہ کی اجازت دینے کے بارے میں دریافت کیا تھا واضح ہوا، اگر استخارے رہنمائی کریں اور اس کے احوال و اطوار کی استقامت ظاہر ہو جائے تو استقامت کی شرط کے ساتھ اجازت دیدیں۔ والسلام علیکم وعلیٰ سائر من لدیکم من اھل طریقتکم۔ [آپ پر اور اہل طریقہ میں سے جو لوگ آپ کے پاس ہیں اُن سب پر سلام ہو۔]

نیز مولانا محمد حنیف کے نام سنت کو زندہ کرنے اور فقر و ورع و تقویٰ پر رہنمائی کرنے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

حمد و صلوٰۃ اور تسلیمات بھیجنے کے بعد عرض ہے کہ اس حدود کے فقرا کے احوال و اطوار حمد کے لائق ہیں، ایک مدت ہوگئی ہے کہ آپ کا کوئی خط نہیں پہنچا دل منتظر رہتا ہے، اللہ تعالیٰ ظاہری عافیت اور باطنی جمعیت کے ساتھ رکھے اور تفرقہ ڈالنے والے لشکروں (اسباب) کے تفرقہ سے مامون و محفوظ فرمائے، پیغمبر علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کی سنّت کو زندہ کرنے میں کمر ہمت باندھیں، بدعت کے اندھیروں میں کہ جنھوں نے دنیا کو گھیرا ہوا ہے خاص طور پر ایسے وقت میں سنت کو زندہ کرنا ایک بہت بڑا کام ہے، من احیا سنتی بعد ما امیتت فلہ اجر مائۃ شھید [جس نے میری کسی سنت کو جو مردہ ہو چکی ہے زندہ کیا تو اس کے لئے سو شہیدوں کا اجر ہے] آپ نے سنا ہوگا اور مالداروں کی صحبت کی طرف راغب نہ ہوں اور فقر و نامرادی کو عزیز جانیں اور ورع و تقویٰ (پرہیزگاری) کو جان کے ساتھ طلب کریں اور گناہ کو تھوڑا نہ جانیں اور اس دُور افتادہ کو دعائے خیر سے نہ بھلائیں۔ ع

این کار دولت است کنوں تاکرا دہند [یہ نصیب کی بات ہے دیکھئے اب کس کو عنایت کرتے ہیں]

والسلام علیکم

ملا حامد کے نام شرکِ خفی کے دقائق سے رہائی پانے اور کلمۂ متعارفہ لا یذکر اللہ الا اللہ کی حقیقت و تحقیق کے بیان میں تحریر فرمایا۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا ہے وَتَحْسَبُهُمْ أَيْقَاظًا وَّهُمْ رُقُودٌ وَّنُقَلِّبُهُمْ ذَاتَ الْيَمِينِ وَذَاتَ الشِّمَالِ [اور تو ان کو جاگتا ہوا گمان کرے گا حالانکہ وہ سو رہے ہیں اور ہم ان کو دائیں اور بائیں کروٹ پر پلٹ دیتے ہیں] ممکن کے آئینے میں وجود اور اس کے توابع یعنی اوصافِ کمال کے ظہور نے ممکن کو اس کی ظاہر بینی کی وجہ سے خیر و کمال کے وہم میں ڈال دیا ہے اور اس وہم کی وجہ سے اس نے اپنی ذاتی عدمیت اور پیدائشی نقص و شرارت کو فراموش کر دیا ہے، اور اس بے بود نمود پر بنیادِ دراز رکھی ہے اور

اپنے مالک کے ساتھ کمالات اور اس کے مخصوص اوصاف میں شرکت و ہمسری کے دعوے کا مالیخولیا (جنون) پیدا کر لیا ہے، تیز نگاہ والا شخص ہمیشہ اپنی عدمیت اور ذاتی شرارت کو مشاہدہ کرنے والا ہے اور کمال و جمال کو اصل سے دیکھتا ہے اور عاریت و امانت سے زیادہ تصور نہیں کرتا اور (جملہ) امور میں تدبیر و تصرف کرنے والا حق تعالیٰ کو پاتا ہے، بندگی کی حقیقت کا حاصل ہونا اسی مقام میں ہے اور نفس امارہ کی انانیت (مَیں پن) جو کہ ابلیسی جزء (ناری جزء) سے پیدا ہوتی ہے اس سے رہائی اسی مقام میں ہے، اس راہ کے سالک کے لئے ضروری و لازمی ہے کہ پہلے اپنے بندہ ہونے کو ثابت کرے اور نفس کی بندگی (فرمانبرداری) اور خواہش کی پرستش سے باہر ہو جائے اور آقا ہونے کی شرکت اور ہمسری کا دعوےٰ کرنے کے مالیخولیا سے رہائی حاصل کرے تاکہ اللہ تعالیٰ جل شانہ کے الطاف اور بے انتہا عنایات کا مَوردِ (محلِ ورود) ہو جائے جسقدر وہ (بندگی) زیادہ ہوگی اسی قدر یہ (الطاف و عنایات) زیادہ ہوں گی، جس عارف کو یہ نفی و رہائی حاصل ہو گئی ہے وہ یہ خیال نہ کرے کہ اس نے نفی کے کام کو پورا کر لیا ہے اور رہائی کی حقیقت کو پہنچ گیا ہے، (ابھی) اسقدر گھاٹیاں اور رکاوٹیں درمیان میں ہیں کہ شمار سے باہر ہیں، سالک بیچارہ پہلے قدم سے ہی اپنی عدمیت (فنائیت) کے ساتھ لب کشائی کرتا ہے اور اس رہائی کا ترانہ گاتا ہے اور بشریت کے وجود کی نفی کرتا ہے اور جہانتک وہ جاتا اور عروج حاصل کرتا ہے اس نفی و عدمیت کے مراتب طے کرتا ہے، دیکھیں کون صاحبِ نصیب ہے جو اس معاملہ کے انجام تک پہنچے اور اس رہائی کی حقیقت سے واصل ہو جائے ؎

کیف الوصول الی سعاد ودونھا　　قلل الجبال ودونھن حیوف

[میں سعاد (محبوبہ) تک کس طرح پہنچ سکتا ہوں (کیونکہ) میرے اور اس کے درمیان پہاڑوں کی چوٹیاں اور غار حائل ہیں]

اجتباء و اصطفاء (جذب) کے بغیر اس انتہائی درجہ تک پہنچنا بہت ہی دشوار ہے اہلِ انابت (اہلِ سلوک) کو اس مقصد کا حاصل ہونا دشوار ہے، جس قدر یہ رہائی اور فنائیت حاصل ہو جائے غنیمت ہے اور اسی قدر قُرب کے مدارج اور انبساط کے مراتب حاصل ہیں، اہل اللہ کے قدموں کا ایک دوسرے سے بڑھ کر ہونا اس نسبتِ عالیہ کے تفاوت (کے اعتبار) سے ہے، اس راستہ کا سالک اس رہائی کی حقیقت اور اس نسبتِ عالیہ کو پہنچنے سے پہلے کلمہ نفی و اثبات کے تکرار سے گویا اپنی الوہیت (معبود ہونے) کا اثبات کرتا ہے اور چونکہ وہ نفی کے مراتب ابھی اپنے سامنے رکھتا ہے اور ابھی (انھیں) انجام کو نہیں پہنچایا ہے (اس لئے) اُس کا اثبات بھی راستہ ہی میں (ناقص) ہے اور مختصر یہ کہ (اس کا اثبات) مثبتِ حقیقی (اللہ تعالیٰ) تک پہنچنے کے لائق نہیں ہے اور اس کے کہنے والے میں معلق ہے لا یذکر اللہ

۵۲ الا اللہ [اللہ کا ذکر اللہ ہی کرتا ہے] کی حقیقت (کے حصول) کے بغیر اس گرداب سے رہائی کی کوئی صورت نہیں ہے، اور یہ جو ہم نے کہا ہے کہ "لا یذکر اللہ" (الا اللہ) کی حقیقت کے بغیر" (یہ) اس لئے ہے کہ اس کی صورت تو سالک کو ابتدا میں بھی حاصل ہو جاتی ہے اور جہاں تک جاتا ہے گویا اس کلمہ کے ساتھ جاتا ہے، اگر فنا سے پہلے اس کلمہ کے ساتھ متکلم ہے جیسا کہ تجلی صوری والے اصحاب تو اس کا اللہ کہنا تعین امکانی پر واقع ہے کہ جس کو اُس نے حقیقت کے عنوان سے جانا ہے اور یہ تعین نفی کے قابل ہے اور اگر فنا کے بعد اسماء و صفات و شیونات کے مراتب میں اس کلام کے ساتھ متکلم ہے تو اس کا اللہ کہنا ان مراتب پر واقع ہے اور یہ سالک کے اصول کے مراتب ہیں جو کہ وجوب و امکان کے درمیان برزخ ہیں، دونوں طرف کے اعتبار سے ایک لحاظ سے نفی میں داخل ہیں اور ایک لحاظ سے اثبات میں داخل ہیں، ایک لحاظ سے مقاصد ہیں اور ایک لحاظ سے مقاصد نہیں ہیں، مثبت اور آخری مقصد ان مراتب سے ماوراء ہے اور لا یذکر اللہ الا اللہ کی حقیقت اس آخری درجہ تک پہنچنے سے وابستہ ہے بلکہ ہم کہتے ہیں کہ جب تک عالمِ دنیوی قائم ہے سالک نفی کے مقام میں ہے اور نفی سے چارہ نہیں رکھتا، مرتبۂ اثبات کا کامل طور پر حاصل ہونا عالمِ آخرت میں ہے لیکن جس کی دنیا کو آخرت بنا دیا گیا ہو اس کے لئے اس عالم میں مرتبۂ اثبات سے وافر حصہ حاصل ہونا جائز ہے ؎

اگر ایں لحظہ ممکن کارِ شب نیست زبختِ مقبلاں ایں ہم عجب نیست

[اگرچہ اسوقت رات کا کام ممکن نہیں ہے (لیکن) اقبال مندوں کے نصیب سے یہ بھی عجب نہیں ہے]

تنبیہ: کوئی سادہ لوح نفی کے معاملہ کے انجام سے (یہ) خیال نہ کرے کہ ممکن امکان سے نکل جاتا ہے اور وجوب کے ساتھ جا ملتا ہے اور حقیقت تبدیل ہو جاتی ہے، ایسا ہرگز نہیں ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ خواہش و تعلق کو چھوڑ دیتا ہے اور شرکِ خفی کے دقائق اور نفسانی خداؤں سے رہائی پا لیتا ہے اور نفس رذائل سے پاک صاف ہو جاتا ہے، اور بزرگوں نے کہا ہے کہ جو کچھ تیرا مقصود ہے وہ تیرا معبود ہے پس جب تک ان دقائق میں سے کوئی دقیقہ باقی ہے اپنی الوہیت (خدا ہونے) کے گرداب سے پوری طرح باہر نہیں آتا، اس رہائی کی دشواری ہی کے باعث بزرگوں نے کہا ہے کہ ؎

ہر چند کہ مطمئنہ گردد ہرگز ز صفاتِ خود نہ گردد

[اگرچہ نفس مطمئنہ ہو جائے (پھر بھی) وہ اپنی صفات سے ہرگز نہیں پھرتا]۔

اور یہ واقعہ بھی اسی مقام کی نزاکت سے ہے جو کہ منقول ہے کہ (ایک دفعہ) جب لوگوں نے محمد معشوق طوسی کو زبردستی نماز کے لئے کھڑا کر دیا، جب وہ آیتِ کریمہ اِیَّاکَ نَعْبُدُ [ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں]

پر پہنچے تو اُن کے جسم کے ہر بال کی جڑ سے خون (کا) فوارہ (جاری) ہوگیا، اس کے بعد انھوں نے کہا کہ میرا حکم حائضہ عورت کی مانند ہے یعنی حائضہ عورت ظاہری نجاست سے آلودہ ہے اور اس وجہ سے نماز اس سے ساقط ہے میں بھی باطن کی نجاست سے آلودہ ہوں اور میری عبادت خالص نہیں ہے اور چونکہ انھوں نے اپنے حال ووجدان کے برخلاف اس کلام کے ساتھ تکلم کیا (اس لئے) اس کی ہیبت سے (اُن کے) ہر بال کی جڑ سے خون جاری ہوگیا اور (ان کا) ظاہر بھی نجاست سے آلودہ ہوگیا اور حائضہ عورت کی طرح نماز کا مانع ہوگیا۔ والسلام

مکتوب ۲۷

۵۳

مولانا محمد حنیف کے نام اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کی مقدس بارگاہ میں پوری طرح متوجہ ہوتے اور اس تعالیٰ شانہ کے ماسوا سے رُوگردانی کرنے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

حمد وصلوٰۃ اور تبلیغِ دعوات کے بعد عرض ہے کہ اس حدود کے فقرا کے احوال حمد کے لائق ہیں، اس تعالیٰ شانہٗ سے آپ کی سلامتی واستقامت کی دعا کی گئی ہے، معلوم نہیں کہ آپ کس وضع کے ساتھ زندگی گذار رہے ہیں اور کن لوگوں کے ساتھ نشست وبرخاست رکھتے ہیں اور وقتِ عزیز کس چیز میں صرف ہو رہا ہے ایسا نہ ہو کہ ایامِ جدائی کی درازی نے کوئی تاثیر کی ہو اور کوئی فتور پیدا کیا ہو، اس فقیر کو یہ فکر لاحق ہے ؎

خوابم شد از دیدہ دریں فکرِ جگر سوز کاغوشِ کہ شد منزلِ آسائش خوابت

[اس جگر سوز فکر میں میری آنکھوں سے نیند اُڑ گئی کہ تیری نیند کی منزل وآسائش کس کی آغوش بنی]

(اپنے) والد کے پس ماندگان کو نزدیک کرنے کے ساتھ اپنے آپ کو بلا (آزمائش) میں نہ ڈالیں اور منعم حقیقی جل سلطانہٗ سے دوری تلاش نہ کریں اور بزرگانِ طریقت کی شرم کو ملحوظ رکھیں، الحیاء شعبۃ من الایمان [حیاء (شرم) ایمان کا ایک جزو ہے] آخر کار آپ ہر چیز سے اس سبحانہٗ کی طرف رُخ کریں گے اور سب کو اس تعالیٰ شانہ کے سپرد کریں گے اور بے فائدہ حسرت اپنے ساتھ لیجائیں گے جو چیز آخر کار بے اختیار ہونے والی ہے اس کو آج ہی اپنے ساتھ لازم کیوں نہیں کر لیتے اور سب سے دست کش ہو کر عزّ واستغنا کے دامن کو مضبوطی سے کیوں نہیں پکڑتے، نامرادی کے گوشہ کے برابر کونسا گوشہ ہو سکتا ہے، کسی نے خوب کہا ہے ؎

اگر ہزار غم اہست از جہانیاں بردل ہمیں بس است کہ او غمگسارِ ما باشد
بکنجِ غارے خلوت گزینم از ہمہ خلق گر آں لطیفِ جہاں یارِ غارِ ما باشد

[اگر دنیا والوں (کی طرف) سے ہزاروں غم دل پر ہوں تو یہی کافی ہے کہ وہ (تعالیٰ شانہٗ) ہمارا غمگسار ہے، اگر وہ لطیفِ جہاں ہمارا یارِ غار ہو جائے تو میں کسی غار کے کونے میں تمام مخلوق سے تنہائی اختیار کر لوں۔]

بعض ضروری امور تھے جو اس مکتوب میں درج کرنے تھے، چونکہ وقت تنگ تھا تحریر نہ کر سکا حاصل کلام یہ ہے کہ دعا سے غافل نہ رہیں اور احوال لکھتے رہیں اور خط کا لانے والا ملا افتا جو کہ حضرت مخدومی وملاذی میاں جیو (خواجہ محمد سعید خازن الرحمہ قدس سرہٗ) کے خاص خدمت گاروں میں سے ہے، امورِ خیر میں اس کا خیال رکھنا ضروری ہے۔ والسلام

مکتوب ۲۸

سیادت پناہ محمد امین بخاری کے نام تمکین حاصل ہونے پر دلالت اور کمالِ فنا پر ترغیب کے بیان میں تحریر فرمایا۔

اللہ تعالیٰ فیوض کے دروازے ہمیشہ کھلے رکھے، گرامی نامہ نے مشرف کیا، آپ نے دل جمعی کی کمی اور واردات (کیفیات) کے نہ ہونے کی شکایت کی تھی۔ میرے مکرم! اگرچہ ظاہری دل جمعی میں فتور ہے لیکن امید ہے کہ باطن کا معاملہ ترقی و زیادتی میں ہے، واردات کا بکثرت ہونا اور احوال میں تلوّن (رنگارنگی) مقامِ تلوین کی خبر دینے والا ہے اور ما سوا کا نسیان اور قلب کے خطرات (خیالات) کا دور ہونا جس کا آپ یہاں کی حاضری میں پتہ دیتے تھے مقامِ تمکین سے ہے، اس مقام میں واردات و احوال کی کمی کوئی نقصان نہیں رکھتی کیونکہ یہ مقام مطلوب تک پہنچنے کی کھڑکی ہے، جو امور کہ (سلوک کے) راستہ میں ظاہر ہوتے ہیں وہ اگر اس جگہ میں نہ ہوں تو کچھ فکر نہ کریں جو امر آپ کے سامنے ہے اس میں مصروف رہیں اور عبادات و اذکار و مراقبات کے وظائف میں مشغول رہیں، اور کلمۂ طیبہ لا الٰہ الا اللہ کے ساتھ ارادوں اور مقاصد کی نفی کریں اور اپنی ذات بے وجود اور اُس کے تابع کمالات کی نفی کریں تاکہ عدمیتِ ذاتی (ذات کا فنا ہو جانا) جلوہ گر ہو جائے اور نفسِ امارہ کی انانیت زائل ہونے لگے اور ہمسری کے دعوے اور شرکِ خفی سے رہائی حاصل کرلے ممکن فی نفسہٖ عدم و لاشئے ہے، اُس نے جہلِ مرکب کی وجہ سے اپنے آپ کو خیر و کامل تصور کیا ہے اور اس بے بنیاد (خیال) پر بنیادِ دراز رکھی ہے، کسی نے خوب کہا ہے ؎

وصافی خود برغمِ حاسد تا کے ترویج چنیں متاعِ کاسد تا کے

[تو حاسد کے خلاف مرضی اپنی تعریف کب تک کرتا رہے گا، تو ایسی کھوٹی پونجی کو کب تک رواج دیتا رہے گا۔]

بد نصیبی ہے اگر (اللہ تعالیٰ کی) رحمت دستگیری نہ فرمائے اور اس بیچارہ کو ہلاکت کے گرداب سے باہر نہ نکالے، والسلام اولاً و آخراً۔

شیخ عرب بخاری کے نام گوشہ نشینی اور اغیار سے کنارہ کشی کرنے پر رہنمائی کرنے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

جناب برادرِ عزیزم شیخ عرب اس خستہ دل درویش کا سلامِ عافیت انجام پڑھیں۔ جملہ احوال حمد کے لائق ہیں، اللہ تعالیٰ سے آپ کی ظاہری و باطنی استقامت کی دعا کی گئی ہے۔ میرے مخدوم! آپ کا رہنا اور آنا آپ کی مرضی پر موقوف ہے، استخارہ کے بعد دل کا رجحان جس طرف بے تکلف ہو اس کے مطابق عمل کریں، گوشہ نشینی کی طرف بہت زیادہ راغب رہیں اور حتی الامکان مخلوق سے الگ تھلگ رہیں مگر جو طالبِ حق اللہ تعالیٰ جل وعلا کے لئے آئے اس کے ساتھ صحبت رکھیں اور طالبین کے آنے سے ڈرتے اور کانپتے رہیں، ایسا نہ ہو کہ حُبِّ جاہ و ریاست پیدا ہو جائے اور خفیہ طمع جگہ پا لے اور مقصدِ عظیم میں خلل ڈال دے اور اس راہ سے بہت ڈرتے رہیں اور دعا و استغفار کرتے رہیں، اس کے باوجود اُن کے احوال میں مشغول رہیں اور ان کے ساتھ ہمنشینی رکھیں کیونکہ نیک کام کو بُرے خطرے کے ڈر سے ترک نہیں کر سکتے، اعمل واستغفر [عمل کر اور استغفار (بھی) کر]۔

مکتوب ۳۰

۵۵

مولانا محمد حنیف کے نام وقت کی محافظت پر ترغیب دینے کے بیان میں تحریر فرمایا۔

حمد و صلوٰۃ اور تبلیغِ دعوات کے بعد عرض ہے کہ اس حدود کے فقرا کے احوال و اطوار حمد کے لائق ہیں، اللہ سبحانہ سے آپ کی عافیت اور شریعتِ مقدسہ و سنّتِ عالیہ مصطفویہ علیٰ مصدرہا الصلوٰۃ والسلام والتحیہ پر استقامت کی دعا کی گئی ہے، امید ہے کہ وقت کی نگہداشت کرتے رہیں گے اور وقت و حال سے گذر جائیں گے اور احوال کے بدلنے والے (اللہ تعالیٰ) کی طرف دوڑیں گے اور مطلوبِ بے مثال سے ملنے کے لئے مستعد رہیں گے اور جو چیز کہ فنا ہو جانے اور قائم نہ رہنے والی ہے خواہ وہ ظاہری ساز و سامان سے ہو یا باطنی معاملات سے ہو اُس سے یہ کہتے ہوئے رُوگرداں رہیں گے:
إِنِّي وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ حَنِيفًا وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ ۝ [بیشک

۵/۲/۸۰

میں نے سب سے یکسو ہو کر اپنا مُنہ اس ذات کی طرف کیا جس نے آسمانوں اور زمین کو بنایا اور میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں) والسلام علیکم وعلیٰ من لدیکم من اخوان الدین [تم پر اور اُن دینی بھائیوں پر سلام ہو جو تمہارے پاس ہوں]

میرزا محمد شاہ کے نام بلند ہمتی پر رہنمائی کرنے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ، اللہ تعالیٰ اپنے ماسوا کی غلامی سے آزاد فرمائے، میرے مخدوم! حق جلّ وعلا کے ماسوا کی گرفتاری شدید ترین قلبی امراض میں سے ہے اس کے ازالہ کی فکر بھی نہایت اہم کاموں میں سے ہے، ع

درخانہ اگر کس است یک حرف بس است [اگر گھر میں کوئی ہے تو ایک حرف (ہی) کافی ہے]

اُس برادرِ بزرگ (آپ) کے مکتوبِ مرغوب نے موصول ہو کر خوش وقت کیا، حق جلّ وعلا کی یاد میں مشغول رہیں اور فنائیت کی صفت کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ دائمی حضور سے رہیں کہ اس مقام میں حضور خود بخود ہے، آپ نے لکھا تھا "تاکہ اَذْکُرْکُمْ [میں تم کو یاد کروں گا] کا نتیجہ جو کہ اسم المتکلم کے ساتھ حق سبحانہٗ کی تجلی سے عبارت ہے شاید اُس پر مرتب ہو جائے" میرے مخدوم! ہمت کو بلند رکھیں اور اسم وصفت سے ذات تعالیٰ کے سوا اور کچھ نہ چاہیں اور بلندی سے پستی کی طرف مائل نہ ہوں اور اَذْکُرْکُمْ [میں تم کو یاد کرونگا] کو عموم (حکمِ عام) کے باوجود ایک اسم کی تجلی کے ساتھ خاص نہ کریں ان اللہ یحب معالی الھمم [بیشک اللہ تعالیٰ ہمتوں کے بلند ہونے کو پسند فرماتا ہے] والسلام اولاً و آخراً۔

م ۵۶

خواجہ احمد بخاری کے نام ان کے واقعات کے جواب میں تحریر فرمایا۔

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ، اللہ تعالیٰ آپ کو النون والصاد (حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے طفیل اپنے ماسوا کی غلامی سے آزاد فرمائے، آپ کے گرامی نامہ نے مسرور و خوش وقت کیا آپ نے جو روشن (واضح) واقعہ دیکھا تھا اور اس واقعہ میں بشارت پائی تھی کہ ہم آپ کو اولیاء اللہ کے مراتبِ کبریٰ سے گذار کر انبیائے کرام کے مراتبِ علیا تک لے آئے۔ پھر دوسرے واقعہ میں آپ نے

حضرتِ عالی (مجدد الفِ ثانی) قدسنا اللہ سبحانہٗ بسرہ العزیز کو دیکھا ہے اور سابقہ واقعہ کو اُن عالی جناب کی خدمت میں عرض کیا ہے بہت خوب اور اعلیٰ ہے اس کے مطالعے نے بہت زیادہ لطف اندوز کیا۔ ؎

می تواند کہ دہد اشکِ مرا حُسنِ قبول
آنکہ در ساختہ است قطرۂ بارانی را

[جس (اللہ) نے بارش کے قطرہ کو موتی بنا دیا ہے وہ میرے آنسوؤں کو بھی قبولیت کا شرف بخش سکتا ہے]۔

لیکن جان لیں کہ اس قسم کے واقعات مبشرات ہیں، امیدوار رہیں کہ (اللہ تعالیٰ) اس معنی کو قوت سے فعل میں لے آئے اور گوش سے آغوش میں پہنچا دے اور دوسرا واقعہ جو آپ نے دیکھا ہے کہ "گویا آپ کسی دیو (شیطان) سے جنگ کر رہے ہیں آخر آپ اس پر غالب آ گئے ہیں" یہ بھی عمدہ ہے، اللہ تعالیٰ دشمنِ لعین پر غالب کرے اور اسلامِ حقیقی تک پہنچائے۔ آپ نے لکھا تھا کہ "میں نے ذکر نفی اثبات کو ایک سو ایک تک پہنچایا ہے اگر حکم ہو تو اس پر اضافہ کروں" میرے مخدوم! آپ نے بہت محنت کی ہے حق تعالیٰ اس پر اثر مرتب فرمائے، اگر آپ تکلف کے بغیر اضافہ کر سکتے ہیں تو اضافہ کریں بعض دوست اس سے زیادہ کہتے ہیں۔ آپ نے لکھا تھا "ایک شخص کہتا ہے کہ تیری کشادگی دل کی ولایت سے ہے دل کی جانب مصروف ہو جا" آپ جان لیں کہ انسان کا دل حقیقتِ جامع ہے اور عالمِ خلق و عالمِ امر کے لطائف کے درمیان برزخ ہے اور عالمِ خلق و عالمِ امر کے کمالات کا جامع ہے جو فیوض کہ مبدأ فیاض سے وارد ہوتے ہیں پہلے دل میں آتے ہیں اور اس کے واسطے سے عالمِ خلق (کے لطائف) میں پہنچتے ہیں اور زبان ان کی ترجمانی کرتی ہے اس کے باوجود عالمِ امر کے پانچوں لطائف میں سے ہر ایک کے لئے مخصوص کمالات اور الگ معاملات ہیں اور ہر ایک کی ولایت دوسرے سے ممتاز ہے، بظاہر آپ کو حقیقتِ جامعۂ قلبیہ کے ساتھ بہت زیادہ مناسبت ہوگی، مقصد حق تعالیٰ تک وصول ہے خواہ کسی راستے سے بھی ہو، ملاقات کے وقت تک عبادات کے وظائف اور مراقبات کے اذکار میں مشغول رہیں اور دور افتادہ دوستوں کو دعائے خیر سے یاد کریں۔ والسلام

مکتوب ۳۳

م۵۷
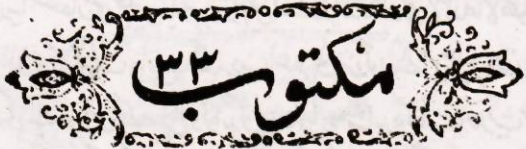
سیدہ بی بی کے نام وظائفِ طاعات پر ترغیب اور بعض ماثورہ دعاؤں کے بیان میں تحریر فرمایا۔

عصمت پناہ عفت دستگاہ ہمشیرۂ دینی سیدہ بی بی اس جانب سے سلامِ عافیت انجام پڑھیں، اس ہمشیرہ کو معلوم ہو کہ دنیا عیش و آسائش کی جگہ نہیں ہے کھیتی اور کام کرنے کی جگہ اور طاعت و عبادت کا مقام ہے، عیش و آسائش آخرت کے لئے تیار کی گئی ہے اس جگہ کی محنت کا نتیجہ وہاں کی

راحت ہے، پس چاہئے کہ طاعات وعبادات کے وظائف میں خوب مشغول رہیں اور اوقات کو ذکر و فکر سے آباد رکھیں، ذکرِ قلبی پر اسقدر مداومت کریں کہ دل کو ماسوائے حق سبحانہٗ سے کامل قطعِ تعلق پیدا ہو جائے اور ذکر و حضورِ دل کی صفت لازمہ بن جائے کہ ہرگز اس سے جدا نہ ہو، کلمۂ لا الٰہ الا اللہ کو دل کی حضوری کے ساتھ زبان سے بکثرت کہیں تسبیح کے ساتھ ہو یا تسبیح کے بغیر، اگر تسبیح و شمار کے ساتھ کہیں تو ایک ہزار سے پانچ ہزار تک جسقدر کہہ سکیں کہیں اور اگر زیادہ کریں تو بہتر ہے اور نمازِ تہجد و اشراق و قبلِ زوال و نمازِ اوابین و (نماز) قیام اللیل ادا کرتے رہیں اور ہر فرض کے بعد اور نیز سونے وقت آیۃ الکرسی پڑھیں اور نیز تینتیس [۳۳] بار سبحان اللہ اور تینتیس [۳۳] بار الحمد للہ اور چونتیس [۳۴] بار اللہ اکبر پڑھیں اور تین بار اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ الَّذِیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَیْہِ پڑھیں اور سورۂ اخلاص و معوذتین (سورۃ الفلق و سورۃ الناس) بھی پڑھیں اور ہر صبح وشام سو سو دفعہ سبحان اللہ وبحمدہٖ پڑھیں اور نیز (ہر صبح وشام) سو سو بار سبحان اللہ اور سو سو بار الحمد للہ اور سو سو بار لا الٰہ الا اللہ اور سو سو بار اللہ اکبر پڑھیں اور نیز (ہر صبح وشام) دس دس بار درود شریف اور دس دس بار لاحول ولا قوۃ الا باللہ اور سوتے وقت بھی دس بار لاحول ولا قوۃ الا باللہ کہیں اور غروبِ آفتاب کے وقت ستر بار سبحان اللہ کہیں اور نیز ہر صبح کو اللھم ما اصبح بی من نعمۃ او باحد من خلقك فمنك وحدك لاشریك لك فلك الحمد ولك الشکر کہیں اور شام کے وقت (مذکورہ دعا میں) ما اصبح کی بجائے ما امسیٰ کہیں اور ہر روز یہ کلمات ایک بار پڑھیں سبحان القائم الدائم سبحان الحی القیوم سبحان الحی الذی لا یموت سبحان اللہ العظیم وبحمدہٖ سبوح قدوس رب الملائکۃ والروح سبحان العلی الاعلیٰ سبحانہٗ وتعالیٰ، اور نیز ہر روز سو بار لا الٰہ الا اللہ الملك الحق المبین کہیں اور نیز پچیس [۲۵] یا ستائیس [۲۷] بار اللھم اغفر للمؤمنین والمؤمنات کہیں اور یہ استغفار بھی پچیس [۲۵] بار ہر روز کہیں استغفر اللہ الذی لا الٰہ الا ھو الرحمٰن الرحیم الحی القیوم الذی لا یموت واتوب الیہ رب اغفر لی، بزرگوں نے اس جلیل القدر استغفار کی روز و شب مداومت کی ہے اور اس کے منافع و فوائد کو بہت زیادہ مشاہدہ کیا ہے، حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو شخص اس استغفار کو ایک دن میں پچیس بار کہے گا وہ اپنے گھر میں اور اپنے آپ سے اور اپنے شہر سے کوئی ناپسندیدہ بات نہیں دیکھے گا اور حاجات برآری و حلِ مشکلات کے لئے کلمۂ لاحول ولا قوۃ الا باللہ پانسو بار کہیں اور اس کے اول و آخر درود شریف پڑھیں جو سو بار سے کم نہ ہو۔

۵۸

سیادت پناہ جامعِ جلدِ ثالث حاجی محمد عاشور بخاری کے نام بعض اسرارِ غامضہ کے بیان میں تحریر فرمایا۔

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ، سرورِ کائنات فخرِ موجودات علیہا افضل الصلوات و اکمل التحیات اور (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی) صحبت کی برکت سے صحابۂ کرامؓ کمال درجہ کے زہد و تبتل (مخلوق سے قطع تعلق کرکے اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونا) توکل، انقطاع، ترک، صبر، قناعت اور ان کے مانند دیگر اوصافِ کمال سے موصوف ہوئے ہیں اور ان کی صورت و حقیقت (ظاہر و باطن) و قلب و قالب میں یہ نسبت اور یہ کمال پورے طور پر سرایت کئے ہوئے تھا، تمام اُمتیں خواہ کتنی ہی کوشش و سعی کریں اس بلند درجہ تک نہیں پہنچ سکتیں اور ان عظیم امور میں صحابۂ کرامؓ کی برابری نہیں پاسکتیں، حاصل کلام مشائخِ کاملین کے اعلیٰ طبقہ کا قلب و قالب ظاہری اتباع کے ذریعہ سے اس نسبتِ عالیہ پر ہے اور انھوں نے کامل جد و جہد سے اکابر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ساتھ ظاہری مشارکت بہم پہنچائی ہے، اور ہمارے حضرت عالی قدسنا اللہ سبحانہ بسرہ الاقدس کے لئے یہ کمال صورت و حقیقت و قلب و قالب کے ساتھ ثابت ہے اور ان کے قلب کو طبقۂ اعلیٰ و خیر القرون کے قلب کے ساتھ ظاہری و باطنی مشارکت کمال متابعت کی وجہ سے بلکہ محض فضل و عنایت سے حاصل ہے اور حضرتِ عالیؒ کے بعض اصحاب بھی اس نسبتِ عالیہ کے امیدوار ہیں اور اُن کے قلب و قالب کی صورت و حقیقت کو اس کمال کی بشارت دی گئی ہے۔ ع

باکریماں کارہا دشوار نیست (کریموں کے لئے کوئی کام دشوار نہیں ہے)

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ [یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے عنایت فرماتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے]۔ ۶۲/۴

مکتوب ۳۵

۵۹

مولانا محمد صدیق پشاوری کے نام بعض امور کے بارے میں جو کامل فنا پر مرتب (ہوتے) ہیں اور اس بارے میں تحریر فرمایا کہ عارف پر ایک ایسا وقت آتا ہے کہ وہ ازل و ابد کو ایک آنِ واحد پاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کمال کے اعلیٰ مرتبہ پر ترقی عطا فرمائے۔ آپ نے لکھا تھا کہ "میں دیگر (عصر) کی نماز سے کچھ پہلے

بیٹھا تھا کہ اس شخص کو اس شخص سے لے گئے (یعنی مجھے خود سے وارفتہ کر دیا) وہ اُس وقت میں نہ اپنے آپ کو جوہر پاتا تھا نہ عرض، نہ جسم پاتا تھا نہ جسمانی اور نہ محدود پاتا تھا نہ غیر محدود، نہ اپنے آپ کو عالم میں داخل پاتا تھا نہ (اس سے) خارج، کان آنکھ بن گئے تھے اور آنکھ کان، بلکہ تمام اعضا آنکھ بن گئے تھے ہستی کا مطلق کوئی اثر معلوم نہیں ہوتا تھا اور وجود و لوازم وجود سے کوئی چیز ظاہر نہیں ہوتی تھی اور عالم کو اپنا ظل دیکھتا تھا۔" میرے مخدوم! اس قسم کے معاملات بقائے کامل کی خبر دینے والے ہیں جو کہ فنائے کامل پر مرتب ہوتی ہے اور بقائے ذات سے تعبیر کی جاتی ہے اور چونکہ وہ مرتبۂ مقدسہ امکان کے اوصاف سے منزہ و پاک ہے (اس لئے) عارف بھی اس مقام میں اپنے آپ کو امکان کے اوصاف مثلاً جوہریت و عرضیت و جسم و جسمانیت سے بری پاتا ہے اور ذات تعالیٰ کی مانند اپنے آپ کو نہ عالم میں داخل دیکھتا ہے اور نہ عالم سے خارج، اور ذات تعالیٰ کا مرتبہ اگرچہ صفات کے مراتب سے ماوراء ہے لیکن صفات کے اصول کہ جن کو شیونِ ذاتیہ کہتے ہیں اس بارگاہ میں موجود ہیں اور چونکہ اس مرتبۂ عالیہ میں تمیز مفقود ہے (اس لئے) یہ شیون ذاتِ اقدس سے متمیز نہیں ہیں اور عین ذات ہیں اور اسی طرح ایک دوسرے سے بھی تمیز نہیں رکھتے اور ایک دوسرے کے عین ہیں اور نیز مرتبۂ ذات تعالیٰ میں تبعض و تجزی (ٹکڑے اور اجزا ہونا) نہیں ہے اس لئے ذات عزّ برہانہٗ خود کامل طور پر ان شیونات میں سے ہر ایک کے رنگ میں ظاہر ہوتی ہے۔ بزرگوں نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات بتمامہٖ علم بتمامہٖ قدرت (اور) بتمامہٖ [illegible] ہے، جو عارف متخلق (جو اس صفت کے ساتھ متصف ہو جاتا ہے) بھی اس مقام میں اپنے آپ کو [illegible] میں سے ہر ایک کا عین دیکھتا ہے مثلاً اپنے آپ کو بتمامہٖ علم اور بتمامہٖ ارادہ پاتا ہے، تمام صفات کو اسی پر قیاس کر لیجئے اور صفات میں تمیز کرنا بھی مفقود پاتا ہے مثلاً علم کو عین سمع دیکھتا ہے اور سمع کو عین بصر پاتا ہے اور نیز اس مقام میں عارف عالم کو اپنا ظہور اور تفصیل پاتا ہے اور خود کو اس کا کل اور اجمال سمجھتا ہے۔

آپ نے لکھا تھا کہ "ابتدا و انتہا اور ازل و ابد کے درمیان تناقض و منافات (تضاد) مطلقاً مفہوم نہیں ہوتا۔" میرے مخدوم! مطلوبِ حقیقی چونکہ زمان و مکان کی قید سے بالاتر ہے اگر اس کا طالب صادق بحکم تخلق (اس کی صفات کے ساتھ متصف ہونے کے اعتبار سے) اپنے آپ کو زمان کی قید سے خارج پائے اور ماضی و مستقبل اس کی نگاہ میں یکساں دکھائی دے تو کیا تعجب ہے، ہمارے حضرت عالی قدس اللہ سبحانہٗ بسرہٖ نے لکھا ہے کہ ممکن جب اللہ تعالیٰ جل سلطانہٗ کے قرب کے مقامات میں زمان کے دائرہ سے باہر پاؤں رکھتا ہے تو ازل و ابد کو متحد پاتا ہے الیٰ آخرہٖ۔

مکتوب ٣٦

ملا عبدالرزاق کے نام اُن کے سوالوں کے جواب میں تحریر فرمایا۔

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ، صلاح آثار برادرم ملا عبدالرزاق نے چند سوالات کئے تھے وقت کی گنجایش کے مطابق ان کے جواب میں کچھ لکھا جاتا ہے وباللہ العصمۃ والتوفیق۔ [اور اللہ تعالیٰ ہی غلطی سے بچانے والا اور (حق کی) توفیق دینے والا ہے]۔

پہلے اور چھٹے سوال کا حاصل یہ ہے کہ "بعض اوراد اور قرآن مجید کی سورتیں کہ اس طریقۂ عالیہ میں داخل ہونے سے پہلے جن کے پڑھنے کا معمول تھا اب اُن اوراد کو عمل میں لائے یا نہ لائے، اور نمازِ تہجد و نمازِ ضحیٰ (اشراق و چاشت) وغیرہ پڑھے یا نہ پڑھے اور قبض کے اوقات میں کتبِ فقہ و کلام کے مطالعہ اور قرآن مجید کی بعض سورتوں کے حفظ میں مشغول ہو یا نہ ہو"۔ جواب: اس طریقہ کے بزرگ، مبتدی طالب کو اجازت نہیں دیتے کہ وہ ماخوذ ذکر کے علاوہ غیر از فرض وسنتِ مؤکدہ کسی اور امر میں مشغول ہو، اور یہ فقیر مبتدیوں کے لئے قدرے توسع (گنجائش) کر دیتا ہے، اور آپ کو چونکہ ابتدائی معاملہ سے کئی منزل ترقی کر چکے ہیں بطریقِ اولیٰ اجازت ہے کہ بعض مسنون اوراد پڑھتے رہیں اور نمازِ تہجد و ضحیٰ (اشراق و چاشت) و اوابین وغیرہ سننِ زوائد میں سے بھی ادا کیا کریں، (نماز) تہجد و قیامِ لیل (کے متعلق) کہہ سکتے ہیں کہ صوفیۂ عالیہ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم کے طریقہ کی ضروریات میں سے ہے اور تعلیم و تعلم (پڑھنا اور پڑھانا) ہمارے طریقہ کے خلاف نہیں ہے بلکہ نیت صالحہ کے ساتھ باطنی نسبت کا مددگار ہے، دینی کتابوں کے مطالعہ میں مشغول رہیں اور اُن کے سیکھنے اور سکھانے میں راغب رہیں، اس عظیم کام کے لئے ایک وقت مقرر کر لیں اور باقی اوقات کو ذکر و فکر کے ساتھ آباد رکھیں اور اگر قرآن پاک کی بعض سورتیں یاد کر لیں تو گنجایش ہے۔

دوسرا سوال یہ ہے کہ "عوام میں مقرر ہے کہ فرائض و سنن کے ماسوا (کسی عمل میں) کسی بزرگ کی اجازت کے بغیر ہاتھ نہیں ڈالنا چاہئے، حقیقت میں اسی طرح ہے یا نہیں؟"۔ جواب: جو نیک اعمال آنسرور علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام سے منقول ہیں اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا معمول رہے ہیں اور وہ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) سے خصوصیت نہیں رکھتے اُن کو آخرت کے ثواب کی نیت سے بجا لانے میں اجازت کی ضرورت نہیں ہے، پیغمبر علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کا عمل ہی اجازت ہے

ص ۱۱

اور اُمت کے لئے سند ہے، ہاں بعض اعمال و اذکار و ادعیہ و رقیات (منتر و تعویذات) حاجات برآری اور حلِ مشکلات کے لئے ہیں کہ اُن کی تاثیر استاد و مرشد کی اجازت پر موقوف ہے۔

تیسرا سوال: "سرورِ کائنات علیہ وعلیٰ آلہ افضل الصلوات واکمل التحیات کی صحبت آپ کے رحلت فرما جانے کے بعد بیداری کی حالت میں واقع ہے یا نہیں؟ اور واقع ہونے کی صورت میں مقبرۂ مقدسہ (روضۂ اطہر) کا جسدِ مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم سے خالی ہونا لازم آتا ہے اور یہ محال ہے"۔ جواب: اول یہ کہ خالی ہونا غیر مسلّم ہے اس لئے کہ مشائخ اُمت ایک آن میں متعدد جگہوں میں حاضر (موجود) ہوئے ہیں جیسا کہ خواجۂ بزرگ (حضرت نقشبند بخاری قدس سرہٗ) کے بارے میں منقول ہے کہ وہ افطار کے وقت سات جگہ حاضر ہوئے اور ہر جگہ افطار کیا اور (حضرت) شاہ کمال (قدس سرہ) کے متعلق بھی نقل کرتے ہیں کہ نماز کے وقت جس جگہ بیٹھے تھے وہیں بیٹھے رہے یہانتک کہ نماز کا وقت گذر گیا، لوگوں نے خیال کیا کہ انھوں نے نماز نہیں پڑھی (لیکن) اسی وقت دوسری جگہ لوگوں نے دیکھا کہ انھوں نے نماز پڑھی۔ دوسرے یہ کہ مذکورہ امر کا محال ہونا غیر مسلّم ہے کیونکہ جسدِ مبارک (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے خالی ہونے کی صورت میں روضۂ منورہ میں روحی حضور پایا جاتا ہے اور اس مقام کی تحقیق یہ ہے کہ جسم سے خالی ہونا حس کا اوپر ذکر ہوا اسوقت لازم آتا ہے جبکہ جسدِ مبارک کا وہاں سے منتقل ہونا واقع ہو، جو چیز کہ واقع ہوتی ہے وہ روحانی ملاقات ہے اگرچہ جسم کی صورت میں ظاہر ہو اور روح جسد اختیار کرلے، واللہ سبحانہٗ اعلم بحقیقۃ الحال (حقیقتِ حال کو اللہ سبحانہٗ ہی بہتر جانتا ہے)۔

چوتھا سوال: "انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات قبور کے اندر حیات رکھتے ہیں یا نہیں؟ اور اگر رکھتے ہیں تو کیا ایسی حیات رکھتے ہیں جیسی کہ دنیا میں رکھتے تھے یا کسی اور طرح کی ہے"؟۔ جواب: حیات رکھتے ہیں، الا ان اولیاء اللہ لا یموتون ولکن ینتقلون من دار الی دار [آگاہ رہو کہ اولیاء اللہ مرتے نہیں لیکن ایک گھر سے دوسرے گھر میں منتقل ہوتے ہیں] لیکن (وہ حیات) دنیوی حیات کی طرح نہیں ہوتی کیونکہ وہ دنیا سے انتقال کرکے آخرت سے جا ملے ہیں اور قرب کے درجات میں لطف اندوز و خوش ہیں الانبیاء یصلون فی قبورھم [انبیاء اپنی قبروں میں نماز پڑھتے ہیں] آپ نے سنا ہوگا اور (روایات میں) جہاں کہیں ان بزرگوں پر موت کا لفظ استعمال ہوا ہے اُن کے اس دارِ فانی سے انتقال فرمانے کے اعتبار سے ہے اور شہداء اس بارے میں سبقت رکھتے ہیں اور ان کی حیات (کا ثبوت) زیادہ قوی ہے[1]، انبیاء علیہم الصلوات

---

[1] اس سوال کی کیفیات واحوال کی مزید توضیح وتشریح کے لئے مکتوبات معصومیہ کا دفتر سوم مکتوب ۵ ملاحظہ ہو، اور اس کے جواب کیلئے دفتر سوم مکتوب ۲۴ ملاحظہ فرمائیں اُس میں درج ہے کہ "یہ جزئی فضیلت کی طرف راجع ہے اس میں کوئی اشکال نہیں ہے..... اور کلی فضیلت انبیاء علیہم السلام اور علماء کیلئے ہے"۔ نیز دفتر سوم کا مکتوب ۱۲۲ بھی ملاحظہ فرمائیں۔ (مترجم)

ص ۶۲

والبرکات پر (لفظ) اموات کا اطلاق (استعمال) وارد ہوا ہے اور اللہ کے راستہ میں شہید ہونے والوں پر (اس لفظ کا استعمال) وارد نہیں ہوا ہے وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْيَاءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ﴿ اور جو لوگ اللہ کے راستے میں قتل (شہید) کئے جاتے ہیں اُن کو مُردہ مت کہو بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تم اس (زندگی) کا شعور نہیں رکھتے۔)

پ ۲ / ۱۵۴

پانچواں سوال:۔ اگر ختم کا ثواب کسی شخص کی روح کو بخشنا چاہیں تو پہلے سرورِ کائنات علیہ افضل الصلوات والتحیات کی روحِ مطہر کو پیش کرنا چاہئے اس کے بعد میت کی روح کو بخشیں اور اگر اس طرح نہ کریں تو جس شخص کی نیت سے پڑھا ہے اس کو ثواب نہیں پہنچتا اور نیز چاہئے کہ تمام اہلِ ایمان کی ارواح کو نہ بخشیں ورنہ جس کی نیت سے پڑھا ہے اس کے ثواب کو تقسیم کریں گے۔ کیا فی الواقع اسی طرح ہے یا نہیں؟ اور اگر فی الواقع اسی طرح ہے تو حضرات خواجگان کے ختم میں اس طرح کیوں نہیں کرتے؟۔ جواب:۔ صدقہ کے ثواب کو اول پیغمبرِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی روح مبارک کو پیش کرنا اور میت کو آنسرور (صلی اللہ علیہ وسلم) کا طفیلی بنانا مستحسن امور میں سے ہے اور قبولیت کی امید بہت زیادہ ہو جاتی ہے اور قبولیت کے زیادہ قریب ہو جاتا ہے، ایسا کرنا صدقہ کے ارکان و واجبات میں سے نہیں ہے کہ اس کے بغیر صدقہ ہرگز قبول ہی نہ ہو، اور اگر آپ اس بارے میں کوئی قابلِ اعتماد نقل رکھتے ہیں تو اس کو ظاہر کرنا چاہئے اور عمل (نیکی) کا ثواب تمام مؤمنین و مؤمنات کی ارواح کو پیش کرنا بھی مستحسن ہے کہ ہر ایک کو پورا ثواب پہنچتا ہے اور جس کی نیت سے پڑھا ہے اس کے ثواب سے کچھ کم نہیں ہوتا۔ اور یہ جو آپ نے لکھا ہے "ورنہ جس کی نیت سے پڑھا ہے اس کے ثواب کو تقسیم کرتے ہیں" اس بارے میں کوئی نقل (روایت) ظاہر نہیں ہے، اور یہ جو آپ نے لکھا ہے کہ "خزانۃ الروایۃ میں اسی طرح ہے" میرے مخدوم! خزانۃ الروایۃ کو جب دیکھا گیا تو مقدمہ ثانیہ نظر نہیں آیا، تعجب ہے کہ آپ نے کہاں سے لکھا ہے، اور حضرات خواجگان کے ختم میں اگر پہلے آنسرور علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کا اسم مبارک لیں تو نیک و مستحسن معلوم ہوتا ہے لیکن بزرگوں سے اسی طرح سُنا گیا ہے اور اسی طرح کیا جاتا ہے۔ اور پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو اس ختم میں شریک نہ کرنے کی ایک اور عمدہ وجہ ہے اور وہ وجہ ہمارے حضرتِ عالی (قدس سرہ) کے مکتوباتِ شریفہ کی تیسری جلد کے ستائیسویں مکتوب سے واضح و ظاہر ہے اگر آپ اس مکتوب کا مطالعہ کریں تو اکثر شبہات کا حل ہو جائے اور یہ ختم (ختم خواجگان) حاجات کے بر آنے اور مشکلات کے حل ہونے اور آفات کے دور ہونے کے لئے اس طریقہ والوں میں معمول و منقول ہے۔

ساتواں سوال:۔ جسمانی معراج پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہٖ وسلم کے علاوہ کسی دوسرے کے لئے واقع ہے یا نہیں؟ اور روحی عروج (معراجِ روحانی) مراقبہ میں (ہوتی) ہے یا کھلی آنکھ کے ساتھ؟

۶۳ جواب: جسمانی معراج کسی دوسرے کے لئے نہیں ہے اور روحی عروج بیداری اور کھلی آنکھ سے واقع ہے اور جو کچھ خواب میں (واقع ہوتا) ہے وہ دائرۂ اعتبار سے خارج ہے ؎

ہم از

چو غلامِ آفتابم ہمہ ز آفتاب گویم نہ شبم نہ شب پرستم کہ حدیثِ خواب گویم

[چونکہ میں آفتاب کا غلام ہوں (اس لئے) آفتاب ہی کی کہتا ہوں نہ میں شب ہوں (اور) نہ شب پرست ہوں کہ خواب کی بات کہوں]

آٹھواں سوال:۔ یہ جو شرح دیوان اور کتبِ تواریخ میں مذکور ہے کہ جب حضرت امیر (علی المرتضیٰ) کرم اللہ وجہہ نے بعض لوگوں کی عداوت کو دیکھ لیا تو پانچوں نمازوں کے بعد پانچ اشخاص پر کہ (حضرت) معاویہ (رضی اللہ عنہ) وغیرہ ہیں لعنت کرتے تھے اور وہ لوگ بھی اس خبر کے سننے کے بعد پانچ شخصوں پر کہ حضرت امیر (علی المرتضیٰ) وحضرات حسنین وعبداللہ بن عباس ومالک اشتر رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہیں پانچوں نمازوں کے بعد لعنت کرنے لگے یہاں تک کہ خلفائے بنی امیہ میں یہ مذموم فعل ہمیشہ (جاری) رہا اور وہ لوگ خطبہ میں اہلِ بیت پر لعنت کرتے تھے یہاں تک کہ عمر بن عبدالعزیز (رضی اللہ عنہ) نے اس کو دور کیا اور آیۂ کریمہ اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ الآیۃ [بیشک اللہ تعالیٰ عدل و احسان کا حکم دیتا ہے] ۱۶/۹ کو اس کی جگہ مقرر فرمایا۔ آیا یہ ناپسندیدہ واقعہ حقیقت میں ہوا تھا یا نہیں؟ جواب: حضرت امیر کرم اللہ وجہہ جو کہ سراپا رحمت تھے ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا کہ کسی ادنیٰ مسلمان کو لعنت کریں، چہ جائیکہ (حضرت) معاویہ (رضی اللہ عنہ) کو لعنت کریں جو کہ پیغمبر (صلی اللہ علیہ وعلی آلہٖ وسلم) کے اصحاب میں سے تھے پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہٖ وسلم نے ان کے حق میں دعائے خیر فرمائی ہے اور حضرتِ امیر (رضی اللہ عنہ) نے اُن کی اور ان کی جماعت کی شان میں فرمایا ہے: اخواننا بغوا علینا لیسوا کفرۃ ولا فسقۃ لما لھم من التاویل [وہ ہمارے بھائی ہیں انھوں نے ہمارے خلاف بغاوت کی، وہ نہ کافر ہیں نہ فاسق کیونکہ ان کے لئے کچھ تاویل ہے] جب وہ (حضرت علی رضی اللہ عنہ) اس جماعت سے کفر و فسق کی نفی فرماتے ہیں تو وہ کسی مسلمان کو لعنت کیوں کرتے۔ دینِ اسلام میں کسی شخص حتیٰ کہ کافر فرنگ کو بھی لعنت کرنا عبادت کا کام نہیں ہے پس حضرت امیر (رضی اللہ عنہ) اس لعنت کو پانچوں نمازوں کے بعد جو کہ محل ذکر و دعا ہے اپنی دشمنی کی وجہ سے اپنا ورد کیوں بناتے، ان لوگوں نے حضرت امیر (رضی اللہ عنہ) کے نفس کو جو کہ نہایت کامل فنا و اطمینان کے ساتھ متصف تھا اور انانیت و خودی سے رہائی حاصل کر چکا تھا اپنے امّارہ (سرکش) نفسوں کی طرح جو کہ کینہ و بغض و عداوت کے ساتھ موصوف ہیں خیال کر لیا ہے کہ اس قسم کا

بہتان و افترا اُن حضرت کی طرف منسوب کرتے ہیں، حضرت امیرؓ فنا فی اللہ و فنا فی محبۃ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کے اعلیٰ درجہ تک پہنچے ہوئے تھے اور اپنی جان و مال کو آنسرور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر فدا کر چکے تھے وہ خدائے تعالیٰ جل وعلا کے دشمنوں اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کے دشمنوں پر کہ جنھوں نے طرح طرح کی سختیاں اور ایذائیں آنسرورِ دین و دنیا (صلی اللہ علیہ وسلم) کو پہنچائی ہیں لعنت کرنے کو اپنا ورد کیوں نہ بناتے اور اپنے دشمنوں کو لعنت کیوں کرتے حالانکہ "لما لھم من التاویل [اُن کے لئے کچھ تاویل ہے]" کا جملہ دشمنی کی نفی کرتا ہے اور اس بات پر دلیل ہے کہ یہ لڑائیاں اور جھگڑے عداوت و بغض کی وجہ سے نہیں تھے بلکہ تاویل و اجتہاد کی رو سے تھے جو کہ ملامت کا مقام نہیں ہیں چہ جائیکہ لعنت کا مقام ہو، اگر کسی کو سبّ (گالی دینا) و لعنت کرنے میں حسنِ عبادت کے معنی ہوتے تو ابلیس لعین و ابوجہل و ابولہب و کفارِ قریش کو جنھوں نے قسم قسم کے ظلم و ایذا رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو پہنچائیں اور دین متین کی طرح طرح کی اہانت کی ہے لعنت کرنا اسلام کے واجبات میں سے ہوتا، جب یہ بات نہیں ہے تو وہ بات بھی نہیں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب تو شیطان کو لعنت کرتا ہے تو وہ کہتا ہے تونے ملعون کو لعنت کی اور جب تو اس سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہے تو وہ کہتا ہے تونے میری پیٹھ توڑ دی۔ اور ایک دوسری حدیث میں ہے کہ شیطان کو سبّ (گالی) مت کرو اور اس کے شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگو۔ پس معلوم و واضح ہوگیا کہ یہ بات حضرت امیرؓ پر بہتان و افترا ہے، پس نقل کرنے والے نے جو حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہ) کے حضرت امیر و حضرات حسنین وغیرہم (رضی اللہ عنہم) پر لعنت کرنے کو اس لعنت پر متفرع کیا ہے حضرت معاویہؓ پر بھی یہ افترا ہے۔ پس یہ جو آپ نے لکھا ہے کہ "آیا حقیقت میں یہ واقعہ ہوا تھا یا نہیں؟ اگر ہوا تھا تو معاویہؓ وغیرہ پر لعنت کرنا کیوں جائز نہیں ہوگا اور اگر ایسا نہیں ہوا تو کشاف کی عبارت کا محمل کیا ہوگا۔" میں کہتا ہوں کہ ایسا نہیں ہوا کیونکہ اہلِ سنت و جماعت کا مذہب یہ ہے حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہ) کے حق میں طعن جائز نہیں ہے اور یہ افترا اُن کے حق میں طعن ہے، کوئی صحیح روایت بھی اس بارے میں نہیں ہے، اہلِ تاریخ کا قول ثابت ہو جانے کی صورت میں اس بارے میں کیا سند ہے، دین کا مدار اہلِ تاریخ کے قول پر نہیں رکھا جا سکتا، اس جگہ امام ابوحنیفہؒ اور اُن کے اصحاب (رحمہم اللہ) کا قول معتبر ہے نہ کہ اہلِ تاریخ کا قول۔ اور کشاف کی عبارت جو کہ نقل کی ہے، حضرت امیرؓ یا (حضرت) معاویہؓ کا نام اس عبارت میں لکھا ہوا نہیں ہے اور وہ عبارت ہرگز اس بات پر دلالت نہیں کرتی کہ ان دونوں بزرگوں میں سے کسی ایک نے دوسرے پر لعنت کی ہو، عبارت

بالکل واضح ہے، ہمارے مطلب کے ساتھ کچھ بھی تضاد نہیں رکھتی جو اس کا محمل تلاش کیا جائے، ہاں خلفائے بنی اُمیہ نے کئی سال تک برسرِ منبر اہلِ بیت کو سب و لعن کیا اور عمر بن عبد العزیز (رضی اللہ عنہ) نے اس کا قلع قمع کیا، جزاہ اللہ سبحانہ عنا خیر الجزاء [اللہ سبحانہ ان کو ہماری طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے] لیکن (حضرت) معاویہ (رضی اللہ عنہ) کا ان میں شامل ہونا ناقابلِ تسلیم ہے، کس قدر قباحت ہوگی! اگر معاویہ (رضی اللہ عنہ) ملعون و مطعون ہوں گے تو صحابۂ کرام (رضی اللہ عنہم) کی ایک بہت بڑی جماعت جو ان مخالفتوں اور لڑائیوں میں ان کے ساتھ شریک تھی اور ان میں سے بعض عشرہ مبشرہ[1] ہیں ملعون و مطعون ہوں گے اور ان اکابر کو طعن کرنا اُس نصف دین میں طعن کا موجب ہوگا جو اُن کے واسطے سے ہم تک پہنچا ہے اور کوئی بھی مسلمان اس کو جائز قرار نہیں دیگا۔

میرے مخدوم! جس مسئلہ کو ہم بیان کر رہے ہیں اس میں دو مذہب ہیں: مذہب اہلِ سنت و جماعت و مذہب شیعہ، مذہبِ شیعہ خلفائے ثلاثہ و معاویہ وغیرہم (رضی اللہ عنہم) کو سبّ کرنا (برا کہنا) ہے، اور وہ کہتے ہیں کہ پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے بعد چند ایک کے سوا تمام اصحابِ پیغمبر مرتد ہوگئے، اور اہلِ سنت و جماعت کا مذہب یہ ہے کہ پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے تمام اصحاب کو خوبی کے بغیر یاد نہیں کرنا چاہئے اور (اُن میں سے) کسی ایک کے ساتھ بھی برا نہیں ہونا چاہئے، من احبھم فبحبی احبھم ومن ابغضھم فببغضی ابغضھم [جس نے اُن سے محبت کی اس نے میری محبت کے باعث اُن سے محبت کی اور جس نے اُن سے بغض رکھا تو اُس نے میرے ساتھ بغض رکھنے کی وجہ سے اُن سے بغض رکھا] اُن کے آپس کے لڑائی جھگڑوں کو نیک وجوہ پر محمول کرنا چاہئے اور (اُن کو) خواہشِ نفس و تعصب سے پاک سمجھنا چاہئے۔ امام نووی (رضی اللہ عنہ) شارحِ مسلم نے کہا ہے کہ اصحابِ کرام (رضی اللہ عنہم) ان باہمی لڑائی جھگڑوں میں تین گروہ تھے، ایک جماعت نے اجتہاد کے ذریعہ حقیقت کو حضرت امیر (علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ) کی جانب پایا تھا اُن کے لئے اپنے اجتہاد پر عمل کرنا اور حضرت امیرؓ کی امداد کرنا واجب تھا اور دوسری جماعت نے اجتہاد کے ذریعہ حقیقت کو مخالف جانب میں معلوم کیا تھا اس جماعت کے لئے اجتہاد کے موافق دوسری جانب کی امداد کرنا لازم تھا، اور ایک جماعت اجتہاد کے ذریعہ توقف میں رہی اُن کے لئے توقف ہی واجب تھا پس ہر ایک نے اپنے اجتہاد کے موافق عمل کیا اور طعن و ملامت ان سب سے دور کر دیا گیا ہے، ھذا (یہ ہے اس مسئلہ کی تفصیل) لیکن حضرت امیرؓ اور ان کے موافقین اجتہاد میں صحیح رائے پر تھے دوسری جانب کے حضرات خطا پر تھے مگر چونکہ یہ خطا اجتہادی

ص ۶۵

[1] دس صحابی جن کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کی بشارت دی تھی۔ (مترجم)

خطا ہے (اس لئے) ملامت وطعن سے پاک ہے اور ایک درجہ ثواب رکھتی ہے اور صحیح رائے والا مجتہد دو درجہ (ثواب کا مستحق ہے)۔ امام شافعیؒ نے فرمایا ہے تلك دماء طهر الله عنها ایدینا فلنطهر عنها السنتنا [یہ وہ خون ہیں جن سے اللہ تعالیٰ نے ہمارے ہاتھوں کو پاک رکھا ہے پس ہمیں چاہئے کہ اپنی زبانوں کو اُن سے پاک رکھیں] یہ عبارتِ شریفہ دلالت کرتی ہے کہ خطا کا لفظ بھی نہیں کہنا چاہئے اور (اُن کو) اچھائی کے بغیر یاد نہیں کرنا چاہئے، جب دونوں مذہب معلوم ہو گئے تو جو لوگ کہ (حضرت) معاویہؓ کے ساتھ بُرے ہیں اور طعن کرتے ہیں اگرچہ وہ دوسرے اصحاب کے ساتھ اچھے ہوں وہ اہل سنت وجماعت سے خارج ہیں اور اگر اس مسئلہ میں اہل سنّت کے مذہب کے بارے میں کوئی شبہ ہو تو ان کے عقائد کی جو معتبر و مستند کتابیں ہیں ان کی طرف رجوع کریں اور شاذ و ضعیف اقوال کی طرف توجہ نہ کریں اور شیعہ بھی اس جماعت سے اس وقت تک خوش نہیں ہوتے جب تک یہ لوگ خلفائے ثلاثہ کو سبّ نہ کریں پس یہ لوگ نہ سُنّی ہیں نہ شیعہ، انھوں نے تیسرا مذہب اختراع کیا ہے۔

نواں سوال: عقیدہ یہ ہے کہ خاتمہ مبہم ہے اگر کوئی شخص اپنے پیر و مرشد کے حق میں کہ جس سے اس نے استفادہ کیا ہے خلوصِ اعتقاد کی وجہ سے اس کے حسنِ خاتمہ کا حکم کرے تو صحیح ہے یا نہیں؟ جواب: قطعی حکم نہیں لگانا چاہئے کیونکہ (ایسا حکم) وحی سے وابستہ ہے، اگر اکابرِ دین کی سلامتیٔ خاتمہ کا ظنِ غالب اور علمِ اطمینان رکھے تو گنجائش ہے اور اسی طرح الہام سے خاتمہ کے اچھا یا برا ہونے کا قطعی حکم نہیں کیا جا سکتا کیونکہ الہام ظنی دلیل ہے لیکن ایک ظن سے دوسرے ظن تک آسمان و زمین کا فرق ہے

ص ۶۶

دسواں سوال سیرِ آفاقی و سیرِ انفسی کے بارے میں پوچھا گیا تھا۔ جواب: سلوک سیرِ آفاقی اور جذبہ سیرِ انفسی ہے، حضرت خواجہ احرار (قدس سرہ) نے فرمایا ہے کہ "سیرِ آفاقی بُعد در بُعد اور سیرِ انفسی قُرب در قُرب ہے، سیرِ آفاقی مطلوب کو اپنے سے باہر ڈھونڈنا ہے اور سیرِ انفسی اپنے آپ میں آنا اور اپنے دل کے گرد پھرنا ہے، بزرگوں نے کہا ہے یافت (پانا) انفس پر موقوف ہے اپنے سے باہر ہرگز یافت نہیں ہے ؎

چوں جلوۂ آں جمال بیروں ز تو نیست پا در دامان و سر بجیب اندر کش

[چونکہ اُس جمال کا جلوہ تجھ سے باہر نہیں ہے (اس لئے تو) پاؤں اپنے دامن میں اور سر اپنے گریبان میں کھینچ لے]

؎ ہمچو نابینا مبر ہر سوئے دست با تو در زیرِ گلیم است ہر چہ ہست

[تو اندھے کی طرح ہر طرف ہاتھ مت لیجا، جو کچھ بھی ہے وہ تیرے ساتھ کمبل کے نیچے ہی ہے]

اور اس مقام کے بارے میں ہمارے حضرت عالی (قدس سرہ) کا ایک منفرد قول ہے وہ فرماتے ہیں کہ

مطلوب کی یافت آفاق و انفس کے ماوراء ہے اور انفس آفاق کی طرح راستہ میں ہے (یہ) سیرِ آفاقی و سیرِ انفسی سے باہر اور جذبہ و سلوک سے ماوراء ایک معاملہ ہے ع

لذتِ مَے نہ شناسی بخدا تا نہ چشی [خدا کی قسم جبتک تو چکھے گا نہیں شراب کی لذت کو نہیں پہچانے گا]

گیارھواں[۱۱] سوال: اس کی تقریر و جواب سامنے موجود ہونے سے تعلق رکھتا ہے۔

بارھواں[۱۲] سوال: لکڑی، طمانچہ اور جوتا اپنے سر پر مارنا مقصود کے حاصل ہونے کا سبب ہے یا نہیں؟- جواب: مطلب تک پہنچنے کا اعلیٰ رکن ذکر اور شیخ مقتدا کے ساتھ محبت کا رابطہ ہے، اس قسم کے امور جو آپ نے لکھے ہیں ضروری نہیں ہیں اور بے نفع بھی نہیں ہیں۔

تیرھواں[۱۳] سوال: ذکر میں حبسِ دم (سانس روکنا) بدعت ہے یا نہیں اور اگر بدعتِ حسنہ کہیں تو حضرتِ عالی قدسنا اللہ سبحانہٗ بسرہ کے مطابق کسی بدعت میں حُسن (خوبی) نہیں ہے پس بدعت ہونے سے یہ عمل کس طرح باہر ہو سکتا ہے۔ جواب: ذکر فی حد ذاتہٖ مسنون و حَسن ہے اس میں سانس کا روکنا اس وقت بدعت ہو گا جبکہ یہ ثابت ہو جائے کہ یہ عمل صدرِ اول (شروع زمانۂ اسلام) میں نہیں تھا اور یہ (ایسا ثابت ہونا) ناقابلِ تسلیم ہے، اور نیز اس طریقۂ حبسِ (دم) کو حضرت خضر (علیہ السلام) نے حضرت خواجہ عبد الخالق کو جو کہ حضرات خواجگان کے سردارِ سلسلہ ہیں تعلیم کیا ہے اور ان کے عمل کو بدعت کا حکم نہیں دے سکتے، ہمارے حضرت خواجہ (بہاؤالدین نقشبند) قدس سرہٗ کے ملفوظات میں منقول ہے انھوں نے فرمایا کہ سلسلۂ چشتیہ و سہروردیہ میں حضرت رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہٖ وسلم سے خرقہ کے بارے میں معنعن سند بیان کرتے ہیں اور انھوں نے ذکر کی سند معنعن بیان نہیں کی ہے لیکن سلسلۂ نقشبندیہ و کبرویہ میں حضرت رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے حضرت صدیق اکبر و حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ عنہما کے واسطے) سے ہمارے اس آج کے دن تک ذکر معنعن پہنچا ہے اور واسطوں میں کوئی فتور واقع نہیں ہوا ہے۔ اسی اثنا میں حاضرین میں سے کسی شخص نے سوال کیا کہ یہ جو لوگ کہتے ہیں کہ سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ میں رابطہ کا طریقہ حضرت صدیق اکبرؓ سے اور ذکر کا طریقہ حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ عنہما سے پہنچا ہے (تو) یہ کس طرح پہنچا ہے؟ آپ نے فرمایا جو ذکر کہ اس سلسلۂ (عالیہ) میں ہے جس کو وقوفِ عددی کہتے ہیں مقررہ طریقے مثلاً حبسِ دم اور محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم اُس کے ساتھ ملانے کا طریقہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے معنعن پہنچا ہے اور طریقِ صحبت بھی اُن سے پہنچا ہے کیونکہ وہ (حضرت صدیقؓ) سفر و حضر میں آنسرور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ رہتے تھے اور صحبت کے ذریعہ فیض حاصل کرتے تھے۔

چودھواں[۱۴] سوال: کعبہ اولیاء کی زیارت کے لئے آتا ہے یا نہیں؟ اور اگر آتا ہے تو یہ اشکال

لازم آتا ہے کہ وہ زمین اس عرصہ میں کعبہ کی دیواروں سے خالی رہے گی الخ۔ جواب: (کعبہ زیارت کیلئے) آتا ہے اور (اس میں) کوئی اشکال نہیں ہے۔ ہمارے حضرت عالی قدسنا اللہ بسرہ نے تحریر فرمایا ہے کہ "کعبہ پتھر اور ڈھیلوں سے عبارت نہیں ہے چھت اور دیواریں (مراد) نہیں ہیں کیونکہ اگر چھت اور دیواریں درمیان میں نہ رہیں تب بھی کعبہ کعبہ ہے اور مخلوق کا مسجود الیہ ہے[1]" پس اس تقدیر پر کعبہ اولیاء کی زیارت کے لئے آتا ہے اور اس کی دیواریں اپنی جگہ پر رہتی ہیں۔

پندرھواں سوال: اس طرز کا ذکر وافاضہ (فیض پہنچانا) وتوجہ جو کہ اس طریقہ میں معہود (مقرر) ہے سب سے پہلے کن مشائخ سے شروع ہوا ہے، حضرت صدیق اکبر (رضی اللہ عنہ) کے وقت میں بھی تھا یا نہیں، اور اگر نہیں تھا تو پھر یہ طریقہ اُن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف کیوں منسوب ہو گیا۔ جواب:

حضرات خواجگان قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم کے سر سلسلہ حضرت خواجہ عبد الخالق غجدوانی (قدس سرہ) ہیں اور ان بزرگوں کا جذبہ جو کہ صفتِ قیومیت میں فنا ہو جانے کے ذریعے سے پیدا ہوتا ہے اور اس کو اس طریقہ میں جذبۂ قیومیت کہتے ہیں حضرت صدیق (رضی اللہ عنہ) سے حضرت خواجہؒ کو پہنچا ہے اور اُن کو اس جذبہ کے حاصل ہونے کے لئے ایک طریقہ منقول ہے اور وہ طریقہ وقوفِ عددی کا ہے پس اصل نسبت حضرت صدیق رضؓ سے ہے اور اس کے وصول کا طریقہ حضرت خواجہ سے ہے اور اس نقل کے مطابق جو کہ ہمارے حضرت خواجہ (بہاؤ الدین نقشبند) قدس سرہ کے ملفوظات سے بیان ہو چکی ہے ذکر بھی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پہنچا ہے اور ہو سکتا ہے کہ حضرت خضر (علیہ السلام) کو حضرت صدیق اکبر (رضی اللہ عنہ) سے پہنچا ہو اور اُن سے حضرت خواجہ عبد الخالق (غجدوانی قدس سرہٗ) کو (پہنچا ہو) جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے، اور دوسرا جذبہ ص ۶۸ جو کہ معیتِ ذاتیہ کے واسطے سے پیدا ہوتا ہے اور اُس کو اس طریق میں جذبۂ معیت کہتے ہیں اس کے ظہور کا مبدا حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہٗ ہیں اور حضرت خواجہ علاؤ الدین عطار (قدس سرہٗ) نے جو کہ حضرت خواجہ نقشبند (قدس سرہٗ) کے سب سے پہلے خلیفہ ہوئے ہیں اور اپنے وقت کے قطب بھی تھے اس جذبہ کے حاصل ہونے کے لئے ایک طریقہ وضع کیا ہے اور اس کو طریقۂ عالیہ علائیہ کہتے ہیں، ان کی عبارات میں آتا ہے کہ طریقوں میں سب سے اقرب طریقۂ عالیہ علائیہ ہے، اس جذبہ کی اصل حضرت خواجہ بزرگ سے ہے اور اس کے حصول کا طریقہ حضرت خواجہ علاؤ الدینؒ سے ہے۔

سولھواں سوال:۔ نبی اگرچہ ولی سے افضل ہے لیکن کیا یہ ضروری ہے کہ جو معارف ولی جانتا ہے وہ نبی کو بھی معلوم ہوں یا یہ ضروری نہیں؟ اور نیز جو معارف کہ نبی کو حاصل ہوں کیا ان کا مرسل (رسول) کو بھی حاصل ہونا ضروری ہے یا نہیں؟ الخ۔ جواب: کلی فضیلت تو انبیائے کرام علیہم الصلوات

[1] مکتوبات شریفہ دفتر سوم مکتوب ۱۲۲

والتسلیمات کو اولیاء اللہ پر ہے اور کوئی ولی کسی نبی کے مرتبہ کو نہیں پہنچا لیکن جزئی فضیلت میں کوئی تنازع نہیں ہے، اگر بعض فضائل و معارف ولی ہی کے لئے خاص ہوں تو وہ کلی فضیلت کا باعث نہیں ہوتے (یہ) جائز بلکہ واقع ہے، جب ولی و نبی میں جزوی فضیلت واقع ہوتی ہے تو اگر نبی بعض فضائل و معارف میں رسول کی بہ نسبت مخصوص ہو تو یہ بطریقِ اولیٰ جائز ہوگا اگرچہ کلی فضیلت رسول کے لئے ہوگی جیسا کہ حضرت موسیٰ و حضرت خضر علیٰ نبینا و علیہم الصلوٰۃ والسلام کا قصہ آپ نے خود لکھا ہے۔

سترھواں[۱۷] سوال:۔ حضرت خضر (علیہ السلام) نبی ہیں یا نہیں؟ جواب: اس بارے میں علماء کا اختلاف ہے لیکن راجح یہ ہے کہ وہ نبی ہیں۔

اٹھارھواں سوال: انبیاء و رسل کی تعداد کا تعین درست ہے یا نہیں؟ اس بارے میں صوفیائے کرام کیا فرماتے ہیں؟ جواب: صوفیائے کرام سے کوئی نقل اس بارے میں نظر سے نہیں گذری لیکن علماء نے انبیائے کرام کی تعداد کے تعین کا انکار کیا ہے کیونکہ دلیل قطعی سے یہ تعین معلوم نہیں ہوا ہے، اگر وارد ہوا ہے تو وہ ظنی دلائل ہیں، پس اگر ہم دلیل کے بغیر تعداد کے تعین کا حکم کریں تو بظاہر غیر نبی کو نبی اور نبی کو غیر نبی بنانے کے مرتکب ہوں گے اور انبیاء علیہم الصلوات والبرکات میں سے رسولوں کی تعداد تین سو تیرہ[۳۱۳] مشہور و معروف ہے اور سابقہ اعتراض اس جگہ لازم نہیں آتا کیونکہ رسول انبیاء سے خارج نہیں ہیں۔

آپ نے لکھا تھا کہ "اگر اس فقیر کو پیدا نہ کرتے تو بہتر ہوتا"۔ یہ عبارت نہیں کہنی چاہئے جو کچھ حق تعالیٰ کرتا ہے بہتر ہے، اور چونکہ تکالیف (احکامِ شرعیہ) کو ساقط کرنے والا ہے کی دعا نہیں کرنی چاہئے اور حق تعالیٰ سے عافیت طلب کرنی چاہئے اور تکالیف (احکامِ شرعیہ) کے بجالانے کی توفیق طلب کرنی چاہئے۔

مکتوب ۳۷

۶۹

نیز ملا عبد الرزاق کے نام سوال کرنے کی حرمت اور ضرورت کے وقت اس کے مباح ہونے کے بارے میں اور اُن حدیثوں کے بیان میں جو کہ اس بارے میں وارد ہوئی ہیں، تحریر فرمایا۔

سعادت آثار ملا عبد الرزاق نے پوچھا تھا کہ "یہ بات ثابت ہے کہ جو شخص ایک رات کی خوراک نہ رکھتا ہو اس کو سوال کرنا حلال ہے، آیا یہ حکم رخصت کے طور پر ہے اور عزیمت اس کے ماسوا ہے یا ایسا نہیں ہے؟" میرے مخدوم! یہ حکم رخصت کے طور پر ہے اور عزیمت سوال (مانگنے) کے ترک میں ہے، حتی الامکان

سوال کی طرف اقدام نہ کریں، زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ شدید ضرورت کے وقت سوال کرنا مباح (جائز) ہے مردار اور خنزیر کا گوشت کھانے کی طرح کہ اضطرار کی حالت میں مباح ہے۔ احیاء العلوم میں ہے کہ "البتہ جس سوال کی طرف کوئی شخص مضطر (مجبور) ہوتا ہے تو وہ بھوکے شخص کا اپنی جان پر موت یا مرض لاحق ہونے کے وقت سوال کرنا ہے، برہنہ اور کھلے ہوئے بدن والے کے لئے جبکہ اس کے پاس کوئی ایسی چیز نہ ہو جس سے وہ بدن کو ڈھانپ سکے، سوال کرنا اس وقت مباح ہے جبکہ باقی شرطیں (بھی) پائی جائیں یعنی مسئول (جس چیز کا سوال کیا جائے) میں اس کے مباح ہونے کی شرط اور مسئول منہ (جس سے سوال کیا جائے) میں اس کے دل سے راضی ہونے کی شرط اور سائل میں اس کے کسب سے عاجز ہونے کی شرط پائی جائے، پس بیشک کسب پر قدرت رکھنے والا شخص جبکہ نکما و کاہل ہے تو اس کے لئے سوال کرنا جائز نہیں لیکن جبکہ اس کے اوقات علم کی طلب میں مصروف ہوں (تو سوال جائز ہے) اور ہر وہ شخص جو کہ خطاط ہے تو وہ کتابت کے ذریعے کسب پر قادر ہے"۔ شرح مشکوٰۃ میں ہے "اور البتہ نفلی صدقہ کا سوال کرنا تو جو شخص اپاہج یا کسی اور علت (بیماری وغیرہ) والا ہے اس کو ایک دن کی خوراک کا سوال کرنا جائز ہے اور وہ ذخیرہ نہ کرے اور اگر وہ (کسب پر) قادر ہے اور اس نے علم میں مشغول ہونے کی وجہ سے اس (کسب) کو ترک کر دیا تو اس کو زکوٰۃ (لینا) یعنی مالِ زکوٰۃ و نفلی صدقہ کا سوال کرنا جائز ہے، اور اگر کسی نے نفلی نماز و نفلی روزہ میں مشغول ہونے کی وجہ سے اس (کسب) کو ترک کیا تو اس کیلئے زکوٰۃ (مانگنا) جائز نہیں ہے اور اس کے لئے نفلی صدقہ (مانگنا) مکروہ ہے، پس ایک شخص یا ایک جماعت کسی مکان (خانقاہ وغیرہ) میں بیٹھ گئی اور عبادت اور نفوس کی ریاضت اور قلوب کے تصفیہ کے ساتھ مشغول ہوئی تو ایک شخص کے لئے مستحب ہے کہ ان سب کیلئے نفلی صدقہ اور روٹی کے ٹکڑے اور لباس کا سوال کرے"۔

(احیاء ج ۴ ص ۲۰۷)

سوال (مانگنا) تین چیزوں کو شامل ہے کہ ان میں سے ہر ایک چیز بُری ہے:۔ اوّل حق تعالیٰ سے شکایت کا اظہار ہے اور اس سبحانہ سے اس کی نعمت کی کمی کا بیان کرنا ہے اور یہ حرام ہے سوائے ضرورت کے وقت کے جیسا کہ مردار کا کھانا (ضرورت کے وقت جائز ہے)۔ دوم غیر اللہ کے لئے اپنے آپ کو ذلیل کرنا ہے اور مومن کو زیب نہیں دیتا کہ اپنے آپ کو اپنے مولا کے سوا کسی اور کے سامنے بلا ضرورت ذلیل کرے۔ سوم جس سے سوال کیا جائے غالب طور پر اس کو ایذا دینا ہے اور بلا ضرورت ایذا دینا حرام ہے اس لئے اہلِ تقویٰ نے سوال کو مطلقاً ترک کیا ہے۔ اور (حضرت) بشر (حافی) قدس سرہٗ سوائے (حضرت) سری (سقطی) قدس سرہٗ کے کسی اور شخص سے کوئی چیز نہیں لیتے تھے اور انھوں نے کہا کیونکہ میں جانتا ہوں کہ وہ (سری سقطی قدس سرہٗ) مال کے اپنے ہاتھ سے نکل جانے پر خوش ہوتے ہیں پس

(ایضاً ص ۲۰۸)

جس چیز کو وہ پسند کرتے ہیں میں اُس پر ان کی مدد کرتا ہوں۔ اور (حضرت) بشر (قدس سرہٗ) فرماتے تھے فقرا تین قسم کے ہیں، ایک[1] وہ فقیر ہے جو سوال نہیں کرتا اور اگر اُس کو دیا جائے تو وہ ہرگز نہیں لیتا پس وہ علیین میں روحانیوں کے ساتھ ہے اور ایک[2] فقیر وہ ہے جو سوال نہیں کرتا اور اگر اس کو دیا جائے تو لے لیتا ہے پس یہ جنّات النعیم میں مقربین کے ساتھ ہے اور ایک[3] وہ فقیر ہے جو ضرورت اور فاقہ کے وقت سوال کرتا ہے پس یہ اصحابِ یمین میں سے صادقین کے ساتھ ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ بلا ضرورت سوال کرنا حرام و مذموم ہے، ضرورت، حاجت و فاقہ کے وقت مباح ہے لیکن مرتبہ و درجہ کی کمی کا باعث ہے۔ یہ جو کچھ بیان ہوا اس وقت ہے جبکہ معاملہ موت تک نہ پہنچا ہو، اور جب معاملہ موت تک پہنچ جائے تو اب سوال کرنا حلال بلکہ عزیمت (اور) بلکہ واجب ہو جائے گا۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے اس فرمان "من تکفل لی ان لایسأل الناس شیئا فاتکفل لہ بالجنۃ [جو شخص مجھ سے عہد کرے کہ وہ لوگوں سے کچھ نہیں مانگے گا تو میں اس کے لئے جنت کا ضامن ہوں[1]] کے بیان میں شرح مشکوٰۃ شریف میں مذکور ہے "پس ثوبان نے کہا میں (یہ عہد کرتا ہوں) پس ثوبان کسی سے کچھ نہ مانگتے تھے یعنی اگرچہ وہ اس کے لئے محتاج ہوتے"۔ اور جب اپنی جان پر موت کا خوف ہو تو وہ اس حکم سے مستثنیٰ ہے پس بیشک ضروریات ممنوعات کو مباح کر دیتی ہیں بلکہ اگر وہ (ایسی حالت میں) کسی سے سوال نہیں کرے گا یہاں تک کہ (اس کی وجہ سے) مر جائے تو وہ گنہگار ہو کر مرے گا۔

اب چند احادیث سوال (مانگنے) کی مذمت میں تحریر کی جاتی ہیں، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا کہ داؤد علیہ السلام نے فرمایا تیرا اژدہے کے منھ میں ہاتھ داخل کرنا یہاں تک کہ وہ (اس کے منھ میں) کُہنی تک پہنچ جائے پھر وہ (اژدہا) اس کو چبا ڈالے، یہ تیرے سوال کرنے سے بہتر ہے (رواہ فی الحلیہ)۔ اور نیز حدیث شریف میں آیا[2] ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے عمر بن الخطاب (رضی اللہ عنہ) کی طرف اپنا کوئی عطیہ بھیجا تو عمر (رضی اللہ عنہ) نے اس کو واپس کر دیا پس رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اُن کو فرمایا کہ تو نے اسے کیوں واپس کیا، انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا آپ نے ہمیں یہ خبر نہیں دی ہے کہ ہم میں سے ہر ایک کے لئے بہتر یہ ہے کہ ہم کسی سے کوئی چیز نہ لیں، پس رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے اُن سے فرمایا بیشک یہ حکم تو سوال کرنے کے متعلق ہے لیکن جو چیز سوال کئے بغیر ملے تو بلا شبہ وہ رزق ہے جو اللہ تعالیٰ تجھ کو دیتا ہے پس (حضرت) عمرؓ نے کہا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری

---

[2] المشکوٰۃ المصابیح میں دوسرے الفاظ کے ساتھ یہ روایت ہے۔ مظاہر حق ج ۲ ص ۱۱۳۔

جان ہے کہ میں کسی سے کوئی چیز نہیں مانگونگا اور بغیر مانگے جو چیز بھی میرے پاس آئے گی میں اس کو ضرور لے لونگا، اس کو امام مالکؒ نے روایت کیا ہے۔ اور نیز حدیث شریف میں آیا ہے[۲] کہ جو شخص لوگوں سے ان کے اموال (میں سے اس لئے) مانگے کہ اپنا مال زیادہ کرے تو بلاشبہ وہ آگ کا انگارا مانگتا ہے پس خواہ وہ کم مانگے یا زیادہ مانگے (ہر حال میں اس کے لئے مضر ہے) یعنی وہ مانگنے کا مستحق نہ ہونے کے باوجود مانگے خواہ زبانِ قال سے مانگے یا زبانِ حال سے یعنی اپنی مقدارِ خوراک سے زیادہ مانگے۔ اور نیز حدیث شریف میں آیا ہے[۳] کہ ایک آدمی ہمیشہ لوگوں سے مانگتا رہے گا یہانتک کہ قیامت کے دن وہ اس حالت میں آئے گا کہ اس کے منہ پر گوشت کی بوٹی نہیں ہوگی، اس کو بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے، اور نیز حدیث شریف میں آیا ہے[۴] کہ سوال کرنا زخم ہے کہ جس کے سبب سے آدمی اپنے چہرہ کو زخمی کرتا ہے (یعنی اپنی آبرو ضائع کرتا ہے) پس جو شخص (اپنی آبرو کو باقی رکھنا) چاہے وہ اس کو اپنے منہ میں باقی رکھے (یعنی سوال ترک کرے) اور جو شخص (اس کو باقی نہ رکھنا) چاہے وہ اس (آبرو) سے دست کش ہو جائے (یعنی سوال کر کے اپنی آبرو ضائع کر دے) مگر یہ کہ آدمی حاکم سے سوال کرے یا اُس امر میں سوال کرے کہ جس کے لئے سوال کرنا ناگزیر ہو (یعنی اس صورت میں اس کی آبرو ضائع نہیں ہوگی) اس کو ابوداوٗد و ترمذی و نسائی نے روایت کیا ہے۔ اور نیز حدیث شریف میں آیا ہے[۵] کہ جس شخص کو فاقہ لاحق ہوا (یا کوئی اور شدید ضرورت پیش آئی) پھر اُس نے اس کو لوگوں پر ظاہر کیا (یعنی شکایت کے طور پر ذکر کیا اور ان سے حاجت روائی چاہی) تو اس کے فاقہ کا سدِّباب نہیں کیا جائے گا۔ اور جس نے اس کو اللہ تعالیٰ سے عرض کیا تو قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ جلدی موت دیکر یا دیر سے دولتمند بنا کر اس کو مستغنی کر دے گا۔ اس کو ابوداوٗد و ترمذی نے روایت کیا ہے۔ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت[۶] ہے انھوں نے فرمایا کہ اے لوگو! تم جان لو کہ بیشک طمع فقر ہے اور بلاشبہ (لوگوں سے) ناامید ہونا تونگری و بے نیازی ہے اور تحقیق جب آدمی کسی چیز سے ناامید ہو جاتا ہے تو اس سے بے نیاز ہو جاتا ہے اس کو رزین نے روایت کیا ہے۔ اور حضرت ابوذر (رضی اللہ عنہ) سے روایت[۷] ہے انھوں نے کہا کہ مجھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے بلایا اور آپ نے مجھ پر یہ شرط عائد کی کہ تو لوگوں سے کبھی کچھ نہ مانگے۔ میں نے عرض کیا بہت اچھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اگر تیرا کوڑا (بھی) تیرے (ہاتھ) سے گر پڑے تو وہ بھی کسی سے نہ مانگ حتیٰ کہ تو اسکی طرف اُترا اور خود اس کو اٹھا، اس کو احمد نے روایت کیا ہے۔ اور نیز حدیث شریف[۸] میں آیا ہے کہ

---

[۱] المشکوٰۃ کتاب الزکوٰۃ (مظاہر حق ج ۲ ص ۱۱۱) [۲] ایضاً ج ۲ ص ۱۱۱ [۳] ایضاً ج ۲ ص ۱۱۳ [۴] ایضاً ج ۲ ص ۱۱۵ [۵] ایضاً ج ۲ ص ۱۱۶ [۶] ایضاً ج ۲ ص ۱۱۷ [۷] ایضاً ج ۲ ص ۱۱۶ -

فراسی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! کیا میں (لوگوں سے) سوال کر سکتا ہوں تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا سوال مت کر اور اگر تجھ کو اس کے بغیر چارہ نہ ہو تو نیک لوگوں سے سوال کر، اس کو ابوداؤد و نسائی نے روایت کیا ہے۔ اور نیز حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو شخص بھوکا ہوا یا اُس کو کوئی ضرورت لاحق ہوئی پھر اس نے اس کو لوگوں سے چھپایا اور اس حاجت کو اللہ تعالیٰ کی طرف پیش کیا تو اللہ تعالیٰ پر حق ہے کہ اس کے لئے ایک سال کی خوراک حلال ذریعے سے کھول دے، اس کو طبرانی نے اوسط و صغیر میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ اور نیز حدیث شریف[1] میں آیا ہے کہ جس شخص نے کسی چیز کا سوال کیا اور اس کے پاس اسقدر ہے جو اس کو غنی کر دے تو بلاشبہ وہ جہنم کے انگارے جمع کرتا ہے، صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ کسقدر چیز سے غنی ہو جاتا ہے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ اسقدر ہو جو اس کے لئے صبح یا شام کی خوراک ہو سکے۔ اور نیز حدیث شریف میں آیا ہے[2] کہ جس شخص نے اللہ تعالیٰ کی ذات کے لئے مانگا وہ ملعون ہے اور جس شخص سے اللہ تعالیٰ کی ذات کے لئے مانگا گیا تو اس نے اس سائل کو جبکہ وہ بدکلامی کے ساتھ نہ مانگے منع کیا (یعنی جھڑکا) تو وہ (بھی) ملعون ہے۔ اور نیز حدیث شریف میں آیا ہے کہ بیشک قیامت کے روز ایک قوم آئیگی جن کے چہروں پر گوشت نہیں ہوگا انھوں نے دنیا میں مانگنے کے باعث اس (گوشت) کو ختم کر دیا ہوگا پس جس نے اپنی ذات پر سوال کا دروازہ کھولا حالانکہ وہ اس سے مستغنی تھا تو اللہ تعالیٰ اس پر فقر کا دروازہ کھول دے گا، یہ حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ اور نیز حدیث شریف[3] میں آیا ہے کہ اے لوگو! تمہارے لئے ضروری ہے کہ سوال کرنے سے بچو، بیشک جو سوال کرنے سے بچتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو (ممنوع چیزوں سے) بچاتا ہے (اور محتاج نہیں کرتا) اور جو شخص بے نیازی ظاہر کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس (کے دل) کو بے نیاز کر دیتا ہے، اُس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی جان ہے بندوں کو صبر سے زیادہ وسیع کوئی رزق نہیں دیا گیا، اگر تم اس طرح سے آتے کہ مجھ سے سوال نہ کرتے تو جو کچھ میں پاتا تم کو دیتا (حل عن ابی سعید) اور نیز حدیث شریف میں آیا ہے: "بیشک (بعض دفعہ) کوئی شخص میرے پاس آتا ہے اور (مستحق نہ ہونے کے باوجود) البتہ مجھ سے سوال کرتا ہے تو میں اُس کو (سائل کو رد نہ کرنے کی عادتِ شریفہ کے باعث) دیدیتا ہوں سو وہ اپنے کپڑے میں آگ رکھ لیتا ہے اور اپنے اہل کی طرف دوزخ کی آگ کے ساتھ لوٹتا ہے"۔ عن ابی سعید۔

[1] یہ حدیث شریف مشکوۃ شریف میں لفظوں کی کمی بیشی کے ساتھ آئی ہے مظاہر حق ج ۲ ص ۱۱۴ [2] جمع الفوائد ج ۱ ص ۴۰۳
[3] اس حدیث کا کچھ حصہ مشکوۃ شریف میں ہے نیز مظاہر حق ج ۲ ص ۱۱۲

مکتوب ۳۸

ملا ابوالفیض کے نام اس بیان میں تحریر فرمایا کہ سب سے بڑا حجاب طالب کا نفس ہے۔

اللہ تعالیٰ فیوض و برکات کے دروازے کھلے رکھے، طالب و مطلوب کے درمیان سب سے بڑا حجاب طالب کا نفس ہے، دع نفسک وتعال انت الغمامۃ علیٰ شمسک فاعرف حقیقتک [تو اپنے نفس کو چھوڑ دے اور آجا تو اپنے سورج پر (خودی) ابر ہے پس تو اپنی حقیقت کو پہچان لے] سالک کے نفس کا درمیان سے دور ہو جانا ایک ذوقی و وجدانی امر ہے جو تقریر و تحریر میں نہیں آسکتا اور پڑھنے اور مطالعہ کتب سے حاصل نہیں ہوتا اور اللہ جل شانہ، کی عنایت و جذب کی سبقت اور عالمِ اسباب میں کسی شیخ کامل مکمل کی صحبت اُس (شیخ) میں فنا ہونے کی شرط کے ساتھ ہونی چاہیئے، آپ کو صحبت کم ملی ہے اسقدر موقع نہیں ملا کہ بعض ضروری امور بیان کیئے جاتے اور اگر باطنی رابطہ قوی اور محبت درست ہے تو امید ہے کہ اس کے مطابق فیض دینے والے (شیخ) کے باطن سے فیوض و برکات اخذ کرنا حاصل ہو جائے اور جن کمالات کی امید کی گئی ہے عکس انداز ہوں "المرءُ مع من احب" [آدمی اس کے ساتھ ہے جس سے محبت کرتا ہے] نبیِ کریم علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کی حدیث ہے ؎

چشم دارم کہ دہد اشکِ مرا حسنِ قبول آنکہ در ساختہ است قطرۂ بارانی را

[وہ (اللہ) کہ جس نے بارش کے قطرہ کو موتی بنا دیا ہے میں امید رکھتا ہوں کہ وہ میرے آنسوؤں کو حُسنِ قبول عطا فرمائیگا] والسلام

مکتوب ۳۹

شیخ ابوالمظفر محمد شاہ کے نام تعزیت کرنے اور اپنے شیخ کے طریقے کی محافظت کے بارے میں تحریر فرمایا۔

اللہ تعالیٰ برادرانِ طریقت کو اس ہولناک واقعہ سے صبر جمیل و اجرِ عظیم عطا فرمائے، اہل اللہ کا وجود زندگی میں بھی اور مرنے کے بعد بھی رحمت ہے، جن فیوض و برکات کا اُن کی زندگی میں افادہ و استفادہ کیا جاتا تھا اُن کی وفات کے بعد بھی اُن کا امیدوار رہنا چاہیئے اور جاننا چاہیئے کہ یہ فیوض و برکات اس وقت تک جاری رہتے ہیں جبتک کہ شیخ کے طریقہ میں کوئی نئی بات واقع نہ ہوئی ہو اور جب طریقے میں نئے امور پیدا ہو جائیں جو کہ شیخ کی زندگی میں نہیں تھے تو فیض کا راستہ بند ہو جاتا ہے اُس بدعت کی طرح

م ۲۳

جو دین میں پیدا ہو جائے اور اس کی وجہ سے سنّت کے انوار میں کمی واقع ہو جائے پس اُس جگہ کے دوستوں کے لئے لازم ہے کہ اپنے شیخ کے طریقہ کی حفاظت کریں اور اس میں کوئی نئی بات پیدا نہ کریں اور اس طرح پر زندگی گذاریں کہ ایک دوسرے میں فانی ہوں اور ذکر کے حلقہ کو سابقہ طریقوں پر (اچھی طرح) قائم رکھیں اور اوقات کو (اوراد و وظائف سے) آباد رکھیں اور نیکیوں کے حصول میں جلدی کریں اور طاعات کے بجالانے میں ایک دوسرے پر سبقت کریں، سَابِقُوْا اِلٰی مَغْفِرَۃٍ مِّنْ رَّبِّکُمْ وَجَنَّۃٍ الآیہ [تم اپنے رب سے مغفرت اور جنّت طلب کرنے کی طرف سبقت کرو] اور ان کے صاحبزادوں کی خدمت کو اپنی سعادت سمجھیں اور مشروع طریقہ پر ان کی خوشنودی حاصل کرنے کو بہت بڑا امر جانیں اور اس فقیر کو ایمان کی دعا کے ساتھ یاد کرتے رہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ ماہ ذی الحجہ (۱۰۶۷ھ) میں اس جگہ سے حجاز (مقدس) کے سفر پر روانگی واقع ہوگی والباقی عند التلاقی انشاء اللہ الباقی، والسلام اولاً وآخراً۔

پ ۲۷ ع ۲۱

مکتوب ۴۱

شیخ حسین خلوتی رومی مدنی کی طرف اللہ تعالیٰ کی جانب دائمی توجہ رکھنے پر ترغیب دینے کے بارے میں ارسال فرمایا۔

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ اما بعد، آپ کا گرامی نامہ اس مسکین کی طرف پہنچا، آپ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی حفاظت اور اس تعالیٰ شانہٗ کی جانب دائمی توجہ و تضرع اور ماسوی اللہ سے (دائمی) انقطاع میں رہیں۔ عارفین کے قلوب اُس کی محبت کی آگ میں جلتے رہتے ہیں اور محبین کے جگر اُس کی تمنا میں پیاسے رہتے ہیں، پس اس شخص کے لئے خوشخبری ہے جس کو اُس (تعالیٰ شانہٗ) کے ماسوا اور کوئی غم وفکر نہ ہو اور اس شخص کے لئے بشارت ہے جس کو اُس (تعالیٰ شانہٗ) کے علاوہ کسی اور کا شعور نہ ہو، پس اُس شخص پر افسوس ہے جس نے اللہ تعالیٰ سے روگردانی کی اور اُس شخص پر حسرت ہے جس نے اللہ تعالیٰ کے احکام سے تجاوز کیا۔ تُو اس کی طلب میں وحدانی (یگانہ) اور اُس کی طاعت میں اور اس کی خوشنودی طلب کرنے میں اوحدی (منفرد) ہو جا اور مجلسوں اور خلوتوں میں اُس کے ذکر پر مداومت کر تاکہ تُو انتہائی مقاصد حاصل کرلے اور افضلِ موجودات پر صلوٰۃ وسلام ہو۔

اسوۃ العلماء المحدثین سید زین العابدین مکی کی طرف عارف کی فنا کے بیان میں ارسال فرمایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم حامداللہ العظیم ومصلیاعلی رسولہ الکریم، جنابِ عالی ستارۂ نورانی روز وشب کی شادمانی، سید وفاضل، کامل ومحدث وعالم وعامل جو نہایت عزت واحترام کے ساتھ کامل ومکمل سلام وکثیر تسلیمات کے ساتھ مخصوص ہیں اُن کی ہدایت کے آفتاب ہمیشہ طلوع ہوتے رہیں اوران کے فیض رسانی کے انوار ہمیشہ چمکتے رہیں۔ امابعد، پس جبکہ آپ نے ازراہِ مہربانی ہمارا حال دریافت کیاہے اور ہماری آرزوؤں کی جستجو کے ساتھ نوازش فرمائی ہے تو (جواباً عرض ہے کہ) ہم خیر وعافیت سے ہیں اور دوستوں کی ملاقات کا شوق رکھتے ہیں اور اپنے آپ کو محبت کی آگ میں غوطہ زن ہیں اور اللہ کریم سے دعا کرتے ہیں کہ آپ کی درازیٔ عمر (کی برکات) سے مسلمانوں کو مستفید فرمائے اور ہمیں دوبارہ آپ کی ملاقات کے شرف سے مشرف فرمائے، آپ کے فضلِ عمیم سے امید کی جاتی ہے کہ ہمیں اپنے دل سے خارج اور اپنی دعاؤں سے فراموش نہیں فرمائیں گے، ہم محتاج فقراء ہیں اور (محتاج وفقیر) کیوں نہ ہوں جبکہ (عالمِ) امکان سب کا سب فقر وحاجت ہے، ممکن کا فقر ذاتی ہے اور اس کا فاقہ دائمی ہے مطلوبِ حقیقی سے اس کا نصیب استہلاک (فنا) ہے اور اس بلند بارگاہ سے اُس کا حصہ فنا واضمحلال ہے پس وہ اس کے کمال کو کیسے پاسکتا ہے اور اس (بارگاہِ مقدس) کے جلال (بزرگی) کی حقیقت کی طرف اس کے لئے کہاں راستہ ہے اور بلاشبہ یہ عدم ہے اور اس کی حقیقت خیر (بھلائی) کی نفی کرنا ہے اور کمال اس کے حق میں عارضی ہے اور حسن وجمال اس کے اندر ظلی وانعکاسی ہے اور وہ اس مستعار (عارضی) کمال اور مستفاد (انعکاسی) جمال کی وجہ سے خیالِ فاسد کے ساتھ اپنے آپ کو کامل خیال کرتا ہے اور دعویٰ باطل کے ساتھ اپنے لئے خیر وجمال کا دعوی کرتا ہے اور اس نے اس فاسد بنیاد پر بلند عمارت بنا کی ہے اور درخت پھل کی خبر دیتا ہے پس اگر (اللہ تعالیٰ کی) رحمت اس کا تدارک نہ کرے اور (اللہ تعالیٰ کے) کرم ولطف کی سبقت اس کے شاملِ حال نہ ہو تو اس کے لئے نہایت افسوس ہے پس کمال اس کے حق میں کمال کی نفی کرنا ہے اور خیریت (بھلائی) خیریت کے سلب (نفی) میں ہے، اگر وہ خیر وکمال کو اپنی ذات کی طرف منسوب کرے تو خائن ہوگا اور اپنی اصل کے ساتھ شرکت کا مدعی ہوگا لیکن اگر (اس کو) عدم (فنائیت) کے بعد وجود موہوب کے ساتھ

موجود کیا جائے اور ولادتِ ثانیہ کے ساتھ پیدا کیا جائے تو اُس وقت (یہ نسبت و دعویٰ درست ہے)
لا یحمل عطایا الملك الا مطایاه (بادشاہوں کے عطیات اُنہی کی سواریاں اُٹھاتی ہیں) اللہ سبحانہٗ اپنے
نبیٔ اُمّی اور اُن کی آلِ کرام علیہ وعلیہم الصلوات والتحیات والبرکات کے طفیل آپ کی دعائے خیر سے
ہمیں ان معانی کے ساتھ ایمان اور اس مشرب سے کچھ شربت عطا فرمائے۔

مکتوب ۴۲

شیخ بایزید ولد شیخ بدیع الدین سہارنپوری کے نام حالتِ نماز کی فضیلت اور ایذائے خلق پر صبر
کرنے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

حمد و صلوٰۃ و تبلیغ دعوات کے بعد عرض رساں ہے کہ آپ کے مکتوباتِ گرامی موصول ہوئے
چونکہ پسندیدہ احوال پر مشتمل اور جمعیتِ باطن کی خبر دینے والے تھے (اس لئے) مسرت و شادمانی کا
باعث ہوئے، وہ حالت جو (آپ کو) نماز میں میسر ہوتی ہے اور اُس کا حضور و لذّت نسبت کے اصلی ہونے
کی خبر دیتا ہے اور کام کے انجام کا پتہ دینے والا ہے، اس نعمت کا شکر بجا لائیں اور اس کی کیفیت و
کمیت (مقدار) کے زیادہ ہونے میں کوشش کریں اور نماز کو طولِ قیام اور اس کے آداب و شرائط کے
ساتھ بجا لائیں اور اس نعمتِ عظمیٰ کے حاصل ہونے پر شکر گذار رہیں اور تمام مافات (فوت شدہ امور)
کا عوض اس کو جانیں اور زمانہ کی تلخیوں (تکلیفوں اور سختیوں) کا علاج اس شیرینی کے ساتھ کریں ؎

بر شکر غلطید اے صفراویاں　　　　از برائے کوریٔ سوداویاں

(اے صفراوی مزاج والو! تم سوادی مزاج والوں کے اندھے پن کیلئے یعنی ان کی طبیعت کے برخلاف شکر پر لوٹو یعنی خوب استعمال کرو)

وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا لَا نَسْئَلُكَ رِزْقًا نَحْنُ نَرْزُقُكَ وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوٰى

(اپنے اہل و عیال کو (بھی) نماز کا حکم کرتے رہئے اور خود بھی اس کے پابند رہیے ہم آپ سے رزق نہیں مانگتے ہم ہی آپ کو
رزق دیتے ہیں اور عاقبت (اچھا انجام) پرہیزگاروں کے لئے ہے)۔

آپ نے لکھا تھا کہ "نماز کے باہر اُس خوبی کے ساتھ نسبت ظاہر نہیں ہوتی اس کا کیا سبب ہے"؟
میرے مخدوم! جس مکتوب میں ہمارے حضرت عالی (قدس سرہٗ) نے تحریر فرمایا ہے کہ "نماز کے باہر گویا
معطل و بیکار ہے"۔ اگر آپ اس کا مطالعہ کریں تو بظاہر کامل تشفی ہو جائے گی اور حلقۂ ذکر میں کبھی
دوستوں کی طرف متوجہ ہوں اور کبھی اپنے احوال کے ساتھ مشغول ہوں تاکہ خودی (انانیت) سے

پوری طرح نکل جائیں۔ مختصر یہ ہے کہ مقتضائے وقت کے مطابق عمل کریں۔ آپ نے قرابت داروں کی ایذا اور اہلِ شہر کی جفا کے متعلق لکھا تھا، املاک (جائیدادوں) کے تبدیل ہوجانے اور رزقوں (آمدنیوں) کے کم ہوجانے کے بارے میں (بھی) لکھا ہے (یہ امر) دوستوں کی تکلیف کا باعث ہوا، حق سبحانہٗ ظالموں کے شر سے محفوظ رکھے اور اپنے پاس سے فراخی عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: لَتُبْلَوُنَّ فِىٓ اَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا اَذًى كَثِيْرًا وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ؁ [تم اپنے مالوں اور اپنی جانوں میں ضرور آزمائے جاؤ گے اور ان لوگوں سے جن کو تم سے پہلے کتاب دی گئی ہے اور اُن لوگوں سے جو کہ مشرک ہیں بہت سی دل آزاری کی باتیں ضرور سنو گے اور اگر تم صبر کرو گے اور پرہیزگاری اختیار کرو گے تو بیشک یہ بڑی ہمت کے کاموں میں سے ہے] پ۴/۳/۱۸۶

مصیبت اسی کی طرف سے ہے اور مصیبت کا دُور ہونا بھی اُسی سے ہے، ہر چیز کا وقت معین ہے کہ (اس سے) تقدیم و تاخیر کی گنجائش نہیں ہے۔ لِكُلِّ اَجَلٍ كِتَابٌ ؁ [ہر زمانہ کے لئے مخصوص احکام ہیں] بے چینی کوئی فائدہ نہیں رکھتی۔ وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗٓ اِلَّا هُوَ ۚ وَاِنْ يُّرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ ۭ يُصِيْبُ بِهٖ مَنْ يَّشَاۗءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؁ [اگر اللہ تعالیٰ تجھ کو کوئی تکلیف لاحق کرے تو اُس کے سوا اور کوئی اُس کو دُور کرنے والا نہیں ہے اور اگر وہ تجھ کو کوئی بھلائی پہنچانا چاہے تو اس کے فضل کو ہٹانے والا کوئی نہیں وہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہے اپنا فضل نصیب کر دیتا ہے۔] پ۱۳/۱۳/۳۸ — پ۱۱/۱۰/۱۰۷ اگر غمگسار وہ ہے تو تمام غم ہیچ ہیں اور اگر نہیں ہے تو اس غم کی فکر کرنی چاہئے جو کہ تمام غموں سے بڑھ کر ہے۔ کسی نے خوب کہا ہے ؎

اگر ہزار غم است از جہانیاں بر دل ہمیں بس است کہ او غمگسار ما باشد

[اگر دنیا والوں (کی طرف) سے دل پر ہزار غم ہیں تو یہی کافی ہے کہ وہ (اللہ تعالیٰ) ہمارا غمگسار ہے]

کاش وہ شیریں (راضی) ہوجائے اگرچہ دنیا تمام تلخ (ناراض) ہو، وہ مراد (مطلوب) بن جائے اور تمام دنیا نامراد (غیر مطلوب) ہوجائے۔ ؎

لیتك تحلو والحیات مریرۃ ولیتك ترضی والانام غضاب

ولیت الذی بینی وبینك عامر وبینی وبین العالمین خراب

اذا صح الود منك یا غایۃ المنی فکل الذی فوق التراب تراب ص۲۶

[کاش تو شیریں ہوجائے اگرچہ زندگی تلخ ہو اور کاش تو راضی ہوجائے اگرچہ مخلوق ناراض ہو اور کاش جو میرے اور تیرے درمیان ہے وہ آباد ہو اور جو میرے اور جہانوں کے درمیان ہے وہ برباد ہو، اے آرزوؤں کی انتہا (محبوب)! جب تجھ سے محبت درست ہوگئی تو پھر جو کچھ مٹی کے اوپر ہے وہ مٹی ہے]۔

اور یہ جو آپ نے لکھا ہے کہ "پریشانی کے ان تمام اسباب کے باوجود باطنی جمعیت میں کوئی خلل نہیں ہے بلکہ جب (ان) سب کو خدائے تعالیٰ (کی طرف) سے دیکھتا ہے اور اس کے فعل کو ان کے درمیان میں جلوہ گر پاتا ہے تو شوق اور زیادہ ہو جاتا ہے اور دل جمعی میں ترقی رونما ہو جاتی ہے اور اس شوق و جمعیت کو بھی اسی سے جانتا ہے اور اپنے آپ کو خالی محض دیکھتا ہے"۔ اس کے مطالعہ نے بہت مسرور کیا اور تمام تکلیفوں کو زائل کرنے والا ہو گیا، حق سبحانہٗ اس دید کے کمال تک پہنچائے اور نیستی (فنائیت) کی حقیقت سے متحقق کرے۔ اور آپ نے شاہجہاں آباد کے سفر کے بارے میں لکھا تھا اس بارے میں چند بار استخارہ کریں اور التجا و تضرع بجا لائیں شرح صدر حاصل ہونے کے بعد اگر متوجہ ہوں تو گنجایش ہے۔

مکتوب ۴۳

میرزا محمد صادق کے نام اُن کے واقعہ کی تعبیر میں تحریر فرمایا۔

اللہ تعالیٰ ماسوا کی غلامی سے آزاد فرمائے، اور اپنی بارگاہِ مقدس کی طرف راستہ کھول دے جو گرامی نامہ آپ نے اس مسکین کے نام لکھا تھا اس کے صادر ہونے سے مسرور ہوا، اس میں لکھا ہوا تھا کہ "میں ایک روز اس بات کی فکر میں تھا کہ روح کس طرح کی ہوگی، میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک شخص بندہ کے نزدیک بیٹھا ہے، اس کے ہاتھ میں سرخ رنگ کی چمکتی ہوئی کوئی چیز ہے جو بعینہٖ لعلِ بدخشاں ہے کہ جس کو بادشاہ اپنے سر پر رکھتے ہیں، وہ شخص مجھ سے کہتا ہے کہ روح یہ ہے، فقیر کے منہ کے قریب لایا ہے اور کہتا ہے کہ یہ اسی طرح پھیل کر وجود کے اندر آجاتی ہے اور کھینچ جانے وقت پھر اسی طرح سمٹ جاتی ہے"۔ میرے مخدوم! آپ کا یہ خواب درست ہے بزرگوں نے روح کے نور کو سرخ قرار دیا ہے اس کی سرخی اسی لحاظ سے ہے اور اس کی چمک اس کی نورانیت کی وجہ سے ہے، روح بے چونی (بے کیفی) سے کچھ حصہ رکھتی ہے اس کا پھیلنا اور سمٹنا اس کے تمثل کی رو سے ہے، بزرگوں نے کہا ہے کہ روح نہ بدن میں داخل ہے اور نہ اس سے خارج ہے اور نہ متصل ہے نہ منفصل، اس کو بدن کے ساتھ تدبیر و تصرف کا تعلق ہے، روح کی حقیقت کو جاننے والا علام الغیوب (اللہ تعالیٰ) ہے، وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا ۝ [اور تم کو اس کا محض تھوڑا سا علم دیا گیا ہے]۔ ۱۷/۸۵

اور ذکرِ نفی اثبات کی تعداد و وقت معین نہیں ہے جس وقت چاہے کرے اور جب تک سانس (روکنا) ساتھ دے کہتا رہے خواہ کسی عدد تک پہنچے لیکن طاق کہے جفت نہ کہے اور اسی وجہ سے

اس ذکر کو وقوفِ عددی کہتے ہیں اور اگر کسی وقت حبسِ دم (سانس روکنا) نہ کر سکے تو حبسِ دم کے بغیر کہے کیونکہ حبس دم لازمی شرط نہیں ہے اس ذکر پر اس قدر مداومت کریں کہ سینہ کی وسعت میں حق سبحانہٗ کے سوا کوئی مراد و مقصود نہ رہے اور اس تعالیٰ شانہ کے مقصود ہونے کے سوا کوئی اور مراد نہ ہو تاکہ بندگی کی حقیقت ظاہر ہو جائے، وبن ونخرط القتاد [اور اس کے علاوہ بیفائدہ کوشش کرنا ہے] والسلام اولاً و آخراً۔

میر باقی بخاری کے نام صوفیائے کرام کے طریقہ کے بیان میں اور ان اکابر قدس اسرارہم کی تعریف میں تحریر فرمایا۔

اللہ تعالیٰ عافیت و جمعیت کے ساتھ رکھے اور شرعِ محمدی و سنّتِ احمدی علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کے راستہ پر استقامت و دوام عطا فرمائے اور دنیا کے تعلقات اور ماسویٰ کی گرفتاری سے آزاد کر کے اپنی معرفت کے شامیانوں اور قُرب کے سراپردوں میں اُنس و الفت نصیب فرمائے اور یہ حقیقت عالَمِ اسباب میں صوفیائے کرام کے طریقہ پر چلنے کے ساتھ وابستہ ہے، یہ اکابر حق جل وعلا کی محبت میں اپنے آپ سے (بھی) اور اپنے علاوہ دوسروں سے (بھی) قطعِ تعلق کر چکے ہیں اور اس کے عشق (کی وجہ) سے آفاق و انفس سے گذر کر (اور) ماسوی اللہ کو اس کی راہ میں قربان کر کے اس کے ساتھ موافقت کر لی ہے اگر حاصل رکھتے ہیں تو اسی کو رکھتے ہیں اور اگر واصل ہیں تو اسی کے ساتھ واصل ہیں، اُن کے باطن کو ماسوی اللہ تعالیٰ سے اس حد تک انقطاع حاصل ہو گیا ہے کہ (اگر) وہ سالہا سال (بھی) ماسوا کو یاد کریں تو وہ ان کو یاد نہ آئے اور وہ نفس کی انانیت (میں پن) سے اس قدر آزاد ہو چکے ہیں کہ اپنے اوپر کلمۂ اَنَا (میں) کے اطلاق کو شرک جانتے ہیں، رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ [۱] [یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کئے ہوئے عہد کو پورا کر دیا] اور رِجَالٌ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ [۲] [یہ وہ لوگ ہیں جن کو تجارت و خرید و فروخت اللہ تعالیٰ کے ذکر سے نہیں روک سکتی] اے اللہ! مجھے اس قوم میں سے کر دے یا اس قوم کے دیکھنے والوں میں سے کر دے کہ میں دوسری قوم کی طاقت نہیں رکھتا۔ جو شخص بھی اس راستہ کی خواہش رکھتا اور اس فکر کا بیج (اپنے) دل میں بوتا ہے اُس کو چاہیئے کہ ہر چیز کو چھوڑ کر ان اکابر کی صحبت اختیار کرے اور جان کو طلبگاری کے لوازم (شرائط) پر نثار کرے اور جس جگہ سے اس نعمت کی خوشبو دماغ میں پہنچے اس کے لئے کوشش کرے، کسی نے خوب کہا ہے ؎

۱ ۳۳/۲۳ ۲ ۲۴/۳۷

بعد ازیں مصلحتِ کار دراں می بینم ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ کہ روم بر درِ میخانہ و خوش بنشینم

(اس کے بعد کام کی مصلحت اس بات میں دیکھتا ہوں کہ میں میخانہ کے دروازے پر جاؤں اور (وہاں) خوش و خرم بیٹھ جاؤں)

دونوں سے سلامتیٔ خاتمہ کے لئے دعا کی امید کی جاتی ہے، والسلام علیکم و علیٰ سائر من اتبع الھدیٰ والتزم متابعۃ المصطفیٰ علیہ و علیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات العلیٰ۔

میرزا محمد شاہ کے نام کمینی دنیا کی مذمت میں اور معرفتِ الٰہی کے حاصل کرنے پر ترغیب دینے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

الحمد للّٰہ العلی الاعلیٰ والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ المصطفیٰ ونبیہ المجتبیٰ وعلیٰ آلہ وصحبہ البررۃ التقی، آپ کا گرامی نامہ پہنچ کر مسرت کا باعث ہوا۔ میرے مخدوم! دنیا بظاہر شیریں ہے، ظاہر کے اعتبار سے تر و تازگی رکھتی ہے حقیقت میں ایک زہرِ قاتل اور ایک متاعِ باطل اور ایک بے فائدہ تعلق ہے، اس کا قتل کیا ہوا ذلیل اور اس پر فریفتہ دیوانہ ہے، یہ ایک سونے میں لپٹی ہوئی نجاست اور ایک شکر آلود زہر ہے، عقلمند وہ ہے جو اس قسم کی کھوٹی پونجی پر فریفتہ نہ ہو اور اس قسم کے بیکار ساز و سامان کے ساتھ گرفتار نہ ہو اور اس قلیل فرصت میں مولائے حقیقی جلّ شانہٗ کی رضامندی حاصل کرے اور آخرت کا زادِ راہ تیار کرے، اس عالمِ فانی میں مقصود بندگی کے وظائف (اعمال) کا بجالانا اور معرفتِ الٰہی کا حاصل کرنا ہے، افسوس ہے کہ جو کچھ اس دنیا میں اس شخص سے طلب کیا گیا ہے بجا نہ لائے اور دوسرے امور میں مشغول ہو جائے ؎

ترسم کہ یار با مانا آشنا بماند ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ تا دامنِ قیامت ایں غم بجا بماند

(ڈرتا ہوں کہ (مبادا) محبوب ہمارے (حال) سے نا آشنا ہی رہے اور یہ غم دامنِ قیامت تک ہمارے ساتھ رہے)
والسلام

مکتوب ۴۶

محمد معین کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ طالب کو ہمیشہ طلب میں بے قرار رہنا چاہیئے۔

الحمد للّٰہ وسلامٌ علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ، آپ نے جو کچھ لکھا تھا واضح ہوا، ذکرِ قلبی میں بکثرت مشغول ہونا

بہت ہی بڑی نعمت ہے اس کا شکر بجالائیں: لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ [اگر تم شکر ادا کروگے تو میں ضرور تم کو اور زیادہ دونگا] امید ہے کہ یہ ذکر مذکور (جس کا ذکر کیا جائے) کے لئے وسیلہ بن جائے اور معرفت کی کوئی کھڑکی کھول دے اور ذکر وذاکر کو درمیان سے ہٹادے اور حضورِ خود بخود ظاہر ہوجائے ولایذکر اللہ الا اللہ [اللہ کا ذکر اللہ ہی کرتا ہے] پردہ کھول دے۔ طالب کو چاہئے کہ طلب میں اپنے آپ کو آرام نہ دے اور ہمیشہ بے چین اور پیاسا رہے۔ کسی بزرگ نے کہا ہے کہ تصوف اضطراب ہے جب سکون آگیا تو تصوف نہیں رہا۔ بزرگوں نے کہا ہے کہ مرید کو اس صفت کا ہونا چاہئے جو کہ اس آیتِ کریمہ میں مذکور ہے: حَتّٰى إِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ أَنْفُسُهُمْ وَظَنُّوا أَنْ لَا مَلْجَأَ مِنَ اللّٰهِ إِلَّا إِلَيْهِ [یہاں تک کہ جب زمین اپنی فراخی کے باوجود اُن پر تنگ ہوگئی اور وہ خود اپنی جان سے تنگ آگئے اور انھوں نے گمان کیا کہ اللہ تعالیٰ (کی گرفت) سے اسی (کی طرف رجوع کرنے) کے سوا کہیں پناہ نہیں ہے] جب محبِّ صادق اس صفت کا ہوجائے تو امید ہے کہ دریائے رحمت جوش میں آجائے اور ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوبُوا [پھر اللہ تعالیٰ نے ان پر خاص توجہ فرمائی تاکہ وہ آئندہ بھی رجوع رکھیں] کی خوشخبری کے ساتھ نوازے اور کام انجام کو پہنچ جائے۔
والسلام علیکم وعلی سائر من اتبع الہدیٰ۔

مکتوب ۴۷

محمد باقر لاہوری کے نام اُن کے اُن واقعات کی تعبیر میں جو انھوں نے لکھے تھے تحریر فرمایا۔

الحمد للہ العلی الاعلیٰ والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ کما یجری وعلی آلہ وصحبہ البررۃ التقیٰ، —

هر چه جز عشقِ خدائے احسن است　　گر شکر خوردن بود جان کندن است

[خدائے احسن کے عشق کے سوا جو کچھ بھی ہے اگرچہ شکر (مٹھائی) کا کھانا ہی وہ بھی جان کو ہلاک کرنا (یعنی زہر قاتل) ہے]

میرے مخدوم! حق جل وعلا کے ماسوا کی گرفتاری (محبت وتعلق) دل کے شدید ترین امراض میں سے ہے اس کے زائل کرنے کی فکر اہم کاموں میں سے ہے۔ ع

در خانہ اگر کس است یک حرف بس است　　[اگر گھر میں کوئی ہے تو ایک حرف (ہی) کافی ہے]

دو واقعے جو آپ نے دیکھے اور اُن کی تعبیر دریافت کی تھی، اول یہ کہ "گویا ایک بچہ ہے جو اوندھے منھ ایک چوپایہ پر پڑا ہے کہ جس کے ابھی تک دانت بھی نہیں نکلے ہیں، سرورِ کائنات علیہ وعلیٰ آلہ افضل الصلوات واشمل البرکات اس کے سرہانے کھڑے ہیں، فرماتے ہیں کہ یہ بچہ دوزخی ہے، ایک لمحہ نہیں گذرا تھا

کہ وہ بچہ حرکت میں آیا اور اس کے دونوں پہلو جنبش میں آئے، اس نے اپنا رُخ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جانب کیا اور (آپ کے) روئے مبارک پر ٹکٹکی باندھ کر دیکھتا رہا، اس سے ایک تبسم ظاہر ہوا اور ہنسی تک نوبت آگئی شاید کہ جمال و کمال کے شہود سے لذت اندوز ہوا۔ ایک لمحہ بعد آنسرور علیہ و علیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام نے پھر فرمایا کہ یہ بہشتی ہے، تمام لوگ حیرت زدہ رہ گئے الخ۔" آپ جان لیں کہ ہو سکتا ہے بچہ نفسِ انسانی سے عبارت ہو، النفس کالطفل [نفس بچہ کی مانند ہے] آپ نے سنا ہو گا اور چونکہ نفس فی نفسہٖ آسمانی (خداوندی) احکام کا منکر ہے اور حق جل شانہٗ کی دشمنی پر قائم ہے جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہوا ہے عاد نفسک فانھا انتصبت بمعاداتی [تو اپنے نفس کو دشمن سمجھ کیونکہ وہ میری دشمنی میں کمربستہ ہے] اور وہ اس اعتبار سے دوزخ کا مستحق ہے (اس لئے) آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اس کو دوزخی فرمایا، جب اس بچے نے آنکھ کھولی اور غفلت و گمراہی کے پردے سے نکل گیا اور جمال و کمالِ سروری پر نظر ڈالی اور اس مشاہدہ سے لذت اندوز ہو کر ہنسا اور کھِلا یعنی رضامند ہوا اور ظاہر و باطن کی فرمانبرداری کے ساتھ پیش آیا تو اس کو بہشت کی بشارت دی گئی بیشک نفس جب تک امارہ ہے خائب و خاسر ہے قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَکّٰھَا وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰھَا [یقیناً وہ کامیاب ہوا جس نے اس نفس کو پاک کیا اور وہ ناکام ہوا جس نے اس نفس کو (گناہوں میں) دبا دیا] اور جب (نفس) مطمئنہ ہو گیا اور راضی و مرضی (پسندیدہ) بن گیا تو اس کو جنت و قرب و وصال کی بشارت دی گئی، یَآ اَیَّتُھَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّۃُ ارْجِعِیْٓ اِلٰی رَبِّکِ رَاضِیَۃً مَّرْضِیَّۃً فَادْخُلِیْ فِیْ عِبَادِیْ وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ [اے نفسِ مطمئنہ! تو اپنے پروردگار کی طرف اس حالت میں جا کہ تو اس سے خوش ہو اور وہ تجھ سے خوش ہو پھر تو میرے بندوں میں شامل ہو جا اور میری جنت میں داخل ہو جا] شاید کہ یہ بچہ جو کہ نفس کے ساتھ تعبیر کیا گیا ہے آپ کا لطیفہ ہو اور آپ کے (نفسِ) امارہ نے اطمینان کی خوشخبری پائی ہو اور بُعد (دوری) کی دوزخ سے وصال کی جنت کے ساتھ بشارت دیا گیا ہو۔ لیکن جاننا چاہئے کہ خواب استعداد (قابلیت) کی خبر اور قوت کی بشارت دینے والا ہے جو کہ فعل کے قریب ہے، سخت محنت کرنی چاہئے تاکہ اس کی استعداد ظاہر ہو جائے اور قوت سے فعل میں اور گوش سے آغوش میں آ جائے ؎

آنکہ دُرساختہ است قطرۂ بارانی را | می تواند کہ دہد اشک مرا حسنِ قبول

[جس (اللہ) نے بارش کے قطرہ کو موتی بنایا ہے وہ میرے آنسوؤں کو بھی شرفِ قبولیت بخش سکتا ہے]

اور دوسرے واقعہ کی تعبیر جو کہ اُس (خط) میں لکھا ہوا ہے (یعنی یہ کہ) "فقیر آپ سے کہتا ہے کہ اے فلاں شخص! ہمارا دل و جان تیری طرف متوجہ ہے" ظاہر ہے کہ دونوں کے مابین مناسبت کاملہ کی خبر دینے والا ہے حق سبحانہٗ اس کے آثار کو ظہور میں لائے، انہ قریب مجیب [بیشک وہ قریب (اور) قبول کرنے والا ہے]۔

ص ۸۰ | ۹۱ ۹ و ۱۰ | ۸۹ ۲۷ تا ۳۰

مولانا محسن سیالکوٹی کے نام اس کمال کے ذکر میں جو کہ مقام جمع کے مناسب ہے اور جو جمع بعد الفرق کے ساتھ مناسبت رکھتا ہے اور عین الیقین وحق الیقین کے بیان میں تحریر فرمایا۔

نحمد اللہ علیٰ نعمائہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ افضل رسلہ وانبیائہ وعلیٰ آلہ وصحبہ وسائر اولیائہ

آپ کے مکتوب گرامی نے وصول ہو کر خوش وقت و لطف اندوز کیا، وجود کی نفی اور عدمیت ذاتیہ کے وجدان کی بابت لکھا ہوا تھا نیک و مبارک ہے، حق تعالیٰ اس دید کو اور زیادہ فرمائے اور اس سے (وجود کے) عین و اثر کو دور کرے۔ آپ نے لکھا تھا کہ "اپنے احوال لکھنا وجود کا اثبات بخشتا ہے" اور یہ بھی لکھا تھا کہ "اپنے آپ کو کچھ نہیں پاتا دوست کا نشان کس طرح پائے، اگر ہے تو اپنے آپ کو ہستیٔ حق کا نشان پاتا ہے اور اگر نہیں ہے اور عدمِ محض اللہ تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ سے صورت پذیر ہے تو کیا پائے، وہ پاک ذات اور میں مخلوق میں اپنے کاروبار سے حیران ہوں، میں کسی چیز کو سمجھنا چاہتا ہوں (لیکن) جو کچھ میں سمجھتا ہوں حق تعالیٰ اس سے پاک اور ماوراء ہے پس میں، ہیچ کیا کروں"۔ میرے مخدوم! جو کچھ آپ نے لکھا ہے سب درست و سنجیدہ ہے، سالک ہستیٔ حق کے ظہور و غلبہ کے وقت اپنی ہستیٔ موہوم کو لاشیٔ و ناچیز پاتا ہے۔ جس بیچارہ نے اپنے آپ کو گُم (فنا) کر دیا ہے اپنی ہستی سے خبر نہیں رکھتا، وہ ہستیٔ مطلق سے کیا خبر رکھے گا ۸۱ اور اس کے جمال و کمال سے کیا حصہ حاصل کرے گا، کمال اس کے حق میں کمال کی نفی کرنا ہے اور بھلائی (اس کے لئے) بھلائی کی نفی میں ہے، اُس بارگاہِ عالی سے اُس کا نصیب استہلاک و بے نصیبی ہے، ہمارے حضرت خواجہ قدس سرہٗ نے فرمایا ہے ؎

از حضرتِ ذات بہرہ استہلاک است — استہلاکے کہ از تصور پاک است

[حضرتِ ذات سے (صرف) استہلاک نصیب (ہوتا) ہے، استہلاک (بھی) وہ جو کہ تصور سے پاک ہے]

بیچارہ سالک اس وقت میں کیا کرے اور مطلوب کا علم کہاں سے لائے کہ علم عین کے منافی ہے۔ جاننا چاہئے کہ یہ کمال مقامِ جمع کے مناسب ہے اور جب عارف اس مقام سے ترقی کرتا ہے اور فرق بعد الجمع (کے مقام) تک پہنچتا ہے اور بقا و شعور کے ساتھ مشرف ہو جاتا ہے اُس وقت علم و عین دونوں جمع ہو جاتے ہیں، اور ایک دوسرے کے منافی نہیں ہوتا اس وقت باقی کے علم کے ساتھ پائیگانہ (فانی) کے علم کے ساتھ، "من قتلہ فانا دیتہ" [جس کو میں قتل کرتا ہوں تو میں (خود) اس کا خونبہا ہوتا ہوں] ؎

گر بر سرِ کوئے عشقِ من کشتہ شوی شکرانہ بدہ کہ خونبہائے تو منم

[اگر تو میرے عشق کے کوچے میں قتل ہو جائے تو شکرانہ ادا کر کیونکہ تیرا خونبہا میں ہوں]

عین فنا میں باقی اور عین بقا میں فانی ہے۔ آپ نے لکھا تھا کہ "حق الیقین کس کو کہتے ہیں اور عین الیقین کیا ہے اور میں بندہ کون ہوں اور کیا ہوں"۔ میرے مخدوم! آپ عدم ہیں اور بندہ ہیں کہ اُس (تعالیٰ شانہ) کے پَرتَو کی وجہ سے تمام عدمات سے جدا ہو گئے ہیں اور عدمِ مطلق سے ممتاز ہو کر وجود نما ہو گئے ہیں اور جب ہستیٔ مطلق اس وجود نما عدم پر غلبہ پا لیتی ہے اور یہ موہوم ہستی اس کے پَرتَو میں پوشیدہ و ناچیز ہو جاتی ہے اور اُس کے شہود و تجلی میں مدہوش و حیرت زدہ ہو جاتی ہے، نہ اپنا علم رہتا ہے اور نہ مطلوب کا علم رہتا ہے تو (یہ) عین الیقین اور کفرِ طریقت ہوتا ہے ؎

حُسنِ تو چناں ساخت مرا زیر و زبر کز خال و خط و زلفِ توام نیست خبر

[تیرے حُسن نے مجھ کو ایسا تہ و بالا کر دیا کہ مجھ کو تیرے خال و خط اور زلف کی (بھی) خبر نہیں ہے]

اسلام کی خوبی اور کفر کی بُرائی اسوقت میں پوشیدہ ہو جاتی ہے، اس مقام میں کسی سالک نے کہا ہے ؎

بکفر و باسلام یکساں نگر کہ ہر یک ز دیوانِ او دفتر یست

[تو کفر و اسلام کو یکساں دیکھ کیونکہ (دونوں میں سے) ہر ایک اس کے دیوان کا ایک دفتر (باب) ہے]

اس مقام سے جب ترقی واقع ہوتی ہے اور جس چیز میں کہ وہ گم ہوا تھا اس کے ساتھ متحقق ہو جاتا ہے اور اُس (تعالیٰ شانہ) کے اخلاق و اوصاف کے ساتھ متخلق ہو جاتا ہے تو حق الیقین پیدا ہوتا ہے، اسوقت اسلام کا حُسن جلوہ گر ہو جاتا ہے اور 'اسلامِ حقیقی' تک جو کہ زوال اور کفر کی بُرائی سے محفوظ ہے پہنچ جاتا ہے اور حیرت و مدہوشی سے نکل آتا ہے اور علم عود کر آتا ہے اور عین کا حجاب نہیں رہتا جیسا کہ گذرا، اس وقت میں اُس کو اُس کے ساتھ پائے گا نہ کہ اپنے ساتھ اور اپنے علم کے ساتھ جو کہ فانی ہو گیا ہے۔

۸۲ آپ جان لیں کہ عین الیقین و حق الیقین قوم (صوفیہ) کے نزدیک شہودِ انفسی میں داخل ہیں کیونکہ یافت (پانا) ان کے نزدیک انفس تک محدود ہے اپنے باہر شہود نہیں ہے اور شہودِ آفاقی معتبر نہیں ہے اور ہمارے حضرتِ عالی قدسنا اللہ سبحانہ بسرہٖ کے نزدیک شہودِ انفسی شہودِ آفاقی کی طرح احاطۂ اعتبار سے ساقط ہے کیونکہ حق سبحانہٗ جس طرح کہ آفاق سے ماوراء ہے (اسی طرح) انفس سے بھی ماوراء ہے، اس جلّ و علا کو آفاق و انفس کے ماوراء ڈھونڈنا چاہیئے پس جو کچھ کہ عین الیقین و حق الیقین میں سالک کو مشہود ہوتا ہے وہ ذاتِ حق تعالیٰ و تقدس نہیں ہے، وہ تعالیٰ شانہٗ اس آئینے سے پاک اور اس شہود سے منزہ و بلند ہے۔ ع

درکدام آئینہ درآید او [وہ کونسے آئینہ میں سماتا ہے]

بلکہ یہ شہود اُس عزّ برہانہٗ کے وجود پر دلالت کرنے والی آیات (نشانیوں) میں سے ہے اور آیات کا شہود (مشاہدہ ہونا) علم الیقین میں داخل ہے کہ (یہ) اثر سے مؤثر کی طرف استدلال ہے پس جو کچھ قوم کے نزدیک عین الیقین وحق الیقین ہے وہ حضرتِ عالی (قدس سرہ) کے نزدیک علم الیقین کی قسم میں داخل ہے اور عین الیقین وحق الیقین اس کے ماوراء ہے، جبتک آفاق و انفس کی قید سے کلی طور پر آزاد نہ ہوجائے اور شہود سے غیب میں نہ آجائے (اسوقت تک) اس کمال کا جمال پرتو نہیں ڈالتا اور مشکل ہے کہ وہ ان معانی کے ساتھ کچھ ایمان (یقین) حاصل کرے، عین الیقین وحق الیقین کے بارے میں کیا لکھے اور کون سمجھے گا، يَضِيقُ صَدْرِي وَلَا يَنْطَلِقُ لِسَانِي [میرا سینہ تنگ ہوجاتا ہے اور میری زبان نہیں چلتی] - ع .

سخن از لبِ تو گفتم بلبم سخن گرہ شد [میں نے تیرے ہونٹ کی بابت بات کی تو بات میرے ہونٹ پر گرہ بن گئی]

یہ نسبتِ عالیہ جو کہ نہایت نادر ہونے کی وجہ سے عنقائے نادر کا حکم رکھتی ہے، آج حضرت پیر دستگیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزارِ فائض الانوار سے افاضہ واستفاضہ کی جاتی ہے اور اس بقعۂ مبارک کے زائرین کہ جن کی بصیرت کی آنکھ اس بارگاہِ عالی کی خاک پاک کے ساتھ سرمہ آلود ہے اس قسم کے معانی اُن پر ظاہر و نمایاں ہیں اور وہ اِن اسرار کے انوار سے مستفیض و منور ہیں، رَبَّنَآ اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَاغْفِرْ لَنَا اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرٌ [اے ہمارے پروردگار! ہمارے لئے ہمارے نور کو کامل فرمادے اور ہمیں بخشدے بیشک تو ہر چیز پر قادر ہے]

مکتوب ۴۹

سیادت پناہ حاجی حرمین شریفین میر غضنفر کے نام حج کی مبارکباد کے بارے میں تحریر فرمایا۔

الحمد للہ ذی الشان عظیم البرھان والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ المبعوث الی الانس و الجان وعلیٰ آلہٖ وصحبہٖ ذوی الاکرام والاحسان [سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لئے ہے جو بڑی شان اور عظیم برہان والا ہے اور صلوٰۃ وسلام اس کے رسول پر ہو جو کہ انسانوں اور جنّوں کی طرف بھیجے گئے ہیں اور ان کی آل اور ان کے اصحاب پر بھی ہو جو بزرگی اور نیکی والے ہیں]- آپ کے مکتوبِ گرامی نے مسرور و خوش وقت کیا، اللہ سبحانہ کی حمد ہے کہ آپ سعادتِ عظمیٰ کو پہنچے اور عمر کا فریضہ (حج) اور عمرۂ واجب ادا کیا اور متبرک مقامات اور مزارِ مقدس سرورِ کائنات علیہ افضل الصلوات والتحیات کی زیارت سے مشرف ہوئے اور اس مقام کے انوار و برکات سے بہرہ ور ہوگئے پھر عافیت سے جماعت کے ساتھ واپس آگئے اور بدایت (ابتداء)

کی طرف جو کہ نہایت کی خبر دینے والی ہے رجوع واقع ہوا، آپ جلدی تشریف لائیں کہ مشتاقین زیر بارِ انتظار ہیں اور کعبۂ مقصود کے زائرین کی برکات کے امیدوار ہیں۔ ع

نشانِ آشنا داری بیا نزدیکِ من بنشیں [تو دوست کی نشانی رکھتا ہے آجا اور میرے نزدیک بیٹھ جا] والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۵

محمد عارف لاہوری کے نام اُن کے عریضہ کے جواب میں تحریر فرمایا جو کہ احوال و کیفیات پر مشتمل تھا۔

الحمد للہ ذی الانعام والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ سید الانام وآلہ الکرام وصحبہ العظام (آپ کے) مکتوب شریف نے جو کہ ملاقات کے شوق کی خبر دینے والا اور غمہائے جدائی کا پتہ دینے والا تھا پہنچکر خوش وقت و لطف اندوز کیا، اللہ سبحانہ وتعالیٰ آپ کے ذوق و شوق کو زیادہ کرے، آپ نے اپنے پسندیدہ احوال میں سے جو یہ لکھا تھا کہ اپنے آپ کو ذات وصفات و افعال سے اس حد تک خالی پاتا ہے کہ اس مقام میں اَنَا کا اطلاق مفقود ہے اور آپ نے علمِ حضوری کے جو کہ نفسِ حاضر سے عبارت ہے زائل ہونے کا بھی اظہار کیا تھا اس کے مطالعہ نے مسرور و لطف اندوز کیا اور نیز شہودِ معیت و احاطۂ ذاتی اور اس کا آیاتِ متشابہات کی مانند پانا بھی واضح ہوا۔ اور یہ جو آپ نے لکھا تھا کہ "حق تعالیٰ کے ماسوا کے لئے ذات وصفات و افعال عاریت کے طور پر ہیں" (یہ) قابلِ غور ہے کیونکہ ممکن کے لئے ذات نہیں ہے سب کے سب وجوہ و اعتبارات ہیں اور اگر ذات ہے تو عدم ہے جو کہ لاشئ ہے ممکن ذاتِ اقدس تعالیٰ کے مرتبہ سے بہت کم حصہ رکھتا ہے۔ بیشک صفات و افعال جو بمنزلہ اس کی ذات کے ہیں عاریتی ہیں، ہاں جائز ہے کہ کسی کامل عارف کو کامل فنا حاصل ہونے کے بعد اپنے پاس سے ایک ذات عطا فرمائیں کہ افرادِ عالم کا قیام اس ذات کے ساتھ ہو اور اس قسم کے عارف ایک زمانہ میں متعدد نہیں ہوتے بلکہ کئی قرنوں اور طویل زمانوں کے بعد (کوئی ایک) ظہور میں آتا ہے۔ آپ نے لکھا تھا کہ "حق ہر خیر کا منشاء ہے اور ماسوائے حق ہر شر کا منشاء ہے کیونکہ وہ معدوم مطلق ہے اور معدوم مطلق سے شر کے سوا اور کچھ صادر نہیں ہوتا۔" یہ بھی غور طلب ہے اس لئے کہ ممکنات تمام کے تمام عدماتِ مقیدہ ہیں معدوم مطلق نہیں ہیں، ہاں عارفِ کامل اُن (اعدام) کے اصول کی طرف اپنے تعلقات کے بقدر اور کمالاتِ مقیدہ کے اطلاق کے ساتھ مل جانے کے مطابق اپنے عدمِ مقید کو پاتا ہے جو کہ اس کی ذات کے طور پر عدمِ مطلق اور نفی محض جو کہ غیر مقید ہے کے ساتھ ملحق ہے اور اعتبار اس میں ایک لحاظ سے ہے اس لئے کہ اس عدم کا تمام اعدام سے ممتیز ہونا اس میں منتسبات کے

ظہور اور کمالات کے انعکاس کی وجہ سے تھا پس جب کمالات اپنے اصول کے ساتھ جاملے تو عدمِ مقید کیلئے تمام اعلام سے امتیاز دینے والی کوئی چیز نہ رہی اور وہ عدمِ محض کے ساتھ مل گیا، صفاتِ ذمیمہ سے نکل جانے اور صفاتِ حمیدہ میں داخل ہونے کے جو واقعات آپ نے دیکھے اور لکھے تھے اور ایک دوسرے واقعہ میں جو آواز آپ نے سُنی تھی کہ میں تجھ سے جدا نہیں ہوں اور تو مجھ سے جدا نہیں ہے، اس کی تعبیر یہی احوال ہیں جو کہ آپ نے لکھے ہیں اور دوسرا واقعہ کہ آپ نے پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا ہے کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) فرما رہے ہیں "تیرا شیخ (پیر) میرے ہمراہ کھانا کھاتا ہے" مبارک ہے اور چونکہ اس ناکارہ کے لئے بھی بشارت ہے (اس لئے) اللہ تعالیٰ جلّ شانہٗ کا شکر بجالایا۔ الحمد للہ الذی ھدانا لھذا وما کنا لنھتدی لولا ان ھدانا اللہ لقد جاءت رسل ربنا بالحق علیھم وعلیٰ اٰل کل الصلوات والتسلیمات والبرکات [اللہ تعالیٰ کی حمد ہے کہ جس نے ہمیں اس چیز کی طرف ہدایت دی اور اگر اللہ تعالیٰ ہم کو ہدایت نہ دیتا تو ہم ہرگز ہدایت نہ پاتے بیشک ہمارے رب کے رسول حق بات کے ساتھ آئے ہیں اُن سب پر اور اُن سب کی آل پر درود و تسلیمات و برکات ہوں]

مکتوب ۵۱

ایک اہلِ طریقت صالحہ خاتون کی طرف حضرت رسالت خاتمیت علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات و التسلیمات کی بعض عاداتِ شریفہ اور اس کے مناسب امور کے بیان میں تحریر فرمایا۔

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ! سوال: اپنی زندگی میں قبر تیار کرالینا مسنون طریقہ ہے یا نہیں؟ جواب: یہ عمل حضرت رسالت خاتمیت علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات و خلفائے راشدین اور تمام اکابر صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے ثابت نہیں ہوا ہے ہاں بعض سلف مثلاً (حضرت) عمر بن عبد العزیزؒ وغیرہ سے منقول ہوا ہے کہ انھوں نے اپنی زندگی میں قبر تیار کرائی ہے اور علماء کا بھی اس بارے میں اختلاف ہے بعض کراہت کے قائل ہیں اور بعض بلا کراہت جواز کے اور بعض مستحب ہونے کے قائل ہیں۔

سوال: کھانا کھانے میں حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی عادتِ شریفہ کیا تھی؟ جواب: آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) بقدرِ ضرورت اور اسقدر کہ جس سے بدن قائم رہے تناول فرماتے تھے پیٹ بھر کر نہیں کھاتے تھے اور (حضرت) عائشہ صدیقہ (رضی اللہ عنہا) کی روایت سے ثابت ہوا ہے کہ حضرت (رسول اللہ) علیہ الصلوٰۃ والسلام کبھی شکم سیر نہیں ہوتے اور آنحضرت

علیہ الصلوٰۃ والتحیۃ اپنے اہل میں (اس طرح رہتے) تھے کہ آپ اُن سے کسی کھانے کا سوال نہیں کرتے تھے اگر وہ لوگ کھانا لے آتے تو آپ کھا لیتے اور جو کچھ لے آتے آپ قبول فرما لیتے تھے اور مشروبات میں سے جو کچھ یہ لوگ دے دیتے آپ پی لیتے تھے اور آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نزدیک سب سے مرغوب کھانا وہ ہوتا تھا کہ جس پر بہت سے ہاتھ (داخل) ہوں یعنی جماعت کے ساتھ کھاتے تھے تنہا نہیں۔ اور معدی کربؓ کی روایت سے ثابت ہے کہ آنحضرت علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والتسلیمات نے فرمایا کہ اولادِ آدم (انسان) کے لئے وہ چند لقمے کافی ہیں جو اس کی پیٹھ کو درست (قائم) رکھیں، پس اگر اس پر صبر نہ کر سکے تو اس کے پیٹ کا ایک تہائی حصہ اس کے پانی کے لئے ہو اور تہائی حصہ سانس لینے کے لئے ہو، کھانے کے شروع میں بسم اللہ کہتے تھے اور یہ عمل سنتِ مؤکدہ ہے اور آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ جو شخص کھانا کھائے اور اس کے بعد کہے "الحمد للہ الذی اطعمنی ھذا الطعام ورزقنیہ من غیر حول منی ولا قوۃ" تو اس کے پچھلے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں اور ایک روایت میں پچھلے اور اگلے کا لفظ آیا ہے اور آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کا سونا حدِ اعتدال پر اور قلیل تھا اس کے باوجود آپ کا دلِ مبارک نہیں سوتا تھا بلکہ آنحضرت علیہ وعلیٰ آلہ الف الف صلوٰۃ والتحیہ کی آنکھ سوتی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خون کم کرنے (فصد لے جانے) کی تاریخ مہینے کی سترہ[17] یا انیس[19] یا اکیس[21] تاریخ تھی، اور آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والتحیہ کا لباس چند قسم کا ہوتا تھا نفیس بھی پہنا ہے یعنی رد نہیں فرمایا ہے اور اس کے علاوہ بھی پہنا ہے اور روئی کا (سوتی) کپڑا اکثر پہنا ہے اور پشمینہ (اونی کپڑا) بھی پہنا ہے۔ مختصر یہ ہے کہ لباس کے بارے میں آپ کی عادتِ شریفہ تکلف کی نہیں تھی جس قسم کا حاضر ہو جاتا قبول فرما لیتے اور کپڑا کاٹنے کے لئے کسی دن کا معین ہونا ثابت نہیں ہوا ہے، اور خیر البریہ علیہ الصلوٰۃ والتحیہ کا یومِ پیدائش و یومِ وفات دوشنبہ (پیر) ہے، اس دن کے آخری حصہ میں وفات پائی اور اس روز جو کہ سہ شنبہ (منگل) تھا اُن (کے جسدِ مبارک) کی حفاظت کی گئی اور بدھ کی نصف شب اور ایک روایت میں اخیر شب میں آنحضرت علیہ وعلیٰ آلہ افضل الصلوٰۃ واکمل البرکات کو دفن کیا گیا۔ رباعی:-

یَا خَیْرَ مَنْ دُفِنَتْ فِی التُّرَابِ اَعْظُمُہٗ ... فَطَابَ مِنْ طِیْبِہِنَّ الْقَاعُ وَالْاَکَمُ

رُوْحِی الْفِدَاءُ لِقَبْرٍ اَنْتَ سَاکِنُہٗ ... فِیْہِ الْعَفَافُ وَفِیْہِ الْجُوْدُ وَالْکَرَمُ

[اے وہ ذات جو ان لوگوں میں سب سے بہتر ہے جن کی ہڈیاں مٹی میں دفن ہو گئیں اور اُن کی خوشبو سے میدان اور پہاڑیاں معطر ہو گئیں، میری روح اُس قبرِ (مبارک) پر فدا ہو جس میں آپ سکونت پذیر ہیں اس میں (درحقیقت) پاکیزگی، سخاوت اور بزرگی (مدفون) ہے]

آپ نے [illegible] رب العالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی عمرِ مبارک کے بارے میں

پوچھا تھا، آپ جان لیں کہ اس بارے میں چند قول ہیں، ایک قول کے مطابق ساٹھویں سال کے اوائل میں وفات پائی اور ایک قول کے مطابق تریسٹھ سال میں اور یہ قول سب اقوال سے زیادہ صحیح ہے اور ایک قول کے مطابق پینسٹھ سال کی عمر میں، اور علما نے ان اقوال میں اس طرح تطبیق کی ہے کہ جس نے تریسٹھ سال کہا ہے اس نے سالِ پیدائش اور سالِ وفات کو حساب میں نہیں لیا اور جس نے پینسٹھ سال کہا اس نے سالِ ولادت و سالِ وفات کو بھی شمار کیا ہے اور جس نے ساٹھ سال کہی ہے اس نے عشرات (دہائیوں) کو شمار کیا ہے اور کسور (اکائیوں) کو شمار نہیں کیا۔ والسلام علیٰ من اتبع الهدیٰ۔

مکتوب ۵۲

شیخ مصطفےٰ کی طرف ہر اسم الٰہی کے تمام اسماء و صفات کا جامع ہونے کی کیفیت کے بیان میں اور مرتبۂ ذات تک وصول کی کیفیت کے بیان میں اور ہمہ اوست و ہمہ از واست کے قول کی تحقیق میں اور اس بیان میں کہ صفتِ ارادہ کا زائل ہونا ولایت کے طریقوں میں مشروط ہے نہ کہ نبوت (کے طریقوں) میں اور فنائے لطائف اور ان کے انوار کے تعین کے بیان میں اور اس بیان میں کہ قلب جو کہ شعور کا محل ہے اس کی فنائیت کے بعد کون ہے جو صاحبِ شعور ہے اور اسباب کو اختیار کرنے اور رب الارباب (اللہ تعالیٰ) کی طرف امور کو تفویض (سپرد) کرنے کے درمیان تطبیق کی کیفیت اور اس کے مناسب بیان میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اما بعد، پس برادرِ اعز وارشد کا مکتوب مرغوب موصول ہوا اور اس کے وصول نے مجھ کو مسرور کیا اور وہ (مکتوب) چند سوالات پر مشتمل تھا پس ہم اُن کے جوابات شروع کرتے ہیں اور اللہ سبحانہٗ ہی درست جواب کا الہام کرنے والا ہے۔

آپ نے مجھ سے پوچھا ہے کہ "(حضرت مجدد الفِ ثانی قدس سرہٗ کے) بعض مکتوبات میں واقع ہے کہ ہر اسم الٰہی اسماء و صفات کا جامع ہے اگر اس سے مراد یہ ہے کہ ہر اسم اسماء و صفات کے ساتھ متصف ہے تو اس سے ذات کا متعدد ہونا یا عرض کا عرض کے ساتھ قائم ہونا لازم آتا ہے اور یہ بھی لازم آتا ہے کہ اُس اسم کا اسم بھی اسماء و صفات کا جامع ہو اور اسی طرح اسم الاسم کا اسم (بھی اسماء و صفات کا جامع ہو) اسی طرح بے انتہا درجہ تک لے جائیے پس اس سے تسلسل لازم آتا ہے"۔ اور جواب یہ ہے کہ بلا شبہ صفت اور صفتِ صفت دونوں کا ذاتِ واجبی تعالیٰ وتقدس کے ساتھ قائم ہونا جائز ہے پس اس سے انقلاب (تسلسل) لازم نہیں آتا اور نہ ہی عرض کا عرض کے ساتھ قائم ہونا لازم آتا ہے

جیسا کہ (علمائے) اعراض کے بقا (کے بارے) میں کہا ہے کہ بیشک اعراض اور بقا جو کہ اس کی صفت ہے دونوں جوہر کے ساتھ قائم ہیں اور (یہ بھی) کیوں نہ جائز ہو کہ اسماء سے مراد وہ اسماء ہیں جو کہ علمِ واجبی تعالیٰ میں جدا جدا ہیں اور مخلوقات کے مبادیٔ تعینات ہو گئے ہیں نہ کہ وہ اسماء جو ان میں مندرج ہیں اس کے علاوہ ہم کہتے ہیں کہ کمالاتِ الٰہیہ لامتناہی ہیں پس اس بارے میں بھی کوئی دشواری نہیں ہے کہ اسماءِ مندرجہ بھی جامع ہوں اور تسلسلِ محال لامتناہی امور کا مجتمع ہونا ہے اور وہ یہاں مفقود ہے اور نیز اسم کے اسماء وصفات کا جامع ہونے سے مراد اُس (سالک) کا اُن کے ساتھ موصوف ہونا نہیں ہے بلکہ اُن کا اس میں ملحوظ ہونا ہے یا اُس کا اُن کے ساتھ متعلق ہونا یا اُس کا اُن کے ساتھ مشروط ہونا ہے جیسا کہ بلاشبہ (صفتِ) علم تمام اسماء کے ساتھ اس کا تعلق ہونے کی وجہ سے تمام اسماء سے زیادہ جامعیت رکھتی ہے اور (صفتِ) تکوین صفاتِ کمال یعنی علم وقدرت وارادہ وغیرہا کے ساتھ مشروط ہونے کے اعتبار سے جامع ہے (کہ) ان کے بغیر وہ کامل نہیں ہوتی پس گویا کہ وہ صفات اس (تکوین) میں ماخوذہ ہیں اور قدرت وارادہ (دونوں) حیات وعلم کے ساتھ مشروط ہیں اور اسی طرح سمع وبصر دونوں حیات کے ساتھ مشروط ہیں اور علم کی تابع وملزوم ہیں، پس علم کی جامعیت ان صفات میں ماخوذ ہے اور (کلام ان صفات) پر مشتمل ہونے کے اعتبار سے جامع ہے اور صوفیائے موحدہ (توحیدِ وجودی والے حضرات) کہتے ہیں کہ ذات تعالیٰ وتقدس اپنے تمام اسماء وصفات کے ساتھ تمام اعیانِ علمیہ وخارجیہ میں ساری ومتجلی (سرایت کرنے والا اور جلوہ فرما) ہے اور اسی لئے وہ کہتے ہیں کُلُّ شَیْءٍ فِیْ کُلِّ شَیْءٍ [ہر چیز ہر چیز میں (ساری) ہے]

آپ نے مجھ سے یہ بھی پوچھا ہے کہ (حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کے) مکتوب شریف میں یہ بھی واقع ہے کہ "سالک کے لئے فنا وبقا حقیقت میں بلاشبہ اس اسم میں ہے جو کہ سالک کا مبدأ تعین ہے یا اس اسم کے اصول میں ہے نہ کہ ذاتِ بحت میں" تو پھر ذاتِ بحت کا طالب ذات کے بغیر کس طرح مطمئن ہوگا اور اس کو صبر وقرار کیسے ہوگا؟۔ جواب:۔ طالبِ مذکور کی کوشش کا کمال یہ ہے کہ وہ ظلمانی ونورانی حجابات سے نکل جائے اور اس کی بصیرت سے پردے اٹھا دیئے جائیں یہاں تک کہ اس کو وصلِ عریانی حاصل ہو جائے نہ یہ کہ وہ عنقا کو شکار کر لے اور جس چیز کی نہایت کو حاصل نہیں کیا جا سکتا اس کو احاطہ کر لے، اور اس کے بارے میں فارسی شعر میں کسی نے کیا اچھا کہا ہے ؎

عنقا شکارِ کس نشود دام باز چیں   کایں جا ہمیشہ باد بدست است دام را

{عنقا کو کوئی شکار نہیں کر سکتا تو اپنا جال اٹھالے کیونکہ یہاں ہمیشہ ایسا ہی ہے جیسا کہ ہوا کو ہاتھ میں لینا یعنی اس کو کچھ حاصل نہیں ہوتا}

اور یہاں ایک سر (بھید) ہے جو بالمشافہ گفتگو سے تعلق رکھتا ہے۔

نیز آپ نے مجھ سے پوچھا ہے کہ "سالک کے لئے مقصدِ اعلیٰ اور انتہائی مطلب یہ ہے کہ ماسوی اللہ سے رہائی اور اس (تعالیٰ شانہٗ) کے علاوہ ہر چیز کی غلامی سے آزادی حاصل کرے اور اس کو ذات تعالیٰ کے ساتھ استہلاک و اضمحلال حاصل ہو جائے یہاں تک کہ وہ شرکِ خفی کے گرداب سے نکل جائے اور اسی لئے اکثر صوفیائے عالیہ کلمۂ ہمہ اوست (سب کچھ وہ ہے) کے قائل ہو گئے اور ہمارے شیخ و امام (حضرت مجدد الف ثانیؒ) کلمۂ ہمہ از وست (سب کچھ اس سے ہے) کے قائل ہو گئے اور حق یہ ہے کہ اس مقصد کے حاصل ہونے میں یہ کافی ہے کہ سالک اپنے آپ کی اور اپنے ماسوا کی نفی کر دے اور اس کے شہود و شعور میں حق تعالیٰ و تقدس کے سوا کچھ باقی نہ رہے اور اس کے لئے اس بات کی کوئی ضرورت نہیں ہے کہ وہ معدومِ محض پر موجودِ محض کا حکم لگائے اور ہمہ اوست کہے، اور لیکن میرے دل میں یہ بات کھٹکتی ہے کہ بلاشبہ اس مقام کے مناسب یہ ہے ہمہ نیست موجود اوست [سب نہیں ہیں موجود وہی ہے] کا کلمہ کہے کیونکہ ظلال جب اصول کے ساتھ مل گئے تو اس کو یہ کہے بغیر چارہ نہیں ہے کہ ہمہ نیست موجود اوست۔ پس ہمہ از وست کا قول اگرچہ شرکِ خفی سے خارج ہے لیکن وہ شرکِ اخفیٰ کے دائرے سے خارج نہیں ہے جیسا کہ بلاشبہ علماء شرکِ خفی سے بچے ہوئے نہیں ہیں مگر یہ کہ ہم یہ کہیں کہ یہ قول بندیوں کی نسبت سے ہے"۔ جواب: استہلاک و اضمحلالِ مذکور کو توحیدِ شہودی کے ساتھ تعبیر کیا جاتا ہے اور یہ فنا اور حق جلّ و علا کے ماسوا کے شہود و وجود کے شعور کے زائل ہو جانے کا مقام ہے پس اس حال والے کے لئے کلمۂ ہمہ اوست اور ہمہ از وست کہنے کی گنجائش نہیں ہے جبکہ وحدتِ حقیقی کے مشاہدہ کے باعث کثرت و افرادِ عالم اس کی نظر سے بالکل دور ہو جاتے ہیں تو پھر وہ کیسے حکم لگاتا ہے کہ بلاشبہ یہ افراد حق تعالیٰ کا عین ہیں یا اُس سبحانہٗ کا غیر ہیں، یہ تو جہل و حیرت کا مقام ہے اور اس قسم کے کلمات کہنا علم و تمیز کا مقتضی ہے اور صاحبِ فنا کو اپنی فنا کا شعور نہیں ہے بلکہ اس کو اپنے مطلوب کا (بھی) ادراک نہیں تو اس کو اپنے مطلوب کے ماسوا کا شعور کیسے ہو گا ؎

آں معرفتے ست نامش ادراکِ بسیط   آنجا چہ محل دانش و ادراک است

[وہ ایک ایسی معرفت ہے جس کا نام ادراک بسیط (بسیط کو پانا) ہے، اس جگہ دانش و ادراک کا کیا موقع ہے]۔

بیشک "ہمہ نیست موجود اوست" اگرچہ اُس کے حال کے قریب ہے لیکن اس کے لئے مذکورہ وجہ کی بنا پر اس قسم کے کلمات کہنے کی گنجائش نہیں ہے اور اگر وہ کہتا ہے تو اس کے حال میں نقص ہے اور اس کے اطوار میں شرک ہے کیونکہ یہ عین الیقین کا مقام ہے اور قوم (صوفیہ) کے مسلّمہ اصول کی بنا پر اس مقام میں علم (الیقین) و عین (الیقین) دونوں میں سے ہر ایک دوسرے کے لئے حجاب ہے

اور یہاں سے آپ نے معلوم کر لیا کہ صاحبِ ہمہ اوست علم الیقین کے دائرہ سے نہیں نکلا اور اُس نے کثرت کے شہود سے رہائی نہیں پائی اور وہ فنا و عین الیقین کے ساتھ متحقق نہیں ہوا اور اگرچہ اُس نے کثرت کو حقانیت کے عنوان کے ساتھ تصور کیا ہے لیکن اس کا مشہود کثرت ہے وحدت نہیں ہے اور آپ کا یہ حکم لگانا کہ "مقصدِ اعلیٰ اور انتہائی مطلب فنا اور اُس (تعالیٰ شانہٗ) کے ماسوا کے شعور کا زائل ہونا ہے" تو سوائے اس کے نہیں کہ یہ مقصدِ اعلیٰ تک پہنچنے کے لئے شرط ہے اور مقصدِ اعلیٰ کا حاصل ہونا ہے۔

ہیچ کس را تا نگردد او فنا نیست رہ در بارگاہِ کبریا

[جبتک کوئی شخص (مقامِ) فنا حاصل نہ کرلے اس کے لئے بارگاہِ کبریا میں باریابی نہیں ہے]

بزرگوں نے کہا ہے جبتک تو (ماسوی اللہ سے) رہائی حاصل نہیں کرے گا نہیں پائے گا۔ وَفِیْ ذٰلِکَ فَلْیَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ [اور اس میں رغبت کرنے والوں کو رغبت کرنی چاہیے]۔

۸۳ ۲۶ ص ۸۹

تنبیہ:- جب سالک اس فنا اور عین الیقین سے عروج کرتا ہے (اور) بقا اور حق الیقین کے ساتھ متحقق ہو جاتا ہے اور سکر و عدمِ شعور سے صحو و شعور کی طرف ترقی کرتا ہے تو علم و عین میں سے کوئی ایک دوسرے کے لئے حجاب نہیں ہوتا اور وہ (سالک) ولادتِ ثانیہ کے ساتھ پیدا اور وجودِ موہوبی حقانی کے ساتھ موجود ہو جاتا ہے اس مقام میں عالم کا شہود حق جل و علا سے جدا ہو جاتا ہے پس اس وقت ہمہ از وست کا حکم لگایا جاتا ہے اور اس حکم میں اقسامِ شرک سے بری ہوتا ہے کیونکہ وہ فنا کے ساتھ اُس (جلّ شانہٗ) کے ماسوا کی محبت سے بے تعلق اور اُس کے غیر کی غلامی سے آزاد اور نفسِ امارہ کے مکر و فریب سے باہر ہو چکا ہے بلکہ اس کا (نفسِ) امارہ مطمئنہ ہو گیا ہے اور وہ اللہ عزّ و جلّ کے اخلاق (صفات) کے ساتھ متخلق ہو چکا ہے اور وہ تکمیل و ارشاد کے لئے عالم کی طرف لوٹ چکا ہے اور عالم کو اُس تعالیٰ شانہٗ کا مصنوع (اور) اُس سبحانہٗ کے کمالات کا مظہر دیکھتا ہے اور چونکہ مظاہر کا صدور اس سبحانہٗ سے ہے اس لئے وہ ہمہ از وست کا حکم لگاتا ہے۔ اور یہ جو آپ نے کہا ہے کہ "مبتدیوں کے اعتبار سے ہے" بیشک اسی طرح ہے لیکن کیا آپ نے نہیں سنا کہ نہایت ابتداء کی طرف رجوع کرنا ہی ہے، پس یہ قول مبتدیوں اور منتہیوں (دونوں) کی نسبت سے ہے اور عالم کا شہود ان دونوں کا حصہ ہے اور متوسطین جو کہ مغلوب الحال ہیں اپنے استغراق و استہلاک کی وجہ سے عالم کے شہود سے عار رکھتے ہیں اُن کو اُس (تعالیٰ شانہٗ) کے ماسوا کا علم اور اس کے غیر کا شعور نہیں ہے اور وہ نہیں جانتے کہ عالم حق عزّ و جلّ کے لئے معلوم اور اس تعالیٰ کے لئے مشہود ہے اور اس کا علم و شہود صفاتِ کمال میں سے ہے، ہاں اس (عالم) کی محبت اور اس کے ساتھ تعلق نقص و شرکِ خفی ہے اور اس بات سے عوام (مبتدیوں) کے شہودِ عالم اور

اخص الخواص کے شہودِ عالم کے درمیان فرق ظاہر ہو گیا پس عوام کا شہود اور اُن کا علم اُس (عالم) کیلئے تعلق و محبت کے ساتھ ملا ہوا ہے پس ناچار وہ محجوب و محروم ہو گئے اور اخص الخواص (منتہیوں) کا شہود اس تعلق و محبت سے خالی ہے پس انھوں نے (دنیا کی) محبت کے مرض سے نجات حاصل کر لی ہے اور وہ صفتِ کمال کے ساتھ جو کہ علم و شعور ہے متحقق ہو گئے ہیں اور خواص (متوسطین) اگرچہ تعلق کے مرض سے رہائی پا چکے ہیں لیکن صفتِ کمال سے خالی ہیں، اس کے علاوہ یہ ہے کہ ہمارے شیخ و پیشوا بھی کلمۂ "ہمہ نیست موجود اوست" کے قائل ہیں جیسا اُن کے کلام میں غور کرنے والے پر مخفی نہیں ہے۔ اور یہ جو آپ نے کہا ہے "جیسا کہ بلا شبہ علمائے ظواہر شرکِ خفی سے بچے ہوئے نہیں ہیں" اس (قول) سے تعجب ہے، بیشک علماء بھی ہمہ از وست کے قائل ہیں پس ان پر یہ حکم لگانا کہ وہ شرکِ خفی میں ہیں اور ہمہ از وست کے قائل پر شرکِ اخفیٰ کا حکم لگانا دعویٰ بلا دلیل ہے اور (یہ) اعتراض حقیقتِ حال کو نہ جاننے اور بات کی کُنہ تک نہ پہنچنے کی وجہ سے پیدا ہوا ہے اور اللہ تعالیٰ ہی مددگار ہے اور اسی کا فیض و کرم ہے، رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا (اے ہمارے رب! اگر ہم سے نسیان و خطا ہوئی ہے تو تو ہمیں نہ پکڑنا)

نیز آپ نے مجھ سے دریافت کیا ہے کہ "صفتِ ارادہ کا زوال نبی اور ولی دونوں کے حق میں محمود ہے یا صرف ولی کے حق میں ہے الخ" جواب: صفتِ ارادہ کے زائل ہونے سے مقصود اُس (ارادہ) کے بُرے متعلقات کا دُور ہونا ہے اور جبکہ صفتِ ارادہ کی بقا کے باوجود اُس کے متعلقات کا دُور ہونا طریقہ ولایت میں مشکل بلکہ دشوار ہے اس لئے اہلِ ولایت نفسِ ارادہ کے زوال میں کوشش کرتے ہیں بلکہ اس (ارادہ) کا زوال ولایت کے طریقوں میں شرط ہے اور یہ اس لئے کہ قُربِ ولایت ظلّی ہے اور قربِ ظلّی اتنا قوی نہیں ہوتا کہ نفسِ ارادہ کی بقا کے باوجود اُس کے بُرے متعلقات کو دُور کر دے اور طریقہ (قرب) نبوت میں اس کے بُرے متعلقات کو دور کرنے میں کوشش کرتے ہیں نہ کہ نفسِ ارادہ کے دُور کرنے میں اس لئے کہ وہ فی نفسہٖ کمال کی صفت ہے اور برائی وہ ہے جو کہ اس میں اُس کے بُرے متعلقات سے آئی ہے پس جب اس کے بُرے متعلقات دُور ہو گئے تو نفسِ ارادہ کے دور ہونے کی ضرورت باقی نہیں رہی کیونکہ قربِ نبوت اصلی ہے اور یہ قرب اتنا قوی ہے کہ اس (ارادہ) کی ذات کے بقا کے باوجود اس کے متعلقات کو دور کر دیتا ہے پس طریقہ ولایت میں ارادہ کا زوال مطلوب و محمود ہے طریقۂ نبوت میں نہیں اور یہ جو سائل (آپ) نے کہا ہے کہ ارادہ کا باقی رہنا رضا و بندگی کے مقام کے منافی ہے تو یہ غیر مسلّم ہے اس لئے کہ منافی ہونا اس کے بُرے متعلقات کے لئے ہے اس طرح کہ وہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے خلاف ارادہ کرتا ہے نہ کہ نفسِ ارادہ کے لئے، پس اگر ارادے کی بقا کے باوجود اس کے مقاصد حق تعالیٰ کی مرضیات کے موافق ہوں تو کوئی منافات نہیں ہے۔

نیز آپ نے مجھ سے جواہرِ خمسہ کی فنا کے بارے میں دریافت کیا ہے جو کہ عالمِ امر کے لطائف ہیں اور اُن کے انوار کے تعین کے بارے میں بھی پوچھا ہے پس آپ جان لیں کہ پانچوں لطائف میں سے ہر لطیفہ کے لئے مراتبِ وجوب میں ایک اصل ہے اور ان میں سے ہر لطیفہ کی فنا اُس لطیفہ کے اپنی اصل تک پہنچنے اور اس میں فنا ہو جانے سے وابستہ ہے اور قلب کی اصل صفاتِ افعال سے ہے پس اس کی فنا تجلّیٔ افعال سے وابستہ ہے، اور روح کی اصل صفاتِ حقیقیہ سے ہے پس اس کی فنا تجلّیٔ صفات سے متعلق ہے اور سِر کی اصل شیونات سے ہے جو کہ صفات کے اصول ہیں پس اس کی فنا تجلّیٔ شیونات پر موقوف ہے اور خفی کی اصل صفاتِ تنزیہیہ (سلبیہ) سے ہے پس اس کی فنا اس درجۂ عالیہ تک پہنچنے سے ہے اور اخفیٰ کی اصل مقامِ جہل و حیرت سے ہے جو کہ تجلّیٔ ذاتی (عمومی) سے پیدا ہوتا ہے پس اس کی فنا اس تجلّی کے ساتھ مربوط ہے اور باقی رہے لطائف کے انوار تو (وہ یہ ہیں کہ) صوفیہ کے قول پر قلب کا نور زرد اور روح کا نور سرخ اور سِر کا نور سفید اور خفی کا نور سیاہ اور اخفیٰ کا سبز ہے۔

اور نیز آپ نے پوچھا تھا کہ "طالبِ وصال تو سالک کا قلب ہے پس اس کو فنائے کامل حاصل ہونے کے بعد مطلوب سے واصل کونسی چیز ہے اور اس کے عدمِ شعور کے بعد وہ کون ہے جو صاحبِ شعور ہے پس اگر ہم یہ کہیں کہ فنائے کامل کے بعد طالب کو اس قلب و ادراک و شعور کے علاوہ ایک اور قلب و ادراک و شعور دیا جاتا ہے اور یہ دوسرا قلب واصل و واقف ہوتا ہے تو اس صورت میں طالب مطلوب تک ہرگز نہیں پہنچا"۔ جواب: مثلاً واصل وہی قلب ہے جو کہ طالب تھا اور جس کو فنا حاصل ہوئی ہے اور صاحبِ شعور بھی وہی معدوم ہے پس اس کا عدمِ شعور مطلوب کے ماسوا کے اعتبار سے ہے اور اس کا شعور مطلوب کے ساتھ ہے یعنی اس کے ساتھ ادراکِ بسیط ہے اور بقا کے بعد اس کو ادراکِ مرکب حاصل ہوتا ہے، اور یہ سوال صاحبِ نزہت کے اعتراض کے قریب ہے جو اس نے فنا کی بات کرتے ہوئے قوم (صوفیہ) پر کیا ہے جیسا کہ اس نے فارسی اشعار میں کہا ہے ؎

گویند عنانِ خود چہ تابی	گم شو کہ چو گم شوی بیابی
ایں نکتہ نمود ناصوابم	چوں گم شوم آنگہے چہ یابم
یا بندہ اگر کسے دگر خواست	از گم شدنم پس اوچہ میخواست

[لوگ کہتے ہیں کہ تو اپنی باگ کیا موڑتا ہے (بلکہ) تو گم ہو جا کہ جب تو گم ہو جائیگا تو پائیگا، مجھ کو یہ نکتہ درست معلوم نہیں ہوتا (کیونکہ) جب میں گم ہو جاؤں گا تو اس وقت میں کیا پاؤں گا، پانے والا اگر کسی دوسرے کو چاہتا تھا تو پھر وہ میرے گم ہونے سے کیا چاہتا تھا۔] اور میں نے اپنے کسی مکتوب میں اس شبہ کے حل میں کچھ لکھا ہے پس وہاں سے طلب کیا جائے۔

ملا ۹۱

دفتر اول مکتوب ۱۵ م ۱۰۱

اور آپ نے مجھ سے یہ بھی پوچھا ہے کہ "مؤثرِ حقیقی (اللہ) تعالیٰ پر نظر اور ظاہری اسباب و وسائل پر نظر ایک ہی وقت میں ہوتی ہے پس فقدان اکمل (فنائیت) کے ساتھ وجدانِ اتم (کامل طور پر پالینا) کس طرح جمع ہوگا۔" جواب: یہ ہے کہ جب وہ (سالک) دیکھتا ہے کہ تمام اشیاء میں مؤثرِ حقیقی تو حق عزّوجلّ ہی ہے اور وہ دیکھتا ہے کہ اسباب عللِ عادیہ ہیں جن کے وجود میں آنے کے بعد اللہ تعالیٰ (ان میں) اثر پیدا فرمادیتا ہے پس یہ وجدان کے منافی نہیں ہیں اور (ان کی وجہ سے) فقدان (گم شدگی) ہرگز حاصل نہیں ہوا اور کیسے ہوسکتا ہے جبکہ بعض اسباب وہ ہیں جن کا استعمال کرنا واجب ہے اگر ان کو ترک کریگا تو گنہگار ہوگا۔

آپ نے مجھ سے پوچھا ہے کہ "ذکر نفی اثبات کے فوائد کچھ عرصہ تک اسمِ ذات کے ساتھ وابستہ ہوگئے تھے اور نفی اثبات سے میری احتیلاج زائل ہوگئی تھی اور اب اسمِ ذات سے بھی احتیلاج زائل ہوگئی ہے اور محض توجہ و مراقبہ اس کا قائم مقام ہوگیا ہے"۔ جواب یہ ہے کہ یہ سب طریقے موصل (اللہ تعالیٰ تک پہنچانے والے) ہیں پس جس طریقے سے بھی شرح صدر ہوجائے اور ترقی حاصل ہوجائے اسی میں مشغول رہے لیکن نفی و اثبات کی تکرار ترک نہ کرے اس لئے کہ اس کے فائدے بعد میں بھی متوقع ہیں اور وہ پورے نہیں ہوتے۔

ص ۹۳

آپ نے مجھ سے یہ دریافت کیا ہے کہ "ذاتِ واجبی تعالیٰ اور اس سبحانہٗ کی صفات و اسماء سے حیرت و حسرت اور غم و سوز کے سوا اور کچھ نصیب نہیں ہے"۔ جواب:- معاملہ اسی طرح ہے ممکن واجب کی کُنہ کو کس طرح پاسکتا ہے اور حادث کے لئے قدیم کا احاطہ کرنا محال ہے پس لامحالہ اس کی محرومی لازمی ہے ما للتراب و رب الارباب [چہ نسبت خاک را با عالمِ پاک]، اس مرتبۂ مقدسہ سے اس کا نصیب اس کی استعداد کے مطابق مقدر ہوتا ہے اور اس کا حصول و وصول اس کے تعین کی قید کے ساتھ مقید ہے اور (ذاتِ) مطلق اس تقدیر سے پاک اور اس تقیید سے بالا ہے اور کسی نے فارسی شعر میں کیا اچھا کہا ہے ؎

توا زخوبی نمی گنجی بعالم مرا ہرگز کجا گنجی در آغوش

[(جب) تو عالم میں خوبی کی وجہ سے نہیں سماسکتا (تو پھر) میری آغوش میں کہاں سماسکتا ہے]

اور یہ اس مکتوب کا آخر ہے۔

والحمد للہ اوّلاً و آخراً والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ دائماً و سرمداً و علیٰ آلہ الکرام و صحبہ العظام و علیٰ سائر الانبیاء والملائکۃ والصالحین۔

حاجی شریف خادم کے نام اُن کے سوالوں کے جواب میں تحریر فرمایا۔

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ: برادرم حاجی محمد شریف نے چند سوالات کئے تھے ہر ایک کے جواب کو گوشِ ہوش کے ساتھ سماعت فرمائیں، دوام آگاہی کے لئے بیداری و خواب (نیند) اور تلاوت و نماز وغیرہ یکساں ہیں، اس مقام میں حضور و آگاہی دل کا ملکہ (صفتِ راسخہ) اور اس کی صفتِ لازمہ ہو جاتی ہے جو کہ جدا ہونے والی نہیں ہے۔ حضرت موسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو فَاَخَافُ اَنْ یَّقْتُلُوْنِ (پس میں ڈرتا ہوں کہ (کہیں وہ اس کے بدلے میں) مجھ کو قتل (نہ کردیں) فرمایا یہ تبلیغ سے عذر و انکار نہیں تھا بلکہ حال کا بیان تھا اور نیز اس طرف اشارہ ہے کہ میرے قتل کر دیئے جانے کے بعد رسالت کی تبلیغ جیسا کہ اس کا حق ہے مجھ سے ادا نہیں ہوگی (یعنی تبلیغ کا کام نامکمل رہ جائے گا) میں اس بات سے ڈرتا ہوں، اور اگر عذر و انکار ہوتا تو یہ کیوں فرماتے: وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِیْ یَفْقَهُوْا قَوْلِیْ وَاجْعَلْ لِّیْ وَزِیْرًا مِّنْ اَهْلِیْ هٰرُوْنَ اَخِی اشْدُدْ بِهٖۤ اَزْرِیْ وَاَشْرِكْهُ فِیْۤ اَمْرِیْ (اور میری زبان کی گرہ کھول دے تاکہ لوگ میری بات سمجھ سکیں اور میرے اہل میں سے ایک شخص یعنی ہارون کو جو کہ میرا بھائی ہے میرا معاون مقرر فرما دے اس کے ذریعہ میری قوت کو مضبوط کر دے اور اس کو میرے کام میں شریک کر دے) اور دعائے اللھم اغفر لمحمد اور اللھم اجعلہ من اکرم عبادک (اے اللہ! (حضرت) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی مغفرت فرما اور اے اللہ! اُن کو اپنے بزرگترین بندوں میں سے بنا دے) کا ثمرہ محض دعا کرنے والے کے لئے ثواب و درجات کا حاصل ہونا ہے، کیا تو نہیں دیکھتا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے: اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ (بیشک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے نبی پر درود بھیجتے ہیں) اس کے بعد مؤمنوں کے لئے حکم ہے کہ یہ کہیں اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ (اے اللہ! محمد پر رحمت نازل فرما) اور نیز اذان کے بعد یہ کہنا حدیث شریف میں آیا ہے وابعثہ مقاما محمودن الذی وعدتہ انک لا تخلف المیعاد (اور ان کو مقام محمود عطا فرما جس کا تونے اُن سے وعدہ فرمایا ہے بیشک تو وعدہ کے خلاف نہیں کرتا)۔ اور حقیقت یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے جس چیز کا وعدہ فرمایا ہے وہ ضرور واقع ہوگی۔ اور غایۃ العمال میں جو حدیث وارد ہوئی ہے وہ اس پر دلیل ہے (اور وہ یہ ہے) اے لوگو! بلاشبہ قیامت کے روز اس کے احوال و مقامات میں سے تم کو سب سے زیادہ

۹۳

ط ۲۶/۱۴ ۔ ۵۲ ۔ ۲۰/۲۷ تا ۳۰ ۔ ۵۳ ۔ ۳۳/۵۶ ۔

نجات دلانے والی چیز تمہارا دنیا میں مجھ پر کثرت سے درود بھیجنا ہے اگرچہ اللہ تعالیٰ اور فرشتوں کا (درود بھیجنا) ہی کافی ہے جبکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ الآیہ [بیشک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے نبی پر درود بھیجتے ہیں] پھر بھی مومنوں کو اس بات کا حکم دیا تا کہ اُن کو اس پر ثواب عطا فرمائے، اس کو دیلمی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ ممکن اگرچہ ہستی کا وجود مستقل نہیں رکھتا اور جو کچھ رکھتا ہے عارضی رکھتا ہے لیکن حق تعالیٰ نے اس عارضی ہستی کو اپنی قدرتِ کاملہ سے ثبات و قرار دیدیا ہے اور احکامِ صادقہ اس پر مرتب فرمادیئے اور احکامِ شرعیہ اسی مرتبہ میں فرمائے اور دائمی عذاب و ثواب اُن کے ساتھ وابستہ کردیا ہے کہ جو شخص ان کا انکار کرے وہ ملحد و زندیق (بے دین) ہے اور تمام اشیاء کا مالکِ حقیقی وہ تعالیٰ شانہ ہے لیکن ظاہر میں اپنے بندوں میں سے ہر شخص کو مالک بنادیا ہے اس کی اجازت کے بغیر کسی دوسرے کو اس میں تصرف کرنا حرام قرار دیا ہے اور اس پر مواخذہ (گرفت) مرتب کردیا ہے فلا تکن من القاصرین [پس تو قصور کرنے والوں میں سے نہ بن] تمام انبیائے کرام علیٰ نبینا و سائر الانبیاء الصلوات والتسلیمات کے درمیان (اس درود شریف) کما صلیت علیٰ ابراھیم [جیسا کہ تو نے حضرت ابراہیم (علیہ السلام) پر رحمت بھیجی] سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تخصیص ان کی بزرگی کی وجہ سے ہے جو نبی بھی اُن (حضرت ابراہیم علیہ السلام) کے بعد آیا وہ اُن حضرت کی متابعت پر مامور ہوا ہے: اِتَّبِعْ مِلَّۃَ اِبْرَاھِیْمَ حَنِیْفًا [آپ ابراہیم حنیف کی ملت کی پیروی کیجئے] اس معنی پر شاہد ہے اور اس بارے میں تفصیل ہمارے حضرت عالی (قدس سرہٗ) کے مکتوبات میں تلاش کرنی چاہئے۔ ایمان و اسلام حقیقت میں ایک ہی چیز ہے لیکن جہاں کہیں اسلام کا عطف ایمان پر آیا ہے وہاں ایمان سے مراد تصدیقِ قلبی قرار دینی چاہئے اور اسلام سے ظاہری فرمانبرداری (مراد ہونی چاہئے) جو کہ اعضائے بدن سے تعلق رکھتی ہے کیونکہ اطلاقاتِ شرع میں ایمان و اسلام اسی معنی میں بھی آیا، آیتِ کریمہ لَقَدْ نَصَرَکُمُ اللّٰہُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّۃٌ [اور بلاشبہ بدر کی لڑائی میں اللہ تعالیٰ تمہاری مدد کرچکا ہے حالانکہ تم بے سروسامان تھے] سے مقصود اپنے بندوں پر اپنی نعمتوں کا لینا اور اُن پر احسان رکھنا اور ان سے شکر طلب کرنا ہے جیسا کہ آیتِ فَاتَّقُوا اللّٰہَ لَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ [پس تم اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو تا کہ شکر گذار بنو] اس پر دلالت کرتی ہے نہ کہ خبر یا فائدۂ خبر ہے۔ دوامِ حضور کے وقت میں اگر ظاہر سے غفلت ہوجائے یا گناہ سرزد ہوجائے تو ممکن بلکہ واقع ہے اس سے باطن کی حضوری میں کوئی کمی نہیں آتی۔

ے ۳۳/۵۶ ۔ ے ۱۶/۱۲۳ ۔ ے ۳/۱۲۳ ۔

شیخ محمد علیم جلال آبادی کے نام اللہ سبحانہ کی طرف ہمیشہ متوجہ رہنے اور ماسوا سے قطعِ تعلق پر ترغیب دینے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

۹۴

بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ، خصوصاً علی سید الوری صاحب قاب قوسین او ادنیٰ وعلیٰ آلہ وصحبہ البررۃ التقی اما بعد، آپ کی جانب سے ہماری طرف مکتوبِ گرامی پہنچا ایسا مکتوب جو کہ لذاتِ بہشت کی طرف بُلانے والا ہے، اللہ تعالیٰ کی عنایات اور اللہ کی طرف دائمی توجہ اور ماسوی اللہ سے انقطاع ہمیشہ آپ کے شاملِ حال رہیں، عاشقوں کے دل اس کی محبت کی آگ سے جلتے ہیں اور محبین کے جگر اس کی تمنا میں پیاسے ہیں پس اس شخص کے لئے خوشخبری ہے جس کو اُس (حق تعالیٰ) کے سوا اور کوئی فکر نہیں ہے اور اُس شخص کے لئے بشارت ہے جس کو اس کے ماسوا کے ساتھ شعور باقی نہیں ہے، پس وہ شخص خوش نصیب ہے جس نے اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ کاموں سے موافقت کی اور اس شخص پر افسوس ہے جس نے اللہ تعالیٰ کے احکام سے تجاوز کیا۔ اللہ تعالیٰ سے آپ کیلئے (اعلیٰ) درجات پر پہنچنے اور مقاصد کی انتہا کے شہود کے متعلق رسولوں میں افضل اور مخلوقات میں اکمل علیہ و علیٰ آلہ اشمل الصلوات واعلی البرکات کے طفیل دعا کی گئی ہے۔ میرے مخدوم! برادرِ دینی ملا شاہ حسین چند روز یہاں رہے ہم اُن کی صحبت سے نہایت بہرہ مند و لطف اندوز ہوئے اور آپ کی اجازت کی موافقت پر ہم نے بھی (ان کو) اجازت دی وفقہ اللہ سبحانہ لمرضیاتہ [اللہ سبحانہ ان کو اپنی خوشنودی کے کاموں کی توفیق عطا فرمائے] چونکہ آپ کا محب و خادم ہے (اس لئے) اس کے ساتھ شفقت و عنایت کے طریقہ کی زیادہ سے زیادہ رعایت رکھیں۔

حاجی سلیم بلخی کے نام نصیحت کرنے اور اپنے طریقہ کا التزام کرنے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

الحمد للہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام الاتمان الاکملان علی سید المرسلین محمد وآلہ وصحبہ اجمعین میرے برادر عزیز حاجی حرمین شریفین اس دُور افتادہ مسکین سے سلام و دعا مطالعہ کریں اور

اذکار و طاعات کے وظائف میں مشغول رہیں اور موت کی تیاری سے فارغ نہ رہیں اور آخرت کا زادِ راہ تیار کریں، مختصر یہ ہے کہ دنیا سے روگرداں اور آخرت کی طرف متوجہ رہیں اور خط و کتابت کا راستہ کھلا رکھیں کیونکہ یہ غائبانہ توجہ کا ذریعہ ہے اور طریقہ کے دوستوں کو عزیز رکھیں اور ایک دوسرے میں فانی رہیں۔ آپ نے رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ [وہ آپس میں بہت مہربان ہیں] پڑھا ہوگا، اور اپنے طریقہ کو لازم پکڑیں اور طریقہ میں کوئی نیا امر پیدا نہ کریں، طریقہ کے فیوض و برکات اس وقت تک جاری ہیں جبتک کہ طریقہ میں کوئی نیا امر پیدا نہ ہوا ہو ورنہ فیوض کا راستہ بند ہو جاتا ہے اور طریقہ سکھانے کی اجازت بھی طریقہ میں نئی بات پیدا نہ کرنے اور اتباعِ سنت اور مشائخ (سلسلہ کے پیروں) کی محبت پر استحکام کے ساتھ مشروط ہے، یہ محبت جسقدر زیادہ ہوگی شیخ کے باطن سے فیض کا اخذ اسی قدر زیادہ ہوگا، چونکہ جہر (بلند آواز سے ذکر کرنا) ہمارے طریقہ میں نہیں ہے (اس لئے) دوستوں کو جہر کی طرف رہنمائی نہیں کرنی چاہئے اور ذکرِ جہر کا حلقہ منعقد نہیں کرنا چاہئے۔ والسلام علیکم وعلیٰ سائر من اتبع الھدیٰ والتزم متابعۃ المصطفےٰ و علیٰ آلہ الصلوٰۃ والتسلیمات والتحیات والبرکات العلیٰ۔

۹۵

مکتوب ۵۶

ارشاد پناہ حقائق و معارف آگاہ خواجہ عبدالغفار بلخی کی خدمت میں ان کے مکتوب کے جواب میں جو کہ بشارت پر مشتمل تھا اور اصل کی سبقت و استقلال اور ظل کی تبعیت و محجوبیت کے بیان میں تحریر فرمایا

الحمد للہ العلی الاعلیٰ والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ محمد خیر الوریٰ صاحب قوسین او ادنیٰ وعلیٰ صحبہ البررۃ النقی، امابعد، (یہ) ذرۂ احقر ولایت پناہ ارشاد و افادت دستگاہ کی خدمت میں عرض کرتا ہے کہ آپ کا عنایت نامۂ نامی و مکتوبِ گرامی جو کہ شفقت و مہربانی کی وجہ سے اس بے مایہ کے نام ارسال فرمایا تھا اس کے صادر ہونے سے سعادت مند و سربلند ہوا، ع

بوسیدم و برمردمکِ دیدہ نہادم [میں نے (اس کو) بوسہ دیا اور آنکھ کی پتلی پر رکھا]

امیدوار ہے کہ اسی طرح اس ناکارہ کو بھی کبھی (اپنے) آفتاب کی طرح منور دل کے حاشیہ میں راہ دیتے رہیں گے اور خاص کیفیات کے ساتھ نوازش فرماتے رہیں گے، اس عنایت نامہ کا وارد ہونا جو کہ خط و کتابت کی سبقت کے بغیر عینِ کرم سے تھا ایک نعمتِ غیر مترقبہ تھا اس کے پہنچنے سے کشائشوں اور ترقیوں کا امیدوار ہوا، حق یہ ہے کہ سبقت بزرگوں (کی طرف) سے ہونی چاہئے اور کرم کریموں ہی کو زیب دیتا ہے ع

درخانہ بکد خدائی ماند ہمہ چیز [گھر کی ہر چیز گھر کے مالک کی ہوتی ہے]

پہلے سے اسی طرح ہوتا آیا ہے اور اشد شوق اصل کی طرف منسوب ہوا ہے، ابتدا امید اُکی طرف سے اور شروع اصل کی جانب سے ہے، یُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ [وہ اُن سے محبت کرتا ہے اور وہ اُس سے محبت کرتے ہیں] جو خیر و کمال کہ ظل رکھتا ہے وہ سب اصل سے مستعار و مستفاد ہے اور ظل کسی چیز میں بھی اپنے ساتھ استقلال نہیں رکھتا اور اگر وہ خیر و کمال کی نسبت اپنی طرف کرتا ہے تو خائن ہے اور اصل کے ساتھ برابری کا دعوی کرتا ہے، کمال اس کے حق میں کمال کی نفی کرنا ہے اور خیریت (بھلائی) خیریت کے سلب میں ہے، ظل جو حصہ کہ اصل سے رکھتا ہے وہ منتسبات کو اس (اصل) کی طرف لوٹا دینے کے بعد، محو (فانی) ولاشئ ہوتا ہے جسقدر اصل کا ظہور زیادہ ہوگا ظل کا محو ولاشئ ہونا (بھی) اسی قدر زیادہ ہوگا ؎

معشوق اگرچہ ہست ہمخانۂ ما ویران تر از اول است ویرانۂ ما

[معشوق اگرچہ ہمارا ہمخانہ ہے (لیکن) ہمارا ویرانہ پہلے سے بھی زیادہ ویران ہے]

بیچارہ (ظل)، نفی ہو جانے کے سوا اصل سے کچھ حصہ نہیں رکھتا، وہ اس کے کمال کی کیا خبر پائے گا اور اس کے جمال کا کس طرح سراغ لگائے گا ؎

گیرم کہ بغمخانۂ ما یار خرامد کو حوصلہ وطاقتِ دیدار کہ دارد

[میں مانتا ہوں کہ ہمارے غمخانۂ دل میں محبوب خوش خرام ہے لیکن اُس کے دیدار کا حوصلہ وطاقت کس کو ہے]

زبدۃ العارفین قدوۃ المحققین حضرت مخدومی اعظم قدس سرہ کی تسبیح اور عصائے مبارک جو کہ آپ نے از راہِ مہربانی ارسال فرمایا تھا اور اس مسکین کو اس کے ساتھ نوازا تھا پہنچا سر اور آنکھوں پر رکھ کر ان کی برکات سے بہرہ مند و مستفیض ہوا، الٰہی! یہ سلامت رہیں۔ آپ نے جو اس مسکین کے بارے میں قطبیت کی بشارت دیکھی اور قلمِ مشکیں رقم سے تحریر فرمائی ہے اس کا مطالعہ باعثِ فخر و ناز ہوا، اس ناکارہ کے لئے اسی قدر بہت ہے کہ آپ کے دریا صفت دل میں راہ پائی ہے اور (آپ کے) حضور پُر نور میں ذکر کیا جاتا ہے، اس معنی کو کتنی ہی بشارتوں کے برابر تصور کرتا ہے اور جسقدر خوشی و مسرت کہ اس سے حاصل ہوتی ہے اس سے زیادہ ہے جو کہ بشارت سے حاصل ہوتی ہے ؎

ما سرنی تبشیرکم لی مثلما قد سرنی انی خطرت ببالکم

[آپ کے بشارت دینے کی مجھے اتنی خوشی نہیں ہوئی جتنی کہ اس بات سے خوشی ہوئی ہے کہ آپ کے دل میں میرا گذر ہوا]

نبیٔ اُمّی اور اُن کی بزرگ آل علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات والتحیات والبرکات کے طفیل شفقتوں اور ہدایات کے سلسلے دوستوں اور خیر خواہوں کے سروں پر دراز و فراخ رہیں۔

مکتوب ۵۷

میرزا شاہ کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ ممکنات کی حقیقت عدم ہے اور ممکن کیلئے واجب تعالیٰ کی حقیقت کے پانے سے عاجزی و ناامیدی ناگزیر ہے مگر یہ کہ وجودِ موہوب سے متحقق ہو کر مطلب کو تلاش کرے۔

الحمد للہ ذی الانعام والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ سید الانام وعلیٰ آلہ الکرام وصحبہ العظام الیٰ یوم القیام، میرے مخدوم! انسان اور تمام ممکنات کی حقیقت عدم ہے جو کہ لاشئ محض ہے اور وجود اور اس کے تابع کمالات ربِ معبود کے لئے خاص ہیں، ممکن کا وجود واجب کے وجود کے بالمقابل موہومات و متخیلات (وہم و خیال کی باتوں) کا حکم رکھتا ہے، معدوم موجود کی حقیقت کو کیا پائے اور موہوم ثابت و محقق کی کنہ (حقیقت) کو کیا حاصل کرے پس ناچار معرفت سے عاجز ہونا ہی معرفت ہوگی اور ناامیدی ہمیشہ دامنگیر رہے گی، کسی نے خوب کہا ہے ؎

ص ۹۷

کو غبارِ ناقۂ لیلیٰ کہ مجنوں سالہا　　چشم بر رہ داشت گردے از بیاباں برنخاست

[لیلیٰ کی اونٹنی کا غبار کہاں ہے کہ مجنوں برسوں چشم براہ رہا لیکن صحرا سے کوئی گرد نہ اٹھی]

اس بیچارہ کی انتہائی کوشش یہ ہے کہ اپنے عدم ہونے کی حقیقت پر آگاہ ہو جائے اور ہستئ موہوم سے خالی ہو جائے لیکن وہ واجب تعالیٰ وتقدس کی حقیقت کے ادراک کا کس طرح سراغ لگائے اور مایوسی و عاجزی کے سوا کیا حصہ پائے ؎

عاشقاں را نصیب از معشوق　　جز خرابی و جاں گدازی نیست

[عاشقوں کو معشوق سے سوائے خرابی اور جان کو پگھلانے کے اور کچھ نصیب نہیں ہے]

ہاں عارف کے عدم (فنا) ہو جانے اور اس کے اس موہوم ہستی سے خالی ہو جانے کے بعد آیتِ کریمہ اَوَمَنْ کَانَ مَیْتًا فَاَحْیَیْنٰہُ وَجَعَلْنَا لَہٗ نُوْرًا یَّمْشِیْ بِہٖ الآیہ [کیا (ایسا نہیں ہے کہ) جو شخص مردہ تھا پھر ہم نے اس کو زندہ کیا اور اس کے لئے ایک نور بنایا جس کے ساتھ وہ چلتا ہے] کے مطابق ہو سکتا ہے کہ اُس وجودِ موہوب اور نورِ مذکور کے ذریعہ مطلبِ اعلیٰ کا سراغ لگائے اور عزت و جلال کے سراپردوں میں داخل ہو جائے، لایحمل عطایا الملک الامطایاہ [بادشاہوں کے عطیات بادشاہوں کی سواریاں ہی اٹھاتی ہیں] والسلام علیکم وعلیٰ سائر من اتبع الھدیٰ۔

۹/۶/۱۲۲

مکتوب ۵۸

محمد مومن گیلانی برہانپوری کے نام اُن کے عریضے کے جواب میں اور اس بارے میں کہ مقام اَوْ اَدْنیٰ کا حاصل ہونا تجلی ذاتی کا اثر ہے اور قاب قوسین تجلی صفاتی سے تعلق رکھتا ہے اور تحقیقاتِ لائقہ اور اس کے مناسب بیان میں تحریر فرمایا۔

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفٰی، میرے پیارے بھائی کے مکتوبِ مرغوب نے موصول ہو کر خوش وقت کیا، اللہ سبحانہٗ کا حمد و شکر ہے کہ آپ عافیت و استقامت کے ساتھ ہیں اور فقراء کی یاد سے خالی نہیں ہیں، آپ نے وجودِ موہوب کے ساتھ کہ جس سے صفات کا قیام ہے متحقق ہونے کے بعد صفات سے عاری ذاتی عدمیت اور فطری نیستی کے ظہور کے متعلق لکھا تھا، واضح ہوا، بیشک ممکن کی ذات عدم ہے کہ صفاتِ کمال کے انعکاس کے ذریعے اس (کمال) کے مراتب میں وجود نما ہو گیا ہے، جب صاحبِ استعداد سالک کی نظر عدمیتِ ذاتیہ پر پڑتی ہے اور کمالاتِ منعکسہ کو پوری طرح ان کمالات کے مالک کے سپرد کر دیتا ہے تو وہ فنا و نیستی کے ساتھ موصوف ہو جاتا ہے اور اس موت کے ساتھ جو کہ موت سے پہلے ہے مشرف ہو جاتا ہے اَوَمَنْ کَانَ مَیْتًا فَاَحْیَیْنٰہُ وَجَعَلْنَا لَہٗ نُوْرًا الآیۃ [کیا (ایسا نہیں ہے کہ) جو شخص مردہ تھا پھر ہم نے اس کو زندہ کر دیا اور اس کے لئے ایک نور بنایا] کے بموجب اگر اُس مردے کو زندگی بخشنا اور محبت کی شراب کے اس مدہوش کو ہوش میں لانا چاہیں تو اس کو اپنے پاس سے حیات و علم وغیرہ صفاتِ کمال عطا فرماتے ہیں پس اس وقت وہ اس کی حیات کے ساتھ زندہ، اس کے علم کے ساتھ عالم، اس کی قدرت و ارادہ کے ساتھ قادر و مرید (ارادہ کرنے والا) ہو جاتا ہے۔

۶/۱۲۲ ص ۹۸

یہاں ایک نکتہ ہے، جاننا چاہیے کہ ممکنات کے حقائق عدماتِ مقیدہ ہیں جو کہ کمالاتِ وجودی کے انعکاس کے ساتھ متمیز ہو گئے ہیں اور ہر ایک عدم دوسرے عدم سے جدا ہو گیا ہے اور جب کمالاتِ وجودی اپنے اصول کی طرف رجوع کرتے ہیں اور عدم کے آئینے کو خالی چھوڑ دیتے ہیں تو اس کو تمام اعدام سے امتیاز دینے والی چیز نہیں رہتی اور عدم بھی اپنی اصل کے ساتھ جو کہ عدمِ مطلق ہے مل جاتا ہے اس وقت کامل و مکمل طور پر عارف سے نہ عین رہتا ہے نہ اثر۔ لَا تُبْقِیْ وَلَا تَذَرُ [نہ باقی رہنے دیگی اور نہ چھوڑ یگی] کمالاتِ وجودیہ جس طرح اُس سے رخصت ہوئے تھے اور اُس کو عدم کے حوالہ کر دیا تھا عدم بھی (اسی طرح) اس سے جدا ہو گیا اور عدمِ مطلق کے ساتھ جا ملا، شاید کہ یہ کمال اَوْ اَدْنیٰ کا ہے اور تجلی ذاتی کا اثر ہے

۲۹/۲۸

جیسا کہ سابقہ کمال کہ (جس میں) عارف کمالات کے اپنی اصل کے ساتھ مل جانے کے بعد اپنے آپ کو جماد و عدم پاتا تھا قَابَ قَوْسَیْنِ سے تھا اور تجلیٔ صفات کے ساتھ تعلق رکھتا تھا، اگر (یہ) کہا جائے کہ جب عدم کی تمیز صفات کے ظہور کے ساتھ ہے تو جب صفات اپنے اصول کی طرف راجع ہو جائیں عدم کو بھی عدمِ مطلق کی طرف لوٹ جانا چاہئے کیونکہ عدم کو امتیاز دینے والی چیز نہیں رہی پس دونوں کمال ایک دوسرے کے ساتھ لازم ہوں گے اور (ان کا) جدا ہونا مفقود ہو گا تو پھر کیوں ایک کمال تو تجلیٔ صفات سے متعلق ہو اور دوسرا کمال تجلیٔ ذات سے ظاہر ہو؟ میں کہتا ہوں کہ اپنی صفات و کمالات کو حق تعالیٰ تقدس کی صفات و کمالات کے ظلال دیکھنا تجلیٔ صفات سے ہے اور اس تجلی کا کمال یہ ہے کہ یہ ظلال اپنے اصول کی طرف لوٹ جائیں اور عارف اپنے آپ کو صفاتِ کمال سے خالی پائے اور صحرائے عدم کی طرف سامان لے جائے لیکن جس وقت کہ سالک کی سیر صفات کے دائرے میں ہے اگرچہ ظلال اصل کے ساتھ مل جائیں اور عدم کا آئینہ کمالات سے خالی نظر آئے (پھر بھی) اُس عدم کے عدمِ مطلق کے ساتھ مل جانے کا مانع ہوتا ہے جب وہ دائرۂ صفات کو آخری نقطہ تک پہنچا لیتا ہے تو تجلیٔ ذات پر تو ڈالتی ہے کیونکہ ہر مقام کی انتہا تک پہنچنے کی علامت اس کے اوپر کے مقام کا ظہور ہے اس وقت مذکورہ تعلق جو کہ مذکورہ لحوق کا مانع تھا نہیں رہتا اور عدمِ مقید عدمِ مطلق کے ساتھ مل جاتا ہے پس اس لئے مطلق طور پر دونوں کمالوں کے درمیان تلازم اور جدا نہ ہونا مطلقاً غیر مسلّم ہے بلکہ دائرۂ صفات کے نقطۂ آخر تک وصول کے ساتھ مقید ہے۔ جاننا چاہئے کہ یہ معاملہ تجلیٔ ذات کے پر تو سے ہے اور اس کا اثر ہے اور تجلیٔ ذات کا معاملہ ایک ذوقی امر ہے جو کہنے اور لکھنے میں درست نہیں آتا جس نے نہیں چکھا اس نے نہیں جانا۔ ع

قلم ایں جا رسید و سر بشکست　　{قلم یہاں تک پہنچا اور (اس کی) نوک ٹوٹ گئی}

۹۹ آپ نے لکھا تھا کہ "نماز میں کبھی ایسا حضور پیش آتا ہے کہ اس (نماز) کے باہر پیش نہیں آتا" میرے مخدوم! جو حالت کہ نماز میں پیدا ہوتی ہے اس کو غیر نماز (کی حالت) پر فضیلت ہے اور یہ حضور اصل ہونے کی خبر دیتا ہے۔ والسلام
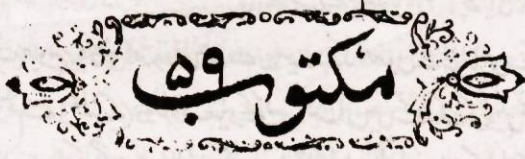
مکتوب ۵۹

شیخ آدم بھٹی کے نام اس بیان میں تحریر فرمایا کہ مشائخ کی نسبت اُن کے مخترعات میں سے نہیں ہے بلکہ انوارِ نبوت سے اخذ کی گئی ہے اور اس بیان میں کہ نسبتِ نقشبندیہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

اور (دوسرے) تمام سلسلوں کی نسبت حضرت علی رضی اللہ عنہما تک کس طرح پہنچتی ہے۔

اے اللہ! تو پاک ہے اور سب تعریف تیرے لئے ہے، میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تیرے بندے اور رسول ہیں۔ اے اللہ! تو اُن پر اور اُن کی آل و اصحاب و ازواج و اہل بیت پر اپنی معلومات کی تعداد کے مطابق اپنی سب سے افضل رحمت اور بکثرت برکت و سلامتی بھیج۔ آپ کے گرامی نامے ہمیں موصول ہوئے جو دوستوں کی سلامتی اور پسندیدہ طریقہ پر آپ کی استقامت اور مشائخ کی محبت اور فانی المشائخ ہونے کی خبر دینے والے تھے، اُس پر اور ہر حال پر اللہ سبحانہٗ کا کامل ترین حمد و شکر ہے۔

آپ نے ہم سے دریافت کیا ہے کہ "اس طریقۂ نقشبندیہ میں جو تمام اوقات میں احدیتِ صرفہ کی طرف متوجہ رہنا پھر (ذکر) نفی و اثبات و مراقبہ کرنا اگر آنحضرت علیہ و علیٰ آلہ من الصلوٰۃ افضلہا و من التسلیمات اکملہا اور اصحاب کرام علیہم الرضوان کے زمانہ میں ہوتا تو اُن کے بعد کے حضرات آنحضرتؐ کی سنتوں اور آپ کے بعد خلفائے راشدین مہدیین کی سنتوں پر مشتمل مدوّنہ کتابوں میں ان امور کو ضرور نقل کرتے کیونکہ یہ حضرات ان (مسنون) امور کی طرف از حد راغب تھے اس لئے یہ امور محض اولیائے عظام کی اختراعات میں سے ہیں، پس اس طریقۂ علیہ میں ہر قسم کی بدعت سے اجتناب کا دعویٰ کرنا اور یہ کہنا کس طرح صحیح ہے کہ بدعت میں نہ کوئی خوبی ہے اور نہ کوئی نور ہے اور نہ اس میں بیمار کے لئے کوئی شفا ہے اور نہ اس میں کسی بیماری کا علاج ہے، اور سلسلۂ نقشبندیہ کے سوا (تمام) سلسلوں کا انتساب (حضرت) علی کرم اللہ وجہہ کی طرف اور اس سلسلۂ عالیہ کا انتساب (حضرت) صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف کس معنی سے ہے"۔

پس ہم پہلے سوال کے جواب میں کہتے ہیں کہ بلا شبہ ظاہری کمالات اور باطنی مقامات سب کے سب بارگاہِ نبوی علیہ و علیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام سے مستفاد ہیں پس بدنی (ظاہری) احکام و اعمال ہم تک علمائے کرام کی روایت سے پہنچے ہیں اور اسرار و باطنی معاملات صوفیائے عظام کی روایت سے پہنچے ہیں ؎

فکلھم من رسول اللہ ملتمس　　غرفا من البحر او رشفا من الدیم

[پس سب انبیاء علیہم السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (ہی) سے سمندر کے کچھ چلو یا بارش کا کچھ پانی مانگتے ہیں]

(حضرت) ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے (علم کے) دو ظروف یاد کئے پس البتہ اُن میں سے ایک کو تو میں تم لوگوں میں پھیلاتا ہوں اور دوسرے کو اگر میں پھیلاؤں تو یہ (میرا) گلا کاٹ دیا جائے۔ اس کو امام بخاریؒ نے روایت کیا ہے، اور روایت کیا گیا ہے کہ جب (حضرت) عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ وفات پا گئے تو اُن کے صاحبزادہ

منہ ا

وکلھم / رشفا

عبداللہ (رضی اللہ عنہ) نے اُن کی ماتم پُرسی کے ایام میں صحابہؓ کی مجلس میں کہا کہ دس میں سے نو حصے علم مرگیا پھر جب انھوں نے بعض کی طرف سے اس بارے میں توقف دیکھا تو کہا میری مراد علم باللہ (باطنی علم) سے ہے حیض ونفاس کا علم مراد نہیں۔ پس تمام سلسلے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف منسوب (اور) آپ ہی تک پہنچتے ہیں، پس مشائخ واہلِ سلاسل نے نسبتِ باطنی اپنے شیوخ کے واسطے سے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم سے حاصل کی ہے پس اُن کی نسبت اُن کی خودساختہ نہیں ہے البتہ اس نسبت کو فنا وبقا وجذبہ وسلوک اور سیر الی اللہ وغیرہ سے موسوم کرنا صوفیہ کی اختراعات میں سے ہے۔ نفحات میں ہے کہ سب سے پہلے جس نے فنا وبقا کے الفاظ استعمال کئے ابوسعید الخراز قدس سرہ ہیں، پس اصل نسبت مشکوٰۃِ نبوت سے لی گئی ہے اور اس نسبت کے لئے نام کا وضع کرنا بعد کی اختراع ہے اور ذکرِ قلبی بھی (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے) مروی ہے جیسا کہ روایت کیا گیا ہے کہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام بعثت سے پہلے ذکرِ قلبی میں مشغول رہتے تھے۔ اور ہم یہ بات تسلیم نہیں کرتے کہ احدیتِ صرفہ کی طرف متوجہ رہنا اور نفی واثبات ومراقبہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے زمانہ میں نہیں تھا اور نہ صحابۂ کرام (علیہم الرضوان) کے زمانہ میں تھا بلکہ ظاہر یہ ہے کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا سکوت (تفکر) ان امور سے ہرگز خالی نہیں تھا اگرچہ وہ ان ناموں سے موسوم نہیں تھا، آنحضرت علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کا کلام ذکر اور آپ کا سکوت فکر ہے اور توجہ ومراقبہ وغیرہ فکر میں داخل ہے، تفکر (کے معنی) باطل سے حق کی طرف جانا ہے؛ ایک ساعت (تھوڑی دیر) کا تفکر ہزار سال کی عبادت سے بہتر ہے پس تعجب ہے کہ ان امور کے صدرِ اول میں ہونے کی نفی کس طرح کی گئی ہے اور اس پر کیا دلیل ہے پس اُس (مکتوب الیہ) کا یہ کہنا کہ یہ امور محض اولیاء کے مخترعات میں سے ہیں ناقابلِ تسلیم ہے۔ اور نقل کیا گیا ہے کہ حبسِ دم (سانس روکنا) کے ساتھ نفی واثبات کا ذکر جو ہمارے طریقہ میں معروف ہے اس کو حضرت خضر علیہ السلام نے خواجہ عبدالخالق غجدوانی قدس سرہ کو سکھایا تھا اور ظاہر ہے کہ وہ (حضرت خضر) علیہ السلام ایسی بدعت کی چیز نہ سکھاتے جس میں نہ کوئی نور وضیا ہو اور نہ اس سے بیمار کے لئے کوئی شفا ہو پھر اگر یہ کہا جائے کہ جب تمام نسبتیں آنحضرت علیہ وعلیٰ آلہ افضل الصلوٰۃ واکمل التحیات کے انوار سے ماخوذ اور آپ کے اسرار سے مترشح ہوں تو اولیاء کے اندر ان نسبتوں میں اختلاف اور صحو وسکر وتلوین وتمکین اور خلافِ شرع باتوں کا کہنا یا نہ کہنا وغیرہ (امور) کے ساتھ طریقوں کے مختلف ہونے کی کیا وجہ ہے؟ ہم کہتے ہیں کہ اس اختلاف کی وجہ صلاحیتوں کا مختلف ہونا اور محلِ واردات کا الگ الگ ہونا اور ظروف ومظاہر (جائے ظہور) کا جدا جدا ہوتا ہے اور ان امور کے مختلف ہونے کی وجہ سے ماخوذہ نسبت کے آثار کمیت (مقدار) وکیفیت کے اعتبار سے

مختلف ہوتے ہیں۔ کیا تو نہیں دیکھتا کہ ایک ہی غذا اور ایک ہی دوا کے اثرات لوگوں اور مزاجوں کے اختلاف کی وجہ سے مختلف ہوتے ہیں اور (اسی طرح) ایک شخص کے عادات واطوار مظاہر (مواقع) اور آئینوں (مقامات) کے اعتبار سے مختلف ہوتے ہیں۔ ع

بقدرِ آئینہ حسنِ تو می نماید روئے [تیرا حُسن بقدرِ آئینہ رُونما ہوتا ہے]

پس ہر شخص مشکوٰۃِ نبوت سے کمال اخذ کرتا ہے لیکن اپنی استعداد کے مطابق (اخذ کرتا ہے) اور اس کا اثر مظہر ومحل (جائے ظہور) کے مطابق ظاہر ہوتا ہے اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم استعداد کے مطابق اور ظروف کے موافق معانی واسرار کا افادہ والقا فرماتے تھے، کلموا الناس علٰی قدر عقولھم [لوگوں سے اُن کی عقلوں کے مطابق بات کرو]۔ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام والتسلیمات سے روایت کیا گیا ہے کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) (حضرت) ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کے ساتھ اسرار کی باتیں فرما رہے تھے پس جب (حضرت) عمرؓ آگئے تو آپؐ نے بات کرنے کا طرز بدل دیا اور اسرار کی تشریح کو تبدیل فرما دیا اور جب (حضرت) عثمانؓ آئے تو اس طرز کو بھی بدل دیا اور جب (حضرت) علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین آئے تو دوسرے طریقہ سے کلام فرمایا اور یہ استعداد کے اختلاف اور فطرت کے مختلف ہونے کی وجہ سے تھا۔

اور دوسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ مشائخ (کرام) کے سلسلے امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف منسوب ہیں اور امام (موصوف) کے لئے دو نسبتیں ہیں، ایک نسبت آپ کے آبائے کرام کی طرف سے ہے جو (حضرت) علی کرم اللہ وجہہ الکریم تک پہنچتی ہے اور ایک نسبت ماں کی جانب سے اُن کے اجداد (ننہیال کے واسطہ سے) حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے ماخوذ ہے اور ظاہری وباطنی دونوں ولادتوں کے اعتبار سے امام (موصوف) نے کہا ہے کہ مجھ کو ابوبکر (صدیق اکبر رضی اللہ عنہ) نے دو دفعہ جنا ہے، اور (یہ) دونوں نسبتیں امام (موصوف) میں ممتاز ہیں اور امام (موصوف) سے مشائخ نقشبندیہ تک صدیق اکبرؓ کی نسبت پہنچی ہے اور (دوسرے) تمام سلاسل کے مشائخ کیلئے اُن (امام موصوف) سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے اخذ کی ہوئی نسبت پہنچی ہے۔ وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ سیدنا محمد وآلہ واصحابہ وسلم۔
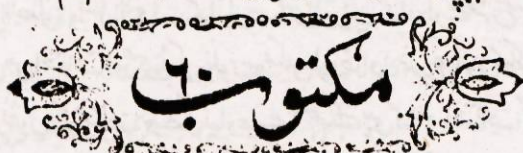
مکتوب ۶۰

ص ۱۰۲

حاجی سلیم بلخی کے نام اس واردہ کی شرح میں جو کہ انھوں نے لکھا تھا اور عالمِ امر کے پانچوں لطیفوں کی سیر وعروج کے بیان میں اور اس بارے میں تحریر فرمایا کہ طالبین کے اجتماع سے ڈرتے اور لرزتے رہنا چاہئے۔

حمد و صلوٰۃ و ارسالِ تسلیمات کے بعد عرض کرتا ہے کہ اس حدود کے فقراء کے احوال و اطوار حمد کے لائق ہیں اور اللہ تعالیٰ سے آپ کی عافیت و استقامت کی دعا کی گئی ہے، آپ کا مکتوب مرغوب جو کہ پسندیدہ احوال پر مشتمل تھا اس کے مطالعہ نے فرحت و خوشی بخشی۔ آپ نے لکھا تھا کہ "ایک جوان کی تقریب سے جس کو میں نے حلقۂ ذکر میں خانقاہ کے دروازے پر دیکھا تھا میں آپ کی جانب متوجہ ہوا، اچانک آپ مسجد کی محراب میں ظاہر ہوئے (اور) میری طرف متوجہ ہوئے، نسبتِ عالی نے مجھ پر پرتو ڈالا، اس اثنا میں (ایک) دائرہ نظر آیا جو چودھویں رات کے چاند کی مانند بلکہ اس سے زیادہ روشن و درخشاں تھا، میں نے اپنے آپ کو اس دائرہ میں اس حد تک فنا پایا کہ میں نے اپنے وجود کا کوئی نشان نہیں پایا" میرے مخدوم! ہو سکتا ہے کہ یہ نورانی دائرہ اُس اسمِ الٰہی سے عبارت ہو جو کہ آپ کا مبدأ تعین ہے، اور یہ جو آپ نے اپنے وجود کا کوئی نشان نہیں پایا (یہ) اُس اسم میں فنا کی علامت ہے۔ جاننا چاہیئے کہ اس اسم تک وصول اور اس کمال میں فنا ہونا انسان کا مرتبہ ہے اور ولایت اس کے ساتھ مربوط ہے لیکن اس اصول میں بہت سے مراتب ہیں اور اس اسم کے بہت سے ظلال ہیں ہر ظل تک پہنچنے کے وقت وہ ظلّ اصل کے عنوان سے ظاہر ہوتا ہے اور سالک کو اصل ہونے کے گمان میں مبتلا کر دیتا ہے۔ دیکھئے کون صاحبِ نصیب ہے جو کہ اصل کے ساتھ واصل ہو جائے اور ظلال سے پوری طرح رہائی حاصل کرلے، یہ سالکوں کے قدم ڈگمگا جانے اور اُن کے غلطی میں مبتلا ہو جانے کا مقام ہے، حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہ نے فرمایا ہے کہ "میں سات سال تک مولانا عارفؒ (دیک گرانی) کے ہمراہ اس کوشش میں رہا کہ اصل سے آگاہی حاصل کروں تین بار حجاز کے سفر پر گیا اگر میں وہاں مولانا کی مثل یا مولانا کے مقامات کا ذرا سا مظہر بھی کسی کو پاتا تو وہاں سے ہرگز واپس نہ آتا"۔

آپ نے لکھا تھا کہ "اس کے بعد میں حاضر ہوا، میں نے دیکھا کہ فقیر کے تمام لطیفے مقام اخفیٰ میں جمع ہو گئے اور سینہ کو چیر کر عالمِ علوی کی طرف پرواز کر گئے اور فقیر کا جسم مسجد میں خالی رہ گیا سات آسمانوں کے طبقات سے ترتیب کے ساتھ گذر گئے اور عرش کے کنگرہ (چوٹی) تک پہنچ کر بیٹھ گئے لیکن عرش کی طرف توجہ نہیں رکھتے تھے، اور پھر وہاں سے پرواز کی اُسی قدر راہ عرش سے اوپر اڑے، میں نے سمجھا کہ یہ عالم لامکانی ہوگا اور وہاں اس حد تک فنا ہو گئے کہ ان کا کوئی اثر معلوم نہیں ہوا وغیرہ وغیرہ اس کے بعد پھر عالمِ سفلی کی طرف واپس ہوئے اور بدن کی طرف متوجہ ہوئے اور مقامِ اخفیٰ میں اکٹھے ہو گئے، اس کے بعد ہر لطیفہ نے اپنے مقام میں قرار پکڑا" میرے مخدوم! لطائف کا عروج اور اُن کا بدن سے پرواز کرنا اور بدن کو خالی چھوڑ دینا اعلیٰ درجے کے احوال میں سے ہے اور (اُس کو) فنائے جسدی سے

تعبیر کیا جاتا ہے جیسا کہ اس کی تفصیل حضرت عالی (قدس سرہ) کے رسائل میں مذکور ہے۔ میرے مخدوم! عالمِ امر کے پانچوں لطیفے جو کہ عالمِ صغیر کے اجزا ہیں کہ انسان ہے ان کے اصول عالمِ کبیر میں ہیں جو کہ انسان کے سوا علویات و سفلیات ہیں اور ان اصول کا ظہور عرش کے اوپر ہے جو کہ لامکانیت سے کچھ حصہ رکھتا ہے اور بیچونی کی آمیزش لئے ہوئے ہے، ان لطائفِ پاک کو اس بدنِ حادث کے ساتھ عشق و گرفتاری دی گئی ہے اور اس سبب سے اُن نورانی لطائف کو اس ظلمانی پیکر کے ساتھ خاص تعلق ہو گیا ہے جیسا کہ ان لطائف میں سے ہر لطیفہ کو انسان کے جسم میں معین مقام اور جدا آشنا مقرر ہو گیا ہے اور اعلیٰ علّیین سے اسفلِ سافلین میں نزول کیا ہے، افسوس ہے اگر وہ اس قفس میں قید رہے اور عالمِ سفلی کی گرفتاری کے جال سے رہائی حاصل نہ کرے اور اس پُر خطر سفر سے رجوع نہ کرے، اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ ؕ [وہ چوپایوں کی مانند بلکہ ان سے بھی زیادہ گمراہ ہیں، وہی لوگ غافل ہیں] اور سعادتِ ازلی جس شخص کی دستگیری فرماتی ہے وہ اس کو اس ظلمت کدہ کی قید سے رہائی دلاتی ہے اور اصل کا شوق اس کا دامنگیر ہو جاتا ہے اور کشاں کشاں اپنے ساتھ لیجاتا ہے ؎

ہر کسے کو دور ماند از اصلِ خویش   باز جوید روزگارِ وصلِ خویش

[جو شخص اپنی اصل سے دور رہ گیا ہو، وہ اپنے وصل کا زمانہ پھر سے ڈھونڈے]

لطائف کا یہ عروج جو آپ نے لکھا ہے اُس کشش کا نتیجہ ہے اور اصل کے جذب کر لینے کے باعث ہے اور چونکہ ان لطائف کے فطری مقامات اور ان کا ظہور عرش کے اوپر ہے اس لئے ان کا عروج عرش سے اوپر ہوگا جو کہ ان کے ظہور کا مقام ہے، دائرۂ امکانی ان لطائف کے اصول کی نہایت پر ختم ہوتا ہے اور سالک اُن کے منتہا تک پہنچنے کے ساتھ فنا حاصل کرتا ہے جو کہ دائرۂ امکانی کے طے ہونے سے وابستہ ہے اور سیر الی اللہ کو انجام تک پہنچاتا ہے اور سلوک کو پورا کرتا ہے اس کے بعد معاملہ جذبہ سے تعلق رکھتا ہے جس کو سیر فی اللہ سے تعبیر کیا جاتا ہے اور سالک کا مبدأ تعین اس سیر میں شامل ہے ؎

بوصلش تا رسم صد بار از پا افگند شوقم   کہ نو پروازم و شاخِ بلندے آشیاں دارم

[اس کے وصل تک رسائی سے پہلے میرا شوق مجھ کو سینکڑوں بار پاؤں سے گرا دیتا ہے کیونکہ میں نیا نیا اُڑنے والا ہوں اور ایک بلند شاخ پر آشیاں]

آپ نے طالبین کی کثرتِ ہجوم کے بارے میں لکھا تھا اور اُن سے عجیب و غریب احوال ظاہر ہونے کی بابت اظہار فرمایا تھا، اللہ تعالیٰ کا شکر بجا لائیں اور اُن کے احوال میں اچھی طرح مشغول رہیں اور ان کے حق میں توجہات کرتے رہیں اور حلقۂ ذکر کو آباد رکھیں لیکن اس ہجوم و اجتماع سے ڈرتے اور لرزتے رہیں اور ہمیشہ التجا و عاجزی کرتے رہیں کہ (کہیں) اس اجتماع میں اس شخص کی خرابی نہ چاہتے ہوں اور

ظاہر کی بہ کثرت باطن کی وحدت میں اثر انداز نہ ہو جائے اور بعض نفسانی وسوسے جو اس اجتماع میں پیدا ہوں اُن سے توبہ و استغفار لازمی جانیں۔ مختصر یہ ہے کہ اس کام میں سرگرم بھی رہیں اور ڈرتے اور استغفار بھی کرتے رہیں۔ بزرگوں نے کہا ہے اعمل واستغفر [عمل کر اور استغفار کر] اوقات کو ذکر و فکر سے معمور رکھیں اور خلوت کی طرف راغب رہیں اور نفی و اثبات کی اسقدر تکرار کریں کہ وجود و توابعِ وجود کچھ اثر باقی نہ رہے اور حضورِ خود بخود ظاہر ہو جائے اور لا یذکر اللّٰہ الا اللّٰہ [اللہ ... اللہ کو یاد کرتا ہے] پر توڑ ڈالے، اس معنی میں نہیں کہ اس وقت میں بندہ حق جلّ وعلا ہو جاتا ہے بلکہ اس معنی میں کہ بندہ ہستی موہوم سے خالی ہو جاتا ہے اور نفسِ امارہ کی انانیت (میں پن) جڑ سے اکھڑ جاتی ہے اور معشوق خود بخود اپنے اوپر جلوہ گر ہو جاتا ہے، دوستوں سے سلامتیٔ خاتمہ کی دعا کی امید کی جاتی ہے والسلام علیکم وعلیٰ سائر من اتبع الھدیٰ والتزم متابعۃ المصطفیٰ علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والتسلیمات والبرکات العلیٰ۔

مکتوب ۶۱

فضائل مآب حاجی ابوالقاسم بن مراد لاہوری کے نام اُن وجوہ کے بیان میں جو علماء (کرام) کی بیان فرمائی ہوئی معرفت اور اس معرفت کے درمیان فرق کرنے والی ہیں جس کے ساتھ صوفیائے کرام ممتاز ہیں اور اس معرفت کو حاصل کرنے کی ترغیب کے بیان میں تحریر فرمایا۔

الحمد للّٰہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ: گرامی نامہ نے مشرف کیا اور مسرت بخشی، چونکہ قصور کی دید اور ماضی و حال کے احوال و اطوار پر افسوس کرنے کی خبر دینے والا تھا اور مطلوب تک پہنچنے کی آرزو کی طرف اشارہ رکھتا تھا (اس لئے) مزید مسرت کا باعث ہوا، حق سبحانہٗ اس دید کو اور زیادہ کرے اور خود پسندی و غرور سے نجات دے اور دل میں شوق کی آگ بھڑکائے تاکہ وصول سے روکنے والے امور سے یکسو کر دے اور اس کی طلب و محبت میں یک جانب و یک رُخ بنا دے۔ انہ قریب مجیب [بیشک وہ قریب ہے (اور) قبول کرنے والا ہے] میرے شفقت آثار مخدوم! اس فانی دنیا میں مقصدِ اعلیٰ حق جلّ وعلا کی معرفت حاصل کرنا ہے اور معرفت دو قسم کی ہے، قسمِ اول وہ معرفت ہے جس کو علمائے عظام نے بیان فرمایا ہے اور قسمِ دوم وہ (معرفت) ہے کہ جس کے ساتھ صوفیائے کرام ممتاز ہیں، پہلی قسم نظر و استدلال کے ساتھ وابستہ ہے اور دوسری قسم کشف و شہود سے مربوط ہے، پہلی قسم دائرۂ علم میں داخل ہے جو کہ تصور و تعقل (تفکر) کی قسم سے ہے اور دوسری قسم دائرۂ حال میں داخل

ص ۱۰۵

اور تحقق (متصف ہونے) کی جنس سے ہے، پہلی قسم عارف کے وجود کو فنا کرنے والی نہیں ہے اور دوسری قسم سالک کے وجود کو فنا کرنے والی ہے کیونکہ معرفت اس طریقہ میں معروف (اللہ تعالیٰ) میں فنا ہونے سے عبارت ہے۔

؎ قربِ حق از قیدِ ہستی رستن است قُرب نے بالا و پستی رفتن است

[اوپر اور نیچے جانے کا نام قرب نہیں ہے، حق تعالیٰ کا قرب ہستی (وجود) کی قید سے رہائی پانا ہے]

پہلی قسم علمِ حصولی کی قسم سے ہے اور ادراکِ مرکب ہے اور دوسری قسم علمِ حضوری کی قسم سے ہے اور ادراکِ بسیط ہے کیونکہ اس مقام میں حاضر حق سبحانہ ہے بجائے نفسِ سالک کے کہ وہ فنا حاصل کر چکا ہے، قسمِ اول نفس کی مخالفت و انکار کے باوجود معرفت کا حصول ہے کیونکہ نفس اس مقام میں اپنی صفاتِ رذیلہ پر قائم ہے، امارگی اور سرکشی سے جو کہ اس کی ذات میں ہے نہیں نکلا ہے اور ظلم و سرکشی سے جو کہ اس کی فطرت میں ہے باز نہیں آیا ہے اس مقام میں اگر ایمان ہے تو (وہ) ایمان کی صورت ہے اور اگر اعمالِ صالحہ ہیں تو اعمال کی صورت ہیں کیونکہ نفس ابھی تک اپنے کفر پر ہے اور اپنے آقا کی مخالفت پر قائم ہے، حدیثِ قدسی میں ہے: عاد نفسك فانها انتصبت بمعاداتی [تو اپنے نفس کی مخالفت کر کیونکہ بلاشبہ وہ میری مخالفت پر (کمربستہ) ہے] اس لئے اس ایمان کو مجازی ایمان کہتے ہیں، یہ ایمان زوال و خلل سے محفوظ نہیں ہے المجاز ینفی [مجاز کی نفی ہو جاتی ہے]۔ اور معرفت کی دوسری قسم چونکہ سالک کے وجود کو فنا کرنے والی ہے اور نفس کے مطیع ہو جانے کا ثمرہ دینے والی ہے اس لئے اس مقام کا ایمان زوال سے محفوظ اور خلل سے مامون ہے، ایمان کی حقیقت اس جگہ میں ہے اور اعمالِ صالحہ کی حقیقت اس مقام میں ثابت ہے، حقیقت کی نفی نہیں ہوتی اور بقا اس کے لئے لازم ہے گویا حدیث شریف میں اللهم انی اسئلك ایمانا لیس بعده کفر [اے اللہ! میں تجھ سے ایسا ایمان مانگتا ہوں جس کے بعد کفر نہ ہو] اور آیتِ کریمہ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اٰمِنُوۡا بِاللّٰهِ وَرَسُوۡلِهٖ (الآیہ) [اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ] میں اسی ایمان کی طرف اشارہ ہے، امام احمد حنبل (رضی اللہ عنہ) اس معرفت کے طالب رہے ہیں کہ اسقدر علم و اجتہاد کے باوجود بشر حافی (رضی اللہ عنہ) کے ہمرکاب جاتے تھے، لوگوں نے ان سے سبب پوچھا، انھوں نے فرمایا (کہ) وہ خدا (تعالیٰ) کو مجھ سے بہتر پہچانتے ہیں، شاید کہ امام اعظم کوفی قدس سرہ نے عمر کے آخری دو سال میں جو اجتہاد و استنباط ترک کر کے خلوت اختیار کی جیسا کہ انھوں نے خواب میں (کسی سے) فرمایا لولا السنتان لهلك النعمان [اگر یہ دو سال نہ ہوتے تو نعمان ہلاک ہو جاتا] وہ (آخری دو سال میں) اسی معرفت کی تحصیل و تکمیل اور اسی ایمان کے مکمل کرنے میں (مصروف) رہے جو کہ اس معرفت کا ثمرہ ہے ورنہ وہ اعمال میں بہت بلند درجہ رکھتے تھے، کونسا عمل ہے جو اجتہاد و استنباط کے درجہ کو پہنچتا ہے

اور کونسی عبادت ہے جو تدریس و تعلیم کے مرتبہ تک جاتی ہے، اور جاننا چاہئے کہ کامل طور پر اعمال کی قبولیت کمالِ ایمان کے مطابق ہے اور اعمال کی نورانیت کمالِ اخلاص سے ہے ایمان جسقدر زیادہ کامل اور اخلاص جتنا زیادہ مکمل ہوگا اعمال کا نور و قبول و کمال کچھ اور ہی ہوگا، اور اس ایمان کا کمال اور اخلاص کی تکمیل معرفت کے ساتھ وابستہ ہے اور چونکہ یہ معرفت اور ایمانِ حقیقی فنا اور موت قبل الموت سے وابستہ ہے اس لئے جس شخص کا قدم فنا میں جتنا زیادہ راسخ ہوگا وہ ایمان میں اُسی قدر زیادہ کامل ہوگا اسی لئے (حضرت) صدیقِ اکبر (رضی اللہ عنہ) کا ایمان اُمت کے ایمان پر فوقیت لے گیا، لو اتزن ایمان ابی بکر مع امتی لرجح ایمان ابی بکر [اگر ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کے ایمان کو میری امت کے ایمان سے وزن کیا جائے تو ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کا ایمان بڑھ جائے گا (الحدیث)] کیونکہ وہ فنائیت میں فردِ کامل تھے۔ من اراد ان ینظر الی میت یمشی علی وجہ الارض فلینظر الی ابن ابی قحافہ (الحدیث) [جو شخص زمین پر چلتی پھرتی لاش کو دیکھنا چاہے تو اس کو چاہئے کہ ابو قحافہ کے بیٹے (ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ) کو دیکھ لے] ۔ (یہ حدیث) اس معنی کی تائید کرتی ہے کیونکہ تمام صحابۂ کرام (رضی اللہ عنہم اجمعین) میں حصولِ فنا کے باوجود (حضرت) ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کی حصولِ فنا میں تخصیص بھی ان رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں اس معنی (فنائیت) کے کمال پر دلیل ہے۔ اس تحریر سے مقصود اور طول کلامی سے مطلوب یہ ہے کہ عقلمندوں اور ذہین لوگوں پر ضروری ولازمی ہے کہ اپنے انجامِ کار (مستقبل) اور زمانۂ حال کے بارے میں اچھی طرح غور کریں، جس کسی کو مذکورہ معرفت حاصل ہے تو اس کے لئے خوشی و خوشخبری ہے جو کچھ اس کی پیدائش سے مقصود تھا وہ بجا لایا، اور آیت وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنَ ۝ ای لیعرفون [اور میں نے جنوں اور انسانوں کو محض اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے یعنی تاکہ میری معرفت حاصل کریں] کے مطابق اپنی زندگی بسر کی کیونکہ عبادت کا کمال معرفت سے وابستہ ہے اور جس شخص کو یہ معرفت حاصل نہیں ہے اس کو چاہئے کہ اس کی طلب میں جان کے ساتھ کوشش کرے اور جس جگہ سے مطلوب کی بو پائے اس کا پیچھا کرے، افسوس ہے کہ اس دنیائے فانی میں جس چیز کا اس شخص سے مطالبہ کیا گیا ہے اس کو بجا نہ لائے اور دوسرے امور میں مشغول ہو جائے اور جس چیز کی تخریب کے لئے (اس کو) امر کیا گیا ہے اس کی تعمیر کرے، کل (قیامت کے روز) کس منہ اور کونسے حیلہ سے عذر کی زبان کھولے گا۔ ؎

ترسم کہ یار یا ما نا آشنا بماند　　تا دامنِ قیامت ایں غم بما بماند

[میں ڈرتا ہوں کہ (مبادا) محبوب ہمارے (حال) سے نا آشنا (ہی) رہے (اور) یہ غم دامنِ قیامت تک ہمارے ساتھ رہے]

٭

حاجی مصطفےٰ کے نام اس بیان میں کہ ولایات کا حاصل ہونا اور اُن کا علم وہبی چیز ہے اور ان کے مقدمات (واردات) کیسی ہیں اور اس کے مناسب امور کے بیان میں تحریر فرمایا۔

حامداً للہ العظیم و مصلیاً علیٰ رسولہ الکریم، اللہ تعالیٰ فیوض کے دروازے ہمیشہ کھلے رکھے، مکتوب مرغوب پہنچکر مسرت کا سبب ہوا اور اس کی بعض کیفیات کے مطالعہ نے ذوق بخشا، آپنے بعض ظاہری مطالب کے حاصل نہ ہونے کے بارے میں لکھا تھا الخیر فیما صنع اللہ سبحانہ [اللہ سبحانہٗ جو کچھ کرتا ہے اس میں بہتری ہے] تمام امور کو حق جل وعلا کے سپرد کردیں اور ان کے حصول میں رنج نہ اٹھائیں اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ [کیا اللہ تعالیٰ اپنے بندے کے لئے کافی نہیں ہے؟] ہم لوگوں کی عزت ایمان و معرفت سے ہے نہ کہ مال وجاہ سے، ایمان کی تکمیل میں کوشش کریں اور معرفت کے مراتب حاصل کرنے میں سعئ کامل ملحوظ رکھیں، اس اعلیٰ مطلب کے حاصل کرنے میں جسقدر مشقت اٹھائیں مناسب وعمدہ ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ "جس شخص نے اپنے غموں کو ایک غم یعنی آخرت کا غم بنالیا تو اللہ تعالیٰ اس کے تمام غموں سے کفایت کرے گا اور جس شخص کو دنیوی حالات کے غموں نے پراگندہ کیا اللہ تعالیٰ کو کوئی پرواہ نہیں کہ وہ اُن (غموں) کی کسی بھی وادی میں مرے"۔ اگر کوئی شخص حصولِ معاش میں صبر نہ کرسکے تو وہ کسی قدر کوشش کرلے اگر کامیاب ہوگیا تو اچھا ہے ورنہ اس کے پیچھے نہ پڑے کہ اس چکر میں پھنس جائیگا اور پریشانی لاحق ہوگی۔

ص ۱۰: ۳۹ / ۳۶

آپ نے لکھا تھا کہ "اس بات کا علم کہ مرید صغریٰ یا کبریٰ یا عُلیا وغیرہ کونسی ولایت میں ہے الخ"۔

میرے مخدوم! ان اشیاء کا علم خود ان اشیاء کی طرح موہبی ہے اگرچہ ان کے مقدمات (واردات) کیسی ہیں، صاحبِ معاملہ اگر صاحبِ تفصیلِ علم ہے تو اپنے وجدان سے ان ولایتوں کو پہچانتا ہے اور ایک ولایت سے دوسری ولایت میں اپنا منتقل ہونا پاتا ہے اور اسی طرح صاحبِ علم پیر (بھی) مرید کی ولایت کو اور اس کے ایک ولایت سے دوسری ولایت میں منتقل ہونے کو مشاہدہ کرتا ہے، اور اگر مرید صاحبِ علم نہیں ہے تو اس کو پیر کا علم کافی ہے، مختصر یہ ہے کہ ولایت حاصل ہونی چاہئے اگر اس کا علم (بھی) دیدیں تو ایک نعمت ہے ورنہ (عدمِ علم) نفسِ ولایت میں کچھ نقص نہیں رکھتا فمنا من علم ومنا من جھل [پس ہم میں سے وہ لوگ بھی ہیں جن کو علم ہے اور وہ بھی ہیں جن کو علم نہیں ہے]۔

آپ نے لکھا تھا کہ "اگر یہ علم وہبی ہے تو توجہ کریں تاکہ اس سے کچھ حصہ نصیب ہوجائے" انشاء اللہ تعالےٰ

توجہ کی جائیگی، یہ علم ارشاد و تکمیل کے لئے شرط نہیں ہے اگرچہ مستحسن ہے لیکن جس صاحبِ کمال نے ان ولایتوں (ولایاتِ ثلاثہ وغیرہ) کی سیر کی ہے اور نزول کی طرف لایا گیا ہے اور تکمیل و ارشاد پر مقرر ہوا ہے اگر پوری ہمت کے ساتھ اس امرِ عظیم کی طرف متوجہ ہو جائے اور توجہات کرے اگرچہ وہ صاحبِ تفصیلِ علم نہ ہو اغلب یہ ہے کہ وہ طالبوں کے نقص و کمال اور ان کی ترقی اور ایک ولایت سے دوسری ولایت میں منتقل ہونے کے احوال سے بے خبر نہیں رہے گا اگرچہ اجمالی طور پر ہو اور اگرچہ بعض علامات کے ذریعہ سے ہی واقف ہو اور (اگرچہ) بعض اُن امور سے جو کہ اس امرِ عظیم میں لازمی ہیں اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کے علم کرانے سے ہی مطلع ہو جائے۔

ع تو کار بگفتِ کارداں کُن خود کار بگویدت کہ آں کن

(تو کام جاننے والے کے کہنے کے مطابق کام کر، کام خود تجھ کو بتائے گا کہ یوں کر)

والسلام علیکم و علی سائر من اتبع الھدیٰ۔

مکتوب ۶۳

۱۰۸

شیخ آدم ٹھٹھی کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ نوافلِ موقتہ کے اوقات میں احتیاط کے طور پر قضا نمازیں پڑھنا ان نوافل کی جگہ واقع ہو جائیں گی۔

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفےٰ، آپ نے ہم سے دریافت کیا ہے کہ "جس مریض کی بیماری کے کچھ دنوں کی فرض نمازیں قضا ہو گئی ہوں اور وہ ان کو بعد میں ادا کرے اور اپنی اُن قضا نمازوں کی تعداد نہیں جانتا اور نیز اگر تہجد و اشراق کے اوقات میں ان دونوں نمازوں کے بدلے میں اور سنتِ مؤکدہ کے علاوہ جو نوافل بعض اوقات میں پڑھنے مروی ہیں ان کے بدلے میں ان قضا نمازوں کو پڑھتا رہے اور اپنی تمام عمر اسی طرح کرتا رہے حالانکہ وہ جانتا ہے کہ اس کی بیماری کے دن ایک سال تک نہیں پہنچے تو اس صورت میں کیا اس کو ثوابِ عظیم حاصل ہوگا جو ان (نوافل) نمازوں (کے پڑھنے) کے بارے میں وارد ہوا ہے یا نہیں حاصل ہوگا"۔ پس ظاہر قول یہ ہے کہ قضا نمازیں پوری ہونے کے بعد (کی نمازوں میں یہ ثواب) حاصل ہوگا اس لئے کہ (اب) یہ نمازیں نفل میں تبدیل ہو جائیں گی اور نوافلِ موقتہ میں تعینِ نیت شرط نہیں ہے پس وہ نمازیں نوافلِ موقتہ کی جگہ واقع ہوں گی۔

مکتوب ۶۴

شرف الدین حسین لاہوری کے نام ان کے مکتوب کے جواب میں تحریر فرمایا انھوں نے لکھا تھا کہ ہمہ اوست کی واردات دل پر غالب آجاتی ہیں۔

فیوض کے دروازے ہمیشہ کھلے رہیں، (آپ کے) مکتوب شریف کے مطالعہ نے شادمان و مسرور کیا آپ نے لکھا تھا کہ " ہمہ اوست کی کیفیت دل پر چھا جاتی اور غالب آجاتی ہے اور اس عاجز نے شریعت کو ملحوظ رکھتے ہوئے عرض کردیا ہے تاکہ جو کچھ حکم فرمائیں حتی الوسع اس پر قائم رہے، ع

بہ مے سجادہ رنگیں کن گرت پیر مغاں گوید [اگر تجھ کو پیر مغاں کہے تو اپنے مصلے کو شراب کے ساتھ رنگین کرلے]

میرے مخدوم! یہ وارد اور اس قسم کی دوسری کیفیات محبت کے غلبہ کے باعث ہیں محبت کے نشہ (کی وجہ) سے محب کی نظر میں محبوب کے سوا کچھ نہیں آتا اور شوق کی زیادتی کے باعث کثرت کو جمالِ وحدت کا آئینہ پاتا ہے ۔

در و دیوار چو آئینہ شد از کثرتِ شوق ہر کجا می نگرم روئے ترا می بینم

[چونکہ کثرتِ شوق کی وجہ سے در و دیوار آئینہ کی مانند ہوگئے ہیں (اس لئے) میں جس طرف بھی دیکھتا ہوں تیرا (ہی) چہرہ دیکھتا ہوں]

اور قاعدہ ہے کہ آئینہ شہود سے پوشیدہ ہوجاتا ہے ظاہر ہی صورت ہے اس لئے اُس وقت میں وحدتِ وجود کا حکم کرتا ہے اور کثرت مخفی و پوشیدہ ہوجاتی ہے اس وقت سالک کو چاہیئے کہ شریعت کو ہاتھ سے نہ جانے دے اور اپنے آپ کو تکلف کے ساتھ بندگی (شریعت) کے احکام پر (قائم) رکھے، باطن کے ساتھ وحدت میں فنا رہے اور ظاہر میں احکامِ شرعیہ کے ساتھ آراستہ رہے، ع

این کار دولت است کنوں تا کرا دہند [یہ نصیب کی بات ہے دیکھئے اب کس کو عنایت فرماتے ہیں]

جب سکر سے صحو میں آجائے اور جمع سے فرق کی طرف مائل ہوجائے تو اس وقت اسلامِ حقیقی کے ساتھ مشرف ہوجاتا ہے اور دعوت و ارشاد کے لائق بن جاتا ہے۔

مکتوب ۶۵

نیز شرف الدین حسین لاہوری کے نام بلند ہمتی کے بارے میں اور جو چیز مشہود ہوا اس کی طرف

التفات نہ کرنے اور اس کے مناسب بیان میں تحریر فرمایا۔

حمد و صلوٰۃ و ارسالِ تسلیمات کے بعد عرض ہے کہ آپ نے جو مکتوب بمعرغوب حافظ محمد صدیق کے ہمراہ ارسال کیا تھا موصول ہو کر مسرت کا باعث ہوا، آپ نے لکھا تھا کہ "جو کچھ دید و دانش تھا سب کو وہم و خیال پایا اور جو کچھ یافت و بینش رکھتا تھا سب کو نقص دیکھا الخ" اللہ سبحانہٗ کی حمد ہے کہ آپ صراطِ مستقیم کی ہدایت پا گئے ہیں اور انبیاء علیہم السلام کی شاہراہ پر آ گئے ہیں، ایک بزرگ نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا، عرض کیا یا رسول اللہ! توحید کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا جب بھی تیرے دل میں کوئی تصور آئے یا تیرے خیال میں کوئی بات آئے تو اللہ سبحانہٗ اس سے ماوراء ہے، ہمت کو بلند رکھیں اور جو کچھ اس راستہ میں حاصل ہو (اس پر) قناعت نہ کریں، اس راستہ کا ہر خس و خاشاک انی انا اللہ [بیشک میں ہی اللہ ہوں] کی صدا لگاتا ہے اور سالک بیچارہ کو اپنی پرستش کی طرف بلاتا ہے کوئی ایسا بلند پرواز شاہباز چاہئے جو نگاہ کی کجی میں مبتلا نہ ہو اور لَا اُحِبُّ الْاٰفِلِیْنَ [میں غروب ہو جانے والوں سے محبت نہیں کرتا] کا ترانہ گاتا ہو اور آیتِ کریمہ اِنِّیْ وَجَّھْتُ وَجْھِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ حَنِیْفًا الآیہ [بیشک میں نے اپنا منہ کسی کو شریک کئے بغیر خالص اس ذات کی طرف کیا جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا] کو اپنا پیشوا بنائے، مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی [اس کی آنکھ نے نہ کجی کی اور نہ وہ حد سے آگے بڑھی] حبیب کی صفت ہے اور لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِیْنَ [میں غروب ہونے والوں سے محبت نہیں کرتا] خلیل علیہما الصلوٰۃ والسلام کا مقولہ ہے۔ آپ نے لکھا تھا کہ تمہاری اور اس تعالیٰ شانہٗ کی محبت میں فرق نہیں دیکھتا ؎

بنشینم و با غمِ تو سازم   پنہاں ز تو با تو عشق بازم الخ"

[میں بیٹھ جاتا ہوں اور تیرے غم کے ساتھ موافقت کرتا ہوں، تجھ سے پوشیدہ (بے خبر) ہوں (اور) تیرے ساتھ محبت کرتا ہوں]

بیشک حق جلّ و علا کی محبت ہے جو کہ پیر و مرشد کے واسطہ سے متعلق ہے، حدیث شریف من احبھم فبحبی احبھم [جس نے اُن سے محبت کی تو اُس نے میری محبت کی وجہ سے اُن سے محبت کی] اس معنی کی شاہد ہے کسی نے خوب کہا ہے ؎

یک نغمہ نشستہ در دو پردہ   یک نشأۃ دو جا ظہور کردہ

[ایک نغمہ (راگ) دو پردوں (سُروں) میں جاگزیں ہے، ایک وجود نے دو جگہ ظہور کیا ہے]

آپ نے جو پیغمبرِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا اور لکھا ہے اس کے مطالعہ نے بہت خوش وقت کیا، حق سبحانہٗ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے کمالاتِ خاصہ سے بہرہ مند فرمائے۔

شیخ عرب بخاری کے نام نصیحت کے بارے میں اور واقعات کے جواب میں تحریر فرمایا۔

میرے برادرِ عزیز شیخ عرب اس خستہ دل درویش کا سلام عافیت انجام پڑھیں، آپ کے ارسال کئے ہوئے مکتوب نے موصول ہوکر خوش وقت کیا، اللہ سبحانہٗ کی حمد ہے کہ آپ ظاہری عافیت وباطنی جمعیت کے ساتھ ہیں اللہ تعالیٰ ترقیات نصیب فرمائے اور بیش از بیش عطا کرے ومن استوی یوماہ فہو مغبون [جس شخص کے دو دن یکساں گذرے (یعنی اُس نے ترقی نہ کی) تو وہ خسارے میں ہے] بہترین اوقات (جوانی کے اوقات) کو عبادات کے معمولات میں صرف کریں اس قلیل فرصت میں باطن کی تعمیر وتنویر میں مشغول رہیں، افسوس در افسوس ظاہر کی تعمیر باطن کی تخریب کا سبب ہے اور اسی طرح اس کے برعکس ہے (یعنی ظاہر کی تخریب باطن کی تعمیر کا سبب ہے) اور ہم ہوس پرست ظاہر کی تعمیر کے درپے ہیں پس ہمیں باطن کی کیا خبر ہوگی۔ حدیث شریف میں آیا ہے فانی بعثت لخراب الدنیا ولم ابعث لعمارتہا [پس بیشک میں دنیا (حق تعالیٰ سے ہٹانے والی چیزوں) کی بربادی کے لئے بھیجا گیا ہوں اور اس کی تعمیر کے لئے نہیں بھیجا گیا]۔ آپ نے لکھا تھا کہ "پنجوقتہ نمازوں کے دوران عجیب کیفیت ظاہر ہوتی ہے اور نیستی (فنائیت) کا دیکھنا دوام کے طور پر ہے بالخصوص ذکر ومراقبہ کے وقت نہ وجود کا کوئی اثر نظر میں آتا ہے اور نہ عزم کا، کسی امر کا ارادہ دل میں نہیں آتا"۔ میرے مخدوم! یہ احوال سنجیدہ وپسندیدہ ہیں جو حالت کہ نماز ادا کرتے وقت ظاہر ہوتی ہے بہت ہی عمدہ ہے اور اس کی کیفیات انتہا کی خبر دینے والی ہیں۔ والسلام اولاً وآخراً۔

مکتوب ۶۷

صلاح آثار حافظ محمد محسن کے نام اُن کے حال کی شرح میں مع ان احادیث کے بیان کے جن میں نماز ووضو وتلاوتِ قرآن مجید کے فضائل وارد ہوتے ہیں تحریر فرمایا۔

حمد وصلوٰۃ وتبلیغِ دعوات کے بعد عرض ہے، آپ کا مکتوبِ مرغوب جو کہ آپ نے محبت کی وجہ سے اس مسکین کے نام ارسال کیا تھا اس کے صادر ہونے سے شادمان ومسرور ہوا چونکہ

۱۱۱ اعلیٰ احوال اور بلند کیفیات پر مشتمل تھا مسرت میں اضافہ کیا۔ آپ نے لکھا تھا کہ "اس سے پہلے جبکہ معاملہ فنا و بقاء سے وابستہ تھا عجیب و غریب احوال و اذواق رونما ہوتے تھے اور نادر قسم کے حالات وارد ات ظاہر ہوتے تھے، اب جبکہ معاملہ جہل تک پہنچ گیا ہے عجز و انکسار کے سوا کچھ نہیں رہا اور جو عمل بھی واقع ہوتا ہے اس کو رد و دفع کے لائق جانتا ہے اور اپنے آپ کو کسی وجہ سے بھی اس بارگاہِ مقدس کے لائق نہیں پاتا اور خالق و مخلوق ہونے کی نسبت کے سوا نہیں جانتا"۔ آپ جان لیں کہ جبتک سالک کا معاملہ اصول اور اصولِ اصول میں ہے الیٰ ماشاء اللہ تعالیٰ۔ (اس وقت تک) فنا و بقا و اصالت و ظلیت و مرآتیت (آئینہ ہونا) وغیرہ متصور ہے اور اشواق و اذواق، لذات و کیفیات، وصل و اتصال موجود و ثابت ہے اور جب معاملہ اصول سے اوپر جاتا ہے اور اصل ظل کی طرح راہ میں رہ جاتی ہے اور کمالاتِ نبوت پر تو ڈالتے ہیں اور تمیز جاتی رہتی ہے تو جہل و نادانی ظاہر ہوتی ہے اور حیرت و عجز پیدا ہوتا ہے، شوق و ذوق راہ میں رہ جاتا ہے اور وصل و اتصال کا خیال سر سے نکل جاتا ہے اور اتحاد و ظلیت و مرآتیت کی نسبت پوشیدہ ہو جاتی ہے خالص خالقیت و مخلوقیت کی نسبت جلوہ گر ہوتی ہے۔

آپ نے لکھا تھا کہ کبھی کبھی ایک نسبت وارد ہوتی ہے اور نورِ صرف ظاہر ہوتا ہے اور اپنے آپ کو اس نور میں مضمحل (فنا) اور لاشئے پاتا ہے اور اس وقت اپنے آپ سے کوئی نام و نشان نہیں سمجھتا اور اس مرتبہ پر نور کا اطلاق اس کی حقیقت کو نہ پانے کی وجہ سے ہے ورنہ وہ ایک ایسا امر ہے جو احاطہ تحریر و تقریر سے باہر ہے اور اس کو کسی چیز کے ساتھ تعبیر نہیں کر سکتا اور اس مرتبہ مقدسہ سے عجز و حیرت کے سوا کچھ حاصل نہیں ہے"۔ میرے مخدوم! ہمارے حضرتِ عالی قدسنا اللہ سبحانہ بسرہ نے مراتب تعینات کے اوپر ایک مرتبہ تحریر فرمایا ہے اور اس کو نورِ صرف سے تعبیر کیا ہے اور اس کو حقیقت کعبہ فرمایا ہے[لہ]، جو کچھ آپ نے لکھا اور پایا ہے اگر وہی حقیقت ہے جو کہ حضرتِ عالی (قدس سرہ) نے فرمائی ہے تو بہت بڑی سعادت ہے فطوبیٰ لک وبشریٰ [پس آپ کے لئے خوشی و بشارت ہے] اور اگر اس حقیقت کے ظلال میں سے کوئی ظل تھا تو بھی غنیمت ہے مختصر یہ ہے کہ اس نسبت کے اصل داخلی ہونے کی وجہ سے جو کچھ ہے کبریتِ احمر (سرخ گندھک یعنی نادر) ہے۔ یہ جو آپ نے لکھا ہے کہ اکثر اوقات یہ نسبت نماز میں وارد ہوتی ہے خاص طور پر اس فرض نماز میں جو کہ جماعت سے ادا کرتا ہے اور (نماز سے) فارغ ہونے کے بعد جبتک نماز کی جگہ میں پابند بیٹھا رہتا ہے وہ حالت بھی باقی رہتی ہے اس کے بعد پوشیدہ ہو جاتی ہے"۔ میرے مخدوم! نماز جو کہ مومن کی معراج ہے اصل کے ظہور کا مقام اور حالت معراجیہ کا نمونہ ہے۔ حدیث الساجد یسجد علیٰ قدمی اللّٰہ فلیسأل و لیرغب [سجدہ کرنے والا

لہ ملاحظہ ہو مکتوبات حضرت محمد عبداللہ ثانی قدس سرہ (فارسی) مکتوب ۶۲

اللہ تعالیٰ کے دونوں ہاتھوں پر سجدہ کرتا ہے۔ پس اس مطلب کا شوق کرنا چاہئے۔ آپ نے سنا ہوگا اور نیز حدیث شریف میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بندہ کی کوئی حالت اس سے زیادہ پسندیدہ نہیں ہے کہ وہ (اللہ تعالیٰ) اس (بندہ) کو اپنا چہرہ خاک آلود کر کے سجدہ کرتے ہوئے دیکھے۔ اور نیز حدیث شریف میں آیا ہے کہ جب بندہ اپنی نماز میں داخل ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنی ذات سے اس کی طرف متوجہ ہوتا ہے پس اُس (بندہ) سے رُخ نہیں پھیرتا یہاں تک کہ وہ بندہ اپنا رُخ پھیر لے یا کوئی بُری بات کہے۔ پھر فرض نمازوں کی خصوصیت تو علیحدہ ہے اور جماعت نورٌ علیٰ نور ہے۔ رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے بیشک اللہ تعالیٰ اُن لوگوں کے لئے جو اندھیروں میں مسجد کی طرف جاتے ہیں قیامت کے روز ایک بانور کے ساتھ روشنی کرے گا۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ اندھیروں میں مساجد کی طرف چلنے والے وہی لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی رحمت میں داخل ہونے والے ہیں۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ جب کوئی بندہ جماعت میں نماز پڑھتا ہے پھر وہ کسی حاجت کا سوال کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ غیرت کرتا ہے کہ وہ (بے مراد) واپس لوٹے یہاں تک کہ اس کی حاجت پوری کر دیتا ہے۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے، کسی شخص کا اپنے گھر میں نماز پڑھنے کا ثواب ایک نماز کے برابر ہے اور محلہ کی مسجد میں نماز پڑھنا پچیس نمازوں کے برابر ہے اور جامع مسجد میں نماز پڑھنا پانسو نمازوں کی برابر ہے اور مسجد اقصیٰ میں نماز پڑھنا پانچ ہزار نمازوں کے برابر ہے اور میری اس مسجد میں نماز پڑھنا پچاس ہزار نمازوں کے برابر ہے اور مسجد حرام میں نماز پڑھنا ایک لاکھ نماز کے برابر ہے۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ جس شخص نے ان پانچ نمازوں کو جماعت کے ساتھ ادا کرنے پر محافظت کی وہ پل صراط پر سے چمکنے والی بجلی کی مانند گذرنے والوں میں سب سے پہلا شخص ہوگا اور (اللہ تعالیٰ) اس کا حشر سابقین کے پہلے گروہ میں فرمائے گا اور روز و شب میں ان نمازوں پر محافظت کرنے والے کے لئے ایسے ہزار شہید کی مانند اجر ہوگا جو اللہ کے راستہ میں قتل کئے گئے ہوں۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے "تم میں سے جو شخص وضو کرتا ہے پس اچھی طرح وضو کرتا ہے اور اس کو پوری طرح کرتا ہے پھر وہ مسجد میں آتا ہے اس کا مقصد نماز کے سوا اور کچھ نہیں ہوتا تو اللہ تعالیٰ اس کو خوشخبری دیتا ہے جیسا کہ ان لوگوں کو جن کا کوئی آدمی گم ہو گیا ہو اپنے غائب کے آجانے سے خوشی ہوتی ہے۔

آپ نے لکھا تھا کہ "جو ترقی کہ قرآن مجید کی تلاوت میں مفہوم ہوتی ہے (ایسی ترقی) دوسری چیزوں میں کم ہے خاص طور پر وہ تلاوت جو کہ نماز میں طویل قیام کے اندر کی جاتی ہے"۔ بیشک جب معاملہ اصول سے اوپر چلا جاتا ہے اور نیز باقی رہتی ہے تو اس مقام میں ترقی قرآن مجید کی تلاوت

اور نماز کے ساتھ ہوتی ہے، کلام صفتِ حقیقیہ ہے اور اپنے موصوف سے کسی قسم کی علیحدگی و جدائی نہیں رکھتی اور اس کے ساتھ مل جانا اور اس کو اختیار کرنا اس کے موصوف کے ساتھ کمال تقرب کا سبب ہے، حدیث شریف میں آیا ہے اھل القراٰن اھل اللّٰہ وخاصتہ [اہلِ قرآن اہل اللہ اور اس کے خاص بندے ہیں] ہو سکتا ہے کہ اہلِ قرآن سے مراد یہی لوگ ہوں جو کہ اس درجہ تک پہنچے ہیں اور اصول سے گذر چکے اور فنا و بقا کی حقیقت کے ساتھ پاک (غیر اللہ سے خالی) ہو گئے ہوں اور جب تک ماسوا سے اس طرح پاک و مطہر نہ ہو جائے اہلِ قرآن اور اس کی تلاوت کے لائق نہیں ہوتا اور تلاوت کہ اس حالت سے پہلے واقع ہوتی ہے ابرار کے اعمال میں داخل ہے نہ کہ مقربین کے اعمال میں، ص ۱۱۳ اس مقام میں کلمۂ طیبہ کا تکرار فائدہ دینے اور ترقی بخشنے والا ہے، اور جب اس کلمۂ مبارکہ کی برکت سے باطن کی طہارت حاصل ہو جاتی ہے تو وہ تلاوت کے قابل ہو جاتا ہے، آیتِ کریمہ لَا یَمَسُّہٗٓ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ[1] [اس کو پاکیزہ لوگ ہی چھوتے ہیں] اس معنی کی طرف اشارہ کرتی ہے، یعنی قرآن کو وہی لوگ پڑھتے ہیں جو (ماسوا کے) تعلقات کی میل کچیل سے پاک ہو چکے ہیں، قرآنِ کریم کی قرأت کو مبالغہ کے طور پر چھونے سے تعبیر کیا۔ حدیث شریف میں آیا ہے، آگاہ رہو کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی طرف اشتیاق رکھتا ہے اس کو چاہئے کہ اللہ کا کلام سنا کرے۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے، جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اپنے رب سے بات کرے تو اس کو قرآن پڑھنا چاہئے۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے قرآن کے حاملین (اٹھانے والے) اولیاء اللہ ہیں، پس جس نے ان سے دشمنی کی تو اُس نے اللہ تعالیٰ سے دشمنی کی اور جس نے اُن سے دوستی کی تو بیشک اس نے اللہ تعالیٰ سے دوستی کی۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے، اللہ عزوجل (قرآن مجید کی) جس آیت کو بھی نازل فرماتا ہے اس کا ظاہر و باطن ہوتا ہے اور ہر حرف کے لئے حد ہے اور ہر حد کے لئے مُطّلَع ہے[2]۔ والسلام

مکتوب ۶۸

شیخ غازی کے نام اس بیان میں کہ رویتِ قلبی دنیا میں واقع ہے یا نہیں اور سلطان العارفین کے اس کلام کی حقیقت کے بیان میں تحریر فرمایا کہ "جس جگہ سالک الٰہی سال میں نہیں پہنچتا سلطانِ خیال ایک لمحہ میں پہنچا دیتا ہے"۔

---

[1] پ ۲۷ ع ۱۹ اس آیت کی مزید تشریح مکتوبات امام ربانی قدس سرہٗ جلد سوم کے مکتوب ۲۶ میں ملاحظہ فرمائیں۔

[2] حدیث کی شرح مکتوبات امام ربانی قدس سرہ دفتر سوم مکتوب ۱۱۰ میں ملاحظہ فرمائیں۔

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ، برادر عزیز شیخ غازی نے چند سوال کے تھے اُن کے جواب میں چند سطریں لکھی جاتی ہیں واللہ الھادی الیٰ سبیل الرشاد [اللہ تعالیٰ سیدھے راستہ کی طرف ہدایت دینے والا ہے] آپ جان لیں کہ متاخرین صوفیائے کرام دنیا میں مشاہدہ کے وقوع کے قائل ہیں جو کہ رویتِ قلبی سے عبارت ہے اور اس عالمِ فانی میں اسے تسلیم کرتے ہیں اور (اس کا) وقوع مانتے ہیں، اور صاحبِ تعرف فرماتے ہیں "اور اس بات پر اجماع ہے کہ اُس تعالیٰ شانہٗ کو دنیا میں نہ آنکھ سے دیکھا جاسکتا ہے اور نہ قلب سے"۔ شاید کہ اس اجماع سے مراد صوفیائے متقدمین کا اجماع ہے پس صوفیائے متقدمین دنیا میں رویتِ قلبی کے قائل نہیں ہیں اور ہمارے حضرت عالی قدسنا اللہ بسرہٖ کا مذہب بھی اس اجماع کے موافق ہے اس معنی میں کہ مشاہدہ ذاتِ حق جل وعلا کا نہیں ہے کہ وہ آخرت کی رویت سے متعلق ہے بلکہ ظلال میں سے کسی ظل کے مشاہدہ سے تعلق رکھتا ہے کہ جس کے ساتھ گرفتاری غیر کے ساتھ گرفتاری ہے، ذات عز برہانہٗ کا طالب اس میں پھنسا نہیں رہتا اور بلندی سے پستی کی طرف نہیں آتا۔ اور یہ جو حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہٗ سے منقول ہے کہ انھوں نے فرمایا جو کچھ کہ دیکھا، سُنا اور جانا گیا ہے وہ سب غیر ہے کلمہ لا کی حقیقت کے ساتھ اس کی نفی کرنی چاہئے" یہ بھی اس اجماع کے مطابق ہے اور اس کی تائید کرنے والا وہ واقعہ بھی ہے جو نفحات میں بیان کیا گیا ہے کہ کسی بزرگ نے پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا، عرض کیا یا رسول اللہ! توحید کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا جب بھی تیرے دل میں کوئی تصور آئے یا تیرے خیال میں کوئی بات آئے تو اللہ تعالیٰ اس سے ماوراء ہے" اور بعض اکابر سے مشاہدہ کے اثبات میں جو کچھ نقل کیا گیا ہے کہاں سے (ثابت) ہے کہ ان کو اس مقام سے ترقی واقع نہیں ہوئی ہے اور وہ آخر تک اس مشاہدہ میں رُکے رہے ہیں۔

ص۱۱۲

آپ نے لکھا تھا کہ "ایک روز اس فقیر کو الہام ہوا کہ اگر تو جنید صفت (ہونا) چاہتا ہے تو اپنے آپ میں مشغول ہو جا۔ اپنے آپ میں مشغول ہونا کیا چیز ہے؟ اور جنید صفت کس معنی میں ہے؟" میرے مخدوم! ہو سکتا ہے کہ اپنے آپ میں مشغول ہونے سے مراد سیرِ انفسی ہو جس کو جذبہ سے تعبیر کیا جاتا ہے اور سلوک سیرِ آفاقی ہے یعنی تو سلوک سے جذبہ میں آجا اور آفاق سے انفس میں داخل ہو جا کیونکہ یافت (پانا) اپنے سے خارج میں نہیں ہے ؎

ہمچو نابینا مبر ہر سوئے دست با تو در زیرِ گلیم است ہرچہ ہست

[تو اندھے کی مانند ہر طرف ہاتھ نہ پھیلا، جو کچھ ہے وہ تیرے ساتھ ہی کمبل کے نیچے ہے]

اور یہ سیر انفسی ولایت کے طریقوں میں نہایت ہے اور جنید صفت (سے مراد) اُن قدس سرہ کے کمال کے

ساتھ متصف ہوتا ہے جو کہ سیرِ انفسی ہے۔ آپ نے لکھا تھا کہ "سلطان العارفین بایزید بسطامی قدس سرہ نے فرمایا ہے کہ جس جگہ سالک کئی سال میں نہیں پہنچا سلطانِ خیال ایک لمحہ میں پہنچا دیتا ہے اور آپ نے اس قول پر تعجب کیا کہ خیال کیا چیز ہے جو کسی شخص کو کسی جگہ پہنچائے اور اگر بالفرض وہ کوئی چیز سالک کے سامنے لائے تو وہ اُس پر کس طرح اعتماد کرے، خواب و خیال کا کیا اعتبار ہے"۔ میرے مخدوم! جو کچھ سلطان العارفین نے فرمایا ہے وہ حق ہے اس معنی میں کہ سلطانِ خیال کی مدد سے برسوں کا راستہ ایک لمحہ میں طے ہو جاتا ہے، غیب الغیب کا راستہ وہم (خیال) کی مدد سے طے ہوتا ہے اور بیچونی (بے کیفی) کے معاملات خیال کی مدد سے صورت پذیر ہوتے اور ادراک میں آجاتے ہیں۔ ہمارے حضرت عالی قدسنا اللہ سبحانہ بسرہ نے لکھا ہے[1] کہ "اس راستہ کے طے کرنے کا مدار توہم و تخیل پر ہے، احوال و مواجید (کیفیات) جو کہ اس راستہ کے جزئی معانی ہیں وہم ہی کے ساتھ ادراک میں آتے ہیں اور سالکوں کی تجلیات و تلوینات خیال کے آئینے میں مشہود ہوتی ہیں پس اگر وہم نہ ہوتا تو فہم قاصر رہ جاتی اور اگر خیال نہ ہوتا تو حال پوشیدہ رہ جاتا، اس راستہ میں وہم و خیال سے زیادہ نفع دینے والی کوئی چیز نہیں پائی گئی اور اُن کا اکثر ادراک و انکشاف واقع کے مطابق ظاہر ہوا؛ وہم (خیال) ہی ہے جو کہ پچاس ہزار سال کی راہ کو جو کہ بندہ اور رب کے درمیان ہے اللہ تعالیٰ کے کرم سے تھوڑی مدت میں طے کرا دیتا ہے اور وصول کے درجات تک پہنچا دیتا ہے اور خیال ہی ہے جو کہ غیب الغیب کے دقائق و اسرار کو اپنے آئینہ میں منکشف کرتا ہے اور صاحبِ استعداد سالک کو مطلع کر دیتا ہے"۔ یہ اُن (مجدد الفِ ثانی) قدس سرہٗ کا کلام ہے۔ والسلام

[1] مکتوب ۱۰۹، دفتر دوم از مکتوبات حضرت مجدد الفِ ثانی قدس سرہ

ص ۱۱۵

مکتوب ۶۹

محمد باقر فتح آبادی کے نام اس بیان میں تحریر فرمایا کہ عشقِ حقیقی موہبی ہے اور باطن کا حصہ ہے۔

آپ نے لکھا تھا کہ "حضرتِ حق سبحانہ کا عشق دیکھنے کے طور پر ہے یا جاننے کے طور پر؟" دیکھنے کے طور پر نہیں ہے کیونکہ دیدار کا آخرت میں وعدہ کیا گیا ہے بلکہ سننے اور جاننے کے طور پر ہے ؎

نہ تنہا عشق از دیدار خیزد   بسا کیں دولت از گفتار خیزد

[عشق صرف دیدار ہی سے پیدا نہیں ہوتا (بلکہ) اکثر یہ دولت گفتار سے بھی پیدا ہوتی ہے]

آپ نے لکھا تھا اگر جاننے کے طور پر ہے تو ہم خدائے تعالیٰ پر ایمان لائے ہیں اور ہم نے اس کو پہچانا ہے

جیسا کہ وہ اپنے اسماء و صفات کے ساتھ ہے پس کیا (سبب) ہے اور کیا مصیبت ہے کہ یہ سب کچھ جاننے اور پہچاننے کے باوجود ہماری طبیعت میں عشقِ مجازی کے برابر کامل بیقراری و بے آرامی پیدا نہیں ہوتی اور شوق کی آگ ہمارے دلوں میں نہیں بھڑکتی" (اس کا) جواب دو طرح پر ہے، ایک وجہ یہ ہے کہ محض جاننا عشق و گرفتاری کا سبب نہیں ہے، اگر عشق میں محض جاننا کافی ہو تو تمام مؤمنوں کو شیدا و عاشق ہونا اور اپنے آپ سے اور اپنے ماسوا سے آزاد ہونا چاہیئے کہ (یہ عشق کا لازمہ ہے بلکہ عشق و محبت حق جلّ و علا کا عطیہ ہے جو کہ جاننے پر مرتّب (ہوتا) ہے اور عالمِ اسباب میں سلوک و ریاضت اور شیخ مقتدا کی صحبت پر کہ جس نے سلوک و جذبہ کے مقامات کو طے کیا ہے موقوف ہے اور علم و معرفت کہ صوفیائے کرام جس سے ممتاز ہیں اس عشق و ولولہ کا نتیجہ ہے اور اس کا ثمرہ حق الیقین ہے جو کہ بقا کا مقام ہے (حدیث قدسی) من قتلته فانا دیته [جس کو میں قتل کرتا ہوں تو اس کا خونبہا میں خود ہوں] اس بات کی گواہ ہے - دوسری وجہ یہ ہے کہ جو عشق و محبت بیچونی سے تعلق رکھتا ہے وہ بے کیفی سے کچھ حصہ رکھتا ہے اور وہ باطن کا حصہ ہے کیونکہ جو سراسر چون (ہمثیل) ہے اُس کا ظاہر میں سرایت کرنا کمیاب ہے اور عشقِ مجازی جو کہ چون و چند سے تعلق رکھتا ہے ظاہر کا حصہ ہے اس لئے اس کے آثار یعنی بیقراری و بے آرامی و آہ و نعرہ اور لاغر و زرد ہو جانا ظاہر میں بہت زیادہ ہیں، عشقِ حقیقی کے برخلاف جو کہ بے کیف ہے اور یہ آثار اس میں بہت کم ہیں، اس کا اثر معشوق میں فنا ہونا اور ماسوا سے آزاد ہو جانا ہے یہ عشق کی حقیقت ہے اور وہ عشق کی صورت ہے، لوگوں نے شبلی (قدس سرہ) سے کہا کہ آپ محبت کا دعویٰ کرتے ہیں اور حالانکہ فربہی اس کے منافی ہے (حضرت) شبلیؒ نے فرمایا ؎

احب قلبی وما دری بدنی ولو دری ما اقام فی السمن

[میرے دل نے محبت کی اور میرا بدن بے خبر ہے اور اگر وہ جانتا تو فربہ نہ رہتا]

مختصر یہ ہے کہ عشقِ مجازی میں چونکہ عاشق و معشوق کے درمیان ظاہری مناسبت موجود ہے (اس لئے) اس کے آثار ظاہر میں زیادہ نمایاں ہیں اور عشقِ حقیقی میں چونکہ یہ مناسبت مفقود ہے (اسلئے) اس کا اثر ظاہر میں بہت کم پایا جاتا ہے اور فنا و بقا تک جو کہ باطن کی صفات میں سے ہے پہنچاتا ہے بیشک ظلال کے مقامات میں اصالت و ظلیت کی مناسبت محب اور محبوب کے درمیان موجود ہے (پس) اگر اس کے آثار ظاہر ہوں اگرچہ اجمالاً ہوں تو گنجائش رکھتا ہے اور نالہ و فغاں وغیرہ واقع ہوتا ہے، جب معاملہ ظلال سے اوپر چلا جاتا ہے بلکہ اصل بھی ظل کی مانند راستہ میں رہ جاتی ہے اور معاملہ غیب الغیب سے پڑتا ہے تو محبت کی سوزش و بے چینی بہت کم ہو جاتی ہے اس لئے کمالاتِ نبوت

میں محبت کے معنی ارادۂ طاعت کے ہیں نہ کہ اس کے علاوہ کچھ اور کہ جو بے چینی کا باعث ہو، یہ محبت اُس محبت کی مانند ہے جو کہ ہر شخص کو اپنی ذات کے ساتھ ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ نازک ہے کیونکہ وہ تعالیٰ شانہٗ بندہ کے اس کی ذات سے بھی زیادہ قریب ہے اور (اس میں) کوئی شک نہیں ہے کہ اپنے سے زیادہ محبوب کوئی نہیں ہے الا ماشاء اللہ تعالیٰ [مگر جو کچھ اللہ تعالیٰ چاہے] اور کوئی بے چینی اس محبت میں ثابت نہیں ہے۔

آپ نے لکھا تھا کہ "حق جلّ و علا کی عبادت کی توفیق میں اپنے آپ کو بہت قاصر و عاجز پاتا ہے اور آخرت کے کاموں کو سرانجام دینے کی قدرت اپنے اندر بہت کم دیکھتا ہے ناچار اپنی بیماری کا علاج طلب کرتا ہے۔" میرے مخدوم! آپ نے جو کچھ لکھا ہے فقیر کی زبان سے لکھا ہے، (یہ فقیر اپنی ... توفیقیوں کا کیا اظہار کرے اس ناکارہ سے علاج طلب کرنے کی جستجو عاریتی مالک سے مستعار مانگنے اور محتاج فقیر سے سوال کرنے کی مانند ہے، مرض الاطباء (طبیب خود ہی بیمار ہیں) اس جگہ صادق آتا ہے، حق سبحانہٗ و تعالیٰ ہمیں اور آپ حضرات کو اپنی خوشنودیوں کے حصول کی توفیق عطا فرمائے اور کمال کے مراتب کی طرف ہدایت نصیب کرے۔

مکتوب ۷

میر عبدالرحمٰن کے نام حقیقتِ جامعہ و مضغۂ قلبیہ و وجوہِ اشتراک کے بیان میں تحریر فرمایا۔

حامداً للہ العظیم و مصلیاً علی رسولہ الکریم۔ اللہ تعالیٰ فیوض کے دروازے ہمیشہ کھلے رکھے، گرامی نامہ جو آپ نے اس ناکارہ کے نام ارسال کیا تھا اس کے وارد ہونے سے مشرف و مسرور ہوا، آپ نے طلب کے درد اور مطلب کے شوق کا اظہار کیا تھا، حق سبحانہٗ اس درد کو اور زیادہ کرے اور شوق کی چنگاری کو اور بھڑکائے یہاں تک کہ ماسویٰ سے بالکل رہا کر دے اور علمی و حُبّی تعلقات کو اس کے ساتھ بالکل جلا دے اور فنا و نیستی تک پہنچا دے ؎

ہیچ کس را تا نگردد اُو فنا نیست رہ در بارگاہِ کبریا

[جبتک کوئی شخص فنا نہ ہو جائے اس کیلئے بارگاہِ الٰہی میں باریابی نہیں ہے]

میرے مخدوم! کبھی (لفظِ) قلب بولتے ہیں اور (اس سے) قلب کی حقیقتِ جامعہ مراد لیتے ہیں جو کہ عالمِ امر سے ہے اور ذکر و تاثر و التذاذ و سُکر و فنا و استہلاک جو کہ یکے بعد دیگرے آتے ہیں (یہ سب) اس کا کام ہے، اور کبھی (یہ لفظ) بولتے ہیں اور (اس سے) وہ مضغہ (گوشت کا ٹکڑا) کہ عالمِ خلق سے ہے مراد لیتے ہیں جو بائیں پہلو میں واقع ہے اور قلب کی حقیقتِ جامعہ کو اس مضغہ کے ساتھ خاص تعلق ہے کہ گویا اس کا

آشیانہ و مسکن اور ٹھکانا ہے اور ایک قسم کا اتحاد ان کے درمیان موجود ہو گیا ہے کہ امتیاز گویا مفقود ہو گیا ہے اور بعض احکام میں شرکت حاصل ہو گئی ہے اور حقیقتِ جامعہ کے ذکر سے مضغہ میں بھی حرکت پیدا ہو گئی ہے روح کی طرح جو کہ عالمِ امر سے ہے اور بیچونی سے کچھ حصہ رکھتی ہے۔ (اور وہ) بدن کے ساتھ عشق و محبت ہونے کی وجہ سے بدن میں فانی ہو گئی ہے اور بدن کے احکام کے ساتھ ہم رنگ و ہم صفت ہو گئی ہے اور بدن کے توسط سے سمیع و بصیر و متکلم ہو گئی ہے اور بدن کی لذت کے ساتھ لذت یاب اور اس کے غم کے ساتھ غمزدہ اور اس کی حرکت و سکون کے ساتھ متحرک و ساکن ہو گئی ہے، پس جو ذکرِ قلبی کہ بتدریج کو حاصل ہوتا ہے وہ حقیقتِ جامعہ کا ذکر ہے شروع میں اس کے وسیلہ و ہمسائگی کی وجہ سے مضغہ (جسمانی دل) بھی ذاکر و متحرک ہو جاتا ہے۔ مختصر یہ ہے کہ ایک ذکر ہے جو کہ دونوں سے منسوب ہے اور ان کے اتصال و اتحاد اور عدمِ امتیاز کی وجہ سے ایک کا ذکر دوسرے کی طرف منسوب ہو گیا اور ایک کی حرکت کے ساتھ دوسرا متحرک ہو گیا۔ مولوی معنوی قدس سرہٗ نے فرمایا ہے ؎

چونکہ اوشد گوش و چشم و دست و پائے ـــ خیرہ ام در چشم بندی خدائے

(چونکہ وہ کان، آنکھ، ہاتھ اور پاؤں ہو گیا ہے (اس لئے) میں خدائے تعالیٰ کی نظر بندی میں حیرت زدہ ہوں)

جس وقت بندہ کو حق جلّ و علا کے ساتھ یہ دید حاصل ہو جاتی ہے اگر روح و قلب کو جو کہ بیچونی سے کچھ حصہ رکھتے ہیں یہ معاملہ پیش آجائے تو گنجائش ہے۔ آپ نے لکھا تھا کہ "ذکرِ معدہ جو کہ بعض اکابر کی عبارت میں آیا ہے کس معنی میں اور دل کا ذکر کونسا ہے اور ان دونوں (قسم کے) ذکر میں امتیاز کیا ہے؟"

میرے مخدوم! معدہ کا ایک مقام ہے اور دل کا مقام دوسرا ہے اور جو ذکر و حرکت کہ مقامِ معدہ سے ظاہر ہوتی ہے وہ ذکرِ معدہ سے منسوب ہے اور جو ذکر کہ دل کے مقام سے ظاہر ہوتا ہے وہ دل کا ذکر ہے پس ان دونوں میں امتیاز مقام کے امتیاز سے ہے۔

ص ۱۱۸

شیخ مظفر برہانپوری کے نام مع نصائح و مواعظ کے اس بارے میں تحریر فرمایا کہ فرع جو کچھ رکھتی ہے وہ سب اصل سے ہے حتیٰ کہ شوق و محبت بھی۔

الحمد للہ و سلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ، اللہ تعالیٰ فیوض کے دروازے ہمیشہ کھلے رکھے گرامی نامہ پہنچ کر خوشی کا باعث ہوا۔ آپ نے ملاقات کے شوق کا اظہار کیا تھا اس طرف کے دوستوں کو بھی

مشتاق جانیں وانا الیھم لاشد شوقا [اور میں اُن کی طرف زیادہ شدید شوق والا ہوں] آپ نے سنا ہوگا عظمت واستغنائے ذاتی کے باوجود اشد شوق اُس طرف منسوب ہوا کیونکہ جو کچھ اصل کی طرف منسوب ہے اصالت وغلبہ رکھتا ہے فرع طفیلی ہے جو کچھ رکھتی ہے اصل سے رکھتی ہے (اور) کسی معاملہ میں اپنے ساتھ استقلال نہیں رکھتی، اس کا شوق ومحبت اُس جانب کے شوق ومحبت کا پرتو ہے اور اس خزانہ کے شوق کے بے انتہا سمندر کا ایک قطرہ ہے ؎

ادائے حقِ محبت عنایتے است زدوست وگرنہ عاشقِ مسکیں بہیچ خورسند است

[محبت کا حق ادا کرنا دوست کی طرف سے ایک عنایت ہے ورنہ مسکین عاشق کچھ نہ ہونے کے باوجود خوش ہے]

فرع کے شوق کو اصل کے شوق ومحبت کے ساتھ کیا نسبت اور کونسی مساوات ہے، اس کی محبت کا اثر ہے کہ بساطِ کائنات کو پردۂ عدم سے نکال کر اور وجود وایجاد کے سلسلہ کو حرکت دیکر اور غیب ہویت کے پردہ والوں کو ظہور کے میدان میں لاکر اپنے کمال وجمال کا آئینہ بنایا، اس کی محبت کی کشش ہی ہے جو کہ بے پروبال محب کو تعلقات کے گرداب سے نکال کر عظمت وکبریائی کے سراپردوں میں پہنچاتی ہے اور پچاس ہزار سال کے راستہ کو تھوڑے عرصہ میں قطع کرا دیتی ہے ورنہ محب بیچارے کی سعی وکوشش سے کیا بنتا اور اس کی محبت سے کیا حاصل ہوتا ہے ؎

مرا گر توسنِ دل نیست در راہ کمندِ زلف اُو ہم نیست کوتاہ

[اگر میرے دل کا گھوڑا راستہ میں نہیں ہے (تو کیا ہوا) اس کی زلف کی کمند بھی تو کوتاہ نہیں ہے]

بات دوسری طرف چلی گئی۔ آپ نے نصیحتیں طلب کی تھیں، میرے مخدوم! سنت کی اتباع میں جان (ودل) کے ساتھ کوشش کریں، جزوی وکلّی (امور) اور عادات وعبادات میں سرورِ دین ودنیا علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ مشابہت پیدا کرنے کو بہت بڑی سعادت جانیں اور برکات کا پھل اور بلند درجات کا نتیجہ دینے والا تصور کریں، محبوب کی مشابہت کرنے والے محبوب اور اس کی پیروی کرنے والے بہت پسندیدہ (ہوتے) ہیں، آیتِ کریمہ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ [آپ کہہ دیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا] اس معنی کی شاہد ہے، اوقات کو (ذکر سے) آباد رکھیں اور خلوت کی طرف راغب رہیں اور نماز کو طول قیام کے ساتھ ادا کریں اور اندھیری راتوں کو گریہ واستغفار کے ساتھ منور رکھیں، کلمہ طیبہ کی تکرار اسقدر کریں کہ تمام خواہشات سے خالی ہوجائیں اور حق جلّ وعلا کے ارادہ کے ساتھ قائم ہوجائیں اور وجود اور وجود کے تابع کمالات کی اپنے آپ سے نفی کریں یہانتک کہ سب کی نفی ہوجائے اور ذاتی عدمیت رونما

۱۹، ص ۲۱ ع ۲

ہو جائے اور (نفسِ) امارہ کی انانیت (سرکشی) جڑ سے اکھڑ جائے اور تمام کمالات اصل کی طرف لوٹ جائیں یہاں تک کہ ذکر و حضور بھی نہ رہے، ولا یذکر اللہ الا اللہ [اور اللہ ہی اللہ کو یاد کرتا ہے] درمیان میں آجائے جو واقعات کہ آپ نے دیکھے اور لکھے ہیں نیک و واضح ہیں اور خوشخبریاں ہیں۔ والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۷۲

محمد سعید سہارنپوری کے نام بلند ہمت ہونے اور مشاہدات و مکاشفات کی طرف توجہ نہ کرنے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

حامداً للہ العظیم و مصلیاً علیٰ رسولہ الکریم۔ اللہ تعالیٰ فیوض کے دروازے ہمیشہ کھلے رکھے، آپ کے مکتوباتِ گرامی یکے بعد دیگرے پہنچ کر مسرت بخش ہوئے، آپ نے ملاقات کے شوق اور جدائی کے درد کا اظہار کیا تھا امید ہے کہ اس شوق کی آگ سربلند ہوگی اور عشق کا شعلہ اور زیادہ بھڑکے گا تاکہ ماسوا سے پوری طرح رہائی دلادے اور اس تعالیٰ شانہٗ کے ماسوا کے ساتھ علمی و حبی تعلقات کو بالکل جلادے اور موہوم ہستی جو کہ حقیقی نیستی (فنا) کے لئے حجاب ہے دور ہو جائے اور حقیقی فنا و تحقیقی نیستی ظاہر ہو جائے اور اس نیستی کے جال سے ہستی کو شکار کرے۔ میرے مخدوم! ہمارے بزرگوں کے طریقہ میں فائدہ پہنچانا اور فائدہ حاصل کرنا انعکاسی و انصباغی (عکس قبول کرنے اور رنگا جانے کے طور پر) ہے مریدِ صادق اس رابطہ محبت کی وجہ سے جو کہ وہ شیخ مقتدا کے ساتھ رکھتا ہے ساعت بساعت اس کے رنگ میں رنگا جاتا ہے اور حضور و غیبت میں اس عشق کی کشش سے اس کے پوشیدہ معانی (اسرار) کو حاصل کر لیتا ہے خواہ وہ اس حقیقت کو جانے یا نہ جانے لیکن حضور و صحبت کی تاثیر زیادہ قوی ہے۔

آپ نے لکھا تھا کہ "نفی و اثبات سے گزر کر (ایسا) معلوم ہوتا ہے کہ (معاملہ) مذکور کے مشاہدہ تک پہنچتا ہے"۔ میرے مخدوم! اس قسم کے مکاشفات و تجلیات (اس) راستہ کے سالکوں کو پیش آتے ہیں انجام کار ان سب سے گذر جانا چاہئے اور جہل و حیرت میں آجانا چاہئے، بلند ہمت (کو چاہئے کہ) ان ظہورات پر فریفتہ نہ ہو جائے اور اس قسم کے مشاہدات کے ساتھ مطلبِ اعلیٰ سے رک نہ جائے حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہٗ نے فرمایا ہے کہ "جو کچھ دیکھا سنا اور جانا گیا ہے وہ سب غیر (ماسوی اللہ) ہے کلمہ لَا کی حقیقت کے ساتھ اس کی نفی کرنی چاہئے جس قدر ہو سکے نفی و اثبات کا تکرار کرتے رہیں اور تمام مشہودات و متخیلات کو لا کے تحت میں لائیں اور جب آپ مغلوب ہو جائیں اور دید غالب آجائے اور آپ کو اپنے آپ سے بیخود کر دے تو اور بات ہے۔ آپ نے لکھا تھا کہ "میں اس کو غیبت کہوں یا حضور یا

م ۱۲۰

(یہ) شوقی صورت اور ذوقی لذت ہے"۔ چونکہ اس وقت میں ماسوٰی سے غیبت اور حق جل وعلا کا حضور ہے اور شوق کی صورت اور ذوق کی لذت اس غیبت و حضور میں لے آئی ہے (اس لئے) جو کچھ کہا گیا گنجائش رکھتا ہے۔ آپ نے لکھا تھا کہ "اکثر اوقات سُکر لاحق ہے" اس انعام کا بھی شکر بجا لائیں اور ھَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ (کیا اور ہے) کہتے ہوئے اس سے آگے کوشش کریں اور صحو و بندگی کا مقام تلاش کریں۔

شیخ بایزید کے نام اس بیان میں تحریر فرمایا کہ باطنی احوال کا علم زائد خوبیوں میں سے ہے، نفسِ وصول میں اربابِ علم و اربابِ جہل برابر ہیں۔

اللہ تعالیٰ فیوض کے دروازے ہمیشہ کھُلے رکھے، مکتوب شریف نے پہنچکر خوش وقت کیا، آپ نے حیران و یاس آمیز واردات لکھی تھیں کیا کیا جا سکتا ہے آپ (نسبت کے) علم سے بہت کم حصہ رکھتے ہیں، آپ کا باطن اخذ کی ہوئی نسبت سے معمور ہے اور قرب کے درجات میں محوِ پرواز ہے۔ ہمارے حضرت عالی قدس اللہ تعالیٰ سرہٗ نے تحریر فرمایا ہے کہ "نسبت جسقدر زیادہ بلند ہو جاتی ہے جہالت (عدمِ علم) سے زیادہ نزدیک ہو جاتی ہے"۔ آپ غم نہ کھائیں اور ذکر و فکر میں ہمیشہ مشغول رہیں اور (ان کے ساتھ) نسبتِ باطن کو قوی کریں کیونکہ باطن کی ترقی اعمالِ ظاہر کے ساتھ وابستہ ہے، اربابِ علم و اربابِ جہل نفسِ وصول و قرب میں برابر ہیں فرق صرف وصول و قرب کے علم کے ہونے یا نہ ہونے کا ہے جو کہ زائد خوبیوں میں سے ہے اگر آپ کو (نسبت کا) علم کم ہے تو کسی دوسرے کے علم کو کافی جانیں اور خواب و خیال کے عدم اور استخارہ میں کسی امر کے ظاہر نہ ہونے سے غمزدہ نہ ہوں کیونکہ ولایت و قرب ان کے ساتھ وابستہ نہیں ہے اور ان میں سے کسی ایک کے نہ ہونے سے کمال میں نقصان نہیں آتا اور ہمت بلند رکھیں اور مقصدِ اعلیٰ میں لگ جائیں زائد خوبیاں اگرچہ نہ پائی جائیں ؎

تو مباش اصلا کمال این ست وبس ۔ رو در وگم شو وصال این ست وبس

[تو ہرگز نہ رہ، کمال یہی ہے اور بس۔ جا اس میں گم (فنا) ہو جا، وصال یہی ہے اور بس]

اور اگر آپ کام کی حقیقت کے متعلق پوچھتے ہیں (تو جواب یہ ہے کہ) تمام لوگ ذاتِ اقدس کے مرتبہ (تک رسائی) سے محرومی و جہل کے ساتھ موصوف ہیں اور اربابِ علم و جہل کو اس بلند بارگاہ (کی رسائی) سے مایوسی دامنگیر ہے، علم و شہود اور تمام گفتگو ظلال کے مراتب اور صفات و افعال کے مراتب میں ہے،

صـ ۱۲۱

اور ذاتِ مقدس کے مرتبہ میں حیرت و جہل کے سوا کوئی چیز نہیں ہے اعرفھم باللہ اشدھم تحیرا فیہ

(اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ پہچاننے والا اُس (اللہ) کے بارے میں سب سے زیادہ حیرت میں ہے) ؎

ازیں خانہ آوازِ پائے نخاست ہمیں دستِ من حلقہ بر در شکست

(اس گھر سے کسی پاؤں کی آواز نہیں آئی، میرے ہی ہاتھ نے دروازے کی زنجیر توڑ دی) والسلام اولاً و آخراً

نیز شیخ بایزید کے نام سفرِ حج اختیار کرنے کے بیان میں اور اس بارے میں تحریر فرمایا کہ تصوف کی حقیقت اضطراب و بیقراری ہے۔

اللہ تعالیٰ ماسوی کی گرفتاری سے آزاد کرے اور باطنی جذبات (کیفیات) کے ساتھ لذت اندوز و خوشوقت رکھے، گرامی نامہ پہنچ کر مسرت کا باعث ہوا۔ میرے مخدوم! ہم امید رکھتے ہیں کہ اس مہینے کے آخری دنوں میں جو کہ ماہِ ذی الحجہ ہے بائیس ۲۲ سے انتیس ۲۹ تاریخ تک کسی روز سرہند سے روانگی واقع ہو جائے اور سورت کی بندرگاہ سے کعبۂ مقصود تک پہنچنا حاصل ہو جائے۔ ع

تا درمیانہ خواستۂ کردگار چیست (دیکھئے اس میں اللہ تعالیٰ کی کیا مرضی ہے)

اگرچہ محدود عقل عالمِ اسباب پر نظر کرنے کی پابند ہوتی ہے لیکن عشق کے راستہ میں عقل کی پابندی سے قدرے باہر آجانا چاہیئے اور نگاہ اسباب پیدا کرنے والے (حق تعالیٰ) پر مرکوز کردینی چاہیئے کسی نے خوب کہا ہے ؎

دل اندر زلفِ لیلیٰ بند و کار از عقلِ مجنوں کن کہ عاشق را زیاں دارد مقالاتِ خردمندی

(دل کو لیلیٰ کی زلف کا اسیر بنا اور مجنوں کی عقل سے کام کر کیونکہ عقلمندی کی باتیں کرنا عاشق کے لئے نقصان دہ ہے)

جو واقعہ کہ آپ نے دیکھا اور لکھا تھا نیک و واضح ہے حق سبحانہٗ متوقع امور کو قوت سے فعل میں لائے اور طلب میں ذوق و شوق عطا فرمائے تاکہ ماسوا سے رہا کر دے انہ قریب مجیب (بیشک وہ قریب ہے (اور) قبول کرنے والا ہے) کسی بزرگ نے کہا ہے کہ تصوف اضطراب ہے جب سکون آگیا تو تصوف نہیں رہا۔ بزرگوں نے کہا ہے کہ (سالک کو) اس صفت کے ساتھ ہونا چاہیئے جو کہ اس آیتِ کریمہ میں مذکور ہے: حَتّٰٓی اِذَا ضَاقَتْ عَلَیْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ عَلَیْهِمْ اَنْفُسُهُمْ وَظَنُّوْٓا اَنْ لَّا مَلْجَاَ مِنَ اللّٰهِ اِلَّآ اِلَیْهِ الآیہ (یہاں تک کہ جب زمین اپنی وسعت کے باوجود اُن پر تنگ ہوگئی اور ان کی جانیں (بھی) ان پر تنگ ہوگئیں اور انہوں نے گمان کیا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی جائے پناہ نہیں)

۹/۱
۱۱۸

دیگر یہ کہ ہم نے آپ کو خدائے تعالیٰ کے سپرد کیا آپ کہاں زحمت اٹھائیں گے آپ ہمیں بھی خدائے جل وعلا کے سپرد کردیں اور خاتمہ کی سلامتی کی دعا کے ساتھ یاد کرتے رہیں ؎

گر بماندیم زندہ بردوزیم دامنے کز فراق چاک شدہ
ور بمردیم عذرِ ما بپذیر اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

۱۲۶

[اگر ہم زندہ رہے تو اس دامن کو جو کہ جدائی سے پھٹ گیا ہے سی لیں گے اور اگر ہم مر گئے تو ہمارا عذر قبول کر کیونکہ بہت کی آرزوئیں ہیں جو خاک ہوگئی ہیں] والسلام اولاً و آخراً

مکتوب ۷۵

ایک اہلِ طریقت خاتون کے نام تعزیت و نصیحت کے بارے میں تحریر فرمایا۔

حمد و صلوٰۃ و تبلیغ دعوات کے بعد ہمشیرہ عفیفہ محترمہ سے عرض کرتا ہے کہ خبر وحشت اثر سننے (کی وجہ) سے کیا لکھے کہ کسقدر غم و اندوہ پیدا ہوا لیکن چونکہ مولائے حقیقی جل شانہٗ کی تقدیر و ارادے سے ہے (اس لیے) صبر و شکیبائی کے بغیر چارہ نہیں ہے اور تسلیم و رضا کے سوا گذارہ نہیں ہے، اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۲/۱۵۶ [بلاشبہ ہم اللہ کے ہیں اور اسی کی طرف رجوع کرنے والے ہیں] چونکہ آپ کی دنیا چلی گئی ہے حق سبحانہٗ آپ کو آخرت نصیب فرمائے اور اپنی محبت عطا فرمائے اور اپنے ساتھ آشنائی اور ماسوا سے رہائی نصیب کرے، اوقات کو اُس تعالیٰ شانہٗ کی یاد کے ساتھ آباد رکھیں اور اموات کو دعا و فاتحہ کے ساتھ یاد کریں آجکل میں ہم بھی اُس جماعت کے ساتھ ملنے والے ہیں اور مال و اسباب سے جدا ہو جائیں گے اور اولاد و اقارب کو رخصت کریں گے آخرت کا توشہ تیار کریں اور قبر و قیامت کو نصب العین بنائیں حق سبحانہٗ آپ کو اجرِ عظیم عنایت فرمائے اور ظاہر و باطن کا اطمینان عطا فرمائے، انہ قریب مجیب [بیشک وہ قریب ہے (اور) قبول کرنے والا ہے]۔

مکتوب ۷۶

فضیلت مآب شیخ آدم بھٹی کے نام اس بیان میں تحریر فرمایا کہ نماز میں صرف نماز کی تکمیل ہی کی کوشش کرنی چاہئے اور خاتم انبیاء علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات کے زمانہ میں قطبیت و قیومیت کا منصب آنسرور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے تھا۔

حامداً للہ العظیم و مصلیاً علی رسولہ الکریم، اللہ تعالیٰ فیوض کے دروازے ہمیشہ کھلے رکھے (آپ کے) گرامی نامے یکے بعد دیگرے پہنچکر مسرت کا باعث ہوئے۔ آپ نے لکھا تھا کہ "مقتدی امام کے پیچھے ذکرِ نفی اثبات کے ساتھ مشغول ہو یا نہ ہو؟" میرے مخدوم! مقتدی و غیر مقتدی (سب) کو چاہیے کہ نماز میں نماز کے ارکان کے ساتھ پابند رہے اس کے آداب و سنن میں کوشش کرے، ذکرِ نفی و اثبات کے لئے اوقات بہت ہیں نماز کے اندر نماز کی تکمیل میں مشغول ہوں کہ (یہ) اعمال میں افضل اور مقربات میں اکمل ہے ہاں اگر حضورِ دل و وقوفِ قلبی میں کوشش کریں تو مستحسن معلوم ہوتا ہے لاصلوٰۃ الا بحضور القلب [حضورِ قلب کے بغیر نماز نہیں ہے] وارد ہوا ہے ——— اور نیز آپ نے لکھا تھا کہ "کسی عبارت میں وارد ہوا ہے کہ پیغمبرِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنے وقت کے قطبِ ارشاد ہوئے ہیں کیا اُس وقت میں قیومیت کی نسبت کوئی رکھتا تھا؟ اگر آنسرور علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام رکھتے تھے تو آپ کو قیوم ہونے کے باوجود قطبِ ارشاد کیوں کہتے ہیں اور کونسا فائدہ اس میں ہے حالانکہ قطبیت کی نسبت قیومیت کی نسبت سے نیچے ہے۔" آپ جان لیں کہ لفظ قطبِ ارشاد و مدار وغیرہ اہلِ شرع کی زبان میں وارد نہیں ہیں اور صوفیائے کرام کی اصطلاحات و مکشوفات میں سے ہیں، اور نسبتِ قیومیت حضرتِ عالی (مجدد الفِ ثانی قدس سرہٗ) کا مکشوف ہے، معلوم نہیں ہے کہ اُن حضرت عالیؒ سے - اولیاء اللہ میں سے کسی نے یہ بات کہی ہو (اور) اس کے اسرار کے ساتھ متحقق ہوا ہو، صوفیہ کے مطابق ولایت کے طریقوں میں کمال الکمال قطبیتِ ارشاد ہے جس کو بزرگوں نے آنسرور (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے ساتھ نسبت دی ہے۔ نسبتِ قیومیت جبکہ اُس زمانہ میں ظاہر نہیں ہوئی تھی وہ حضرات کہاں سے (اس کا) اطلاق کرتے، اب جبکہ ظاہر ہو گئی ہے، ہم کہتے ہیں کہ یہ نسبتِ عالیہ آنسرور (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے زمانہ میں آنسرور علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کو تفویض ہوئی تھی اور شایان نہیں ہے کہ نسبتِ قیومیت اس وقت میں آپ کے علاوہ کسی اور کے لئے ہو اور کسی دوسرے سے منسوب ہو ——— اور نیز آپ نے لکھا تھا کہ "میں مراقبہ میں بیٹھا ہوا تھا یہ عبارت ظاہر ہوئی کہ تجلّیٔ ذاتی اس سے عبارت ہے کہ متجلّیٰ لہٗ (جس کے لئے تجلی ظاہر ہوئی ہو) کو بیچونی سے کچھ حصہ دیدیں۔" میرے مخدوم! جو کچھ ظاہر ہوا ہے بہت اعلیٰ ہے، آپ کی موجودہ حالت سے وہ بلند معلوم ہوتا ہے بشارت ہے امیدوار رہیں ؎

اگر ایں لحظہ ممکن کارِ شب نیست
زبختِ مقبلاں ایں ہم عجب نیست

[اگرچہ اس وقت رات کا کام ممکن نہیں ہے لیکن اقبال مندوں کے نصیب سے یہ بھی عجب نہیں ہے]

والسلام

مکتوب ۷۷

نیز فضائل مآب مخدوم آدم (ٹھٹی) کے نام ان کے سوالوں کے جواب میں تحریر فرمایا۔

حمد و صلوٰۃ اور ارسالِ تسلیمات کے بعد (عرض ہے) کہ آپ کا مکتوب شریف جو کہ دوستوں کی سلامتی اور ان کی دلجمعی کی خبر دینے والا تھا پہنچا اور اس سے خوشی و شادمانی حاصل ہوئی۔ آپ نے مجھ سے یہ دریافت کیا ہے کہ "جو شخص اموات کی ارواح کے لئے کلمۂ توحید ستر ہزار مرتبہ پڑھے کیا اس کے لئے جائز ہے کہ اس (کلمۂ توحید کے) تکرار سے اس کے ارادوں کی نفی ہو جائے اور اس کو وہ معنی جو صوفیہ نے مراد لئے ہیں (یعنی لا مقصود الا اللہ) ملحوظ ہوتے ہیں یا نہیں اور علماء کے نزدیک جو معنی مسلم ہیں (یعنی لا معبود الا اللہ) ان کے ملحوظ ہونے کی صورت میں ان دونوں کا جمع کرنا جائز ہے یا نہیں؟" میں کہتا ہوں کہ اس کے جواز میں کوئی کلام نہیں ہے بلکہ (اس سے) ارادوں کی نفی ہو جاتی ہے وہ قبولیت کے زیادہ قریب اور آفاتِ نفس سے زیادہ دور ہے اور اس (نفس) کی فنا میں زیادہ دخیل ہو جاتا ہے۔ کسی عارف نے کہا ہے کہ وجودِ بشریت کی نفی میں ایک ساعت کوشش کرنا تکلف کے ساتھ عبادت کرنے والوں کی کئی سال کی عبادت سے بہتر ہے، اور علماء اس معنی کی نفی نہیں کرتے بلکہ قریب ہے کہ وہ اس (معنی) کو پسند کریں اور وہ (علماء) اس معنی کی نفی کس طرح کریں گے (یعنی نہیں کریں گے) حالانکہ وہ معنی (وجودِ بشریت کی نفی میں کوشش کرنا) خلاصۂ عبادت و مقصودِ طاعت اور جہادِ اکبر کے لئے مستعمل اور حصولِ اخلاص کا ذریعہ ہے جو کہ شریعت کا تیسرا جزو ہے اور جو معنی علماء نے مراد لئے ہیں، وہ صوفیہ نے بھی مراد لئے ہیں اور وہ (صوفیہ، مقصود و معبود) دونوں کی نفی کرتے ہیں لیکن مقامات کے اختلاف کے ساتھ۔ — نیز آپ نے دریافت کیا ہے کہ "جو لوگ اپنے باپ دادا جو کہ مرشد (پیر) تھے کے مقلد و مرید ہیں بغیر اس کے کہ اُن کے طریقہ پر چلیں ان کی جانشینی کی پگڑیاں[1] باندھتے ہیں کیا ان کے لئے اپنے بزرگ باپ دادا کی طرح اپنی خلوت میں مصافحہ کے ساتھ لوگوں کو مرید بنانا اور توبہ کی تلقین کرنا جائز ہے؟" پس ہم کہتے ہیں کہ ہمارے طریقہ میں مرید کرنا سیکھنے، سکھانے اور تکمیل کے ساتھ ہے، پس جو شخص کہ (خود) کامل نہیں ہے وہ دوسروں کی تکمیل کیسے کرے گا۔ جبکہ تکمیل کمال کی فرع ہے اور اس کو تقلیداً مرید بنانا کس طرح جائز ہوگا؟

---

[1] اس عربی مکتوب میں یہ لفظ المتعممین باعمامھم چھپا ہوا ہے غالباً بعمائمھم یا بعمامھم صحیح ہوگا کیونکہ عمامہ کی جمع عمائم یا عمام آتی ہے ہم نے اسی لحاظ سے ترجمہ کیا ہے اور یہاں حاشیہ پر نسخہ المتعلمین باعمامھم درج ہے اس لحاظ سے ترجمہ یہ ہوگا: اُن ... ... داد... کے اعمال تصنع کے طور پر از خود سیکھتے ہیں بغیر اس کے کہ ان کے طریقہ پر چلیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔ (مترجم)

شیخ بدرالدین کے نام طالبین کی طرف توجہ کرنے اور امراض و تکالیف کے دفعیہ اور اموات کے درجات کی ترقی کے لئے توجہ کرنے کی کیفیت اور مختلف اشغال کے درمیان ترتیب اور اس کے مناسب بیان میں تحریر فرمایا۔

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ: اما بعد پس بیشک برادرِ اعز و اکرم صاحب کمالات واصلِ درجاتِ عالیہ، ہدایت کے سورج ہمیشہ اس پر طلوع کرتے رہیں اور اس کے افادہ کے انوار طالبوں پر چمکتے رہیں، آپ نے چند امور کے متعلق پوچھا ہے پس میں اپنی فہم و ادراک کے مطابق ان کے جوابات شروع کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ مددگار ہے اور اسی پر بھروسہ ہے۔ پس ذکر و شغل کے اقسام ماہ جیو کے (نام) مکتوب میں تفصیل کے ساتھ ذکر کئے گئے ہیں پس آپ اس سے استفادہ کریں، اور البتہ توجہ کی کیفیت ذکرِ اسمِ ذات تعالیٰ وغیرہ مختلف اشغال میں ایک ہی ہے اور اس بارے میں بہتر یہ ہے کہ توجہ کرنے والا شخص وحدانی التوجہ (یکجہت) ہو جائے اور جس امر کی طرف توجہ کرنی ہے اس کو اپنا مطمحِ نظر بنا لے اور یہی طریقہ امراض و تکالیف کو دفع کرنے اور مراد کے پانے اور مقصد کے حاصل کرنے کے لئے توجہ کرنے میں ہے اور رہا ایک مقام سے دوسرے مقام کی طرف سالک کی ترقی میں توجہ کرنا تو وہ یہ ہے کہ مذکورہ طریقہ کے ساتھ اس کو اس مقام کی طرف کھینچے جو سالک چاہتا ہے اور اگر اس کی ترقی چاہے لیکن کوئی معین مقام ملحوظ نہ ہو تو اس کو اوپر (عروج) کی طرف کھینچے اور اسی طرح اموات کی طرف توجہ کرے اور اگر ان کی ترقی چاہے تو ان کو بھی اسی طرح (عروج کی جانب) کھینچے، اور البتہ (طالبین کی) صلاحیتوں کا پہچاننا اور یہ پہچاننا کہ ہر استعداد کو ذکر و شغل وغیرہ میں سے کونسی قسم کے ساتھ مناسبت ہے تو ان امور کا تفصیلی علم اور ان میں تمیز کرنا بلاشبہ صاحبِ علم ہی کی شان ہے جس کو کہ اپنے احوال اور اپنے مریدوں کے احوال کا تفصیل کے ساتھ علم دیا گیا ہو لیکن اجمالی علم والا اور (یا) جس کو کہ بالکل علم نہیں ہے تو اس کے حال کے مناسب اس طریقہ پر ذکر کی تعلیم دینا ہے جو اس نے اپنے شیخ سے سنا ہے اور اپنے شیخ کے طریقوں سے سمجھا ہے اور ہمارا طریقہ اکثر حالات میں اسمِ ذات کو مقدم کرنا ہے، پس اگر طالب اس سے متاثر نہیں ہوتا تو ہم اس کو محض وقوف قلبی کا امر کرتے ہیں اور اس کی طرف توجہ کراتے ہیں یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے اثر قبول کر لیتا ہے، پھر نفی و اثبات اور تمام اشغال (مراقبات وغیرہ) بتاتے ہیں۔ سالک کے اشغال (مراقبات) کا طریقہ سیکھنے کے بعد اس کو کہہ دیا جاتا ہے کہ تجھ کو ان (مراقبات) میں اختیار ہے پس جس شغل سے تجھ کو تفرقہ سے دوری

دفتر دوم مکتوب ۱۱۲

۱۲۵

اور دلجمعی سے نزدیکی حاصل ہوتی ہے تو اس میں مشغول ہو جا لیکن نفی و اثبات میں مشغول ہونا ترقی میں زیادہ دخل رکھتا ہے اور باطن کو منور کرنے اور تعلقات و حدیث نفس (خیالات و وساوس) سے رہائی دلانے کے زیادہ قریب ہے اور جب سالک پر حضور و استغراق غالب آجاتا ہے تو جب تک وہ اس حالت میں رہے اس کو اس کی حفاظت کرنے اور ذکر ترک کرنے کا امر کیا جاتا ہے، اور جن چیزوں کا جاننا ضروری ہے ان میں سے ایک یہ ہے کہ ہمارے شیخ و امام (حضرت مجدد الفِ ثانی) قدسنا اللہ بسرہ الاقدس نے اگرچہ اپنے کسی رسالہ میں تحریر فرمایا ہے کہ شیخ کو چاہئے کہ طالب کو ذکر و شغل کے طریقوں میں سے وہ طریقہ سکھائے جو اس کے حال کے مناسب اور اس کی استعداد و قابلیت کے لائق ہو لیکن آخری زمانہ میں اُن (قدس سرہٗ) کا طریقہ تمام طالبین کے لئے اسمِ ذات کی تعلیم کو مقدم کرنا تھا اُن کی صلاحیتوں کے اختلاف کے باوجود ان میں کوئی فرق نہیں کرتے تھے الاّ ماشاء اللہ تعالیٰ، اور اس میں راز یہ تھا جو پہلے کسی مکتوب میں لکھا جا چکا ہے کہ آپ (قدس سرہ) کے ابتدائے حال میں آپ کی سیر اطوارِ ولایت میں تھی اس لئے کہ ولایت کا کمال جذبہ و سلوک کے ساتھ وابستہ ہے اور یہ دونوں ولایت کے دو رُکن ہیں ولایت ان دونوں کے بغیر متحقق نہیں ہوتی، پس کمالاتِ ولایت میں شیخ کے لئے ضروری ہے کہ مرید کے حال کا لحاظ رکھے اور اس کو اس کی استعداد کے مناسب طریقہ سکھائے اور جو طریقہ اس کی استعداد کے خلاف ہو وہ نہ سکھائے اس کے لئے سلوک کو آسان کرے تاکہ اس کے کام میں خلل نہ پڑے مثلاً جب کسی کی استعداد جذبہ کے مناسب ہو تو اس کو وہ طریقہ سکھائے جو جذبہ کے مناسب ہو اور اگر وہ اس کو ایسا طریقہ سکھائے گا جو سلوک کے مناسب ہوگا تو اُس کے کام میں خلل واقع ہوگا اور دیر لگے گی یا سلوک میں دشواری پیش آئے گی اور شیخ و سالک (دونوں) کو اس (سالک کے) امر کی اصلاح میں مشقت اٹھانی پڑے گی۔ اور جب (حضرت عالی) قدسنا اللہ تعالیٰ بسرہٖ نے اطوارِ ولایت سے ترقی کی اور تبعیت و وراثت کے ذریعہ کمالاتِ نبوت تک پہنچے تو وہ جذبہ و سلوک کے دائرہ سے نکل گئے کیونکہ کمالاتِ نبوت ان دونوں (جذبہ و سلوک) سے وابستہ نہیں ہیں بلکہ ان دونوں سے اوپر ہیں اور اس طریق میں سالک کی ترقی محض شیخ کی صحبت و محبت اور شریعتِ عالیہ و سنتِ نبویہ مصطفویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کے اطوار کے اتباع کے ساتھ اُس (شیخ) کے آداب کو ملحوظ رکھنے سے ہے، پس طالب اس شیخ کی صحبت میں بتدریج اپنی استعداد کے کمال تک بلکہ اپنے شیخ کے کمالات تک بھی پہنچ جاتا ہے اور شیخ کو اس بات کی ضرورت نہیں رہتی کہ اس کو اس کی استعداد کے مناسب طریقے کی طرف رہنمائی کرے، اس وقت طالب کو ذکر کی تعلیم کرنا تسلّی کے لئے ہے اور اگرچہ ذکر فی نفسہٖ مفید بھی ہے لیکن وصول کا مدار نہیں ہے، بیشک مدارِ (وصول) وہ صحبت ہے جو

ص ۱۲۶

صاحبِ صحبت میں فنا ہونے (یعنی فنافی الشیخ ہونے) کے ساتھ ہو جیسا کہ صدرِ اول (ابتدائے اسلام) میں تھا جبکہ صحابہ اور تابعین (رضی اللہ عنہم اجمعین) محض صحبت سے لاانتہا کمالات تک پہنچتے تھے، یہ بات تو یہاں ختم ہوئی۔ اور اس مکتوب کا مضمون لکھنے کے بعد دل میں خیال آیا کہ ماہ جیو کے نام والے مکتوب کو عربی میں ترجمہ کردوں اور اس میں دوسرے فوائد کا اضافہ کروں اور اس (اضافہ) کو اُس مکتوب کا تتمہ بنا دوں کیونکہ وہ مکتوب فارسی زبان میں ہے اور اہلِ عرب اس کے سمجھنے سے قاصر ہیں عربی کے علاوہ کسی اور زبان سے کم ہی فائدہ اٹھاتے ہیں اور جب میں نے اس مکتوب کو تلاش کیا تو میں نے اس کو عربی میں پایا جس کو کسی دوست نے عربی میں ترجمہ کردیا ہے پس اُس نے ہم کو عربی ترجمہ کرنے کی محنت سے بے نیاز کردیا پس ہم اس کو کسی دوسرے پرچے میں ارسال کررہے ہیں انشاءاللہ تعالیٰ وہ آپ کے مطالعہ میں آجائے گا۔

محمد بن محمد طیب مجاہد عامری تہامی کی جانب، اللہ تعالیٰ کے لئے محبت کرنے کے فضائل اور قلب کے ذکر کے ساتھ منور ہونے اور اس سے حدیثِ نفس کی نفی ہوجانے اور نفس کی فنا و بقا کے بیان میں تحریر فرمایا۔

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ اما بعد، پس آپ کا مکتوب گرامی جو شوق و محبت کی خبر دینے والا ہے پہنچا ہے اور اسی طرح ہم بھی دوستوں کی ملاقات کی طرف شوق و رغبت رکھتے ہیں۔ الاطال شوق الابرار الی لقائی وانا الیہم لاشد شوقا [آگاہ رہ کہ ابرار کا شوق میری ملاقات کے لئے بہت بڑھ گیا ہے اور میں ان (کی ملاقات) کے لئے بہت زیادہ شوق رکھتا ہوں، حدیثِ قدسی]۔ آپ کا مکتوب اللہ تعالیٰ جل جلالہ کے لئے آپس میں محبت کرنے والوں کے ذکر کے ساتھ حُبّ فی اللہ کو برانگیختہ کرنے والا ہے، یہ وہ لوگ ہیں جن کے چہروں میں کامیابی ہے اور ان کے لئے قیامت کے روز نور کے منبر رکھے جائیں گے جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہوا ہے، کائنات کی کوئی چیز اس محبت کے برابر نہیں ہے پس محبت ہی کے ذریعہ قرب و معیت حاصل کی جاتی ہے اور محبت ہی کے ساتھ بارگاہِ صمدیت کے اسرار منکشف ہوتے ہیں محبت ہی سے فنا حاصل کی جاتی ہے اور محبت ہی سے بقا کا مشاہدہ کیا جاتا ہے اور محبت ہی سے مریدِ صادق اپنے شیخ (پیر) کے کمالات اور اس کے مخفی معانی کو اخذ کرتا ہے اور محبت ہی سے اس کے روشن انوار اور بلند اسرار کے ساتھ متحقق ہوتا ہے، (چاہئے کہ) تُو اس محبت کے سمندر میں ہمیشہ غوطہ زن اور شوق و وجد کے جذبات کے ساتھ رقص کُناں رہے پس اے بھائی! تجھ پر لازم ہے کہ ذکر و مراقبہ پر ہمیشگی کرے

یہاں تک کہ قلب ذکر سے منور ہو جائے اور حضور (اس کی) لازمی صفت ہو جائے جو اُس سے ہرگز کبھی زائل نہ ہو جیسا کہ سننا قوتِ سامعہ کے لئے اور دیکھنا قوتِ باصرہ کے لئے (لازمی صفت) ہے اور تجھ پر اذکار و مراقبات کی مدد سے باطن سے خطرات و حدیثِ نفس (وساوس) کی نفی کرنا لازم ہے یہاں تک کہ باطن کی کتاب سے ماسوائے رحمٰن (غیر اللہ) محو ہو جائے اور اس (اللہ تعالیٰ) کے ماسوا سب کچھ ایسا ہو جائے گویا کہ نسیان (بھول) کی مکڑیوں نے اس پر جالے تن دیئے ہیں، اور تجھ پر کلمۂ نفی و اثبات کے ذریعہ مقاصد اور ارادوں کی نفی کرنا لازم ہے یہاں تک کہ حق تعالیٰ کے سوا تیرا کوئی مقصد نہ رہے اور اس (تعالیٰ شانہ) کی مراد و رضا طلب کرنے کے سوا اور کوئی مراد نہ رہے اور وجود و کمالاتِ تابع وجود میں سے جو کچھ تیری طرف منسوب ہے اس کی نفی کرنے میں اس کلمۂ طیبہ کی مدد سے کوشش کر یہاں تک کہ اُن کا تیری طرف منسوب ہونا جاتا رہے اور تو کمال و حُسن و جمال سب کو مَلِکِ جبار صاحبِ حسن و کمال (اللہ تعالیٰ) کی طرف راجع دیکھے اور تو اپنے نفس کو ان سب سے خالی اور ان کے لباس سے عاری دیکھے پس اس وقت ان کی حقیقت منکشف ہو جاتی اور ان کی ماہیت جلوہ گر ہوتی ہے کیونکہ ممکن کی حقیقت عدم ہے اور وجود و حیات اور تمام کمالات اس میں مرتبۂ وجوب تعالیٰ سے مستفاد و مستعار ہیں پس عارضی کمالات کا اپنی ذات کے لئے دعویٰ کرنا باطل ہے اور غیر سے عاریتاً لئے ہوئے کمال کے ساتھ اس (نفس) کے کامل ہونے کا خیال کرنا ایک فاسد تخیل ہے، کسی نے فارسی شعر میں کیا اچھا کہا ہے، رباعی

ترویجِ چنیں متاع کاسد تا کے	وصّافیِ خود برغمِ حاسد تا کے
فاسد باشد خیالِ فاسد تا کے	تو معدومی خیالِ ہستی از تو

[تو حاسد کے خلاف مرضی اپنی تعریف کب تک کرتا رہے گا تو ایسی کھوٹی پونجی کو کب تک رواج دیتا رہے گا تو معدوم (نیست) ہے تیرا اپنی ہستی کا خیال کرنا فاسد ہے تو یہ خیالِ فاسد کب تک کرتا رہے گا]۔ اور (نفس) اس دعویٰ و تخیل و انانیت (خودی) کے ساتھ اپنے رب کے دشمنی اور اس کے کمالات میں شرک کرنے والا ہو جائے گا، حدیث شریف میں وارد ہوا ہے تو اپنے نفس کو دشمن سمجھ کیونکہ وہ میری دشمنی پر کمر بستہ ہے ۔ پس جب (نفس) کمالات کو صاحبِ کمالات کی طرف راجع اور اپنی ذات کو اُن (کمالات) سے خالی (اور) عدم کے ساتھ بلا ہوا دیکھے تو اُس وقت اُس کو فنا حاصل ہو جاتی ہے اور وہ شرکِ خفی اور مرضِ باطنی کے گرداب سے رہائی پالیتا ہے پھر جب وہ فنا کے بعد بقا کے ساتھ متحقق اور عدم کے بعد وجودِ موہوبِ حقانی کے ساتھ موجود ہو جاتا اور من قتلتہ فانا دیتہ [جس کو میں قتل کرتا ہوں اس کا خونبہا میں ہوں] کے مطابق ولادتِ ثانیہ کے ساتھ پیدا ہو جاتا ہے تو وہ اسلامِ حقیقی سے مشرف ہو جاتا ہے اور اس کا نفس مطمئنہ ہو جاتا ہے جس کے حق میں رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً [تو اس سے خوش رہ وہ تجھ سے خوش ہے] وارد ہوا ہے۔ والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۸۰

۱۲۸

شیخ بایزید کے نام اُن کے واقعات کی تعبیر میں اور اس بیان میں کہ بشری تقاضے ظاہر سے دور نہیں ہوتے اور استغفار کے فضائل میں تحریر فرمایا۔

حمد و صلوٰۃ اور تبلیغ دعوات کے بعد عرض کرتا ہے کہ مکتوب مرغوب پہنچکر باعثِ مسرت ہوا، چند واقعات جو آپ نے دیکھے اور تحریر فرمائے ہیں مطالعہ کئے، پہلا واقعہ بہت واضح ہے اور خوشخبری والا ہے اس قسم کے بزرگوں کی امامت ایک بلند مرتبہ ہے وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ إِمَامًا۔ [اور ہم کو متقیوں کا امام بنا] اور اسی طرح (یہ جو) فقیر آپ کو خطاب کر کے کہتا ہے کہ میں کچھ لوگوں کو طریقہ بتاتا ہوں اس سب کا مقصود تو ہی ہے اور اس سے میں تجھ کو چاہتا ہوں" (یہ واقعہ) ایک بہت بڑی بشارت ہے (ہمارے) ساتھ کامل اتحاد اور استعداد کی جامعیت کی خبر دینے والا ہے، دوسرا واقعہ جو کہ (حضرت) غوث الاعظمؒ کے طریقہ کی اجازت کو شامل ہے، سامنے موجود ہونے کے ساتھ تعلق رکھتا ہے جو کچھ وقت و استعداد کے مناسب ہو استخارہ کے بعد عمل میں لایا جائے، تیسرا واقعہ مجمل ہے آپ نے اس کو تفصیل سے نہیں لکھا ہے مختصر یہ ہے کہ تینوں واقعات واضح ہیں، رَبَّنَا أَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَاغْفِرْ لَنَا إِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ [اے ہمارے پروردگار! ہمارے لئے ہمارے نور کو کامل فرمادے اور ہمیں بخشدے بیشک تو ہر چیز پر قادر ہے]۔

آپ نے لکھا تھا کہ "حکام وغیرہ کی جانب سے (جو) ظلم و تشدد پہنچتا ہے سب کو حق کی طرف سے جانتا ہے بلکہ اُس تعالیٰ شانہٗ کا فعل یقین کرتا ہے اس کے باوجود طبیعت اس سے رنجیدہ ہوتی ہے اور غم لاحق ہو جاتا ہے حیرت رونما ہوتی ہے شاید یہ دید وہمی ہے کیونکہ اگر کچھ حقیقت رکھتی ہوتی تو غم و غصہ کا باعث کیوں ہوتی"۔ میرے مخدوم یہ دید حقیقی ہے وہمی نہیں ہے لیکن بشریت کے لوازم بندہ سے منقطع نہیں ہو جاتے والقلب یحزن والعین تدمع وانا بفراقك یا ابراهیم لمحزونون [دل غمگین ہوتا ہے اور آنکھیں آنسو بہاتی ہیں اور اے ابراہیم! بیشک ہم تیری جدائی میں غمگین ہیں] (یہ حدیث) آپ نے سُنی ہوگی، آخرت کا اجر اور باطن کی نورانیت اسی غم و اندوہ کے ساتھ وابستہ ہے یہ دید اور حق جل و علا کے فعل سے فرحت و مسرت ہونا باطن کا کام ہے اور غم و اندوہ ظاہر سے وابستہ ہے جو باطن سے منزلوں دور ہے۔ لِكُلٍّ وِّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيْهَا فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ۔ [ہر شخص کے لئے ایک قبلہ ہے جس کی طرف وہ منہ کرتا ہے پس نیکیوں کی طرف سبقت کرو]۔ دیگر یہ کہ مصائب و شدائد کے دور کرنے کیلئے استغفار

(پڑھنا) نفع بخش و مجرب ہے (اس کو) لازم پکڑنا چاہیئے پیغمبر خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے جس شخص نے استغفار کو لازم پکڑا اور ایک روایت میں ہے کہ جس نے استغفار کی کثرت کی اللہ تعالیٰ اس کے لئے ہر تنگی سے نکلنے کا اور ہر غم سے کشادگی کا راستہ بنادے گا اور وہ اس کو بے گمان جگہ سے رزق عطا فرمائے گا۔ یہ فقیر فرض نمازوں کے بعد ستّر بار استغفار پڑھتا ہے اور حدیث شریف کے مطابق تین بار استغفر اللہ الذی لا الہ الا ھو الحی القیوم واتوب الیہ، باقی استغفر اللہ استغفر اللہ۔ شیخ علی بن ابی بکر قدس سرہ نے معارج الہدایہ میں کہا ہے " اور ماثور و مشہور استغفار کی قسم میں سے وہ ہے جو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ آپ نے فرمایا جس شخص نے استغفر اللہ الذی لا الہ الا ھو الرحمٰن الرحیم الحی القیوم الذی لا یموت واتوب الیہ رب اغفر لی پچیس مرتبہ کہا وہ اپنے گھر، اپنے اہل و عیال، اپنے محلے، اپنے شہر اور جس خطہ زمین میں وہ رہتا ہے ان میں کوئی ناپسندیدہ امر نہیں دیکھے گا پس اس استغفار پر صبح و شام مداومت کرنی چاہیئے پس ہمارے مشائخ و علماء میں سے ایک جماعت آپس میں ایک دوسرے کو اس کی تلقین کرتے تھے اور اپنے شاگردوں، اولادوں، خادموں اور اصحاب کو اس کی وصیت کرتے تھے اور اس پر مداومت و ہمیشگی کی ترغیب دلاتے تھے کیونکہ انھوں نے اس میں بہت زیادہ نفع اور بڑی برکت اور مصائب کا بہت زیادہ دفعیہ دیکھا ہے۔

ص ۱۲۹

مولانا محمد حنیف کے نام مراقبات کو خاص طرز میں بیان کرنے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

الحمد للہ العلی الاعلیٰ والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ المصطفٰی وعلیٰ الہ وصحبہ البررۃ التقی، مسرت ہوئی کہ آپ نے اپنے ظاہری احوال اور باطنی کیفیات کے متعلق کچھ نہیں لکھا ہے (خدا کرے) موانع خیریت والے ہوں، میرے مخدوم! ع

از ہر چہ می رود سخنِ دوست خوشتر است [دوست کی جو بات بھی بیان کی جائے پسندیدہ ہے]

بزرگوں نے کہا ہے کہ مراقبہ (سے مراد) بندہ کے بارے میں حق سبحانہ و تعالیٰ کی دائمی اطلاع کا اور اس (بندہ) کو اس تعالیٰ شانہٗ کے علم و حضور کا علم ہے، جاننا چاہیئے کہ (مراقبہ کا) یہ مرتبہ چند پے در پے مراقبات کا مقتضی ہے۔ پہلا مراقبہ یہ ہے کہ جب سالک اس نسبتِ شریفہ کی مشق کے لئے تیار ہوتا ہے

اور اس مراقبہ کو اپنا نصب العین بنا لیتا ہے یہاں تک کہ سالک اس مراقبہ کے اثر میں آجاتا ہے اور یہ مراقبہ ملکہ (صفتِ راسخہ) کا رنگ اختیار کر لیتا ہے تو اس وقت اس تعلقِ علم کو اپنے شاملِ حال پاتا اور وجود کے ذرات میں سے ہر ذرہ کے ساتھ محیط دیکھتا ہے اور اس کا ظاہر و باطن میں سرایت کرنا محسوس کرتا ہے اور فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰہِ ھُمُ الْغٰلِبُوْنَ [پس بیشک اللہ تعالیٰ کا گروہ ہی غالب ہے] کے مصداق اس صفت کا زور اس کے وجود پر غالب آجاتا ہے اور اس کے بالمقابل سالک کا وجود ضعیف و ناچیز معلوم ہوتا ہے۔

۵/۵۶

دوسرا مراقبہ یہ ہے کہ اس تعلق سے غلبۂ محبت و کمال درجہ کی کشش کے باعث علم کی صفت میں آجائے اور جزئی (ظلی) علم سے کلی (اصلی) علم کی طرف مائل ہو جائے اور نمونہ سے حقیقت کی طرف بڑھے اور اس صفت کو بھی اُس تعلق کی طرح وجود کے ذرات کو محیط اور ظاہر و باطن میں سرایت کیا ہوا دیکھے۔

ص ۱۳۰

تیسرا مراقبہ یہ ہے کہ (اللہ تعالیٰ کی) بے حد عنایت سے اس صفت سے ترقی کر کے حضورِ ذاتی میں کہ جس مقام میں ذات عزّ برہانہ، خود بخود حاضر ہے عروج کرے اور صفت کی راہ سے موصوف تک جائے اور اُس حضور میں گذر پانے کے بعد محو و فانی ہو جائے اور اپنے پُر نفرت حضور سے نکل کر اس حضور کے ساتھ جو سراسر نور ہے متحقق ہو جائے۔ دوستوں سے دعا کی امید ہے، والسلام

مکتوب ۸۲

حاجی نظام کولابی کے نام اختصار کے طور پر طریقہ کے بیان میں تحریر فرمایا۔

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ خصوصاً علیٰ سید الوریٰ صاحب قاب قوسین اَو اَدنیٰ وعلیٰ الہٖ واصحابہ البررۃ التقی، برادرِ عزیزم حاجی ابوتراب نے ان فقراء کے ساتھ اُس عزیز (آپ) کی محبت و اخلاص کا اظہار فرمایا اور باطنی تعلقات کو واضح کیا۔ میرے مخدوم! اس گروہ سے محبت کرنے والا اس گروہ کے ساتھ ہے اور ان کے فیوض و برکات سے بہرہ مند ہے المرءُ مع من احب [آدمی اس کے ساتھ ہے جس سے وہ محبت کرتا ہے] نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام والتحیہ کی حدیث ہے، جو طریقہ کہ آپ نے اخذ کیا ہے اس کی قدر کریں، اس پر اتنی مداومت کریں کہ یہ نسبتِ شریفہ دل کا ملکہ (صفتِ راسخہ) ہو جائے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ حضور اس کی صفتِ لازمہ بن جائے جو نفی کرنے سے نفی نہ ہو سکے جیسا کہ سننا قوتِ سامعہ کی صفت اور دیکھنا قوتِ باصرہ کی صفت ہے، اس کے بعد (اللہ تعالیٰ کی) بے انتہا عنایت سے دل کو مطلوبِ حقیقی کے ماسوا سے اس قدر بے تعلقی پیدا ہو جاتی ہے کہ اس کو ہرگز

یاد نہیں آتا حتیٰ کہ اگر تکلف کے ساتھ ماسوا کو یاد کرنا چاہے تب بھی اس کو یاد نہیں آتا، اس نسیان کی وجہ سے جو کہ دل کو ماسوا سے حاصل ہو گیا ہے وہ نہ کسی خوشی کے ساتھ خوش ہوتا ہے اور نہ کسی غم کے ساتھ غمگین ہوتا ہے اس حالت کو فنائے قلبی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ جاننا چاہیے کہ اس فنا میں اگرچہ اشیاء کا علم وسعتِ سینہ سے رخصت ہو چکا ہے اور اس کا علمی و حبی تعلق ماسوا سے ختم ہو چکا ہے لیکن اس کا نفس حاضر اور علم حضوری (اپنی ذات کا علم) ابھی تک موجود ہے (اور) ہمسری کا دعویٰ اور انانیت (بھی) قائم ہے جب عنایتِ (الٰہی) کی سبقت سے عارف اپنی ذات کے عدم ہونے کو معلوم کر لیتا اور دیکھ لیتا اور جان لیتا ہے کہ وجود اور توابع وجود خاص ربِ معبود کے کمال کے اوصاف میں سے ہے اگر ممکن میں ہیں تو اسی مقدس بارگاہ سے مستعار و مستفاد ہیں تو اسوقت بلا شبہ سعادت کی کھڑکی اُس پر کھل جاتی ہے اور مطلوب کی خوشبو اُس کے دماغ میں جا پہنچتی ہے ؎

چوں بدانستی کہ ظلِ کیستی   فارغی گر مُردی و گر زیستی

[جب تو نے جان لیا کہ تو کس کا سایہ ہے تو پھر خواہ مردہ ہو یا زندہ تُو بے فکر ہے]

یہ دید تجلیٔ صفات سے ہے جب یہ دید غالب آجائے تو ہو سکتا ہے کہ آیت کریمہ اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰۤی اَهْلِهَا [بیشک اللہ تعالیٰ تم کو حکم دیتا ہے کہ امانتیں ان کے مالکوں کو واپس دو] کے اشارے کے مطابق ان عارضی کمالات یعنی توابع وجود اور تمام صفات کمال کو پوری طرح اُن کے اہل کے سپرد کر دیتا ہے اور ظلال کو اصول کے ساتھ ملا ہوا پاتا ہے اور اپنے آپ کو جو کہ اُن کمالات کا آئینہ تھا خالی اور عدمِ محض کے ساتھ ملحق دیکھتا ہے، اس کی پیدائش سے جو کچھ مقصود تھا اُسوقت حاصل ہو جاتا ہے اور اسلامِ حقیقی کی طرف راہ پا لیتا ہے، یہ کمال فنائے نفس کے ساتھ وابستہ ہے۔ یہ ہے سیر و سلوک کا خلاصہ اور اہلِ کمال کے حال کا ثمرہ، اس طریقہ کا سلوک سنتِ عالیہ کی پیروی اور ناپسندیدہ بدعت سے اجتناب کے ساتھ وابستہ ہے اور شیخ مقتدا (پیر) کی محبت پر کامل استحکام کا ہونا ہے، مرید محبت کے رابطہ کے ذریعہ جو کہ وہ شیخ مقتدا کے ساتھ رکھتا ہے لمحہ بہ لمحہ اس کے رنگ میں رنگا جاتا اور اس کے کمالات کے ساتھ رنگین ہو جاتا ہے۔

میرزا محمد صادق کے نام اس بارے میں کہ معاملہ دو چیزوں یعنی صاحب شریعت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اتباع اور شیخ مقتدا کی محبت پر موقوف ہے اور قضا و قدر کے مسئلہ کی تشریح میں تحریر فرمایا۔

حمد و صلوٰۃ اور تبلیغ دعوات کے بعد عرض کرتا ہے کہ مکتوب مرغوب جو آپ نے قاصد کے ہمراہ ارسال کیا تھا پہنچا چونکہ دوستوں کی عافیت و سلامتی پر مشتمل تھا مسرت و شادمانی کا باعث ہوا، اللہ تعالیٰ شریعتِ عالیہ اور سنّتِ منوّرۂ مصطفویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیہ کے راستہ پر استقامت و مداومت نصیب فرمائے پس بلاشبہ یہی کام کی اصل ہے اور اسی پر نجات کا مدار ہے اور اس کے علاوہ بے فائدہ زحمت اٹھانا ہے۔ میرے مخدوم! اگر دو چیزوں یعنی صاحبِ شریعت (صلی اللہ علیہ وسلم) کا اتباع اور شیخِ مقتدا (پیر) کی محبت میں استقامت و استحکام ہے اور احوال و مواجید (کیفیات) میں سے کچھ بھی نہیں ہے تو غم نہیں ہے، آخر کار اس کو سب کچھ دیدیں گے اور اکابر کے احوال و مواجید سے اس کو محروم نہیں چھوڑیں گے، اور اگر ان دو چیزوں میں سے کسی ایک میں خلل ہے اور اس کو احوال و مواجید حاصل ہیں تو خرابی کے سوا کچھ نہیں ہے اور وہ جو کچھ رکھتا ہے استدراج کی قسم سے ہے اس مقصد کو اچھی طرح ملحوظ رکھنا چاہیئے، ملاقات حاصل ہونے تک ذکر و فکر میں مشغول رہیں، اور غیر جنس اور طریقہ کے مخالف کی صحبت سے بچتے رہیں فر منھم اکثر ما تفر من الاسد [جتنا تو شیر سے بھاگتا ہے اس سے زیادہ اُن سے بھاگ]

۱۳۲

یہ جو آپ نے لکھا تھا کہ "اسی دن سے ان کی خدمت سے پرہیز کیا اور اس کلام کے سننے سے توبہ کی" اس پر اللہ سبحانہٗ کا شکر ہے، حق سبحانہٗ اس پر استقامت عطا فرمائے، اگر آپ اکابر کے کلام کا شوق رکھتے ہیں تو ہمارے حضرتِ عالی (قدس سرہٗ) کے مکتوب و رسائل کا مطالعہ کریں۔ میرے مخدوم آپ نے جو چار سوال وہاں کے شیوخ کے بارے میں کئے ہیں واضح ہوئے۔ پہلا سوال قضا و قدر کے مسئلہ سے تعلق رکھتا ہے اگر آپ نے اس جماعت کے امتحان کی راہ سے لکھا ہے اور مقصود ان کو الزام دینا ہے تو بات کرنے کی گنجائش نہیں ہے اور اگر اس بارے میں کوئی شک و شبہ دل میں راہ پا گیا ہے تو ہم کہتے ہیں کہ قضا و قدر کا مسئلہ اللہ جل شانہٗ کے اسرار میں سے ایک سِر ہے اس مسئلہ میں باہم گفتگو کرنا اور چھان بین کرنا ممنوع ہے اس معاملہ میں ممانعت کی حدیثیں بہت ہیں جو کچھ ہم پر لازم ہے وہ اوامر کو بجا لانا اور نواہی سے بچنا ہے اس مسئلہ میں غور کرنے کے لئے فرمایا نہیں گیا ہے بلکہ منع کیا گیا ہے اس معاملہ کی حقیقت کو حق جل و علا کے علم کے حوالہ کرنا چاہیئے، جس چیز کے ساتھ (ہمیں) مکلف کیا گیا ہے تندہی و احسانمندی کے ساتھ اس کے بجا لانے میں کوشش کرنی چاہیئے، یہ ہے سب سے زیادہ سلامتی کا راستہ۔ میرے مخدوم! اس مسئلہ میں جو کچھ اہل سنت و جماعت کا عقیدہ ہے اس کے موافق اعتقاد درست رکھنا چاہیئے اور شک میں ڈالنے والی باتوں اور چون و چرا میں نہیں جانا چاہیئے کہ (یہ) منع ہے۔

آپ جان لیں کہ اہلِ سنت وجماعت کا مذہب یہ ہے کہ بندہ کے تمام افعال خیر ہوں یا شر سب حق سبحانہٗ کی تقدیر وارادہ سے ہیں، والقدر خیرہ وشرہ من اللہ تعالیٰ [اور اس کے خیر وشر کا مقدر ہونا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے] اور تقدیر خلق وایجاد سے عبارت ہے اور (یہ بات) معلوم ہے کہ خالق وموجد اُس نعالیٰ شانہٗ کے سوا اور کوئی نہیں ہے، لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ خَالِقُ کُلِّ شَیْءٍ فَاعْبُدُوْہُ [اُس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ ہر چیز کا خالق ہے پس اسی کی عبادت کرو] اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَاللّٰہُ خَلَقَکُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ [اور اللہ نے تم کو اور تمہارے اعمال کو پیدا کیا] معتزلہ وقدریہ نے نہایت جہالت وحماقت کی وجہ سے قضا وقدر کا انکار کر کے بندہ کے افعال کو بندہ کی قدرت واختیار سے منسوب کیا ہے اور بندہ کو افعال کا خالق کہا ہے ضلوا فاضلوا [وہ خود بھی گمراہ ہوئے پس انھوں نے دوسروں کو بھی گمراہ کیا] علما نے کہا ہے کہ مجوس اُن سے بہتر حالت والے ہیں کہ وہ ایک شریک کہتے ہیں اور یہ لوگ لاتعداد وبیشمار شرکا ثابت کرتے ہیں

ہم اصل بات کی طرف جاتے اور کہتے ہیں کہ خیر وشر کی تقدیر اور نسبتِ خلق حق تعالیٰ کی طرف منسوب ہونے کے باوجود بندہ کے ارادہ واختیار کو بھی اس کے وجود وفعل میں دخل دیا گیا ہے، اول صرف ارادہ بندہ کی جانب سے ہوتا ہے اس کے بعد اس کے موافق حق تعالیٰ خلق (پیدا) فرماتا ہے اور ارادہ کے اس استعمال ہی کو کسب کہتے ہیں پس خلق حق جل وعلا کا فعل ہے اور اس کا کسب بندہ کی طرف سے ہے۔ اور یہ جو آپ نے لا تتحرک ذرۃ الا باذنہ [اس (اللہ تعالیٰ) کی اجازت کے بغیر کوئی ذرہ حرکت نہیں کرتا] وغیرہ لکھا ہے تو یہ حق تعالیٰ کے پیدا کرنے کے اعتبار سے ہے اور مقتول کے عوض میں قاتل کو قتل کرنا اور گنہگار کو ملامت کرنا اور اس کو سزا کا عذاب دینا کسب کے اعتبار سے ہے اور (فرقہ) جبریہ ارادہ واختیار کو بندہ سے نفی کرتے ہیں اور اس کو افعال کے صادر ہونے میں مجبور جانتے ہیں جیسا کہ درخت کی شاخوں کو کوئی شخص ہلائے بلکہ فعل کی نسبت بندہ کی طرف نہیں کرتے اور ان افعال کا فاعل حق (تعالیٰ) کو جانتے ہیں اور یہ کفر ہے اور ایسا اعتقاد رکھنے والا کافر ہے، وہ لوگ کہتے ہیں کہ نیک فعل پر ثواب (حاصل) ہوگا اور بُرے فعل پر عذاب نہیں ہوگا اور کافر وگنہگار لوگ معذور ہیں، ان سب کے لئے کوئی پرسش اور کوئی سزا نہیں ہے کیونکہ تمام افعال حق (تعالیٰ) کی طرف سے ہیں اور یہ لوگ مجبور ہیں اور یہ (عقیدہ) کفر ہے، حق تعالیٰ فرماتا ہے وَقِفُوْھُمْ اِنَّھُمْ مَّسْئُوْلُوْنَ ۝ [اُن کو ذرا ٹھہراؤ بیشک ان سے پوچھا جائے گا] فَوَرَبِّکَ لَنَسْئَلَنَّھُمْ اَجْمَعِیْنَ عَمَّا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ۝ [پس آپ کے رب کی قسم ہم ان سے ان کے اعمال کے متعلق ضرور پوچھیں گے]۔ (فرقہ) مرجیہ یہی لوگ ہیں جو کہ ستّر پیغمبروں کی زبان سے لعنت کئے گئے ہیں جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے، ان بداطواروں کا مذہب

ظاہری عقل سے بھی باطل ہے کیونکہ رعشہ والے کی حرکت میں کہ جس کا ہاتھ اس کے اختیار کے بغیر ہلتا ہے اور (اس شخص کی حرکت میں) جو (اپنا) ہاتھ خود ہلاتا ہے واضح فرق ہے کہ پہلی حرکت اختیاری نہیں ہے اور دوسری حرکت اختیاری ہے اور نصوصِ قطعیہ (آیاتِ قرآنی واحادیثِ متواترہ) اس مذہب کی نفی کرتی ہیں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جَزَآءً ۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (یہ ان کے اعمال کا بدلہ ہے) اور اللہ سبحانہٗ فرماتا ہے فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ نَارًا اَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا (پس جس کا جی چاہے ایمان لائے اور جس کا جی چاہے کافر رہے، بیشک ہم نے ظالموں کے لئے آگ تیار کر رکھی ہے کہ جس کے سراپردے اُن کو گھیرے ہوئے ہوں گے)۔ اگر بندوں سے اختیار بالکل چھین لیا گیا ہوتا تو حق تعالیٰ ظلم کی نسبت ان کی طرف کیوں فرماتا، وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ (اور اللہ تعالیٰ نے اُن پر ظلم نہیں کیا لیکن وہ خود ہی اپنے اوپر ظلم کر رہے تھے) بہت سے ملحد (بے دین لوگ) چاہتے ہیں کہ اپنے اختیار کے سلب کے بہانہ سے احکامِ شرعیہ کی پابندی سے چھوٹ جائیں اور آخرت کی پرسش وجزا سے جو حرام امور کے ارتکاب پر موعود ہے اپنے آپ کو آزاد کر لیں اور اپنے آپ کو معذور ومجبور جانیں، (یہ بات) ظاہر ہے کہ بندہ کو اسقدر اختیار وطاقت (حاصل) ہے کہ اوامر ونواہی کی ذمہ داری سے عہدہ برآ ہو سکے اس لئے کہ (کسی چیز کو) پکڑ کر ہلانے اور رعشہ کی حرکت میں فرق واضح ہے جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے، حق تعالیٰ کریم ہے، بندوں کو ان کی طاقت سے زیادہ مکلف نہیں کیا ہے اسی قدر (افعال) کا مکلف کیا ہے کہ جس کو وہ پورا کر سکیں لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا (اللہ تعالیٰ ہر شخص کو اس کی طاقت واختیار کے مطابق ہی مکلف بناتا ہے)۔ اس جماعت کا عجیب معاملہ ہے کہ جو لوگ اس جماعت کی اطاعت نہیں کرتے اور ان کو ایذا پہنچاتے ہیں یہ اُن کو برا قرار دیتے ہیں اور انتقام کے درپے ہوتے ہیں اور اپنے بیٹوں اور اپنی لونڈی اور غلام کو مارتے اور سزا دیتے ہیں اور اگر کسی غیر آدمی کو اپنی عورت کے ساتھ دیکھتے ہیں تو بگڑ جاتے ہیں اور (اس کو) اذیت پہنچاتے ہیں اور معذور ومجبور کہہ کر (اس سے) چشم پوشی نہیں کرتے اور (ان باتوں کے باوجود) وہ اس بہانہ (عذرِ مجبوری) سے آخرت کے عذاب سے جو نصوصِ (دلائل) قطعیہ سے ثابت ہو چکا ہے چاہتے ہیں کہ رہائی حاصل کریں اور جو کچھ چاہیں کریں، حق تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ ۝ مَّا لَهٗ مِنْ دَافِعٍ ۝ (بیشک آپ کے رب کا عذاب ضرور آ کر رہے گا کوئی اسے ٹال نہیں سکتا) اگر لوگ کسی دیوانہ کو گھر میں دیکھتے ہیں تو معذور قرار دیتے ہیں اور اسی طرح جو گناہ بھی دیوانہ کرتا ہے کوئی شخص اُس سے باز پرس نہیں کرتا سب کہتے ہیں کہ دیوانہ ہے اور عقل واختیار سے خارج ہے۔ ع

عیب نبود گر گناہے می کند دیوانہ (اگر کوئی دیوانہ کوئی گناہ کرے تو عیب نہیں ہے)

اور جو شخص دیوانہ نہیں ہے اس سے باز پرس کرتے ہیں اور سزا دیتے ہیں اور (اس کو) معذور قرار نہیں دیتے اور یہ صرف اس وجہ سے ہے کہ یہ (غیر دیوانہ) صاحبِ اختیار ہے اور وہ (دیوانہ) اختیار سے خارج ہے پس ثابت ہوا کہ قدریہ جو کہ قضا و قدر کے منکر ہیں اور جبریہ جو کہ بندہ سے اختیار کی نفی کرتے ہیں دونوں حق سے دور جا پڑے ہیں اور اہلِ بدعت اور خود گمراہ اور گمراہ کرنے والے ہیں اور حق معتدل وہ ہے کہ جس کی طرف اہلِ سنت وجماعت نے ہدایت پائی ہے۔ مروی ہے کہ امام ابوحنیفہ نے امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے پوچھا اے ابنِ رسول اللہ! کیا اللہ تعالیٰ نے امر بندوں کے حوالہ کر دیا ہے؟ تو انھوں نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی شان اس بات سے بہت ارفع ہے کہ وہ (اپنی) ربوبیت بندوں کے حوالہ کرے۔ پھر انھوں نے کہا کیا (اللہ تعالیٰ) اس پر بندوں کو مجبور کرتا ہے؟ انھوں (حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ) نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے یہ بات بہت بعید ہے کہ وہ بندوں پر جبر کرے پھر اُن کو عذاب دے۔ انھوں نے کہا تو پھر کیا معاملہ ہے؟ آپ نے فرمایا، ان دونوں باتوں کے بین بین ہے نہ جبر ہے نہ تفویض اور نہ زبردستی ہے نہ (مکمل) خودمختاری۔

کافر اور مشرک لوگ دلیل لائے تھے کہ ہمارا کفر و شرک حق تعالیٰ کے مشیت وارادہ سے ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے سَيَقُولُ الَّذِينَ أَشْرَكُوا لَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا أَشْرَكْنَا وَلَا آبَاؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ شَيْءٍ [پ ۸ ع ۶ آیت ۱۴۸] [یہ مشرک لوگ عنقریب یوں کہیں گے کہ اگر اللہ چاہتا تو ہم شرک نہ کرتے اور نہ ہمارے باپ دادا (شرک کرتے) اور نہ ہم کسی چیز کو حرام ٹھہراتے] حق تعالیٰ نے اس عذر کو اُن سے قبول نہیں کیا اور ان کے قول کو ان کی جہالت پر محمول کیا اور ان کی تکذیب کی دلیل قرار دیا جیسا کہ فرمایا کَذَٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ حَتَّىٰ ذَاقُوا بَأْسَنَا قُلْ هَلْ عِنْدَكُمْ مِنْ عِلْمٍ فَتُخْرِجُوهُ لَنَا الآیہ [پ ۸ ع ۶ آیت ۱۴۸] [اسی طرح ان (کافر) لوگوں نے بھی جو ان سے پہلے گزر چکے ہیں (رسولوں کو) جھٹلایا تھا یہاں تک کہ انھوں نے ہمارا عذاب چکھا، آپ کہہ دیجئے کہ کیا تمہارے پاس کوئی علم (دلیل) ہے تو اس کو ہمارے روبرو ظاہر کرو] اگر وہ لوگ یہ کہیں کہ خیر و شر سب حق جل وعلا کی تقدیر سے اس سبحانہ کے ارادہ و مشیت کے ساتھ ہے پس کافروں کا شرک بھی اس تعالیٰ شانہٗ کی مشیت وارادے سے ہے اور یہ لوگ اس قول میں حق پر ہیں تو ان کا قول مقبول کیوں نہیں ہوا۔ **جواب**، ہم کہتے ہیں کہ سرکشوں کا یہ [ص ۱۳۵] قول معذرت کے طور پر نہیں ہے کہ ہم اُس برے عمل میں مشیت کے تابع ہیں کیونکہ وہ لوگ اپنے کردار کو برا نہیں جانتے بلکہ اُن کا مقصود اس فعل کے برا ہونے کی نفی کرنا ہے اس لئے کہ جو کچھ حق جل شانہٗ کا چاہا ہوا اور اس تعالیٰ شانہٗ کی مشیت کے متعلق ہے وہ اس سبحانہ کا پسندیدہ ہے کیونکہ اگر پسندیدہ نہ ہوتا تو وہ نہ چاہتا پس ہمارا یہ شرک پسندیدہ ہے اور اس فعل کا فاعل عذاب کا مستحق ہونے سے دور ہے، حق تعالیٰ نے اس قول و اعتقاد کو تکذیب کے ساتھ ذکر کیا ہے کَذَٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ [پ ۸ ع ۶ آیت ۱۴۸] [اسی طرح ان سے پہلے

لوگوں نے رسولوں کی تکذیب کی تھی) کیونکہ حق تعالیٰ نے اپنے کلام (قرآن مجید) میں اور اپنے انبیاء علیہم السلام کی زبان پر کفر کو ناپسندیدہ اور بُرا فرمایا ہے اور کافروں کو ملعون اور اپنی رحمت سے مایوس قرار دیا ہے اور دائمی عذاب جو کہ ختم ہونے والا نہیں ہے ان کی جزا ٹھہرائی ہے اور نیز اس اعتقاد کو جہالت ٹھہرایا ہے، کسی چیز کے ارادہ سے رضامندی لازم نہیں آتی کیونکہ کفر و گناہ حق جل و علا کے ارادہ سے ہیں (مگر) اس کے پسندیدہ نہیں ہیں جیسا کہ قرآن مجید سے واضح و روشن ہے اور اگر یہ کہا جائے کہ مشرکوں کا یہ قول (جو آیتِ مذکورہ میں ہے) جبریہ کے مذہب کے موافق ہے اور ان کی غرض اس فعل میں اپنے آپ سے اختیار کی نفی کرنا ہے تو بعید نہیں ہے، حق تعالیٰ نے ان لوگوں کا رد فرمایا ہے کیونکہ یہ اعتقاد باطل ہے جیسا کہ گذر چکا ہے اور نیز ہو سکتا ہے کہ ان مردودوں کا یہ قول استہزاء (ہنسی مذاق) کے طور پر ہو نہ کہ اعتقاد کی رو سے جیسا کہ مفسرین نے کہا ہے اور اس سے جو کہ ہم نے آیۂ کریمہ کے بارے میں بیان کیا ہے معتزلہ کا استدلال جو کہ انھوں نے اس آیت سے اپنے مذہب پر کیا ہے ساقط ہو گیا کیونکہ ان کا استدلال یہ ہے کہ "حق تعالیٰ نے کافروں کی معذرت کو قبول نہیں کیا جو انھوں نے کی ہے کہ ہمارا شرک اللہ تعالیٰ کے ارادہ و مشیت سے ہے اور ان کو اس قول کے ساتھ عذاب کا مستحق ٹھہرایا (اور) فرمایا حَتّٰى ذَاقُوْا بَاْسَنَا (یہاں تک کہ وہ ہمارا عذاب چکھیں گے) پس معلوم ہوا کہ تقدیر خیر و شر حق سبحانہٗ کی طرف سے نہیں ہے بلکہ بندہ اپنے فعل کی ایجاد میں مستقل (با اختیار) ہے"، اور (اس استدلال کے) ساقط ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس کلام سے ان کی غرض اپنے فعل سے معذرت کرنا نہیں ہے کیونکہ وہ اُس کو بُرا نہیں جانتے تھے بلکہ ان کا مطلب اپنے فعل کو سراہنا ہے کہ ہمارا فعل حق تعالیٰ کے ارادہ کے مطابق اور اس کا پسندیدہ ہے اور یہ اعتقاد باطل ہے کیونکہ ارادہ کے مطابق تو ہو گا لیکن پسندیدہ نہیں ہو گا جیسا کہ گذر چکا ہے۔ اگر کہا جائے کہ "جب بندوں کے افعال حق تعالیٰ کے ارادہ سے ہیں اور خیر و شر کا مقدر ہونا ازل میں طے ہو چکا ہے تو بندہ کو اختیار نہیں رہا اور ان (بندوں) سے خیر و شر کے افعال کا صادر ہونا واجب ہو گیا"، تو ہم کہتے ہیں کہ ازل میں چاہا اور مقدر کیا ہے کہ بندہ اپنے اختیار سے یہ فعل کریگا زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ یہ تقدیر اختیار کا باعث ہے اور یہ معنی اختیار کو ثابت کرنے والے ہیں نہ کہ اختیار کی نفی کرنے والے۔ اور نیز ہم کہتے ہیں کہ اگر قضائے ازلی اختیار کے منافی ہو تو چاہیئے کہ حق تعالیٰ اپنے افعال میں روزانہ پیش آنے والے واقعات کی ایجاد میں مختار نہ ہو کیونکہ ان افعال کو ضرور تقدیر و ارادہ کے موافق واقع ہونا چاہیئے جب ویسا نہیں ہے تو ایسا بھی نہیں ہے، والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ والتزم متابعۃ المصطفےٰ علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات والتحیات والبرکات العلیٰ۔

مکتوب ۸۴

مولانا عارف لاہوری کے نام فنائے لطائف کے بیان میں تحریر فرمایا۔

حمد و صلوات و ارسالِ تسلیمات کے بعد عرض کرتا ہے کہ جو مکتوب مرغوب آپ نے اِن دنوں میں بھیجا تھا پہنچکر مسرّت کا باعث ہوا، اثر کے زائل ہونے اور عین کے زوال کے آغاز کے بارے میں آپ نے لکھا تھا کہ آپ نے میرے حق میں ایسی ہی بشارت دی تھی۔ میرے مخدوم! عین کا زائل ہونا اثر کے زائل ہونے کی نسبت زیادہ آسان ہے پس عین کا زائل ہونا مقدم ہوگا اسی لئے بعض کو عین کے زوال کے بعد اثر کا زوال بھی ہوتا ہے اور بعض کو نہیں ہوتا اس لئے اثر کے زائل ہونے میں مشائخ کا اختلاف ہے۔ سالک کو فنا حاصل ہونے کے بعد بعض عین و اثر (دونوں) کے زائل ہونے کے قائل ہوگئے ہیں اور بعض نے اثر کے زائل ہونے کو جائز نہیں رکھا اور حق اس بارے میں یہ ہے کہ اگر سالک کا مبدا تعین مرتبۂ شیون سے ہے تو اس کے عینِ ثابتہ تک وصول اور اس میں فنا حاصل ہونے کے بعد اس کے حق میں عین و اثر کا زائل ہونا واقع ہے کیونکہ شیون کو عالم کے ساتھ کوئی مناسبت نہیں ہے اس لئے کہ عالم صفات کا ظل ہے نہ کہ شیون کا ظل، پس کسی شان میں فنا حاصل ہونے سے مطلق فنا لازم آئے گی اور عین و اثر کو زائل کرنے والی ہوگی، اور اگر سالک کا عین ثابتہ مقامِ صفات سے ہے تو صفت میں سالک کا وصول و فنا ہونا اس کے وجود کو بالکل محو (فنا) کرنے والا نہیں ہوتا اور اس کا اثر زائل نہیں ہوتا کیونکہ سالک کا وجود اُسی صفت کا اثر و ظل ہے۔ آپ نے جو کچھ بشارت اس فقیر سے نقل کی ہے آپ کے دل سے بھول ہوئی ہے، فقیر نے اس طرح سے ہرگز نہیں کہا ہوگا۔ اور شیخ ابو سعید ابوالخیر (قدس سرہٗ) عین و اثر کے زوال کے قائل ہیں جیسا کہ انھوں نے اثر کے زوال کے متعلق سوال کے جواب میں فرمایا ہے وَلَا تُبْقِي وَلَا تَذَرُ [اور نہ باقی رکھے گی اور نہ چھوڑے گی] عین نہیں رہتا اثر کہاں سے رہے گا۔ رباعی

جسمم ہمہ اشک گشت چشمم بگریست	درعشقِ تو بے جسم ہمی باید زیست
از من اثرے نماند ایں عشق از چیست	چوں من ہمہ معشوق شدم عاشق کیست

[میرا تمام جسم آنسو بن گیا اور میری آنکھ نے گریہ کیا، تیرے عشق میں جسم کے بغیر ہی زندہ رہنا چاہئے، مجھ سے کوئی اثر باقی نہیں رہا (تو پھر) یہ عشق کس چیز سے ہے، جب میں سراسر معشوق ہوگیا تو عاشق کون ہے]

لیکن اس رباعی کے آخری مصرع میں کلام کی گنجایش ہے کیونکہ عاشق اس وقت میں صحرائے عدم کی طرف

کوچ کر چکا ہے اور اس کا کوئی نشان باقی نہیں رہا اور وہ انانیت کو رو بزوال لا چکا ہے أَنَا الحق [میں حق ہوں] کون کہے اور من ہمہ معشوق شدم [میں سراسر معشوق ہوگیا] کی کیا گنجائش ہے، اس مقام سے عارف کا نصیب فنا و نیستی ہے اور اہلِ امانات کو امانتیں واپس کرنا ہے اور کلمہ أَنَا (میں) کے مورد کا زائل ہونا ہے ؎

تو او نشوی ولیک گر جہد کنی جائے برسی کز تو توئی برخیزد

[تو وہ تو نہیں ہو جائے گا لیکن اگر کوشش کرے تو ایسی جگہ پہنچ جائے گا کہ تجھ سے تیرا ہونا جاتا رہے گا]

آپ نے لکھا تھا کہ حضرتِ عالی (مجدد الف ثانی قدس سرہ) کے مکتوبات میں واقع ہے کہ "یہ تمام راستہ پانچ قدم ہے تین عالمِ امر کے اور دو عالمِ خلق کے۔ تین (قدم) جو عالمِ امر کے ہیں کونسے ہیں اور عالمِ خلق کے دو (قدم) کیا چیز ہیں"۔ میرے مخدوم عبارت کے نقل کرنے میں فرق ہوگیا ہے مکتوبات میں اس طرح پر ہے کہ "یہ راہ کہ ہم جسے طے کرنے کے درپے ہیں کُل سات قدم ہے دو عالمِ خلق سے اور پانچ عالمِ امر سے" آپ جان لیں کہ عالمِ امر کے پانچ قدم (لطائف) قلب و روح و سر و خفی و اخفیٰ ہیں اور عالمِ خلق کے دو (قدم) قالب و نفس ہیں۔ آپ نے پوچھا تھا کہ "فنائے روح کس چیز سے عبارت ہے اور اس کی علامت کیا ہے اور وہ فنائے نفس پر مقدم ہے یا نہیں؟" آپ جان لیں کہ ہر لطیفہ کی فنا اس لطیفہ کے اپنی اصل تک پہنچنے سے وابستہ ہے اور چونکہ روح کی اصل صفات بلکہ ظلالِ صفات کے مقام سے ہے کیونکہ عالمِ امر کے پانچوں لطائف کے اصول اسماء و صفات کے ظلال کے دائرہ میں داخل ہیں کہ ان میں سیر واقع ہونا ولایتِ صغریٰ ہے جو کہ اولیاء اللہ کی ولایت ہے، پس فنائے روح صفات کے ظلال تک وصول سے عبارت ہے جیسا کہ قلب کی اصل افعالِ واجبی تعالیٰ کے مقام سے ہے اور اس کی فنا اس کے اس مقام تک وصول سے وابستہ ہے اس دائرہ ظلال سے گذر جانے کے بعد اسماء و صفات و شیون و تنزیہات کا دائرہ ہے کہ اس میں سیر (واقع ہونا) ولایتِ کبریٰ ہے جو کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات کی ولایت ہے، عالمِ امر کے پانچوں جواہر (لطائف) کے عروج کی انتہا اس دائرہ کی نہایت تک ہے اور اس دائرہ سے گذرنے کے بعد ان کے اصول کا دائرہ ہے اور اس سے گذرنے کے بعد ان اصول کے اصول کا دائرہ ہے اور اس سے گذرنے کے بعد دائرہ کی ایک قوس (نصف دائرہ) ہے جو کہ ان سب (تینوں) دائروں کی اصل ہے۔ ہمارے حضرت عالی قدسنا اللہ سبحانہ بسرہ نے تحریر فرمایا ہے کہ "ان تینوں قسم کے کمالات کا حصول نفسِ مطمئنہ کے ساتھ مخصوص ہے اور اُس (نفس) کو اطمینان کا حصول اس مقام میں میسر ہوتا ہے الخ" اور اس بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ نفس کا کمال عالمِ امر کے کمالات سے اوپر ہے اور اس کا کامل طور سے فنا ہو جانا ان تینوں قسم کے

اصول تک وصول سے وابستہ ہے پس فنائے نفس فنائے روح کے بعد بلکہ عالمِ امر کے لطائف کی فنا کے بعد ہوگی، اور یہ جو ہم نے اس کا کامل طور سے فنا ہونا کہا ہے یہ اس لئے ہے کہ فنائے نفس اور اس کے اطمینان کی ابتدا اسماء و صفات کے ظلال کے دائرہ سے ہے جو کہ ولایتِ صغریٰ ہے لیکن اس مقام میں فنا کی صورت ہے فنا کی حقیقت ان تینوں قسم کے اصول کے ساتھ وابستہ ہے ارباب ولایتِ صغریٰ بھی نفس کے فنا اور مطمئنہ ہوجانے کی خبر دیتے ہیں لیکن چونکہ اس مقام میں فنا کی حقیقت نہیں ہے اس لئے کہتے ہیں ؎

ص ۱۳۸

ہر چند کہ مطمئنہ گردد　　ہرگز زصفاتِ خود نہ گردد

[اگرچہ نفس مطمئنہ ہوجائے (پھر بھی) اپنی صفات (عادات) سے ہرگز باز نہیں آتا]

اور جو شخص کہ فنا کی حقیقت کو پہنچ چکا ہے وہ کہتا ہے کہ فنا و اطمینان کے بعد اس میں بال بھر مخالفت (بھی) نہیں رہتی اطاعت و تسلیم کے سوا اس کا کوئی کام نہیں ہے، والسلام۔

مکتوب ۸۵

شیخ بایزید سہارنپوری کے نام اطمینانِ نفس کی تحقیق اور ان کے واقعات کی تعبیر میں تحریر فرمایا۔

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفٰی، آپ کا مکتوب مرغوب پہنچکر مسرت بخش ہوا، آپ نے لکھا تھا کہ "عین و اثر کا زائل ہونا ولایتِ کبریٰ کا کمال ہے اور جو فنائے نفس کہ ولایتِ صغریٰ میں پیش آتی ہے ان دونوں میں فرق واضح نہیں ہوتا امیدوار ہے کہ اس فرق کی بابت رہنمائی فرمائیں"۔

میرے مخدوم! فنائے نفس عین و اثر کے زائل ہونے سے وابستہ ہے لیکن ایک کو ولایتِ کبریٰ کے ساتھ اور دوسرے کو ولایتِ صغریٰ کے ساتھ خاص کرنا آپ نے کہاں دیکھا ہے اور کس سے سنا ہے فقیر نے خود نہیں کہا ہے اور حضرتِ عالی (قدس سرہ) کے مکتوبات میں (بھی) نہیں ہے جس شخص سے آپ نے سنا ہے اسی سے اس کا حل طلب کریں، ہاں اگر اس معنی میں کہیں کہ فنائے نفس کی ابتدا ولایتِ صغریٰ میں ہے اور اس کا کمال ولایتِ کبریٰ تک پہنچنے سے بلکہ عناصر اربعہ کے اعتدال کے ساتھ وابستہ ہے جو کہ کمالاتِ نبوت سے تعلق رکھتے ہیں تو درست ہے کیونکہ ولایتِ صغریٰ میں اگرچہ ایک گونہ فنا و اطمینان حاصل ہوجاتا ہے لیکن اس حد تک نہیں کہ نفس اپنے برے اوصاف سے بالکل مبرّا ہوجائے اور اخلاق ذمیمہ سے پوری طرح خالی ہوجائے اسی لئے اس ولایت والے حضرات کہتے ہیں ؎

ہر چند کہ مطمئنہ گردد ہرگز زصفاتِ خود نگردد

[اگرچہ نفس مطمئنہ ہو جائے (پھر بھی) اپنی صفات (عادات) سے ہرگز باز نہیں آتا]

۱۳۹ حضرت عالی (قدس سرہ) جو کہ ولایتِ کبریٰ تک پہنچے ہیں بلکہ کمالاتِ نبوت کے ساتھ مشرف ہوئے ہیں فرماتے ہیں کہ نفس کو فنا و اطمینان (حاصل ہونے) کے بعد مخالفت کی مجال نہیں رہتی اور اس سے بال بھر بھی (اللہ کی) مرضی کے خلاف متصور نہیں ہے اور وہ مستہلک و مستغرق ہے کیونکہ وہ اپنے آپ کا اور اپنے ماسوا کا کوئی شعور نہیں رکھتا۔ جس واقعہ میں آپ نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم کو دیکھا ہے اور حضرت امیر (علی) کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کو بھی دیکھا، نیک و مبارک ہے بظاہر آپ کو حضرت امیر المومنین (کرم اللہ وجہہ) سے حصہ ہے اور دوسری مرتبہ جو آپ نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ الصلوات والسلام کو ازواجِ مطہرات کے ساتھ دیکھا ہے اور اُن امہات المومنینؓ کی جانب سے عنایات مشاہدہ کی ہیں گویا آپ ان کے فیوض و برکات سے بھی بہرہ مند ہوئے ہیں اور کمالاتِ ولایت کو اس کمال کے ساتھ جو کہ کمالاتِ نبوت کے مناسب ہے جمع کیا ہے اور دوسرے واقعات ہیں کہ فقیر نے آپ کو ایک خاص گھوڑا دیا اور سوار کیا اور اپنے ساتھ لے گیا اور حضرت میکائیل سے مہربانی و عنایت کا مشاہدہ کرنا اور ان کا یہ کہنا کہ میرا بھائی جبرئیل تیرے ساتھ بہت ملاقات کرتا ہے اور یہ محبوبیت کے سبب سے ہے یا آپ میں محبوبیت کی شان ہے، اور فرشتوں کو حسین صورتوں اور شاندار لباس میں دیکھنا اور آسمان سے چاند کی چاندنی کی مانند کسی چیز کا نیچے آکر آپ کے سامنے گر پڑنا اور روئے زمین کا اس کی چمک سے روشن ہو جانا بہت واضح و بلند واقعات ہیں اور ان میں سے بعض بظاہر اس سے زیادہ بلند ہیں جو کچھ کہ آپ کو اس وقت حاصل ہے۔ مختصر یہ ہے کہ (یہ) واقعات بشارات ہیں امیدوار رہیں، ؎

چشم دارم کہ دہی اشک مرا حسنِ قبول اے کہ دُر ساختہٴ قطرهٴ بارانی را

[اے وہ (اللہ) کہ جس نے بارش کے قطرہ کو موتی بنا دیا ہے میں امید رکھتا ہوں کہ وہ میرے آنسوؤں کو حسنِ قبول عطا فرمائے گا]

والسلام اولاً و آخراً

مکتوب ۸۶

سیادت پناہ میر مظفر حسین کے نام عشق و شوق اور عدمِ حصول کے درد کے بیان میں اور محبت جو کہ معیت کا ثمرہ دینے والی ہے اس کی تکمیل پر ترغیب دینے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ، اے سیادت پناہ! آپ نے عشق کے شوق اور شوق کے

ولولہ کے بارے میں جو کچھ تحریر فرمایا تھا اور عدم حصول کے درد کا اظہار فرمایا تھا واضح ہوا اور لذت بخش و مسرت افزا ہوا، ؎

خوش آنکہ براہِ عشق جان داد　　عشق است کہ جان باو تواں داد

[وہ شخص خوش نصیب ہے جس نے کہ عشق کے راستہ میں جان دی، عشق (ایسی ہی چیز) ہے جس کیلئے جان دی جاسکتی ہے]

منہ ۱۴۰

اللہ تعالیٰ شوق کے شعلہ کو بلند کرے اور عشق کی آگ کو بھڑکائے تاکہ آفاق وانفس کی قید سے پوری طرح رہا کردے اور مطلوب کے ساتھ خاص معیت پیدا کردے محبت کوئی لمحہ ایسا نہیں چھوڑتی جو کہ محب صادق کے نصیب نہ ہو، المرء مع من احب [آدمی اسی کے ساتھ ہے جس سے وہ محبت کرتا ہے] محبت جسقدر زیادہ قوی ہوگی معیت اسی قدر زیادہ کامل ہوگی، محبت کا زیادہ ہونا حسن وجمال کے علم کی فراوانی کے مطابق ہے، حسن کے دقائق اور جمال وکمال کی باریکیوں کا علم جسقدر زیادہ ہوگا اسی قدر شوق کی آگ زیادہ اور محبت کا شعلہ تیز ہوگا ؎

آنرا کہ بحسن دیدہ تیز است　　ایں عشق بلائے خانہ خیز است

[جس شخص کی آنکھ حُسن کے ساتھ تیز ہے، یہ عشق (اس کیلئے) گھر سے اُٹھنے والی بلا ہے]

عشق کو حُسن کے ساتھ موافقت ہے اور اول (ازل) ہی سے ہم صحبت ہونے کا عہد موجود ہے، حدیث کنت کنزا مخفیا [میں ایک پوشیدہ خزانہ تھا الخ] اس پر دلالت کرتی ہے۔ ؎

ہر کجا حُسن می نماید روے　　می نہد سر بسجدہ عشق آں سوے

[جہاں بھی حُسن اپنا جلوہ دکھاتا ہے عشق اسی طرف سر بسجدہ ہوجاتا ہے]

اُس کے حُسن کی شہرت سے دنیا مالا مال ہے اس لئے اس کے عشق کا دروازہ ہمیشہ کھُلا ہوا ہے ؎

افسانۂ عشقِ او بہر سوے　　دیوانۂ حُسنِ او بہر کوے

[اس کے عشق کا چرچا ہر طرف ہے، اس کے حسن کا دیوانہ ہر کوچے میں ہے]

عدم حصول کے درد سے غمگین نہ ہوں، ع

بتاریکی دروں آبِ حیات است　　[آبِ حیات تاریکی میں ہے]

اُس مقام کا حصول عین عدم حصول ہے اور جہل عین معرفت ہے اعرفھم باللہ اشد تحیرا فیہ [اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ پہچاننے والا اس کے بارے میں سب سے شدید حیرت زدہ ہے] بیشک معروف کی کُنہ کو پانے اور احاطہ کرنے کی حقیقت بشر کی طاقت سے باہر ہے اور سب ہی لوگ اس عدمِ حصول کے درد میں مبتلا ہیں، بشریت سے نکل جانا اور ذاتِ مطلق کے ساتھ متحقق ہونا ممکن نہیں ہے کہ وہ ذاتِ مطلق کے

سی بہرہ مند ہو جاتا۔ شیخ عطار (قدس سرہ) فرماتے ہیں ؎

می بینی کہ شاہے چوں پیمبر   نیافت او فقرِ کل تو رنج کم بر

[کیا تو نہیں دیکھتا کہ پیغمبر جیسی عظیم الشان ہستی کو کامل فقر (بشریت سے کلی انقطاع) حاصل نہیں ہوا (اسلئے) تو بھی اس کا رنج نہ کر]

ممکن واجب (کی حقیقت) سے اور مقید مطلق (کی حقیقت) سے کیا پائے اور کیا حاصل کرے، اس سے جو کچھ حاصل کرے اور پائے گا وہ ذاتِ مطلق کی بلند بارگاہ سے نیچے اور قید کی پستی میں داخل ہے، اس کے طالب کو اس کے سوا چارہ نہیں ہے کہ اپنے آپ کو مایوسی میں رکھے، اس بیچارہ کی نہایت یہی ہے کہ اپنے آپ کو گُم و محو کر دے اور اپنا کوئی نام و نشان باقی نہ رکھے نہ یہ کہ عنقا کو شکار کرے اور سیمرغ کو جال میں پھنسائے ؎

عنقا شکار کس نہ شود دام باز چیں   کا ینجا ہمیشہ باد بدست است دام را

[عنقا کو کوئی شکار نہیں کر سکتا تو اپنا جال اٹھا لے کیونکہ یہاں ہمیشہ جال لگانا ایسا ہی جیسا کہ ہوا کو ہاتھ میں لینا (یعنی اسکو کچھ حاصل نہیں ہوتا)]

ص ۱۲۱ اس جدائی کی شام کے لئے وصال کی صبح کی کوئی امید نہیں کی گئی ہے، افسوس در افسوس کہ اس غم کی کوئی حد نہیں ہے اور اس درد کا کوئی علاج نہیں ہے ؎

ہمہ صبحِ وصل جویاں من و شامِ ناامیدی   کہ سیاہ بخت ہجرم شبِ من سحر ندارد

[سب لوگ وصل کی صبح تلاش کر رہے ہیں (لیکن) میں ہوں اور شام ناامیدی ہے کیونکہ میں ہجرت کا مارا ہوا سیاہ بخت ہوں (اسلئے) میری رات (کی صبح نہیں ہوتی)]

آپ نے عاشق کی آرزومندی اور معشوق کی بے نیازی کی بابت لکھا تھا، بیشک یہ دونوں صفتیں عاشقی و معشوقی کے لوازم میں سے ہیں یہ جدا نہیں ہوتیں دردمند عاشق جبتک جان رکھتا ہے آرزو کے بغیر نہیں رہتا کہ (یہ) اس کی جان کے ساتھ وابستہ ہے اور اس کے ساز و سامان کے ساتھ پیوستہ ہے اور معشوق ہر وقت بے نیازی کی صفت کے ساتھ ہے (جو کہ) زائل ہونے والی نہیں ہے ؎

بنازم ایں چہ استغنا و ناز است   گدازم ایں چہ امیدِ دراز است

[میں ناز کرتا ہوں (کہ) یہ کیا بے نیازی و ناز ہے، میں پگھل رہا ہوں، یہ کیسی طویل امید ہے]

معشوق کی جانب سے جسقدر بے نیازی و لاپرواہی زیادہ ہوگی عاشق کی جانب سے عشق کا جوش اور آرزومندی میں گھُلنا اسی قدر زیادہ ہوگا۔ کسی نے خوب کہا ہے ؎

نہ تنہا آفتم زیبائی اوست   بلائے من ز نا پروائی اوست

[محض اس کی خوبصورتی ہی میرے لئے آفت نہیں ہے (بلکہ) میرے لئے اس کی لاپرواہی کی وجہ سے (بھی) مصیبت ہے]

آپ نے اس بے پر و بال سے کمال کی درخواست کی تھی یہ ناکارہ خود کس قابل ہے جو کچھ ہے بزرگوں کے باطن سے ہے۔ مختصر یہ ہے کہ جن بعض کمالات کی آپ کو بشارت دی گئی ہے اُن کا شکر بجا لائیں

اور دوسرے مراتب جن کی امید کی گئی ہے اُن کے امیدوار رہیں فان المرءمع من احب [پس بیشک آدمی اس کے ساتھ ہے جس سے وہ محبت کرتا ہے) محبت کو زیادہ کرنے میں کوشش کریں تاکہ کمال درجہ کی معیت حاصل کرلیں۔ والسلام علیکم وعلیٰ سائرمن اتبع الھدیٰ والتزم متابعۃ المصطفیٰ علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات والبرکات العلیٰ۔

مکتوب ۸۷

فقیر حقیر شرف الدین حسین کے نام مطلوب کی حقیقت سے ناامیدی اور غیب وشہود کی تفصیل اور کمالاتِ نماز کے متعلق بعض امور اور اس کی حقیقت کے متعلق اشارات کے بیان میں تحریر فرمایا۔

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ، میرے مخدوم! آپ نے احوال کی شرح اور کیفیات کے اظہار میں جو کچھ تحریر فرمایا تھا واضح ہوا اور باطنی لذات کا سبب ہوا۔ اللہ تعالیٰ ترقیات کے دروازے ہمیشہ کھلے رکھے، ہمت کو بلند رکھیں جو کچھ میسر ہو اس پر قانع نہ ہوں۔ ع

آں لقمہ کہ در دہاں نہ گنجد طلبد　　[وہ لقمہ طلب کرتا ہے جو منہ میں نہیں سماتا]

ص ۱۴۲

ممکن واجب تعالیٰ سے کیا پائے اور مقید مطلق سے کیا حاصل کرے، مقید جو کچھ مطلق سے حاصل کرتا ہے یا مشاہدہ وادراک کرتا ہے درجۂ اطلاق سے نیچے ہے اور اس کی استعداد وادراک کے ساتھ مقید ہے مطلق ان قیود سے پاک اور اس ادراک وشہود سے مبرا ہے پس اس مرتبۂ مقدسہ سے ناامیدی کے سوا کچھ نصیب نہیں ہے

عاشقاں را نصیب از معشوق　　جز خرابی وجاں گدازی نیست

[عاشقوں کو معشوق سے بربادی وجاں گدازی کے سوا اور کچھ نصیب نہیں ہوتا]

شہود ومشاہدہ ظلال کے ساتھ وابستہ ہے اور درک ووصل اس جگہ تک ہے کہ (جس پر) ظل کا اطلاق ہے اور جب معاملہ ظلال سے بڑھ جاتا ہے اور اصل بھی ظل کی مانند راہ میں رہ جاتی ہے تو معاملہ غیب الغیب سے جا پڑتا ہے اور سابقہ معاملات پراگندہ ہوجاتے ہیں اور ایمانِ شہودی ایمان بالغیب کے ساتھ بدل جاتا ہے اور لذت وحلاوت، ذوق وشوق کی بجائے بے کیفی اور درد وغم آجاتا ہے، کان رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم دائم الحزن متواصل الفکر [رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیشہ مغموم اور متواتر فکرمند رہتے تھے] ان بزرگوں کی لذت محبوب کی اطاعت میں ہے اور بس اور اُن کا انس اس کی بندگی پر موقوف ہے ارحنی یا بلال [اے بلال مجھے راحت پہنچا] اسی کی طرف اشارہ ہے اور قرۃ عینی فی الصلوٰۃ

[میری آنکھ کی ٹھنڈک نماز میں ہے] اسی کا ایک رمز ہے، دوسرے حضرات شہود کی لذت کے ساتھ لطف اندوز ہوتے ہیں اور وصال کے خیال پر فریفتہ ہیں اور ان حضرات نے اس شہود سے آنکھ بند کی ہوئی ہے اور اس وصال کو خیال تصور کر کے غیب کے ساتھ جو کہ شہود پر ہزاروں درجے فضیلت رکھتا ہے مطمئن ہیں اور کمر ہمت کو اس کی بندگی پر چست باندھے ہوئے ہیں۔ تحریمۂ اولیٰ (تکبیر اولیٰ) کو جسے وہ امام کے ساتھ پاتے ہیں تجلیات و ظہورات سے بہتر جانتے ہیں اور خشوع (عاجزی) اور سجدہ کی جگہ پر نگاہ جمانے کو کہ حدیث شریف منتع بصرك بموضع سجودك [تو اپنی نگاہ کو اپنے سجدوں کی جگہ پر رکھ] جس پر دال ہے اور آیت کریمہ قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ هُمْ فِیْ صَلَاتِهِمْ خَاشِعُوْنَ ۝ [وہ مومنین کامیاب ہوئے جو اپنی نماز میں خشوع کرنے والے ہیں] جس کی مخبر ہے شہود و مشاہدہ سے زیادہ تصور فرماتے ہیں، نماز اسی (ظاہری) صورت پر موقوف نہیں ہے (بلکہ) عالم غیب الغیب میں ایک حقیقت رکھتی ہے جو کہ تمام حقیقتوں سے اوپر اور مشاہدات و تجلیات سے بالاتر ہے شاید کہ حدیث شریف (قدسی) قف یا محمد فان اللہ یصلی [اے محمد! ٹھہر جائیے پس بیشک اللہ تعالیٰ نماز میں ہے] میں اسی حقیقت کی طرف اشارہ ہے، جسقدر اس (نماز) کی (ظاہری) صورت کی تکمیل میں کوشش کی جائے اور خشوع و آداب کو کامل طور پر ادا کرنے میں جدوجہد کی جائے اس حقیقت کے ساتھ (اسی قدر) مناسبت پیدا ہو جاتی ہے اور وہ اس کی برکات سے بہت زیادہ بہرہ ور ہو جاتا ہے اور جو شخص کہ شہود کی بندش اور ظہورات کی قید میں ہے اس حقیقت سے محروم و مستور ہے اسی بنا پر اس کی صورت کی تکمیل کو جو کہ حقیقت کی طرف ایک راستہ رکھتی ہے مشاہدات و تجلیات سے بہتر سمجھتا ہے اور بلند ہمتی کے باعث ان پر قناعت نہیں کرتا۔

بات دوسری طرف چلی گئی، ہم (اصل) مطلب پر آتے ہیں جو احوال کہ آپ نے لکھے ہیں سب مقبول و اعلیٰ ہیں اور لذات کا نہ ہونا، سابقہ احوال و مواجید کو پراگندہ پانا اور عالم (دنیا) اور صانع عالم (دنیا کو بنانے والے) کے درمیان خالق و مخلوق اور صانع و مصنوع ہونے کی نسبت کے علاوہ کسی اور نسبت کا ثابت نہ ہونا یہ سب کمالات مرتبۂ نبوت سے ظاہر ہوئے ہیں اور اس مقام سے کامل مناسبت رکھتے ہیں، حق سبحانہٗ ہم جیسے محروموں کو ان کمالات سے کامل حصہ عطا فرمائے انہ قریب مجیب [بیشک وہ قریب (اور) قبول کرنے والا ہے] والسلام علیکم و علیٰ سائر من اتبع الھدی والتزم متابعۃ المصطفیٰ علیہ و علیٰ الہ الصلوات والتسلیمات و التحیات والبرکات العلی،

مکتوب ۸۸

سیادت پناہ سید علی بارہہ کے نام اوقات کو معمور رکھنے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ، جناب سیادت ونقابت پناہ! (اس) دُور افتادہ سے سلام عافیت انجام پڑھیں، اس حدود کے فقرا کے احوال حمد کے لائق ہیں، اللہ سبحانہٗ سے آپ کی عافیت اور حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم والتحیۃ کی شریعتِ عالیہ اور سنتِ منوّرہ کے راستہ پر استقامت کی دعا کی گئی ہے، اوقات کو ذکر وفکر کے ساتھ آباد رکھیں اور مولائے حقیقی جلّ شانہٗ کی خوشنودیوں کے حاصل کرنے میں جان (ودل) سے کوشش کریں، اندھیری راتوں کو گریہ واستغفار کرنے سے منور رکھیں اور اس قلیل مدت میں آخرت کا زادِ راہ تیار کریں اور دُور افتادہ دوستوں کو خاتمہ کی سلامتی کی دعا کے ساتھ یاد رکھیں، والسلام علیکم وعلی سائر من اتبع الھدیٰ۔

مکتوب ۸۹

میر ک معین الدین کے نام اس بیان میں کہ طالب کو (اپنے) شیخ سے طلب کو ظاہر کرنا ناگزیر ہے اور اس سے طریقِ وصول کا تعین کرانا ایک فضول بات ہے اور اہلِ بدعت کی صحبت سے بچنے کے بیان میں تحریر فرمایا۔

الحمد للہ ذی الجلال والاکرام والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ سید الانام وعلیٰ آلہ الکرام وصحبہ العظام، (آپ کا) گرامی نامہ پہنچ کر مسرت بخش ہوا چونکہ شوق کا مخبر اور درد وطلب پر مشتمل تھا (اس لئے) مزید خوشی حاصل ہوئی، حق سبحانہٗ اس شوق کی آگ کو شعلہ زن بنائے اور طلب کے شعلہ کو سربلند کرے تاکہ ماسوا سے بالکل رہا کر دے اور مطلوب کی خوشبو دماغ میں پہنچائے، ؎

عشق آں شعلہ است کہ چوں برفروخت　　　ہر چہ جز معشوق باقی جملہ سوخت

[عشق وہ شعلہ ہے کہ جب وہ بھڑک اٹھتا ہے تو معشوق کے علاوہ باقی سب کو جلا دیتا ہے]

اس تمام مشغولیت کے باوجود جسقدر طلب وشوق بھی میسر ہو غنیمت اور امید بخش ہے، ایک بزرگ[1] نے کہا ہے کہ "اگر (اللہ تعالیٰ) دینا نہ چاہتا تو طلب نہ دیتا" آپ نے گم شدہ نسبت کے حاصل ہونے کی خواہش

---

[1] ان سے مراد خواجہ عبد اللہ انصاری قدس سرہٗ ہیں۔

ظاہر کی تھی۔ میرے مخدوم! جو کچھ طالب کے لئے ضروری ہے وہ یہ ہے کہ طلب اور لوازم طلب کا اظہار شیخ سے کرے اور وصول کے طریقہ کا متعین کرنا شیخ کے سپرد کردے، مریض کو حکیم حاذق سے مرض کا بیان کرنا ناگزیر ہے اس سے ازالۂ مرض کے طریقہ کا تعین طلب کرنا فضول بات ہے جو فیض کہ شیخ مرحوم سے پہنچا تھا وہ شیخ کے سیر و سلوک و مبدأ تعین کے موافق تھا اگر دوسری جگہ سے (فیض) پہنچے گا تو وہ اس (دوسرے شیخ) کے سیر و سلوک کے مطابق ہوگا اور اس کی ولایت کی حقیقت کے سرچشمہ سے جوش مارے گا ہر چشمہ کا مزہ دوسرا ہے اور ہر حقیقت کے اثرات جدا ہیں ع

ہر خوش پسرے را حرکاتے دگر است [ہر اچھے بیٹے کی حرکات دوسری ہیں]

اگرچہ اصل سرچشمہ ایک ہی ہو لیکن جگہوں کے مختلف ہونے کی وجہ سے اثرات مختلف ہو جاتے ہیں، ہر لحاظ سے اتحاد محال ہے، میرے مکرم! ہمارے طریقہ میں افادہ و استفادہ کا مدار صحبت پر ہے، صاحبِ استعداد طالب صحبت کی برکت سے اپنی استعداد و محبت کے موافق شیخ مقتدا کے باطن سے فیضیاب ہوتا ہے، ہر وقت صفاتِ رذیلہ سے خالی ہو کر شیخ کے رنگ میں رنگا جاتا ہے، فنا فی الشیخ ہونا فنا فی اللہ کا مقدمہ ہے، ؎

زاں روے کہ چشمِ تست احول معبودِ تو پیرِ تست اول

[چونکہ تیری آنکھ بھینگی (ایک کو دو دکھانے والی) ہے اس لئے اول تیرا معبود تیرا پیر ہے]

اگر پیر کی صحبت میسر نہ ہو تو محض محبت سے بھی شیخ کی توجہ کے مطابق فیضیاب ہو جاتا ہے لیکن (ان دونوں میں) بہت فرق ہے شتان ما بینھما۔ اویس قرنیؒ اگرچہ آنسرور علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والسلام کے باطن سے فیضیاب ہوئے ہیں اور ولایت کے اعلیٰ درجہ پر فائز ہوئے ہیں لیکن صحابۂ کرام (رضی اللہ عنہم) کے مرتبہ کو نہیں پہنچے اور خیر التابعین [تابعین میں بہتر] ہو گئے ہیں، جو محبت کہ آپ فقراء سے رکھتے ہیں اس کو بہت بڑی نعمت تصور فرمائیں اور اس نعمت میں اضافہ طلب کریں، المرء مع من احب [آدمی اس کے ساتھ ہے جس سے وہ محبت کرتا ہے] آپ نے سنا ہوگا امید ہے کہ ان کے باطن سے کامل حصہ حاصل کریں گے اور فیضیاب ہوں گے، یہ حقیر اپنے اندر اس بات کی قابلیت نہیں پاتا کہ اس سے بہت بڑے کام کی درخواست کریں لیکن چونکہ آپ نے حُسن ظن کی وجہ سے لکھا ہے امید ہے کہ اس ظن کے مطابق آپ کے ساتھ معاملہ فرمائیں گے اور ویرانہ سے کوئی خزانہ نکالیں گے، حدیثِ قدسی ہے انا عند ظن عبدی بی [میں اپنے بندہ کے گمان کے ساتھ ہوں] بہر حال انشاء اللہ تعالیٰ غائبانہ توجہ سے متعلق اپنی جانب سے دریغ نہیں کرے گا، اوقات کو طاعات کے معمولات کے ساتھ استوار رکھیں اور لہو و لعب سے بچتے رہیں اور دنیا کی بے وفائی اور قبر و قیامت کے احوال کو مدنظر رکھیں اور نجات کو سنت کی پیروی

اور بدعت سے بچنے میں یقین کریں اور بدعتیوں اور ملحدوں کے ساتھ صحبت نہ رکھیں کہ وہ دین کے چور ہیں نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام والتحیہ کی حدیث ہے اهل البدع کلاب اهل النار [اہلِ بدعت اہلِ دوزخ کے کتے ہیں] جو فقیر کہ شرعی طریقوں پر نہیں ہے اور سنت کے زیور سے آراستہ نہیں ہے اس کو اپنی مجلس میں آنے دیں مختصر یہ ہے کہ وَمَا اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا وَاتَّقُوا اللّٰهَ [اور رسول جو کچھ تم کو دے تم اس کو لے لو اور جس چیز سے منع کرے تم اس سے باز رہو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو] والسلام علیکم وعلیٰ سائر من اتبع الہدیٰ۔

مکتوب ۹۰

صلاح آثار حافظ پیر محمد کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ وحدت کے طالب کو وحدانی ہونا چاہیئے۔

الحمد للہ العلی الاعلی والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ المصطفیٰ وعلیٰ آلہ وصحبہ البررۃ التقی،

مکتوب شریف پہنچا، چونکہ اشواق و کیفیات پر مشتمل تھا اس لئے مسرت و شادمانی کا باعث ہوا، حق سبحانہٗ اس شوق کے شعلہ کو بھڑکائے اور محبت کی آگ کو سربلند کرے تاکہ کثیر در کثیر تعلقات سے کامل رہائی میسر آئے اور وحدتِ حقیقی کا جمال پردہ کھول دے۔ وحدت اور کثرت ایک دوسرے کی ضد ہیں، سالک اگرچہ جہاتِ کثرت اپنے ساتھ رکھتا ہے اور کثرت کے احکام میں الجھا ہوا ہے، وحدت سے دور و محروم ہے، وحدانی ہونا چاہیئے طلب و محبت کی راہ سے بھی اور دید و دانش کی رُو سے بھی تاکہ وحدتِ ذاتی سے زیادہ قریب ہو جائے اور حقیقی توحید تک پہنچ جائے، التوحید اسقاط الاضافات [توحید اضافات کو ساقط کرنا ہے] والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۹۱

سیادت مآب سید محمود اسرائیل کے نام اس بیان میں کہ نفس کی شرارت عدم کی شرارت اور ابلیس کی شرارت سے زیادہ ہے اور فنا و اطمینانِ نفس کی تحقیق اور عین و اثر کے زائل ہونے کی توضیح کے بارے میں تحریر فرمایا۔

الحمد للہ ذی الانعام والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ سید الانام وعلیٰ آلہ الکرام وصحبہ العظام، اما بعد گرامی نامہ نے مشرف کیا، اللہ سبحانہٗ کی حمد ہے کہ آپ عافیت کے ساتھ ہیں اور فقرا کی محبت روز افزوں ہے اور ہمت کے پیشِ نظر اعلیٰ مطلب ہے، آپ نے شوق کی بات لکھی تھی، فقرا کو بھی مشتاق جانیں بلکہ حدیث وانا الیهم لاشد شوقا [اور میں ان کی طرف بہت زیادہ شوق رکھتا ہوں] پڑھیں

کیونکہ جو کچھ اصل کی طرف منسوب ہے وہ زیادہ شدید اور زیادہ قوی ہے، فرع (شاخ) جو کچھ رکھتی ہے وہ اصل (جڑ) سے حاصل کئے ہوئے کمال کی قسم سے ہے، خود کسی چیز میں مستقل نہیں ہے اور اصل کے ساتھ کسی طرح کی برابری نہیں کرسکتی ہاں عدم ہے جو کہ اصل کے واسطے کے بغیر فرع کو نصیب ہے اور وہ شر و نقص ہے اور بذاتِ خود خیریت (بھلائی) کی ذرا بھی بو نہیں رکھتا اور اگر خیریت ہے تو وہ انعکاسی و عارضی ہے کہ اس نے اپنے آپ کو اس عارضی کمال کے باوجود خیر و کامل تصور کیا ہے اور امانت میں خیانت کی ہے اور شرارت پر شرارت بڑھائی ہے پس نفس کی شرارت (برائی) عدم کی شرارت سے بھی زیادہ ہے کیونکہ عدم ذاتی شرارت رکھتا اور اپنی نیستی و نامرادی کے ساتھ موافقت کئے ہوئے ہے اور نفس نے اس ذاتی شرارت کے باوجود جو کہ عدم کے واسطے سے اس کی ذات کی مانند ہو گئی ہے خیانت مذکورہ کے باعث انانیت (خودی) اور سرداری کا جنون اور اصل کے ساتھ شرکت کا دعوٰی پیدا کیا ہے اور اس راستے سے مولائے حقیقی تعالیٰ کی دشمنی پر قائم ہوا ہے، نفسِ امارہ کی حقیقت بھی اگرچہ عدم ہے اور شرارت کو اس سے کسب کرکے اس کا جانشین بیٹا بن گیا ہے لیکن جہلِ مرکب اور سرداری کے جنون کے ذریعہ سے جو کہ عدمِ مطلق سے اس کے امتیاز کا سبب ہے شرارت میں اپنے باپ اور مبدأ سے سبقت لے گیا ہے اور شریر ہونے کا حق ادا کر دیا ہے، عدم بیچارہ اگر برسوں اس کی شاگردی کرے اس حد تک نہیں پہنچ سکتا اور نیز اس شرارت و سرکشی میں اس کا استاد ابلیسِ لعین ہے لیکن وہ شرارت میں آگے نکل گیا اور سرکشی و انانیت (خودی) میں ابلیس سے کئی منزل آگے چلا گیا، ابلیس نے اللہ تعالیٰ کے حکم کی نافرمانی کی اور اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ [میں اس سے بہتر ہوں] کی صدا اس کے باطن سے نکلی اور بنی آدم کو بہکانے کے بعد اُن سے (اپنی) برئیت ظاہر کی اور کہا اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّنْكَ اِنِّيْٓ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ [بیشک میں تجھ سے بری ہوں بلاشبہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں جو کہ تمام جہانوں کا پروردگار ہے] اور اس (نفس) نے خدائی کا دعوٰی کیا اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى [میں تمہارا رب اعلیٰ ہوں] کہا، شتان ما بینہما [ان دونوں کے درمیان بہت فرق ہے]. ابلیس اس کا استاد ہونے کے باوجود اس کی شاگردی کے لائق ہے اور اس کا پیشوا ہونے کے باوجود اس کی پیروی کے قابل ہے، سبحان اللہ یہی (نفس) امّارہ اس شرارت اور برائیوں کے باوجود اطمینان و شرح صدر حاصل ہونے کے بعد عالمِ امر کے لطائف کا جو کہ پاکی اور بلندی کے ساتھ موصوف ہیں سردار ہو جاتا ہے اور قرب و معرفت کے مدارج میں اُن پر فوقیت پیدا کر لیتا ہے۔ ہمارے حضرت عالی قدس اللہ سبحانہ بسرہ الاقدس نے لکھا ہے کہ "(نفسِ) مطمئنہ شرحِ صدر حاصل ہونے کے بعد جو کہ ولایتِ کبریٰ (یعنی ولایت انبیائے کرامؑ) کے لوازم سے ہے

(حاشیہ: ۵/۱۲؛ ۵۹/۱۶؛ ۷۹/۲۴؛ م ۱۴۷)

؎ دفتر اول مکتوب ۲۶۰ حصہ چہارم فارسی ص ۹۰۔

اپنے مقام سے عروج کر کے تختِ صدر[1] (سینہ) پر ترقی حاصل کر لیتا ہے اور وہاں تسلط قائم کر لیتا ہے اور قرب کے ممالک (مقامات) پر غلبہ حاصل کر لیتا ہے، یہ تختِ صدر حقیقت میں مرتبۂ ولایتِ کبریٰ کے عروج کے تمام مقامات سے برتر ہے اس تخت پر متمکن ہونے والے کی نظر ابطن بطون (اصل الاصل) تک نفوذ کر جاتی ہے۔ اس (نفس) مطمئنہ کے لئے (اب) مخالفت کی گنجائش اور سرکشی کی مجال نہیں رہی ہے (کیونکہ اب) وہ کلی طور پر مطلوب کی طرف متوجہ اور پوری طرح مقصود میں مشغول ہے اس کا ارادہ پروردگار جل سلطانہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے سوا نہیں ہے اور اس کا مطلب اس تعالیٰ شانہٗ کی طاعت و عبادت کے علاوہ کچھ نہیں ہے[2]" یہ ہے حضرت (قدس سرہ) کا کلام شریف۔

آپ نے لکھا تھا کہ "بعض وقت اپنے آپ کو اس طرح گم پاتا ہے کہ گویا بکھرا ہوا موہوم غبار ہے باطن جو کہ ظاہر کے لباس میں ملبوس ہے محض وہم و خیال کے سوا ادراک میں نہیں آتا، بعض اوقات (یہ فقیر) اگرچہ آنکھ کو ملتا ہے کہ شاید خیرگی کا اثر ہو اور نیز اسی طرح پر تکلم و استماع الخ" میرے مخدوم! یہ عدمیت کی دید جو اصل و ظل ہونے کے تعلق سے ہے مبارک و مسعود ہے اور وصول (پہنچنے) کی تمہید ہے بلکہ نفس وصول ہے کیونکہ جب تک نہیں پائے گا اس وقت تک رہائی (فنائیت) حاصل نہیں کرے گا، کسی بزرگ نے کہا ہے کہ بس ایسا عدم چاہتا ہوں کہ پھر کبھی واپس نہ آؤں۔ ذکر و فکر کا نتیجہ اور سیر و سلوک کا ثمرہ یہ ہے کہ سالک اپنی ذات کے عدم ہونے سے واقف ہو جائے اور (اپنی) ہستی اور اس کے تابع کمالات کو بالکل اصل سے جانے اور اصل کے سپرد کر دے، مولوی (معنوی) قدس سرہٗ نے کہا ہے ؎

چوں بدانستی کہ ظلِ کیستی   فارغی گر مُردی و گر زیستی

[جب تو نے جان لیا کہ تو کس کا سایہ ہے تو پھر خواہ مردہ ہو یا زندہ ہو تو بے فکر ہے]

آپ نے عین و اثر کے زائل ہونے کے بارے میں جو یہ لکھا تھا کہ "یہ زوال و فنا کا معاملہ صفاتِ نفس کے ساتھ تعلق رکھتا ہے نہ کہ اس کی ذات کے ساتھ کیونکہ اس کی ذات باقی ہے اور زائل و تبدیل ہونا صفات میں (ہوتا) ہے اور بس، اور صفات کی اس تبدیلی سے اس کی ذات کا تزکیہ و طہارت ہو جاتی ہے اور وہ اطمینان تک پہنچ جاتی ہے"۔ بیشک تحقیق یہ ہے کہ فنا و بقا بری صفات تبدیل ہو جاتا ہے لیکن اس تحقیق کی صورت میں کہ افرادِ عالم سب کے سب اسماء و صفات کا ظہور ہیں کوئی ذات ان کے درمیان موجود نہیں ہے پس ذات کے بغیر ان سب کا وجود کلی طور پر وجوہ و اعتبارات ہوگا

---

[1] تزکیہ سے قبل نفس کی مرکزیت دماغ میں ہوتی ہے اور مطمئنہ ہونے کے بعد تختِ سینہ پر متمکن ہو جاتا ہے اور رضائے الٰہی کے مقام سے مشرف ہو جاتا ہے اور تمام مقدراتِ خداوندی کو برضا و رغبت قبول کر لیتا ہے (شرح مکتوبات قدسی آیات مولانا نصر اللہ خان صاحب مدظلہ)

[2] مکتوب مذکور (ج ۱ م ۲۶۱) میں یہ عبارت چند سطور کے بعد ہے۔

۱۴۸ صفات کی فنا کی صورت میں عین و اثر کا زائل ہونا حقیقت کے طور پر ہونا چاہئے نہ کہ مجاز کے طور پر، جیسا کہ آپ نے لکھا ہے، شیخ محی الدین بن عربی (قدس سرہ) نے بھی عالم کو اعراضِ مجتمعہ (ایسے وجودوں کا مجموعہ جو جوہر کے بغیر قائم ہیں) کہا ہے پس ان کے مذہب پر بھی افرادِ عالم کے لئے ذات نہیں ہوگی اور اگر ہوگی تو اطلاق و تقیید کے طور پر اسی ذات جل و علا کا وجود ہوگا پس افرادِ ممکنات یا محض اعراض ہیں یا ان اعراض سے اخذ کی ہوئی ذات ہیں، اگر (یہ) کہیں کہ نفس جیسا کہ صفاتِ رذیلہ رکھتا ہے ایسے ہی علم و قدرت و ارادت وغیرہ صفاتِ حمیدہ بھی رکھتا ہے پس صفاتِ ردّیہ کے زائل ہو جانے کی صورت میں صفاتِ حمیدہ باقی ہیں جو کہ عین و اثر کے زائل ہونے کے منافی ہیں"۔ ہم (جواب میں) کہتے ہیں کہ جو چیز نفس کی ذاتی ہے وہ شرارت و نقص ہے اس میں صفاتِ کمال کا ہونا اس کا اپنا نہیں ہے بلکہ مرتبۂ وجوب سے مستعار ہے کہ اس نے ان کمالات کو جہالت کی وجہ سے اپنے ذاتی تصور کر لیا ہے اور اپنے آپ کو اس واسطہ سے خیر و کامل اور خیرات (بھلائیوں) کا مبدأ جان لیا ہے اور اپنے مالک کے ساتھ شرکت کا دعویٰ پیدا کیا ہے اور امانت میں خیانت کی ہے پس اس کی حقیقت وہی جہلِ مرکب و علم کاذب ہے جو کہ اس کی شرارت و انانیت کا سبب بنا ہے۔ مولوی (رومی قدس سرہ) نے کہا ہے، ع

اے برادر تو ہمیں اندیشۂ الخ [اے بھائی! تو یہی وہم و خیال ہے]

بھلائی کی کچھ بھی بُو اس کی ذات میں نہیں ہے پس جہلِ مرکب و غلبۂ دیدِ عاریت کے فنا و زائل ہونے کے بعد اس کا کوئی اثر نہیں رہتا اور حقیقت گویا بدل جاتی ہے اور امّارگی (سرکشی) سے اطمینان تک پہنچ جاتا ہے اور اکابر کے اس کلام سے جو کہ عین و اثر کے فنا و زوال کے بارے میں آیا ہے یہی معنی قریب الفہم ہیں اور نصوص (آیات و احادیث) بھی اس کی نشاندہی سے خالی نہیں ہیں، من قتلتہ فانا دیتہ [جس کو میں قتل کرتا ہوں اس کا خوں بہا میں خود ہوں] اَوَمَنْ کَانَ مَیْتًا فَاَحْیَیْنٰہُ [کیا ایسا نہیں ہے کہ جو شخص مردہ تھا ہم نے اس کو زندہ کر دیا] والسلام

۶ انعام ۱۲۲

مکتوب ۹۲

شیخ حسین منصور کے نام ان کے بلند احوال و اذواق کی شرح میں مع ولایتِ علیا کی بشارت کے تحریر فرمایا۔

اللہ تعالیٰ مدارجِ قرب میں بے اندازہ ترقیات عطا فرمائے، مکتوب مرغوب جو آپ نے اس مسکین کے نام ارسال کیا تھا پہنچ کر مسرت کا باعث ہوا، آپ نے توجہات کی تاثیر کے بارے میں جو کہ طالبین کی بابت واقع ہوتی ہے اور اس امرِ عظیم پر قدرت و قوت کے بارے میں لکھا تھا، واضح ہوا، اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کا شکر

۵/۱۸ ۳۹ بجالائیں اس کو نادر نعمت جانیں اور آیتِ کریمہ مَاشَآءَ اللّٰہُ لَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ [جو اللہ چاہے اللہ کے سوا کوئی قوت نہیں ہے] پڑھیں، لکھا ہوا تھا کہ "پہلے جب میں اپنے احوال کی چھان بین کرتا تھا اپنے ۱۹/ ص آپ کو ولایتِ کبریٰ میں پاتا تھا اور اگرچہ فوق کی طرف متوجہ ہوتا تھا (لیکن) ہو نہیں سکتا تھا، مدتِ دراز تک اسی حال میں رہا اب جو متوجہ ہوتا ہوں تو اپنے آپ کو ولایتِ علیا میں پاتا ہوں بارہا غور کیا اور بار بار سوچا (لیکن) اس امر میں کوئی شک وشبہ پیش نہیں آتا"۔ میرے مخدوم! یہ حال اور یہ دید اعلیٰ ہے بزرگوں نے کہا ہے کہ حال کے صحیح ہونے کی علامت کامل درجہ کا یقین حاصل ہوتا ہے، فقیر بھی جب متوجہ ہوا تو آپ ہی کی دید کے مطابق پایا اور آپ کو اس ولایت میں ملاحظہ کیا اس پر اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی تمام نعمتوں پر اس کی حمد ہے، اور نیز آپ نے لکھا تھا کہ "پہلے عالمِ امر کے لطائف کا عروج واقع ہوتا تھا اب عالمِ خلق کے لطائف میں بھی جو کہ نفس وعناصرِ اربعہ ہیں عروج معلوم ہوتا ہے"۔ میرے مخدوم! یہ عروج جو کہ عالمِ خلق کے لطائف کے لئے ہے سابقہ دید (یعنی ولایتِ عُلیا) کی تائید کرنے والا ہے کیونکہ عالم خلق کے لطائف کا عروج ولایتِ عُلیا کے مناسب ہے سوائے لطیفۂ خاک کے کہ اس کا کمال کمالاتِ نبوت سے وابستہ ہے اور لطیفۂ نفس عالمِ امر کے لطائف کی طرح ولایتِ کبریٰ میں فنا وبقا کے ساتھ مشرف ہو جاتا ہے اور اطمینان کے کمال تک پہنچ جاتا ہے۔ مختصر یہ ہے کہ ولایتِ علیا میں ترقی بلاواسطہ طور پر عالمِ خلق کے لطائف میں سے تین عنصر یعنی عنصرِ آبی، عنصرِ ہوائی، عنصرِ ناری کا خاصہ ہے، دوستوں سے دعا کی امید کی جاتی ہے، والسلام اولاً وآخراً۔

مکتوب ۹۳

بدر بیگ سمرقندی کے نام ذکر پر ہمیشگی کی ترغیب اور جو کچھ اس پر مرتب ہوتا ہے اس کے بارے میں تحریر فرمایا۔

حامدا للّٰہ العظیم ومصلیا علی رسولہ الکریم: اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنے ساتھ رکھے اور ایک لحظہ بھی اپنے بغیر نہ چھوڑے، جو مکتوب آپ نے محبت کی راہ سے ارسال کیا تھا اُس نے پہنچکر خوش وقت کیا، آئندہ بھی اسی طریق پر احوالِ نیک انجام لکھتے رہنا چاہئے کہ یہ غائبانہ توجہ کا سبب ہے، — بیوگان کے بارے میں آپ جو کچھ سعیٔ جمیل کرتے ہیں وہ ثواب کا مقام ہے، حق سبحانہٗ جزائے خیر عطا فرمائے، جو واقعات آپ نے دیکھے اور لکھے تھے سب واضح اور اچھے ہیں، مبشرات ہیں، اپنے کام میں مشغول رہیں، آپ نے باطن کے احوال اور ذکر وفکر اور جو کچھ اس پر مرتب ہوتا ہے اس کے بارے میں کچھ نہیں لکھا، پہلے اس کو

لکھتا اور دوسری چیزوں کو تابع بنانا چاہیے۔ ع

ص ۱۵۰

طفیلِ دوست باشد ہر چہ باشد [جو کچھ ہوتا ہے دوست کے طفیل میں ہوتا ہے]

مختصر یہ ہے کہ ذکر پر اسقدر ہمیشگی کریں کہ ذکر و حضورِ دل کا ملکہ ہو جائے اور اس کی صفتِ لازمہ (طبیعتِ ثانیہ) بن جائے کہ نفی کرنے سے بھی اس کی نفی نہ ہو، اور ماسوائے مذکور (ماسوی اللہ) سینہ کی وسعت سے رخصت ہو جائے اور حق سبحانہٗ کے سوا اور کوئی مراد و مقصد نہ رہے۔ ع

ایں کارِ دولت است کنوں تاکرا دہند [یہ نصیب کی بات ہے دیکھیے اب کس کو عنایت کرتے ہیں]

دوستوں سے سلامتئ خاتمہ کی دعا کی امید کی گئی ہے۔ والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۹۴

خواجا امان اللہ و خواجہ محمد مؤمن برہان پوری کے نام فنائے قلب و فنائے نفس کی تحقیق اور لا یذکر اللہ الا اللہ کی حقیقت اور حالتِ نماز کے غیر حالتِ نماز پر فوقیت رکھنے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفٰی، سعادت آثار خواجہ امان اللہ نے، اللہ سبحانہٗ اس کو اپنی رضامندیوں کی توفیق بخشے، جس کاغذ (مکتوب) میں اپنے احوال و اذواق و واقعات و مقامات تحریر کر کے اس مسکین کو بھیجا تھا اُس نے پہنچکر خوشوقت کیا اور اسی طرح جو کاغذ (مکتوب) کہ محبت اطوار خواجہ محمد مؤمن، اللہ تعالی اس کی امیدوں کو پورا فرمائے، کے احوال و واقعات پر مشتمل تھا وہ بھی مسرت افزا ہوا۔ دونوں عزیزوں کے احوال عمدہ اور کیفیات پسندیدہ اور واقعات و خواب واضح و مبارک ہیں، آپ حضرات نے فنائے قلب و فنائے نفس اور قلب و دماغ و وہم و خیال سے خطرہ (وسوسہ) کے دور ہونے اور نیستی و عدمیت کی دید اور کلمہ اَنَا کے مقام و ورود کے زائل ہونے اور ذکر اور اس کے اثر کے نفی ہو جانے اور مذکور کے نہ پانے اور لا یذکر اللہ الا اللہ [اللہ کو اللہ ہی یاد کرتا ہے] کا مقام حاصل ہونے کے بارے میں جو کچھ لکھا تھا واضح ہوا، آپ جان لیں کہ لا یذکر اللہ الا اللہ کو وحدتِ وجود والے بھی کہتے ہیں اور فنائے اکمل کے بعد بھی یہ حالت پیش آتی ہے لیکن ان دونوں مقاموں میں زمین و آسمان کا فرق ہے، وحدتِ وجود والے تعینِ امکانی کو حق کہتے ہیں اور اللہ اُن کے نزدیک اسی تعین پر اطلاق پاتا ہے اُس تعین کو اس حالت کے تحقق (پائے جانے) سے پہلے کسی دوسرے عنوان سے جانتے تھے اور اس حالت کے تحقق کے بعد اسی کو حقانیت کے عنوان کے ساتھ مشاہدہ کرتے ہیں کسی نے خوب کہا ہے

ع بخواب اندر مگر موشے شتر شد [شاید کوئی چوہا خواب میں اونٹ ہو گیا]

۱۵۱

اور ہم جس تعین کی گفتگو کر رہے ہیں اس میں فنائے اکمل کے بعد اس تعین (امکانی) کا کوئی اثر باقی نہیں رہا ہے اور ذکر و توجہ و حضور سب اس بارگاہِ قدس کی طرف منسوب ہو گئے ہیں اور ذکر کرنے والا بھی صحرائے عدم کی طرف کوچ کر گیا ہے، ان دونوں میں بہت فرق ہے "لا یذکر اللہ الا اللہ [اللہ کو اللہ ہی یاد کرتا ہے] کی حقیقت اس مقام میں صورت پذیر ہوتی ہے نہ کہ اس مقام میں کہ (وہاں) ذاکر کا وجود درمیان میں ہے اور لا اللہ کا اطلاق دوسرے پر اور نفی عنوان کی طرف راجع ہے" اور آپ نے جو دماغ و وہم و خیال سے خطرہ دور ہو جانے کی بابت لکھا ہے غور طلب ہے، یہ تمام واقعات و احوال جو کہ آپ نے لکھے ہیں وساوس ہیں جو کہ وہم و خیال کی راہ سے (پیدا) ہو کر کاغذ کی سطح پر آئے ہیں یا کوئی اور چیز ہیں؟ جبتک یہ دنیا قائم ہے وہم و خیال کے چنگل سے رہائی پانا مشکل ہے البتہ جب اس عالم میں خلل آجاتا ہے اور موت کی ابتدائی حالت پیش آجاتی ہے تو احتمال ہے کہ وہم و خیال کے چنگل سے نجات میسر آجائے جیسا کہ مولوی روم قدس سرہٗ فرماتے ہیں ؎

من شدم عریاں ز تن او از خیال می خرامم در نہایات الوصال

[میں بدن سے عاری ہو گیا اور وہ خیال سے دور ہو گیا (اب) میں وصال کی انتہاؤں میں محوِ خرام ہوں]

ہاں کاملین میں سے بعض ایسے ہوتے ہیں جو کہ اس عالمِ فانی میں خیال کی قید سے رہائی اور وہم کے جال سے نجات پا لیتے ہیں اور مطلوب کو خیال سے نراشے بغیر آغوش میں لے لیتے ہیں، جو کچھ دوسروں کے لئے کل (قیامت) پر وعدہ کیا گیا ہے ان بزرگوں کو آج (اس دنیا میں) حاصل ہے اور ایسے لوگ کم ہی ہیں ؎

اگر ایں لحظہ ممکن کارِ شب نیست زبختِ مقبلاں ایں ہم عجب نیست

[اگرچہ اسوقت رات کا کام ممکن نہیں ہے (لیکن) اقبال مندوں کے نصیب سے یہ بھی عجب نہیں ہے]

ہاں خطرہ کا قلب سے رفع ہونا ممکن بلکہ واقع ہے اس مقام میں خطرہ قلب سے ایک طرح پر منتفی ہو جاتا ہے کہ اگر ایسے قلب والے کو ہزار سال کی عمر دیدیں تو اس نسیان کی وجہ سے جو کہ (اس کے) دل کو ماسوا سے حاصل ہو گیا ہے ہرگز کوئی خطرہ (اس کے) دل پر نہ آئے اور دنیا کی خوشی و رنج اس میں نہ سمائے، جاننا چاہئے کہ فنائے قلب تجلی افعال کا نتیجہ ہے اور فنائے نفس تجلی صفات پر موقوف ہے اور اس فنا کا کمال تجلی ذات سے وابستہ ہے کیونکہ ہر مقام کا کمال اس مقام سے گذر جانے اور اوپر کے مقام تک پہنچ جانے سے مربوط ہے ان تجلیاتِ ثلاثہ (صفاتِ افعالیہ و صفاتِ ثبوتیہ و شیونِ ذاتیہ) میں سے ہر ایک کے

آثار و علامات جدا ہیں، اور ہر فنا کے احکام علیحدہ ہیں، اور ہر فنا میں امرِ معتبر و قدرِ مشترک یہ ہے کہ دائمی ہو، جو فنا کہ دائمی نہ ہو وہ احاطۂ اعتبار سے ساقط ہے۔ اور یہ جو آپ نے لکھا ہے کہ "اسی روز سے جو نماز کہ یہ فقیر ادا کرتا ہے (اس میں) حلاوت و محبت و خشوع و خضوع پیدا ہوتا ہے خاص طور پر فرض نمازمیں اور کبھی کبھی ایسی حالت پیش آتی ہے کہ بیان میں نہیں آسکتی" بہت عمدہ اور بلند حالت ہے، نماز کی حالت کو غیرِ نماز کی حالت پر فوقیت ہے نماز مؤمن کی معراج ہے اور اس کی حالت معراج کی حالت کے ساتھ مناسبت رکھتی ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جب بندہ نماز میں کھڑا ہوتا ہے تو اس کے لئے جنّت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور اس کے اور اس کے پروردگار کے درمیان کے پردے اُٹھا دیئے جاتے ہیں الحدیث۔ اور یہ جو آپ فنا حاصل ہونے کے بعد اپنے آپ کو نور پاتے ہیں اور نورانی دیکھتے ہیں (یہ) بقا کے آثار میں سے ہے، آیتِ کریمہ اَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَاَحْيَيْنٰهُ وَجَعَلْنَا لَهٗ نُوْرًا يَّمْشِيْ بِهٖ فِي النَّاسِ الآیہ [کیا ایسا نہیں ہے کہ جو شخص مُردہ تھا تو ہم نے اس کو زندگی دی اور اس کے لئے ایک نور بنایا جس کے ساتھ وہ لوگوں میں چلتا ہے] میں اس کی طرف اشارہ ہے، والسلام علیکم وعلی سائر من اتبع الھدیٰ و التزم متابعۃ المصطفٰی علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات والتحیات والبرکات العلیٰ۔

مکتوب ۹۵

سید علی بارہہ کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ عمل میں اخلاص اور اطمینانِ نفس صوفیائے کرام کی صحبت سے وابستہ ہے۔

حمد و صلوٰۃ اور تبلیغ دعوات کے بعد شرافت آثار کی خدمت میں عرض کرتا ہے کہ اس نواح کے فقرا کے احوال حمد کے لائق ہیں، اللہ سبحانہٗ سے آپ کی عافیت اور شریعتِ عالیہ و سنتِ منورہ کے طریقہ پر آپ کی استقامت کے لئے دعا کی گئی ہے۔ گرامی نامہ پہنچ کر مسرت بخش ہوا، آپ نے شوقِ ملاقات کا اظہار کیا تھا، وقت آنے پر موقوف ہے لِكُلِّ اَجَلٍ كِتَابٌ [ہر کام کا وقت معین ہے] دنیا جدائی کی جگہ ہے دعا کریں کہ حق سبحانہٗ آخرت میں جمع کرے اور اس تعالیٰ شانہٗ کے دیدار کا بھی آخرت میں وعدہ کیا گیا ہے مَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَاءَ اللّٰهِ فَاِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ لَاٰتٍ [جو شخص اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی تمنا رکھتا ہے تو (جان لے کہ) بیشک اللہ تعالیٰ کی مقرر کی ہوئی وہ ساعت (موت) ضرور آنے والی ہے] موت آخرت کے مقدمات میں سے ہے جس چیز کا آخرت کے ساتھ وعدہ کیا گیا ہے موت اس کی کھڑکی ہے، دنیا کھیتی سے زیادہ نہیں ہے عمل کی جگہ ہے

جسقدر عمل میں اخلاص کے ساتھ کوشش کی جائے اسی قدر آخرت کے ثمرات و نتائج زیادہ ہونے کی توقع اور قرب کے درجات بیشتر ہونے کی امید کی جاتی ہے عمل کتبِ شرعیہ کے مطابق ہونا چاہئے اور اخلاصِ عمل کی حقیقت جو کہ حقیقی اسلام و اطمینانِ نفس پر موقوف ہے صوفیائے کرام کی صحبت کے ساتھ وابستہ ہے، اخلاص کے بغیر عمل بے روح کے جسم کی مانند ہے، والسلام علیکم و علیٰ سائر من اتبع الہدیٰ۔

مکتوب ۹۶

سید نور بحر کے نام معرفت پر رغبت دلانے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

۱۵۳

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ:۔ جناب سیادت پناہ اس مسکین (کی جانب) سے سلامِ عاقبت انجام پڑھیں، جو مکتوب کہ آپ نے ازراہِ محبت ارسال کیا تھا اس نے پہنچ کر خوش وقت کیا چاہئے کہ اسی طریق پر اپنے ظاہر و باطن کے احوال لکھتے رہیں کہ (یہ) غائبانہ توجہ کا باعث ہے۔ میرے مخدوم! عمر کا بہترین حصہ جو کہ جوانی کا زمانہ ہے گزرا جا رہا ہے اور عمر کا سب سے زیادہ ناقص تر حصہ قریب آرہا ہے افسوس ہے کہ اشرف چیز کو جو کہ اللہ تعالیٰ کی معرفت ہے عمر کے سب سے ناقص حصہ کے حوالہ کیا جائے اور عمر کا اشرف حصہ سب سے ناقص چیز میں کہ ہوا و ہوس اور زینتِ دنیا ہے صرف ہو چاہئے کہ اوقات کو ذکر و فکر کے ساتھ آباد رکھیں اور آخرت کا زادِ راہ تیار کریں۔ والسلام علیکم و علیٰ سائر من اتبع الہدیٰ۔

مکتوب ۹۷

مولانا جان محمد ورسکی کے نام ولایات سہ گانہ کی تحقیق اور اطمینانِ نفس کی حقیقت اور شرحِ صدر اور عالمِ امر و عالمِ خلق کے لطائف کے کمالات اور ہر شخص کے نصیب کے تعین اور کمالاتِ نبوت کی تحقیق اور (کمالاتِ) ولایت پر اس کی فضیلت کے بارے میں اور اذکار و تلاوتِ قرآن و نماز کے نتیجہ کے بیان اور اس مقام کے بیان میں کہ جس میں کمالات کا افاضہ محض فضل کے ساتھ ہے نہ کہ عمل کے ساتھ، اور اس مقام کے بیان میں جو کہ اس کے اوپر ہے تحریر فرمایا۔

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ، فضائل مآب برادرم مولانا محمد جان ورسکی جان لیں کہ فنائے نفس اور اس کا اطمینان کہ اسلامِ حقیقی جس کے ساتھ وابستہ ہے اگرچہ اس کی ابتداء ولایتِ صغریٰ

سی ہے لیکن اس کا کمال ولایتِ کبریٰ کے کمالات حاصل ہونے کے ساتھ وابستہ ہے بلکہ اصول سہ گانہ جو کہ دائرۂ اسماء وصفات وشیون واعتبارات سے اوپر ہیں کہ ولایتِ کبریٰ ان اصولِ سہ گانہ کے مجموعہ اور اس دائرہ سے عبارت ہے اور یہ دائرہ عالمِ امر کے پانچوں لطائف کے عروج کا منتہا ہے اس سے اوپر عالمِ امر کو اصالت کے طور پر (یعنی بلاواسطہ) گذر نہیں ہے، نفس ان سہ گانہ (اصول کے) کمالات سے امیدوار ہے، حقیقتِ اطمینان وشرح صدر اس مقام میں حاصل ہوتا ہے۔ ہمارے حضرتِ عالی قدسنا اللہ سبحانہ بسرہ الاقدس نے لکھا ہے کہ "(نفس) مطمئنہ شرحِ صدر حاصل ہونے کے بعد جو کہ ولایتِ کبریٰ (یعنی ولایتِ انبیائے کرامؑ) کے لوازم سے ہے اپنے مقام سے عروج کر کے تختِ صدر (سینہ) پر ترقی کرتا ہے اور اس جگہ (لطائفِ عالمِ امر میں) تسلط قائم کر لیتا ہے اور قرب کے ممالک (مقاماتِ قرب) پر غلبہ حاصل کر لیتا ہے اور یہ تختِ صدر حقیقت میں مرتبہ ولایتِ کبریٰ کے عروج کے تمام مقامات سے برتر ہے۔" اگر کہا جائے کہ نفس کا مقام دماغ میں ہے اور اس کو صدر (سینہ) پر فوقیت ہے اس کا صدر پر نیچے آنا بظاہر تنزل ہے اس کو ارتقا کس طرح کہہ سکتے ہیں، ہم جواب دیتے ہیں کہ دماغ کو اگرچہ صدر (سینہ) پر صورت وظاہر کے اعتبار سے فوقیت ہے لیکن حقیقت میں معاملہ برعکس ہے اور معنوی طور پر سینہ کو دماغ پر فوقیت ہے کیونکہ سر غرور وخودی وانانیت (سرکشی) کا محل ہے اور بڑائی، تکبر اور خیالاتِ فاسدہ کا مقام ہے اور سینہ ایمان والہام وواردات کا محل اور انوار واسرار کا مقام ہے، آیتِ کریمہ اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰى نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ [کیا پس جس شخص کا سینہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کے لئے کھول دیا تو وہ اپنے رب کی طرف سے نور (ہدایت) پر ہے] اور حدیث النور اذا دخل الصدر انفتح الحدیث [جب نور سینہ میں داخل ہو جاتا ہے تو وہ کھل جاتا ہے] اس پر دلیل ہے اور نفس جب اوصاف رذیلہ سے پاک ہو جاتا ہے تو ہمسری اور انانیت (سرکشی) کے دعویٰ سے بَری اور تائب ہو جاتا ہے اور مطمئنہ ومقبول ہو جاتا ہے اور آیتِ کریمہ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا الآیۃ [اے ہمارے رب! ہمیں اس ظالموں کی بستی سے نکال دے] کے مقتضا کے مطابق اپنی جگہ چھوڑ دیتا ہے اور گناہ کی زمین سے ہجرت کر جاتا ہے اور نیکوں کی ہمسائیگی جو کہ عالمِ امر کے لطائف ہیں اختیار کر لیتا ہے، خیارکم فی الجاھلیۃ خیارکم فی الاسلام اذا فقھوا [تم میں سے جو لوگ جاہلیت میں بہتر ہیں وہ اسلام میں (آنے کے بعد بھی) بہتر ہیں جبکہ انھوں نے (دین کو) سمجھ لیا ہو] کے مطابق عالمِ امر کے لطائف کا سردار ہو جاتا ہے اور تختِ صدر (سینہ) پر قرار پکڑ کر تسلط قائم کر لیتا ہے، جب (نفس) اپنی ہستی وانانیت سے غربتِ نیستی میں آیا اور خواہشات وتعلقات سے خالی ویکسو ہو گیا اور ان چیزوں کو ان کے اہل کے سپرد کر دیا

مکتوب ۲۶۰ حصہ چہارم فارسی ص ۹۰ ص ۱۵۴

۳۹/۲۲

۴/۷۵

اور موت اور عدم ہونے کے ساتھ موافقت کرلی تو حق تعالیٰ نے اُس کو اس عزت کے ساتھ نوازا اور خلعتِ سلطنت کے ساتھ مشرف کردیا فَانْظُرْ اِلٰی اٰثٰرِ رَحْمَتِ اللّٰہِ کَیْفَ یُحْیِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِہَا [پس تو اللہ تعالیٰ کی رحمت کی نشانیوں کی طرف دیکھ کہ وہ زمین کو اس کے مردہ ہوجانے کے بعد کس طرح زندہ کرتا ہے] اس وقت اوصافِ ذمیمہ اخلاقِ سیئہ (بُرے اخلاق) کی بجائے اوصافِ حمیدہ و اخلاقِ حسنہ اس کو عطا ہوجاتے ہیں کہ اس سے نیکی کے سوا اور کوئی چیز ظاہر نہیں ہوتی اور وہ حق کی طرف بُلاتا ہے فَاُولٰٓئِکَ یُبَدِّلُ اللّٰہُ سَیِّاٰتِہِمْ حَسَنٰتٍ وَکَانَ اللّٰہُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا [یہ وہ لوگ ہیں جن کی برائیوں کو اللہ تعالیٰ نیکیوں سے بدل دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ بہت بخشنے اور رحم کرنے والا ہے]۔

میرے مخدوم! یہ جو کچھ بیان ہوا انبیاء علیہم الصلوات والبرکات کی ولایت کے کمالات سے ہے اور جو معاملہ کہ ان بزرگواروں کی نبوت سے تعلق رکھتا ہے وہ اس سے ماوراء ہے اور ان دونوں کمالات کے درمیان ایسی نسبت ہے جیسی کہ قطرہ کو دریائے محیط (سمندر) کے ساتھ ہے کیونکہ کمالاتِ ولایت اگرچہ وہ انبیاء علیہم الصلوات ہی کی ولایت ہو کمالاتِ نبوت کے مقابل کسی شمار میں نہیں ہیں، سب سے پہلے انبیاء کو دعوت دی گئی اور مقصود و خلاصۂ تخلیق بھی یہی بزرگ ہیں، جو نعمت بھی آئی ہے انہی حضرات علیہم التسلیمات کے لئے آئی ہے، اولیاء اللہ ان کے طفیلی اور اُن کا پس خوردہ کھانے والے ہیں، اولیاء کے حق میں کمال یہ ہے کہ اپنے ایمان کو انبیاء (علیہم السلام) کے ساتھ درست کریں تاکہ کل کو (قیامت کے روز) نجات پاجائیں اور ان کے جھنڈے کے سایہ میں جگہ حاصل کرلیں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلَقَدْ سَبَقَتْ کَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِیْنَ اِنَّہُمْ لَہُمُ الْمَنْصُوْرُوْنَ وَاِنَّ جُنْدَنَا لَہُمُ الْغٰلِبُوْنَ [اور البتہ تحقیق ہمارے ان بندوں کے لئے جو کہ پیغمبر ہیں ہمارا یہ قول پہلے ہی سے مقرر ہوچکا ہے کہ بیشک وہی مدد کئے گئے ہیں اور بیشک ہمارا ہی لشکر غالب رہتا ہے] پس ان کی افضلیت نبوت کے تعلق سے ہونی چاہئے اور نبوت کو ولایت سے افضل ہونا چاہئے اگرچہ ان بزرگوں ہی کی ولایت ہو، نبوت کے لئے ایک عروج ہے جو کہ حق تعالیٰ کی طرف رخ رکھتا ہے اور ایک نزول ہے کہ اس کا رُخ مخلوق کی جانب ہے، جیسا کہ ولایت کیلئے (بھی) ایک عروج اور ایک نزول ہے نہ یہ کہ ولایت رو بحق ہے اور نبوت رو بخلق، جیسا کہ اکثر گمان کیا جاتا ہے اے بھائی! کمالاتِ نبوت سے بہت زیادہ حصہ عالمِ خلق کے لئے ہے، عالمِ امر نے کمالاتِ ولایت سے اپنا پورا حصہ حاصل کرلیا ہے اور فنا و بقا کو پہنچ گیا ہے اب عالمِ خلق کی باری آئی ہے اور اس کی پستی اس کی بلندی کا سبب بن گئی ہے ؎

خاک شو خاک تا بروید گل ۔۔۔ کہ بجز خاک نیست مظہرِ گل

[بالکل مٹی ہوجا تاکہ پھول اُگیں کیونکہ مٹی کے بغیر پھول پیدا نہیں ہوتا]

۳۰/۵۰ ۲۵/۷۰ ۵۵ ۳۷/۱۷۱ تا ۱۷۳

جاننا چاہئے کہ عالمِ خلق کی کامل طہارت اور اس کا اعتدال اس کمال کے ساتھ وابستہ ہے اگرچہ ان لطائف میں سے بعض کو ولایتِ کبریٰ و ولایتِ علیا میں بھی طہارت حاصل ہو جاتی ہے لیکن مجموعی طور پر تمام لطائف کو اس عجیب مقام میں اعتدال حاصل ہوتا ہے اور ناری عنصر کہ جس کی طینت سے اَنَا خَیْرٌ مِّنْہُ [میں اس سے بہتر ہوں] کی صدا نکلتی ہے اور خاکی عنصر جو کہ دنائت و خست کے ساتھ متصف ہے (دونوں) ان رذائل سے پاک ہو جاتے اور اعتدال پر آجاتے ہیں۔ میرے مخدوم! قرآن مجید کی تلاوت اور نمازوں (نوافل) کا ادا کرنا اس مقام میں ترقی بخشنے والا اور فائدہ مند ہے جیسا کہ دوسرے اذکار یعنی کلمۂ طیبہ کا تکرار اور ذکر قلبی و مراقبہ سابقہ مقامات میں جو ولایتِ ثلاثہ (ولایاتِ اولیا و انبیا و ملائکہ) سے تعلق رکھتے ہیں نفع دینے اور نتیجہ بخشنے والے ہیں، جب اس اعلیٰ مقام سے ترقی واقع ہوتی ہے تو اُس مقام میں کمالات کا حاصل ہونا محض (اللہ تعالیٰ کے) فضل و احسان سے ہوتا ہے اس مقام میں نہ عمل کا کوئی اثر ہے نہ اعتقاد کا، عارف اس مقام میں اپنے آپ کو شریعتِ منورہ کے دائرہ سے باہر دیکھتا ہے لیکن چونکہ شریعت اصل و بنیاد ہے (اس لئے) اس سے بے نیازی متصور نہیں ہے کیونکہ اگر بنیاد میں خلل واقع ہو جائے تو اس کے درخت اور اس کی عمارات میں خلل اثر کرے گا اور جب معاملہ اس مقام سے بھی اوپر چلا جاتا ہے تو معاملہ فضل سے محبت کی طرف مائل ہو جاتا ہے اور کمالات کا حاصل ہونا محبت (کی راہ) سے ہوتا ہے، تفضل و احسان اور بات ہے اور عشق و محبت اور بات ہے، ع

قلم ایں جا رسید و سر بشکست　　[قلم اس جگہ پہنچا اور (اس کی) نوک ٹوٹ گئی]

کوشش کریں کہ ان معانی کے ساتھ کچھ ایمان (یقین) حاصل کریں اور ہمت اس بات پر صرف کریں کہ مخدوموں کے پس خوردہ سے (اپنی) استعداد کے مطابق حصہ پائیں، والسلام علیکم وعلیٰ سائر من اتبع الہدیٰ۔

۱۵۶

مکتوب ۹۸

حافظ محمد شریف لاہوری کے نام وعظ و نصیحت کے بیان میں تحریر فرمایا۔

اللہ تعالیٰ درجاتِ قرب میں بے اندازہ ترقیات نصیب فرمائے، گرامی نامہ نے پہنچ کر خوش وقت کیا اللہ سبحانہ کی حمد ہے کہ آپ عافیت سے ہیں اور ضعف سے آرام ہے امید ہے کہ کلّی طور پر آرام ہو جائیگا دل اکثر اوقات منتظر ہے۔ میرے مخدوم! مطیع و منقاد ہونا اور گردن جھکا دینا اور اپنے ارادہ سے پوری طرح رہائی حاصل کرلینا اور اس تعالیٰ شانہ کی مراد کے ساتھ قائم ہونا بندگی ہے، محبوب سے جو کچھ پہنچے

(وہ) محبوب و مرغوب ہے خواہ انعام ہو یا رنج والم ہو، مُحب (اپنے) محبوب پر فدا ہے (محبوب کے) تمام افعال وکردار محب کی نظر میں حسین وعمدہ ہیں اور اس کی وفا وجفا لذت بخشنے والی ہے جو تلخی کہ اس (محبوب) کی طرف سے پہنچتی ہے (مُحب) اس کو قند کی طرح چباتا ہے اور شیریں کام ہو جاتا ہے ؎

مے تلخ ست جورِ گلعذاراں — کہ ہر چندش خوری باشد گواراں

[حسینوں کا ظلم تلخ شراب (کی مانند) ہے کہ تو اس کو جسقدر پئے پسندیدہ ہے]

حدیث شریف میں ہے کہ "میں مومن کے لئے اللہ تعالیٰ کی قضا سے تعجب میں ہوں کہ اگر اس کو کوئی بھلائی پہنچتی ہے تو وہ اپنے رب کا حمد وشکر ادا کرتا ہے اور اگر اس کو کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو وہ اپنے رب کی حمد کرتا اور اس پر صبر کرتا ہے، مومن کو ہر چیز پر اجر (اچھا بدلہ) دیا جاتا ہے حتیٰ کہ اس لقمہ پر بھی (اجر دیا جاتا ہے) جس کو وہ اپنی عورت کے منہ کی طرف اٹھاتا ہے"، والسلام اولاً وآخراً۔

مکتوب ۹۹

سید نور محمد کے نام نصائح اور یادداشت کے معنی کی تحقیق میں تحریر فرمایا۔

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ: سیادت پناہ کا مکتوب مرغوب پہنچکر مسرت افزا ہوا، اللہ سبحانہ کی حمد ہے کہ اوقات ذکر سے معمور ہیں اور ذکرِ نفی واثبات پچپن (۵۵ بار) تک پہنچ جاتا ہے اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کا شکر بجالائیں اور زیادہ کے طالب رہیں اور ذکر ومراقبہ پر اسقدر مداومت کریں کہ ذکر دل کا ملکہ ہو جائے اور حضور اس کی صفتِ لازمہ ہو جائے اس حد تک کہ نفی کرنے سے نفی نہ ہو سکے اور یاد کردہ کے تکلف سے رہائی پاکر یادداشت کی صورت پیدا ہو جائے، اور یہ جو کہا ہے کہ یادداشت کی صورت پیدا ہو جائے یہ اس لئے ہے کہ یادداشت کی حقیقت مقاماتِ سلوک کی تکمیل سے تعلق رکھتی ہے اور کام کے نہایت تک پہنچنے سے مربوط ہے اور اس صورت کو جو کہ اندراج النہایت فی البدایت کا مقام بھی ہے یادداشت کہا گیا ہے جو کہ یاد کردہ کے بالمقابل ہے۔ ؎

۱۵۷

دارم ہمہ جا باہمہ کس در ہمہ حال — در دل ز تو آرزو و در دیدہ خیال

[میں ہر جگہ ہر شخص کے ساتھ ہر حال میں دل کے اندر تیری آرزو اور آنکھ میں تیرا خیال رکھتا ہوں]

سنت کی پیروی میں کوشش کرتے رہیں اور بدعت و اہلِ بدعت سے دور رہیں اور صالحین، درویشوں اور پابندِ شرع لوگوں کی صحبت کی طرف راغب رہیں اور جس جگہ خلافِ شرع (امر) دیکھیں اس سے گریز کریں اور الگ ہو جائیں۔

؎ با عاشقاں نشین و ہمہ عاشقی گزین   با ہر کہ نیست عاشق ہرگز مشو قریں

[عاشقوں کے ساتھ بیٹھ اور پوری طرح سے عاشقی اختیار کر، جو شخص کہ عاشق نہیں ہے تو ہرگز اس کے قریب نہ جا] اور عاشقِ صادق وہ شخص ہے جو پیغمبر خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت پر راسخ ہے آیہ کریمہ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ [آپ کہہ دیجیے کہ اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو، اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا] اس معنی کی تائید کرتی ہے۔ والسلام علیکم وعلیٰ سائر من اتبع الہدیٰ۔

۳/۳۱

مکتوب ۱۰۰

سیادت پناہ امیر خاں کے نام معرفت حاصل کرنے پر رغبت دلانے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ، سید البشر علیہ وعلیٰ آلہ من الصلوٰۃ افضلہا ومن التسلیمات اکملہا کے طفیل جو کہ آنکھ کی کجی سے پاک ہیں آپ کا مرتبہ بلند فرمائے اور آپ کے سینہ کو کھول دے اور آپ کے کام کو آسان کر دے، ع

از ہر چہ می رود سخنِ دوست خوشتر است   [دوست کی جو بات بھی بیان کی جائے پسندیدہ ہے]

میرے مخدوم ومکرم! ہم اور آپ سے اس دنیائے فانی میں جو کچھ مطالبہ کیا گیا ہے وہ بندگی کے وظائف کا ادا کرنا اور عبادات وطاعات کا حاصل کرنا اور سرِ تسلیم خم کر دینا ہے اور اہل اللہ کے نزدیک مسلم ہے کہ عابد کا وجود جس عبادت کے درمیان ہے وہ ناقص ہے اور قبولِ خاص کے لائق نہیں ہے، قبولیت کے لائق وہ عبادت ہے کہ عابد کا وجود جس کے درمیان میں نہ ہو، اور یہ معنی معرفت کے مترادف ہیں کیونکہ معرفت فناء فی المعروف سے عبارت ہے پس عبادت کی حقیقت معرفت کے پائے جانے کے بغیر صورت پذیر نہیں ہے اور کمالِ طاعت فنا کے حاصل ہوئے بغیر ثابت نہیں ہے پس عقلمندوں اور داناؤں کے لئے ناگزیر ہے کہ معرفت حاصل کرنے میں دل وجان سے کوشش کریں اور جس جگہ سے بھی اس نعمت کی بو ان کے دماغ میں پہنچے اس کی طرف رجوع کریں ؎

ص ۱۵۸

از تست حجابِ تو یقین است   شرطِ ہمہ رہ رواں ہمیں است

[یہ یقینی بات ہے کہ تیرا حجاب تجھ ہی سے ہے تمام راستہ چلنے والوں کی شرط یہی ہے]

افسوس ہے کہ جس چیز کا اس شخص سے اس قلیل فرصت میں مطالبہ کیا گیا ہے وہ بجا نہیں لاتا اور دوسرے امور میں مشغول ہوتا ہے اور اس چیز کی تعمیر کرتا ہے جس کی تخریب (بربادی) مطلوب ہے، کل

(قیامت) کے روز کس منہ سے اس کی بے نیاز بارگاہ میں حاضر ہوگا اور کس حیلہ کے ساتھ عذر کی زبان کھولے گا، دوبارہ دنیا میں آنا نہیں ہے، ؎

ترسم کہ یار با ما نا آشنا بماند تا دامنِ قیامت ایں غم بما بماند

[میں ڈرتا ہوں کہ (مبادا) محبوب ہمارے حال سے نا آشنا ہی رہے (اور) یہ غم قیامت کے دامن تک ہمارے ساتھ رہے]

نبی کریمؐ اور آپ کی بزرگ آل علیہ وعلی آلہ الصلوات والتسلیمات والتحیات والبرکات کے طفیل ظاہری و باطنی نعمت ترقی پذیر رہے۔

مکتوب ۱۰۱

سیادت و نقابت پناہ میرزا خاں کے نام ارسال کردہ رسالہ کے مطالعہ پر ترغیب دینے کے بارے میں جو کہ اذکار و ادعیہ کے فضائل پر مشتمل ہے اور طریقۂ انابت (سلوک) و طریقۂ اجتبار (جذبہ) کے درمیان فرق کے بیان میں تحریر فرمایا۔

حمد و صلوٰۃ و ارسالِ تحیات کے بعد سیادت و نقابت پناہ نجابت و معالی دستگاہ کی خدمت میں عرض کرنا ہے کہ اس نواح کے فقرا کے احوال و اطوار حمد کے لائق ہیں اللہ تعالیٰ سے آپ کی سلامتی اور شریعتِ عالیہ و سنتِ منورۂ مصطفویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے طریقہ پر آپ کی استقامت اور آپ کے ظاہری و باطنی درجات کی ترقی کے لئے دعا کی گئی ہے، نامۂ نامی و مکتوبِ گرامی کے ورود سے مشرف ہوا، آپ سلامت رہیں۔ میرے مکرم! جن دعاؤں اور اذکار کی فقیر نے رہنمائی کی تھی اس عنوان کے ساتھ نہیں تھے کہ اس طریقہ کی شرائط میں سے ہیں اور طریقہ کا سلوک ان کے ساتھ وابستہ ہے بلکہ اس لئے تھے کہ آپ خالی نہ رہیں اور صحبت حاصل ہونے تک اوقات آباد رہیں غفلت میں نہ گذریں۔ اس فقیر نے اذکار و ادعیۂ ماثورہ مؤقتہ و غیر مؤقتہ اور ان میں سے بعض کے فضائل کے بارے میں ایک رسالہ احادیث کی معتبر کتابوں سے لکھا ہے اس کی نقل بھجوائی ہے آپ مطالعہ فرمائیں گے اور اس میں سے جس قدر کر سکیں عمل میں لائیں گے، رسالہ کافی بڑا ہے فارسی زبان میں بہت سے فوائد پر مشتمل ہے اگر تمام رسالہ کو مطالعہ فرمائیں تو بہت بہتر ہوگا قرب کے سرا پردوں کے اسرار کا ایک خزانہ ہے بارگاہِ قدس کی منازل تک پہنچانے والا ایک سمندر ہے، کوئی غوطہ خور چاہیئے جو کہ اس کی گہرائی سے جواہرِ نفیسہ نکالے اور کوئی تیراک چاہیئے جو کہ اس میں تیر کر مطلوب کے شہر تک پہنچ جائے۔

ص ۱۵۹

اور آپ نے تحریر فرمایا تھا کہ "اگرچہ اس کام کا مدار صحبت پر ہے لیکن اس سلسلۂ عالیہ میں غائبانہ بھی افادہ و استفادہ کا سلسلہ جاری رہا ہے جیسا کہ حضرت عالی (مجدد الفِ ثانی قدس سرہ) اور حضرت خواجہ جیو[1] قدسنا اللہ سبحانہ باسرارہما کے درمیان ارادت درست کرنے کے بعد افادہ و استفادہ کا طریقہ مراسلت (خط و کتابت) کے ذریعہ رہا اور وہی تحریریں ان کے سلوک کا باعث ہوتی تھیں"۔

میرے مشفق! ہمارے حضرت عالی (قدس سرہ) کے لئے مقاماتِ ولایت کے سلوک اور منازلِ قرب کے وصول کے بارے میں جو کچھ درکار تھا وہ سب خواجہ جیو کی خدمت میں رہتے ہوئے حاصل ہو گیا تھا اور کمال و تکمیل کے مراتب کا حصول اُن کی صحبتِ پُر نور میں میسر ہو گیا تھا جیسا کہ یہ بات اُن حضرتِ عالی (قدس سرہ) کے طریقِ قدیم کے بیان والے مکتوب سے واضح و روشن ہے، القصہ حاصل مطلب یہ ہے کہ سلوک پورا ہونے کے بعد جب گھر جانے کی اجازت فرمائی تو آپس میں خط و کتابت کا سلسلہ قائم ہوا تھا اور سوال و جواب ہوتے تھے کہ اس ضمن میں افادہ و استفادہ بھی پیش آتا ہوگا (جو) بحث سے خارج ہے کیونکہ (یہ سلسلہ) کمال اور مراتبِ سلوک حاصل ہونے کے بعد ہے لیکن اصل کمال حاصل ہوتے اور سلوک کی منزلیں طے کرنے کے لئے صحبت لازمی ہے ان دونوں بزرگوں کے درمیان طرفین سے یہ افادہ و استفادہ مراتبِ کمال کے حصول کے بعد رہا ہے جیسا کہ ان حضرات کے مکتوبات سے واضح ہے، اس کے باوجود ہمارے حضرتِ عالی محبوبیت کی نسبت رکھتے تھے اگر وہ صحبت کے بغیر غائبانہ طور پر کبھی فیوض و برکات اخذ کریں تو گنجائش ہے، محبوبوں کا معاملہ جدا ہے ان کو اجتباء (جذبہ) کی راہ سے لیجاتے ہیں اور کشاں کشاں منزل پر پہنچا دیتے ہیں، ع

گر نہ آید بخوشی موئے کشانش آرند [اگر وہ خوشی سے نہیں آتا تو اس کو بال کھینچ کر لاتے ہیں]

اگر ظاہر میں پیر کا واسطہ نہ بھی ہو (تب بھی) ان کو لیجاتے ہیں اور راستہ میں نہیں چھوڑتے، مریدین انابت (توبہ و سلوک) کے راستہ سے جاتے ہیں اور وہ ظاہر میں پیر کی صحبت کے محتاج ہیں، خود جانے اور لیجاتے میں بہت فرق ہے اور حضرتِ عالی (قدس سرہ) کی نسبتِ محبوبیت حضرت خواجہ جیو (باقی باللہ قدس سرہٗ) کے حضور میں تسلیم پا چکی تھی، حضرت خواجہؒ حضرتِ عالیؒ کے بارے میں یہ اشعار پڑھتے تھے

نمبر ۱۶۰

عشقِ معشوقاں نہاں ست و ستیر عشقِ عاشق با دو صد طبل و نفیر
لیک عشقِ عاشقاں تن زِہ کند عشقِ معشوقاں خوش و فربہ کند

[معشوقوں کا عشق کرنا مخفیہ و پوشیدہ ہے (اور) عاشق کا عشق کرنا دو سو ڈھول اور نفیریوں کے ساتھ ہے

[1] حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ۔

لیکن عاشقوں کا عشق بدن کو کمان (کی طرح کمزور و ٹیڑھا) کر دیتا ہے (اور) معشوقوں کا عشق خوش اور موٹا کرتا ہے]۔
اور یہ جو کچھ اس فقیر نے صحبت کی ترغیب پر لکھا ہے (یہ) انابت (سلوک) کے راستہ میں ہے کہ مرید کا راستہ یہی ہے اسی لئے لکھا ہے کہ ترقی غالب طور پر اس کے ساتھ وابستہ ہے۔ اے میرے ملجا مشفق وسعادت آثار! برادرم ملا عبد الخالق کو مستقبل قریب میں وطن روانہ کر دیا جائے گا انشاء اللہ تعالیٰ، آپ طرفین کے استخارہ کی موافقت کے بعد مشار الیہ کے ساتھ مجلس رکھیں اور وہ جس چیز کی طرف رہنمائی کریں آپ اس پر عمل کریں، زبانی اوراد و اذکار ان کے مشورہ سے کریں، ہمارے طریقہ [illegible] اوقات کو ذکر اور باطنی شغل میں جو کہ طریقہ کے استاد (پیر) سے اخذ کیا ہے مشغول رکھتے ہیں اور فرض و سنت کے علاوہ اجازت نہیں دیتے کہ اس شغل کے ماسوا کسی دوسری چیز میں مشغول ہو، اُس مہربان (آپ) کی عنایاتِ کریمانہ سے یہ امید کی جاتی ہے کہ اس ناکارہ کو سلامتیٔ خاتمہ کی دعا سے یاد کرتے رہیں گے۔
والسلام علیکم وعلیٰ سائر من اتبع الھدیٰ والتزم متابعۃ المصطفٰے علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات والبرکات العلیٰ،

مخدوم زادۂ عالی منقبت شیخ ابو القاسم کے نام بعض اُن احوال واذواق کے جواب میں جو کہ حقیقت کعبۂ ربانی سے تعلق رکھتے تھے اور اُن دو شبہات کے حل میں تحریر فرمایا جو کہ حضرت مجدد الفِ ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں کئے تھے۔

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفٰے، فرزندی ابو القاسم نے لکھا تھا کہ "میں ان دنوں میں اپنے آپ کو محض نور پاتا ہوں اور وہ نور اس قسم کی چمک و روشنی رکھتا ہے کہ باطن کی آنکھ اس کے مشاہدہ سے خیرہ ہو جاتی ہے دیکھ نہیں سکتی جیسا کہ ظاہری آنکھ آفتاب کے دیکھنے سے خیرہ (ہو جاتی) ہے اور اسی نور کو مخلوقات کا مسجود سمجھتا ہے"۔ اُس فرزند (آپ) کو معلوم ہو کہ یہ دید بقا کے آثار میں سے ہے جو کہ کامل فنا پر مرتب ہوتی ہے، آیتِ کریمہ اَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَاَحْيَيْنٰهُ وَجَعَلْنَا لَهٗ نُوْرًا يَّمْشِيْ بِهٖ فِي النَّاسِ [کیا ایسا نہیں ہے کہ جو شخص مردہ تھا تو ہم نے اس کو زندگی دی اور اس کے لئے ہم نے نور بنایا جس کے ساتھ وہ لوگوں میں چلتا ہے] میں اس کی طرف ایک اشارہ ہے اور یہ بات کہ آپ اس نور کو مسجود الیہ جانتے ہیں اسم کے مسمّٰی کے ساتھ مشتبہ ہو جانے کی قسم سے ہے کیونکہ بقا اسم کے ساتھ ہوتی ہے اور (یہ) اصالت و ظلیت نے

پ ۸ ع ۱۴

تعلق سے اصول کے ساتھ متحقق ہونا ہے اور مسجود الیہ مسمّٰی ہے اور ایک مرتبہ ہے کہ وہاں سے اصل (بھی) ظل کی طرح راستہ میں ہے لیکن چونکہ اسم مسمّٰی کا آئینہ ہے اور شہود کے وقت میں آئینہ پوشیدہ ہے اور ظاہر وہی (مسمّٰی) ہے جو کہ آئینہ میں ہے (اس لئے سالک) اسم کے ساتھ متحقق ہونے کو ذات و مسمّٰی کے ساتھ متحقق ہونا سمجھتا ہے اور اسی اشتباہ اور آئینہ کے پوشیدہ ہو جانے کی وجہ سے صوفیہ کی ایک بہت بڑی جماعت نے صفت کو عینِ ذات کہا ہے اور زیادتی کو علم کی طرف لوٹایا ہے اور حق یہ ہے کہ صفات خارج میں وجودِ زائد کے ساتھ موجود ہیں جیسا کہ اہلِ حق شکر اللہ تعالیٰ سعیہم [اللہ تعالیٰ ان کی کوششوں کو مشکور فرمائے] کا مذہب ہے۔ اور اس کے بعد آپ نے علیحدہ کاغذ پر جو یہ لکھا ہے کہ "میں حیرت میں تھا کہ اس دید کا منشا (باعث) کیا ہے، آواز دی گئی کہ اس دید کا سبب یہ ہے کہ چونکہ تجھ کو حقیقتِ کعبہ کے ساتھ جو کہ نورِ صرف اور مخلوقات کا مسجود الیہ ہے فنا و بقا حاصل ہو گئی ہے یہی وجہ ہے کہ تو اپنے آپ کو اس کا عین پاتا ہے اور اس کی صفت کے ساتھ متصف سمجھتا ہے۔" واضح ہوا۔ جاننا چاہیئے کہ یہ معاملہ اور یہ دید شہود سے تعلق رکھتی ہے لیکن اس شہود پر بہت سے آثار مرتب ہوتے ہیں اور اس حقیقت کے ساتھ متحقق ہونا بہت اعلیٰ بات ہے، اس تعالیٰ شانہٗ کے کرم سے بعید نہیں ہے کہ کسی نامراد کو اس مراد تک پہنچا دے اور اس دید کے ساتھ مشرف فرما دے، ؎

می توانی کہ دہی اشکِ مرا حسنِ قبول   اے کہ دُر ساختۂ قطرۂ بارانی را

[اے وہ ذات کہ تو نے بارش کے قطرہ کو موتی بنایا تو میرے آنسوؤں کو شرفِ قبولیت بخش سکتا ہے]

آپ نے لکھا تھا کہ "حضرت مجدّد الف ثانی (قدس سرہٗ) نے مکتوباتِ جلد ثالث کے ایک مکتوب میں تحقیق فرمائی ہے کہ جب عارف کا معاملہ ذاتِ بحت سے پڑتا ہے (تو) رویت کا تخیل سر کی آنکھ یا قلب کی آنکھ سے نہیں ہوتا ہے انتہیٰ، پس اس صورت میں چاہیئے کہ ذات تک وصول کا علم بھی نہ ہو کیونکہ علم کا طریقہ ان دو امر سے باہر نہیں ہوگا۔" جواب: علم کے طریقہ کا آنکھ کی رویت یا دل کی رویت میں منحصر ہونا غیر مسلم ہے (بلکہ) جائز ہے کہ حق سبحانہٗ و تعالیٰ کسی شخص کو اس بے کیف وصول سے مشرف کر دے اور اس وصول کا ضروری علم اس میں پیدا کر دے اور کوئی رویت درمیان میں نہ آئے، بہت سے علوم بدیہی طور پر ہمارے اندر پیدا ہوتے ہیں مثلاً بھوک، پیاس، حرارت، برودت (ٹھنڈک) اور صحت و بیماری کا علم اور اُن کی رویت قطعاً نہیں پائی جاتی۔ جو نابینا شخص کہ مکہ کے سفر پر جائے اور مکہ میں پہنچ جائے اس کو مکہ کا وصول حاصل ہے اور رویت حاصل نہیں ہے، بیشک رویت علم کے طریقوں میں سے ایک طریقہ ہے لیکن (اسی پر)

ل فارسی نسخہ میں یہ ہرابت درج ہے شاید یہ لفظ بداہت ہو۔ (مترجم)

انحصار نہیں ہے علم کے اسبابِ رویت کے علاوہ (بھی) ہیں جیسا کہ علمِ کلام کی کتابوں میں واضح کیا گیا ہے۔

آپ نے لکھا تھا کہ "حضرت عالی قدسنا اللہ سبحانہ بسرہٖ نے تحریر فرمایا ہے کہ "حقیقتِ صلوٰۃ سے اوپر مرتبۂ ذاتِ بحت ہے قدم کی وہاں گنجائش نہیں ہے لیکن اللہ سبحانہٗ کی حمد و ثنا ہے کہ نظر کو اس جگہ سے منع نہیں کیا گیا ہے اور استعداد کے مطابق گنجائش دی گئی ہے" اس تحریر اور سابقہ تحقیق کے درمیان مطابقت کی کیا صورت ہے۔" جان لیں کہ اس مقام میں نظر کا اطلاق تمثیل و تشبیہ و تنظیر کے طور پر ہے حقیقت کے طور پر نہیں ہے جیسا کہ اسی جلد کے ایک مکتوب ۱۱۵ میں انھوں (حضرت عالی قدس سرہ) نے لکھا ہے کہ "یہ جو اوپر مذکور ہوا کہ نظری وصول اصالت کے طور پر حضرت خلیل (علیہ السلام) کا حصہ ہے اور قدمی وصول اصالت کے طور پر حضرت حبیب علیہما الصلوٰۃ والسلام کا حصہ ہے اس معنی میں نہیں ہے کہ وہاں شہود و مشاہدہ ہے اور یا قدم کی گنجایش ہے وہاں بال کی بھی گنجائش نہیں ہے قدم تو کیا ہوگا بلکہ ایسا وصول ہے جس کی کیفیت معلوم نہیں ہے اگر صورتِ مثالیہ میں نظر کے اندر منقش ہو گیا تو (اس کو) وصولِ نظری کہتے ہیں اور اگر قدم کے ساتھ (ظاہر ہوا) تو وصولِ قدمی ہے ورنہ نظر و قدم اس بارگاہ سے دونوں بیخود و حیران ہیں، والسلام علی من اتبع الہدیٰ۔"

مکتوب ۱۰۳

سیادت پناہ میر مفاخر حسین کے نام اس بیان میں تحریر فرمایا کہ انفس آفاق کی طرح مطلوب کو پانے سے محروم ہے انفس سے بھی گذر جانا چاہئے تاکہ وصل کے گلستانوں سے کوئی پھول چُن سکے۔

حمد و صلوٰۃ و ارسالِ تسلیمات کے بعد عرض ہے کہ جو مکتوب سیادت پناہ میر مفاخر حسین نے اس مسکین کے نام ارسال کیا تھا پہنچ کر مسرت بخش ہوا، جدائی کی روداد اور اشتیاق کی بات جس کی آپ نے اطلاع دی تھی واضح ہوئی، اللہ تعالیٰ اس شوق کے شعلہ کو مشتعل کرے تاکہ آفاق و انفس کی قید سے کلی طور پر رہا کردے اور منتہائے مقصد تک پہنچا دے، مطلوب چونکہ آفاق و انفس سے ماوراء ہے اس لئے اس کے طالب کو بھی چاہئے کہ آفاق و انفس سے گذر جائے اور اپنے حصولی و حضوری علم سے باہر ہو جائے اس معنی میں نہیں کہ اپنے آپ کو حق تعالیٰ پائے کیونکہ یہ معاملہ (کیفیت) انفس کے ساتھ وابستہ ہے اور علمِ حضوری ابھی اپنی جگہ ہے لیکن اُس نے اس کو حقانیت کے عنوان کے ساتھ جانا ہے انفس کو راستہ میں چھوڑ دینا اور علمِ حضوری (اپنی ذات کا علم) سے باہر ہو جانا عقل و خیال و فکر کی سوچ میں درست نہیں آتا اور مُدرِک (ادراک کرنے والے) پر مُدرَک (جس کا ادراک کیا جائے یعنی ادراک کرنے والے کی اپنی ذات)

کا عدمِ حضور محال معلوم ہوتا ہے اسی لئے صوفیائے کرام نے مطلوب کے حصول کو انفس میں منحصر جانا ہے اور اس کی سیر کو قرب در قُرب فرمایا ہے اور انفس سے ماوراء بات نہیں کی ہے، انھوں نے کہا ہے ؎

چوں جلوۂ آں جمال بیروں ز تو نیست　　پا در داماں و سر بجیب اندر کش

[چونکہ اُس جمال کا جلوہ تجھ سے باہر نہیں ہے (اس لئے) تو پاؤں دامن میں اور سر گریبان کے اندر کھینچ لے]

۱۶۳ اور شہودِ آفاقی کا اعتبار نہیں کیا اور اس کی سیر کو بُعد در بُعد کہا ہے اور انفس سے باہر کو آفاق میں شمار کیا ہے بیشک انفس سے باہر بُعد کی جانب میں آفاق کے دائرے میں ہے لیکن دوسرا (یعنی اقربیت کا) معاملہ انفس سے باہر قرب کی جانب میں ہے اور آیتِ کریمہ نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْہِ [ہم اس کے زیادہ قریب ہیں] میں اس کی طرف اشارہ ہے کہ انفس اس معاملہ (اقربیت) کی بہ نسبت بُعد میں آفاق کا حکم رکھتا ہے، یافت (پانے) کی حقیقت اس مقام میں ہے انفس میں یافت کی صورت اور اس کا نمونہ ہے لیکن اس کا تصور کرنے میں عقل حیران ہے، اور وہم و خیال اس کے تصور میں پریشان ہے اپنے سے زیادہ نزدیک کو نہیں پا سکتے اور قریب ہے کہ اس کے محال ہونے کا حکم لگائیں، آفاق و انفس وہم کی جولا نگاہ ہیں مشکل ہے کہ اس مقام کا مشہود وہم کی تراش و خراش سے نجات پائے اور اس معاملہ میں وہم کے پر و بال شکستہ ہیں اور خیال راستہ میں رہ جاتا ہے، بیشک جبتک عقل کی سواری سے نیچے نہ اُترے اور وہم و خیال کا ساتھ نہ چھوڑے اور محال ہونے کے دامن کو مضبوط نہ پکڑے مطلوب کی خوشبو نہیں پائے گا اور وصل کے گلستانوں سے کوئی پھول نہیں چنے گا۔

آپ نے توجہ کی درخواست کی تھی، چونکہ باطنی رابطہ اور محبت کا رشتہ مضبوط ہے مشیتِ ایزدی سے حصولِ فیض کا راستہ کھلا ہوا ہے خاص طور پر جبکہ توجہ اس کے علاوہ ہو تو نورٌ علیٰ نور ہو گی، والسلام اولاً و آخراً، دوستوں سے دعا کی امید ہے۔

سیادت پناہ میرزا خان کے نام اذکار و اوراد و اخذِ طریقہ پر رغبت دلانے اور صحبت کی شرائط کے بیان میں تحریر فرمایا۔

الحمد للہ وسلامٌ علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ، میرے ملجا و مشفق! برادرم مولانا عبدالخالق کے پہنچنے اور باہم صحبت میسر آنے تک آپ کلمۂ طیبہ لا الہ الا اللہ کے ذکر میں بہت زیادہ مشغول رہیں اور کوشش کریں کہ حضور کے ساتھ کہا جائے کم از کم اسقدر حضور ہو جائے کہ کہنے والا یہ جانے کہ میری

زبان سے کیا نکل رہا ہے ایک ہزار سے پانچ ہزار تک جسقدر ہوسکے کہیں۔ اور جو رسالہ بھیجا گیا ہے اگر ہوسکے تو اس کو اول سے آخر تک مطالعہ فرمائیں اور اس کے مواعظ و نصائح کو اچھی طرح غور کریں اور جسقدر بھی ہوسکے اور ہمت ساتھ دے عمل میں لائیں مالایدرک کلہ لایترک کلہ [جو چیز پوری حاصل نہ ہوسکے اس کا بالکل ترک نہیں کردینا چاہیے] اوقاتِ معیّنہ کے اذکار پر سُرخ نقطے لگا دیئے گئے ہیں اگر ہوسکے تو ان کو عمل میں لائیں اور اگر اس سے بھی زیادہ اختیار کریں تو آپ مختار ہیں، اوقاتِ معینہ کے ان اذکار کے فضائل اختصار کے پیشِ نظر اس رسالہ میں ذکر نہیں کئے گئے ہیں، دوسرا رسالہ کہ جس میں اذکار اوقاتِ معینہ وغیر معینہ کے فضائل مذکور ہیں اگر مل گیا تو اس کی نقل بھی بھیجدیں گے، اوقاتِ غیر معینہ کے اذکار کے فضائل اس رسالہ میں مذکور ہیں، مطالعہ کے بعد اُن میں سے جسقدر ہوسکے عمل میں لائیں آپ کو اختیار ہے، جب برادرم مشارالیہ (مولانا عبدالخالق) پہنچ جائیں تو اُن کے ساتھ مجلس رکھیں اور وہ جو شغل باطن بتائیں فقیر کی زبان ہی سے تصور فرمائیں اور ان کی پُرتاثیر صحبت و توجہ کو مؤثر و غنیمت جانیں اور صحبت کی شرائط کو اچھی طرح ملحوظ رکھیں اور طریقہ حاصل کرنے کے بعد کچھ عرصہ زبانی وظائف بند کردیں اس کے بعد برادرم (مذکور) کے مشورہ سے تھوڑا تھوڑا پھر عمل میں لائیں، چند روزہ زندگی بہت قیمتی ہے چاہیئے کہ اہم کاموں میں صرف ہو اور طالب ہونے کے لوازم کو بجالائیں تاکہ مطلب کی طرف کوئی راستہ کھل جائے ؎

مصلحت دید من آنست کہ یارانِ ہمہ کار بگذارند و سر طرۂ یارے گیرند

[میں مصلحت اس بات میں دیکھتا ہوں کہ یار دوست سب کام چھوڑ دیں اور ایک دوست کی زلف کے خیال میں لگ جائیں]

والسلام

مکتوب ۱۰۵

صوفی محمد زاہد حیدر آبادی قدیم کے نام اُس شبہ کے حل میں تحریر فرمایا جو کہ انھوں نے واجب تعالیٰ کی صفات کی عینیت و غیریت پر کیا تھا اور یہ کہ حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ نے کس کو اختیار کیا ہے

حمد و صلوٰۃ اور تبلیغ دعوات کے بعد (یہ فقیر) عرض کرتا ہے کہ آپ نے جو مکتوب مرغوب ان دنوں میں بھیجا تھا اس نے پہنچکر مسرور کیا، آپ نے باطنی حلاوت و جمعیت و درستئ احوال اور روشن واقعات کے بارے میں لکھا تھا واضح ہوا، حق جل و علا کا شکر بجالائیں، لَئِنْ شَکَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّکُمْ [اگر تم شکر ادا کروگے تو میں تم کو اور زیادہ دوں گا] ہمت کو بلند رکھیں اور جو کچھ حاصل ہوجائے (اس پر) قناعت نہ کریں۔

آپ نے لکھا تھا کہ "جو کچھ ذات کے ماسوا ہے وہ نفی کے تحت میں منتفی ہوجاتا ہے اور ذات میں

تصور ممنوع ہے پس اس تعالیٰ شانہٗ کی صفات یعنی علم و قدرت وغیرہما کو عینِ ذاتِ واجب جانے یا ذات سے خارج جانے، اگر عینِ ذات ہوں تو مرکب ہونا لازم آتا ہے اور اگر خارجِ ذات ہوں تو ذات کا محتاج ہونا لازم آتا ہے اور وہ عزّ برہانہٗ ان دونوں سے مبرا ہے" میرے مخدوم! صوفیائے کرام یعنی شیخ محی الدین ابنِ عربیؒ اور ان کے متبعین صفات کو عینِ ذات کہتے ہیں اس معنی میں نہیں کہ دو چیزیں ہیں جو کہ آپس میں مرکب ہیں کہ اس میں مرکب ہونا لازم آئے بلکہ اس معنی میں ہیں کہ خارج میں موجود ذات تعالیٰ ہے اور صفات کا وجود ذات سبحانہ کے وجود پر زائد نہیں ہے اور جو کچھ صفات پر مترتب ہے وہ ذات پر مترتب ہے اور ذات عزّ شانہ جاننے دیکھنے اور سننے وغیرہ میں کافی ہے یعنی وہ اپنی ذات کے ساتھ جاننے والا اور اپنی ذات کے ساتھ دیکھنے والا سننے والا، ارادہ کرنے والا، قدرت رکھنے والا، زندہ کرنے والا اور کلام کرنے والا ہے، نہ کہ صفات کے ساتھ اور اس تحقیق پر مرکب ہونا ہرگز لازم نہیں آتا۔ اور اہلِ سنت وجماعت کا مذہب یہ ہے کہ صفات عین ذات نہیں ہیں بلکہ ذات تعالیٰ کے وجود پر وجودِ زائد کے ساتھ موجود ہیں اور اس مذہب پر احتیاج کا شبہ وارد ہوتا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ کسی دوسرے کا محتاج ہونا (اللہ تعالیٰ کے حق میں) ناقابلِ تسلیم ہے، اور صفات غیرِ ذات نہیں ہیں جیسا کہ عینِ ذات تعالیٰ (بھی) نہیں ہیں کیونکہ ان کا ذات سے جدا ہونا محال ہے، اور حضرت عالی (قدس سرہٗ) نے اسی کو اختیار کیا ہے کہ حق جلّ وعلا کی صفات اس سبحانہٗ کی ذات پر زائد ہیں اس کے باوجود صفات کے لئے ایک مرتبہ ہے کہ اس مرتبہ میں جو کچھ صفات پر مترتب ہے ذات پر بھی مترتب ہے، اس مرتبہ میں صفاتِ ذاتِ تعالیٰ میں محض اعتبارات ہیں اور وہ (حضرت مجدد رحمہ اللہ) ان اعتباراتِ ذاتیہ کو شیونِ ذاتیہ فرماتے ہیں اور یہ شیون صفات کے اصول ہیں اس بات کو مان لینے کی صورت میں صفات کا اثبات بھی ہو جاتا ہے اور احتیاج کا شبہ بھی بالکل مٹ جاتا ہے، اور صوفیہ کے مذہب پر صفات کی نفی لازم آتی ہے اور علماء کے مذہب پر احتیاج کا شبہ پوری طرح زائل نہیں ہوتا کیونکہ صفات سے غیریت کی نفی اصطلاحی معنی میں ہو جاتی ہے جو کہ جدا ہونے کا جواز ہو گی نہ مطلق غیریت، اگر کہیں کہ جب صفات پر جو کچھ مترتب ہے ذات پر بھی مترتب ہے اور صفات کے آثار مترتب ہونے میں ذات کافی ہے تو پھر ہم صفاتِ زائدہ کا اثبات کیوں کریں اور بلا ضرورت ذواتِ قدیم کے تعدد کے قائل کیوں ہوں۔ ہم کہتے ہیں کہ اس معاملہ میں عمدہ چیز کشف والہام ہے جو کہ وحی خفی ہے اور اہل اللہ اس کے ساتھ ممتاز ہیں، (یہ کشف والہام) وحی واجتہاد سے ماورا ہے اور حدیث اتقوا فراسۃ المؤمن فانہ ینظر بنور اللہ [تم مومن کی فراست سے ڈرو پس بیشک وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے] میں اس کی طرف اشارہ ہے، اس کے باوجود ہم کہتے ہیں کہ صفات کے اثبات سے چارہ نہیں ہے تاکہ اہل سنت وجماعت کی مخالفت نہ ہو، انھوں (اہل سنت وجماعت) نے

کہا ہے کہ حق تعالیٰ نے اپنے آپ کو قادر و علیم فرمایا ہے اور مشتق کو شئے مقتضیٰ پر محمول کرنا اُس شئے کے اشتقاق کے ماخذ کا ثبوت ہے پس علم و قدرت کے ثبوت سے چارہ نہیں ہوگا اگرچہ یہ دلیل اعتراض سے خالی نہیں ہے لیکن ان کا مذہب اس دلیل پر مبنی نہیں ہے (بلکہ) مشکوٰۃ نبوت علیٰ اربابہا الصلوات والتسلیمات و البرکات کے انوار سے لیا گیا ہے اور کمالاتِ ذاتیہ کا اثبات بھی جو کہ شیونِ ذاتیہ ہیں ناگزیر ہے تاکہ مرتبہ ذاتِ اقدس کا ان کمالات سے خالی ہونا لازم نہ آئے اور احتیاج کی بُو سے پاک ہو۔ ہمارے حضرت عالی (قدس سرہٗ) نے لکھا ہے کہ علم جو کہ زائد صفت ہے اس کا متعلق ماسوائے ذات تعالیٰ ہے پس وہ ذات سبحانہٗ کے مرتبہ تک نہیں پہنچ سکتا اس لئے کہ جس چیز نے زیادتی کا نام پیدا کیا ہے وہ اس مقدس مرتبہ کے لائق نہیں ہے اور اُس بارگاہ عالی سے متعلق نہیں ہو سکتی اور جو علم کہ ذاتِ مقدس و مبارک کا کمال ہے وہ اس علم سے بہت برتر ہے جو کہ ماسوا سے متعلق ہے اور کوئی مناسبت عالم کے ساتھ نہیں رکھتا افسوس در افسوس جبکہ ذاتِ واجب کا علم جو کہ قدم کے ساتھ موصوف ہے مرتبۂ ذات کے لائق نہیں ہوتا اور اُس بارگاہِ قدس سے متعلق نہیں ہو سکتا (تو) ممکن کا علم جو کہ حدوث کے داغ سے داغدار ہے کس طرح اس مرتبہ مقدسہ سے متعلق ہوگا اور کونسی مناسبت رکھتا ہوگا اور جہل و یاس کے سوا کیا نصیب ہوگا، کسی نے خوب کہا ہے ؎

چشم بر رہ داشت گردے از بیاباں بر نخاست ۔۔۔ کو غبارِ ناقۂ لیلیٰ کہ مجنوں سالہا

[لیلیٰ کی اونٹنی کا غبار کہاں ہے کیونکہ مجنوں کئی سال تک چشم براہ رہا (لیکن) صحرا سے کوئی گرد نہیں اُٹھی]

مگر یہ کہ بندہ پروری کے طریق پر فنائے کامل کے بعد علم کے ساتھ متحقق ہونے کے باعث انکشافِ ذاتی کے ساتھ بقا حاصل ہو جائے اور (سالک کو) ظلال اور اصل کے مراتب طے کرا دیئے جائیں اور وہ اس وقت اُس انکشاف کی طرح اُس مرتبۂ عالیہ کے ساتھ بے کیف تعلق پیدا کر لے اور اُس جگہ پہنچ جائے کہ علم وہاں سے پیچھے رہ جائے۔

مکتوب ۱۰۶

مولانا برخوردار کابلی کے نام واقعہ کی تعریف اور غائبانہ طریقہ طلب کرنے کی درخواست اور ضروری نصیحتوں کے بارے میں اور اس بات کے حل میں کہ بیش قیمت لباس پہننا سالک کے شغل کا مانع ہے یا نہیں اور باوجودیکہ خمیصہ (ایک عمدہ قسم کا لباس) کو انبجانیہ (ایک قسم کا معمولی لباس) سے بدلنے کی حدیث اور چپل کا تسمہ بدلنے کی حدیث سے اس (عمدہ لباس) کا منع ہونا مفہوم

ہوتا ہے اور اس بیان میں کہ ظالموں اور بدعتیوں کے گھر سے کھانا کھانا جائز ہے یا نہیں اور
اس بیان میں کہ اس طریقہ میں پیری و مریدی کرنا بدعت ہے یا نہیں۔

الحمد للہ العلی الاعلیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفٰے خصوصاً علی سید الوریٰ صاحب قاب قوسین او ادنیٰ وعلی الہ وصحبہ البررۃ التقی نجوم الھدیٰ، امابعد، آپ نے جو مکتوب مرغوب اس مسکین کے نام ارسال کیا تھا اس کے موصول ہونے سے مشرف و شادماں ہوا، آپ نے مطلب اعلیٰ کی طلب اور مقصدِ اقصیٰ کے شوق کا جو اظہار کیا تھا وہ نیک و مبارک ہے اللہ تعالیٰ طلب کی آگ کو بھڑکائے اور شوق کے شعلہ کو بلند کرے تاکہ ماسوا سے پوری طرح رہائی دلادے اور قرب و معرفت کے سراپردے تک پہنچائے انہ قریب مجیب [بیشک وہ قریب ہے (اور) قبول کرنے والا ہے] آپ نے جو واقعہ دیکھا اور لکھا تھا واضح ہوا، روشن ہے اور باطنی مناسبت کا پتہ اور فیض کے پہنچنے کی خبر دینے والا ہے آپ نے ذکر کی استدعا کی تھی تاکہ ملاقات حاصل ہونے تک اس میں مشغول رہیں۔ میرے مخدوم ہمارے طریقہ کا مدار صحبت پر ہے بہرحال ملاقات حاصل ہونے تک کلمہ طیبہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کے تکرار میں مشغول رہیں اور اس ذکر کو جسقدر بھی کیہ سکیں دل کی موافقت کے ساتھ کہیں اگر خلوت میں کہا جائے تو بہتر ہے، یہ کلمۂ مبارک باطن کو پاک کرنے میں بہت بڑی تاثیر رکھتا ہے اس کا ایک جزو حق جل وعلا کے ماسوی کی نفی کرتا ہے اور دوسرا جزو معبودِ حقیقی کا اثبات کرتا ہے جو کہ سیر و سلوک کا حاصل ہے، حدیث شریف میں آیا ہے افضل الذکر لا الہ الا اللہ [سب سے افضل ذکر لا الہ الا اللہ ہے]، گوشہ نشینی کی طرف رغبت رکھیں اور عبادت پر حریص رہیں اور نبی کریم علیہ وعلی آلہ الصلوۃ والسلام کی سنت کو مضبوطی سے پکڑیں اور بدعت سے بچتے رہیں اور خلافِ شرع امور سے دُور رہیں، کسی بزرگ نے کہا ہے کہ اعمالِ خیر تو اچھا اور بُرا (ہر شخص) کرتا ہے اور گناہوں سے صرف صدیق (بہت سچا آدمی) بچتا ہے اور اس مسکین کو خاتمہ کی سلامتی کی دعا کے ساتھ یاد رکھیں۔

آپ نے لکھا تھا کہ "لباس میں تکلف کرنا اگرچہ حلال طریقہ سے ہو سالک کے شغل کا مانع ہوتا ہے یا نہیں اور خمیصہ (ایک قسم کا قیمتی کپڑا) کو انبجانیہ (ایک قسم کا معمولی کپڑا) کے ساتھ بدلنے کی حدیث اور چپل کا تسمہ بدلنے کی حدیث اس کے مانع ہونے پر صراحتاً دلالت کرتی ہے کیونکہ جب (ماسوی اللہ سے) آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کُلی عدمِ تعلق کے باوجود آپ کی توجہ کا مانع ہو تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے غیر کے حق میں کیسے (جائز) ہوگا۔" آپ جان لیں کہ جو سالک اکمل فنا کے ساتھ مشرف ہو چکا ہے اور ماسوا کو کلی طور پر بھلا چکا ہے، ظاہر میں مشغول ہونا اور قیمتی لباس پہننا اس کے حق میں باطن کے شغل کا

مانع نہیں ہے کیونکہ باطن اس وقت میں ظاہر سے منقطع ہو چکا ہے اور اس (ظاہر) کا غافل و مشغول ہونا اس (باطن) میں اثر نہیں کرتا اور نیند و بیداری باطن کے حضور و آگاہی میں یکساں ہو جاتی ہے اس وقت دل کو ماسوا سے اس قسم کا نسیان ہو جاتا ہے کہ اگر کئی سال تک ماسوا کو یاد کرے تو اس استغراق و فنائیت کے واسطے سے جو کہ اس نے مطلوب میں پیدا کرلی ہے اس کو یاد نہ آئے اور دل میں اس (ماسوا) کا خیال نہ گذرے ہاں جس سالک نے کہ اس کے حضور و دوام کا ملکہ حاصل نہیں کیا ہے اگر اس کے حق میں شغل (حضورِ قلب) کا مانع ہو تو گنجائش رکھتا ہے کیونکہ اس کا ظاہر باطن کے ساتھ ملا ہوا ہے اور ایک کی غفلت دوسرے میں سرایت کرتی ہے، قیمتی لباس کو مطلق طور پر شغل کا مانع کس طرح کہا جا سکتا ہے اور حالانکہ اکابرِ دین اور سلفِ صالحین مثل ائمۂ اہلِ بیت و امام ابو حنیفہ و شیخ عبد القادر جیلانی وغیرہم (رضی اللہ عنہم) نے قیمتی لباس پہنا ہے اور سرورِ کائنات فخرِ موجودات علیہ و علیٰ آلہ الصلوات و التسلیمات سے بھی منقول ہے، خزانۃ الروایۃ و مطالب المومنین میں ذخیرہ سے منقول ہے کہ کسی بزرگ سے دنیا کی زینت و تجمل کے بارے میں پوچھا گیا انھوں نے کہا کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم اس حال میں باہر تشریف لائے کہ آپ کے اوپر ایک چادر تھی جس کی قیمت ایک ہزار درہم تھی اور اکثر آپ (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) نماز کے لئے کھڑے ہوئے (اور) آپ کے اوپر چار ہزار درہم قیمت کی چادر ہوتی تھی اور ایک روز آپ کے اصحاب میں سے کوئی شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس کے اوپر ایک قیمتی چادر تھی پس آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندہ کو کوئی نعمت دیتا ہے تو چاہتا ہے کہ اس بندہ پر اُس کی نعمت کے آثار دیکھے جائیں اور (امام) ابو حنیفہ (رضی اللہ عنہ) ایسی چادر اوڑھتے تھے جس کی قیمت چار سو دینار ہوتی تھی اور (امام) ابو حنیفہؒ اپنے شاگردوں سے فرماتے تھے کہ جب تم اپنے وطنوں کو واپس جاؤ تو تم پر لازم ہے کہ نفیس لباس پہنا کرو اور تم پر حقیر لباس سے پرہیز کرنا ضروری ہے ورنہ لوگ تمہاری طرف (غریب سمجھ کر) ترس کی نظر سے دیکھیں گے پس وہ (امام ابو حنیفہؒ) اپنے زہد و تقویٰ کے باوجود ان (شاگردوں) کو اس بات کی وصیت کرتے تھے۔ ابنِ حجر مکی نے رسالہ مناقب امام ابو حنیفہؒ میں لباس کی فصل میں بیان کیا ہے کہ نصر نے کہا (امام) ابو حنیفہؒ نے جب ایک دفعہ سوار ہونے (سفر) کا ارادہ کیا تو مجھ سے فرمایا کہ تو اپنی چادر مجھے دیدے اور میری چادر لے لے پس میں نے ایسا کیا پھر جب وہ واپس آئے تو مجھ سے فرمایا کہ تو نے اپنی موٹی چادر کے ساتھ مجھ کو شرمندہ کیا اور (حالانکہ وہ چادر) پانچ دینار کی تھی پھر میں نے اُن کے اوپر ایک چادر دیکھی جس کی قیمت تیس دینار تھی اور اُن کی

ف۶۸ (حاشیہ)

ــــــــــــــــــ

سلہ مظاہر حق جلد ۳ ص ۵۴۵ پر اسی معنی کی حدیث ہے۔

چادر و قمیص کی قیمت کا اندازہ چار سو درہم کیا گیا ہے۔ مطالب المومنین میں شرعۃ (الاسلام) سے منقول ہے کہ لباسِ فاخرہ کے پہننے میں مضائقہ نہیں ہے جبکہ وہ اس کی وجہ سے تکبر و فخر نہ کرے کیونکہ تکبر حرام ہے اور اس (تکبر نہ کرنے) کی تفسیر یہ ہے کہ اس (لباس) کے ساتھ بھی وہ ایسا ہی ہو جیسا کہ اس (کے پہننے) سے پہلے تھا، خزانۃ الروایۃ میں ہے کہ آنحضرت علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم میرے پاس راہبوں (تارک الدنیا لوگوں) کے کپڑوں میں آتے ہو اور (حالانکہ) تمہارے دل بھیڑیوں کے دلوں جیسے (سخت) ہیں، بادشاہوں کے لباس[1] پہنو اور اللہ تعالیٰ کے خوف کے ساتھ اپنے دلوں کو نرم کرو۔ ابن سلمہ نے ابو سعید خدری (رضی اللہ عنہ) سے کہا کہ لوگوں نے لباس و پینے اور سواری اور کھانے کی چیزوں کے بارے میں جو کچھ اختیار کیا ہوا ہے اس میں آپ کی کیا رائے ہے تو انھوں نے مجھ سے فرمایا، اے میرے بھائی! اللہ کے لئے کھا اور اللہ تعالیٰ کے لئے پی اور اللہ کے لئے پہن اور ان میں سے جس چیز میں فخر یا دکھانے یا سنانے کے لئے کرنا پایا جائے تو یہ گناہ ہے، اور محمد بن حسن (رضی اللہ عنہما) نفیس کپڑے پہنتے تھے پس ان کو اس کے بارے میں کہا گیا تو انھوں نے فرمایا کہ میری بیویاں نوعمر ہیں پس میں اپنے آپ کو زیب و زینت میں رکھتا ہوں تاکہ وہ میرے سوا کسی غیر کی طرف نظر نہ کریں۔ اور (یہ) حدیث شریف[2] "بیشک اللہ[3] جمیل ہے اور جمال کو پسند فرماتا ہے، اور چاہتا ہے کہ اس کی نعمت کا اثر اس کے بندہ پر دیکھا جائے۔" قادر ہونے کی صورت میں مستحب ہونے پر دلالت کرتی ہے اور حدیث خمیصہ[4] کی انبجانیہ سے تبدیلی والی حدیث نماز کے بارے میں وارد ہوئی ہے اور نماز میں ظاہر کا خشوع بھی، جو کہ مثلاً نظر کو سجدہ کی جگہ پر ٹھہرانے سے عبارت ہے مطلوب ہے اس بنا پر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے

۱۶۹

---

[1] و بنعم ما قیل، درویش صفت باش و کلاہ تتری دار۔ [2] مظاہر حق جلد ۴ ص ۱۷۷۔

[3] مظاہر حق جلد ۳ ص ۵۳۷ و ۵۴۵ پر اسی معنی کی حدیث ہے۔

[4] پوری حدیث کا اردو ترجمہ یہ ہے: "حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خمیصہ (ایک منقش چادر) اوڑھ کر نماز پڑھی اس خمیصہ میں نقش و نگار تھے پس نماز کی حالت میں آپ کی نظر ان نقش و نگار پر پڑی جب نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا میری اس خمیصہ کو ابو جہم کے پاس لیجاؤ اور اس کی انبجانی (ایک قسم کی سادہ کملی) میرے پاس لے آؤ پس تحقیق اس (خمیصہ) نے مجھ کو اسوقت میری نماز میں حضور (قلب) سے باز رکھا اس حدیث کو امام بخاریؒ و امام مسلم رحمہما اللہ نے روایت کیا ہے اور امام بخاریؒ کی روایت میں ہے کہ میں اس کے نقش و نگار کو دیکھتا تھا اور میں نماز میں تھا پس میں نے خوف کیا کہ یہ مجھ کو (یعنی میرے حضور قلب کو) خلل میں نہ ڈالے۔" خمیصہ اون یا ریشم کی سیاہ رنگ کی چادر کو کہتے ہیں جس میں خطوط یا نقش و نگار ہوتے ہیں یہ چادر ایک صحابی نے جن کا نام ابو جہم ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے ہدیۃً پیش کی تھی اس کو اوڑھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نماز پڑھی اور انبجانیہ ایک سادی کملی تھی جس میں بیل بوٹے وغیرہ نہیں تھے یہ انبجان شہر میں بنی تھی جو شام میں ہے اور اس شہر کی طرف منسوب ہے، ابو جہم رضی اللہ عنہ سے انبجانیہ کو اس لئے طلب فرمایا تاکہ ان کا ہدیہ واپس ہونے سے ان کی دل شکنی نہ ہو (واللہ اعلم بالصواب) مترجم

خمیصہ کو (انبجانیہ کے ساتھ) تبدیل فرمایا کہ مبادا اس خشوع کا مانع ہو۔

جاننا چاہئے کہ اس حدیث کے راویوں نے (اس کو) دو طرح پر روایت کیا ہے، پہلے طریق میں فانھا الھتنی انفا عن صلوتی [پس بیشک اس نے مجھ کو اس وقت میری نماز (میں حضور قلب) سے باز رکھا] آیا ہے اور دوسرے طریق میں اخاف ان یفتننی [میں ڈرتا ہوں کہ یہ مجھ کو (یعنی میرے قلب کو) خلل میں نہ ڈالدے] وارد ہوا ہے۔ شارحینِ حدیث نے کہا ہے کہ یہ روایت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ کوئی چیز واقع نہیں ہوئی بلکہ واقع ہونے کا خوف تھا، پس پہلی روایت کو اس روایت کی طرف لوٹانا چاہئے اور لہو (عدمِ توجہ) کو خوفِ لہو پر محمول کرنا چاہئے تاکہ دونوں روایتوں میں مطابقت حاصل ہو جائے۔

ابنِ حجر شارح بخاری فرماتے ہیں" اور اس کو خمیصہ دیکر ابو جہم کے پاس بھیجنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ اس کو نماز میں استعمال کرے اور احتمال ہے کہ یہ آپ کے اس قول کی طرح ہو کہ "تو کھا پس بیشک میں اُس ذات (اللہ یا فرشتہ) سے سرگوشی کرتا ہوں جس کے ساتھ تو سرگوشی نہیں کرتا"۔ یہ توجیہ اس بات پر مبنی ہے کہ یہ آنسرور علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کی خصوصیات میں سے ہے جیسا کہ پہلی توجیہ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اس کا پہننا اگر مکروہ تھا تو نماز میں تھا نہ کہ نماز کے علاوہ، اسی لئے (فقہا نے) کہا ہے کہ اس حدیث سے رنگ و نقش و نگار وغیرہ ہر چیز کے مکروہ ہونے کا استنباط کیا جاتا ہے جو کہ نماز (میں حضور قلب) سے باز رکھے۔ بعض شارحین نے کہا ہے کہ ابنِ حجرؒ نے ہمارے بعض ائمہ سے نقل کیا ہے کہ جو شخص اس (نقش و نگار کی جگہ) میں یا اس کی طرف یا اس پر نماز پڑھے تو اس کے لئے مسنون یہ ہے کہ وہ اپنی آنکھوں کو بند رکھے تاکہ وہ اس کے خشوع و حضور میں خلل انداز نہ ہو۔ میں کہتا ہوں کہ اُن (ابن حجر) کا بیان پہلے گذر چکا ہے کہ اس (نقش و نگار کی جگہ) میں یا اس کی طرف یا اس پر نماز پڑھنا مکروہ ہے اور نماز میں آنکھوں کو بند رکھنا (بھی) مکروہات میں سے ہے تو مکروہ کو دور کرنے کے لئے مکروہ (کا ارتکاب) کیسے مسنون ہوگا جبکہ مکروہ اس کے ساتھ (بھی) دور نہیں ہوگا۔

سوال:۔ حدیث کے لفظ سے جو کہ دوسری روایت میں آیا ہے کہ "میں اُس کے نقش و نگار کی طرف دیکھتا تھا اور میں نماز میں تھا پس ڈرتا ہوں کہ یہ مجھ کو خلل میں ڈالدیگے"۔ معلوم ہوتا ہے کہ خلل میں ڈالنا باطن کے میلان اور قلب کی محبت کی وجہ سے ہے کہ اس کے واقع ہونے کے خوف کی خبر دی ہے اور جبکہ باطن فنا کو پہنچ گیا ہو اور دل ماسوا کو دیکھنے اور جاننے سے رہائی حاصل کر چکا ہو تو اس کے حق میں خلل میں ڈالنا کس طرح متصور ہو سکتا ہے۔ جواب:۔ میلان و محبت دو قسم کا ہے ایک وہ محبت جو ظاہر و باطن دونوں کو شامل ہے اور وہ عوام کا حصہ ہے، صوفیائے کرام کے طریقہ پر چلنا اس آفت سے

نزع کا مادہ اور ہے اور دوسرے محل میں

رہائی پانے کے لئے ہے تاکہ شرکِ خفی سے رہائی حاصل کرلیں اور اسلام حقیقی کے ساتھ کہ آیتِ کریمہ یَآ اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْآ اٰمِنُوْا [اے ایمان والو! (حقیقی) ایمان لے آؤ] میں جس کی طرف اشارہ ہے متحقق ہو جائے اور آیتِ کریمہ وَذَرُوْا ظَاھِرَ الْاِثْمِ وَبَاطِنَہٗ [اور تم ظاہری اور باطنی گناہ کو چھوڑ دو] اس تعالیٰ شانہٗ کے ماسوا کی طرف متوجہ ہونے سے باطن کو خالی کرنے کا پتہ دیتی ہے، جو دل کہ غیر اللہ کا گرفتار ہے اس سے خیر کی کیا امید ہے جو روح کہ ماسوا کی طرف مائل ہے وہ بارگاہِ صمدیت (الٰہی) میں خوار اور بے سروسامان ہے اور جو محبت کہ ظاہر تک محدود ہے اور اُس نے باطن میں جو کہ فنا و محویت کے ساتھ متصف ہے سرایت نہیں کیا ہے اور اس میلان (محبت) کو طبعی میلان کہتے ہیں اور یہ محبت بیرونی محبت ہے نہ کہ اندرونی، اس کا سبب عناصر کی خاصیتیں ہیں، اس قسم کی محبت و میلان جائز ہے کہ اہلِ فنا اور افرادِ انسانی میں سے کاملین کو ماسوا کے ساتھ پیدا ہو جائے بلکہ ایسا ہوتا ہے جیسا کہ وارد ہوا ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ٹھنڈی اور میٹھی چیز کو پسند فرماتے تھے اور حدیث شریف "تمہاری دنیا سے تین چیزوں کی محبت مجھ کو دی گئی ہے" مشہور ہے، اور شمائل میں روایت کیا گیا ہے کہ[۳] "رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک اُن لباسوں میں جن کو آپ پہنتے تھے سب سے پسندیدہ لباس حبرہ چادر تھی" شارح نے ہروی سے نقل کیا ہے کہ حبرہ منقش و مخطط ہوتی ہے، اور ابن بطال سے روایت کی گئی ہے کہ حبرہ یمنی چادر ہے جو روئی یا کتان (السی کا درخت) سے بنائی جاتی ہے اور وہ اہلِ عرب کے نزدیک بہترین لباس تھی اور بعض علماء سے منقول ہے کہ حبرہ یمنی کپڑا ہے جو کہ مزین و منقش ہوتا ہے کہا جاتا ہے ثوب محبرہ یعنی مزین و عمدہ کپڑا، اور نیز اس نے کہا ہے کہ حدیث میں مزین و منقش لباس کا پہننا مستحب ہونے اور مخطط کے جائز ہونے پر دلیل (موجود) ہے اور اس بات پر اجماع ہو چکا ہے ہذا (یہ بات تو ختم ہوئی)۔ اور اس جگہ باطن سے مراد عالمِ امر کے پانچوں لطائف ہیں جو کہ انسان کے اجزاء ہیں اور نفس جب فنا سے مشرف ہو جاتا ہے اور مقامِ اطمینان میں آ جاتا ہے تو وہ بھی عالمِ امر کا حکم اختیار کر لیتا ہے اور مطلوب میں فنا ہو جانے کی وجہ سے ماسوا کی دید و دانش سے رہائی پا لیتا ہے اس وقت جاد کا معاملہ عناصر کے ساتھ جا پڑتا ہے اور حکمتوں اور مصلحتوں کے باعث بشری صفات اور مخالفت کی صورت ان (عناصر) میں باقی رکھی جاتی ہیں اور جس شخص کو اُس فرق پر جس کی طرف مجھے رہنمائی ہوئی ہے اور جس کو میں نے واضح کیا ہے اطلاع نہیں ہوئی اس نے کہا کہ حدیث شریف میں اس بات سے آگاہ کیا گیا ہے کہ ظاہری صورتوں اور چیزوں کے لئے پاکیزہ قلوب اور تزکیہ یافتہ نفوس میں (بھی) تاثیر ہے ان کے علاوہ دوسروں کا تو کیا ذکر ہے

لہ ۳۶/۱۳۶ سہ ۶/۱۲۱ سہ مظاہر حق جلد ۳ ص ۵۲۶۔

اور کسی دوسرے (شارح) نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے کچھ اثر نہیں لیا اور آپ نے امت کی تعلیم کے لئے اور اُن پر نقش و نگار کی طرف متوجہ ہونے کا خطرہ محسوس کرتے ہوئے ایسا کیا، لیکن امت میں سے جس شخص نے یہ گمان کیا کہ اس کا قلب اس سے متاثر نہیں ہوتا تو وہ سلوک کے طریقہ سے ناواقف ہے اس لئے کہ لوہاروں کو بادشاہوں پر قیاس نہیں کیا جاتا اور البتہ ابن حجر (رضی اللہ عنہ) کا یہ وثوق کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قلبِ مبارک اس سے متاثر ہوا تو یہ صحیح نہیں ہے" یہاں تک اس (کسی دوسرے شارح) کا قول ہے اور سابقہ تحقیق سے ظاہر ہو گیا کہ اس بات کا قائل سلوک کے طریقہ سے ناواقف ہے اور تحقیق کے کمال تک نہیں پہنچا ہے اور تعجب ہے کہ اس نے سیر و سلوک کے عارفوں کی طرف جو کہ بادشاہوں کی مجلسوں میں پہنچنے کے باعث لوہار ہونے کی صفت سے باہر ہو چکے ہیں کس طرح جہالت کی نسبت کی ہے کیونکہ کامل تابعداروں کے لئے متبوع کے کمالات میں سے حصہ ہے۔ ع

ص ۱۷۱

وللارض من کاس الکرام نصیب　　[بزرگوں کے پیالہ سے زمین کیلئے بھی حصہ ہوتا ہے]

حدیث کے بعض شارحین کہتے ہیں کہ یہ نماز میں خمیصہ پر نظر کرنا بغرضِ عبرت تھا اور معلوم ہے کہ عبرت تفکر ہے اور ایک ساعت کا تفکر ایک سال کی عبادت سے بہتر ہے اور اپنی طرف مشغول کرنے سے مشغول کرنے کا خدشہ مراد لیا ہے تاکہ دونوں روایتوں میں تطبیق ہو جائے اور عبرت کے لئے مناسب ہوا اور یہ بیان امت کی تعلیم کیلئے تھا اور خود آپؐ نے اثر نہیں لیا تھا۔ یہاں سے معلوم ہوا کہ یہ لباس آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی توجہ کا مانع نہیں تھا بلکہ عبرت کا سبب تھا اور اس نے تفکر کے عبادت ہونے کی طرف دلالت کی۔ اور چپل کا تسمہ تبدیل کرنے کی حدیث[1] صحیح ہونے کی صورت میں ہو سکتا ہے کہ یہ تبدیل کرنا تواضع کی وجہ سے ہو یا کسی اور غرض سے ہو کیونکہ یہاں التہاء (توجہ ہٹانا) یا خوفِ فتنہ کا لفظ نہیں آیا ہے اور جو مسئلہ ہمارے زیر بحث ہے اس کے ساتھ (یہ حدیث) بہت کم تعلق رکھتی ہے، امام حجۃ الاسلام نے اس حدیث کو کیمیائے سعادت میں بخل کے علاج میں ذکر کیا ہے اور تسلیم کر لینے کی صورت میں (اس) مقام کی تحقیق وہی ہے جو کہ پہلی حدیث میں بیان ہوئی۔ مختصر یہ ہے کہ اس قسم کے امور اگر ثابت ہو جائیں تو نماز کے ساتھ مخصوص ہیں جو کہ کمال قرب کا مقام ہے اور اگر مخصوص نہ ہوں تو یہ حدیث اُس حدیث سے معارض (ٹکرانی) ہے جس کو ابن عساکر نے ابن عمر (رضی اللہ عنہما) سے روایت کیا ہے۔ ابو ریحانہ نے کہا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) میں جمال کو پسند کرتا ہوں حتیٰ کہ اپنی چپل اور اپنے

---

[1] پوری حدیث کا اردو ترجمہ یہ ہے: رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار نعلین شریفین میں نیا تسمہ ڈالا نماز میں اس پر نظر پڑی، آپ نے فرمایا کہ وہی پرانا لاؤ، نیا تسمہ نکال کر وہی پرانا تسمہ ڈال دیا۔ (کیمیات اردو ترجمہ کیمیائے سعادت ص ۳۶۶)

کپڑے لٹکانے کی کھونٹی میں بھی (خوبصورتی کو پسند کرتا ہوں) تو کیا یہ تکبر سے ہے؟ پس آنحضرت علیہ و علیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا بیشک اللہ جمیل ہے اور جمال کو پسند فرماتا ہے اور اس بات کو پسند فرماتا ہے کہ اس کی نعمت کا اثر اس کے بندہ پر دیکھا جائے (اور) تکبر حق کی ناقدری کرنا اور لوگوں کے اعمال میں عیب نکالنا ہے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ تکبر حق سے ناواقف ہونا اور لوگوں کو اپنی آنکھوں سے حقیر دیکھنا ہے۔

جاننا چاہئے کہ بعض حدیثیں اور روایتیں زیب و زینت کی کراہت پر دلالت کرتی ہیں اور سابقہ احادیث اور آیتِ کریمہ قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ[1] (آپ کہہ دیجئے کہ جس زینت اور پاکیزہ رزق کو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لئے نکالا ہے اس کو کس نے حرام کر دیا ہے) اور اکابر کا عمل اس کے مکروہ نہ ہونے بلکہ مستحب ہونے پر دلالت کرتے ہیں اور حدیث مرفوع[2] اور ابن عباس رضی اللہ عنہ کے قول کے ساتھ جو کہ اس بارے میں وارد ہوا ہے (اُن میں) تطبیق دے سکتے ہیں۔ مشکوٰۃ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے انھوں نے فرمایا جو چیز کہ تو چاہے کھا اور جو چیز کہ تو چاہے پہن جبتک کہ تجھ کو دو چیزیں فضول خرچی اور تکبر نہ پہنچیں اس کو امام بخاری (رحمہ اللہ) نے ترجمۂ باب میں روایت کیا ہے۔ اور عمرو ابنِ شعیب[3] سے روایت ہے وہ اپنے باپ سے اور وہ اس (عمرو) کے دادا (یعنی اپنے باپ) سے روایت کرتے ہیں انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا (مباحات میں سے جو کچھ چاہو) کھاؤ، پیو، صدقہ کرو اور پہنو جبتک اس میں فضول خرچی اور تکبر داخل نہ ہو جائے۔ اس کو امام احمد و نسائی اور ابنِ ماجہ نے روایت کیا ہے۔

آپ نے لکھا تھا کہ بدعتی اور رشوت لینے والے اور مختلف قسم کے فسق و گناہ کا کام علی الاعلان کرنے والے شخص کے گھر جانا اور اس کا کھانا کھانا اور عشر وصول کرنے والے کا کھانا مباح ہوگا یا نہیں؟ میرے مخدوم! اس میں شک نہیں ہے کہ اس قسم کے کھانے اور ایسے شخص کے گھر جانے سے بچنا اولیٰ و انسب ہے بلکہ طریقت کے طالبوں کے لئے کہا جا سکتا ہے کہ لازم ہے اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً[4] (مگر یہ کہ تم اُن سے پوری طرح بچتے رہو) ضرورت کے مواقع مستثنیٰ ہیں یا کسی ضرور تمند کے کام کے لئے ہو، رہی لقمہ کے بارے میں شرعی اباحت (تو) اگر معلوم ہو جائے کہ یہ لقمہ حرام ذریعے سے ہے تو اس کا کھانا حرام ہے اور اگر معلوم ہو کہ حلال ذریعہ سے ہے تو حلال ہے اور اگر کچھ معلوم نہ ہو تو وہ لقمہ مشتبہ ہے اور اس کا کھانا جائز اور ترک کرنا اولیٰ ہے۔

ص ۱۷۲

---

[1] پ ۸ ع ۱۱ [2] و [3] مظاہر حق جلد ۳ ص ۵۴۵ ۔ ۵۴۶ [4] پ ۳ ع ۱۲

آپ نے لکھا تھا" بعض منکرین کہتے ہیں کہ اس مخصوص طریقے کے ساتھ مرید کرنا بدعت ہے الخ"
میرے مخدوم! حق جل وعلا کی طلب کرنا اور راستہ جاننے اور بتانے والا پیر پکڑنا اور اس سے عقیدت رکھنا شرعی احکام میں سے ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ [اور اس (اللہ تعالیٰ) کی طرف وسیلہ تلاش کرو] اور باطنی افادہ واستفادہ کا طریقہ جس کا نتیجہ پیری ومریدی ہے پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم کے زمانہ سے اس وقت تک جاری ہے کوئی ایسا امر نہیں ہے کہ جس کو مشائخ نے اختراع کیا ہو، ان کا سلسلہ آنسرور علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والسلام تک پہنچتا ہے، سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ (حضرت) صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے واسطے سے پہنچتا ہے اور (باقی) تمام سلسلے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے واسطے سے پہنچتے ہیں تو یہ بدعت کس طرح ہوں گے، بیشک پیری ومریدی کا لفظ نیا ہے اور الفاظ کا کوئی اعتبار نہیں ہے اگر یہ لفظ درمیان میں نہ ہو تب بھی معنوی رابطہ اور باطنی فیض کا جاری ہونا اپنی جگہ پر ہے۔
اور یہ جو آپ نے کہا ہے کہ اس طریقے سے مرید بنانا بدعت ہے معلوم نہیں کہ آپ نے کونسا طریقہ مراد لیا ہے، ہمارے طریقہ میں ذکر کا سکھانا اور سیکھنا ہے اور ذکر شرعی احکام میں سے ہے اور ذکر خفی ذکر جہر سے افضل ہے حدیث شریف میں ہے کہ جس ذکر کو حفظہ (حفاظت کرنے والے فرشتے) نہیں سنتے اس ذکر سے ستر درجہ افضل ہے جس کو حفظہ سنتے ہیں اور معلوم ہے کہ وہ ذکر باطن یعنی قلب اور تمام لطائف کا ذکر ہے، مروی ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم بعثت سے پہلے قلبی ذکر میں مشغول رہتے تھے، یہ (بدعت کہنا) ایسا ہی ہے، جیسا کہ کوئی کہے کہ صحیح بخاری پڑھنا اور پڑھانا یا اس کا درس دینا بدعت ہے والسلام علیکم وعلی سائر من اتبع الهدیٰ والتزم متابعۃ المصطفیٰ علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والتسلیمات والتحیات والبرکات العلیٰ۔

مکتوب ۱۰۷

میر محمد زماں کے نام ان کے احوال واذواق کے بیان میں تحریر فرمایا۔

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ خصوصاً علی سید الوریٰ صاحب قاب قوسین او ادنیٰ وعلی آلہ وصحبہ نجوم الھدیٰ، آپ نے جو مکتوب کمال شوق ومحبت کے باعث ارسال کیا تھا پہنچ کر مسرت بخش ہوا چونکہ بلند احوال وکیفیات پر مشتمل تھا اس لئے خوشی میں اضافہ ہوا، اور آپ نے جدائی کے رنج وغم کا اظہار کیا تھا دنیا جدائی کا مقام ہے حق سبحانہ دونوں کو دار السلام (جنت) میں جمع کرے اور وہ ملاقات کہ جس کے بعد جدائی نہ ہو عطا فرمائے انہ قریب مجیب [بیشک وہ قریب ہے (اور) قبول کرنے والا ہے]۔

آپ نے لکھا تھا کہ" میں ایک روز مراقبہ میں لطیفۂ قلبیہ کی طرف متوجہ تھا، ایسا ظاہر ہوا کہ صنوبری دل کے اندر ایک اور دل ہے اور اس دل کے اندر دوسرا دل ہے اسی طرح پانچ چھ دل آئینہ کے عکس کی مانند جو کہ دوسرے آئینہ میں نظر آتا ہے نمودار ہوئے اور چھٹے قلب میں ایک ایسی وسعت پائی کہ اگر زمین و آسمان اور ان کے درمیان کی سب چیزوں کو اس میں ڈال دے تو ہرگز اس میں کوئی تنگی نہ ہوگی اور خاص الخاص تجلی مشہود ہوئی اور اسی طرح ایک ایسی فنا بھی لاحق ہوئی کہ جس سے اوپر (اور فنا) متصور نہیں ہے"۔

جان لیں کہ یہ دید بہت اعلیٰ ہے اور آپ یہاں موجود ہوتے تو واضح طور پر اس (مقام) کی بعض خصوصیات بیان کی جاتیں، اس کے مطالعہ سے بہت محظوظ ہوا، اللھم زد [اے اللہ! اور زیادہ کر] اور تجلی خاص الخاص میں کیا کلام ہے کہ یہ قلب ولکن یسعنی قلب عبدی المؤمن [اور لیکن میں اپنے مؤمن بندہ کے دل میں سماتا ہوں] کے شرف کے ساتھ مشرف ہے اور فنا تجلی کے موافق ہے جس قدر تجلی خاص ہوگی فنا میں بھی خصوصیت ہوگی، اور آپ نے اپنی والدہ کے حالات میں سے خطرۂ دل کے دور ہو جانے اور اس کے دماغ میں ظاہر ہونے کی بابت جو کچھ لکھا تھا واضح ہوا۔ عورتوں کے گروہ میں اس قسم کے احوال غنیمت ہیں وہ اپنے کام میں مشغول رہیں اور ترقی کی طالب رہیں، والسلام اولاً وآخراً۔

مکتوب ۱۰۸

سیادت ونقابت پناہ میر عماد کے نام اس سوال کے جواب میں تحریر فرمایا جو انھوں نے واجب تعالیٰ کے موجود ہونے کی حقیقت اور ممکنات کے ساتھ اس کی نسبت کے بارے میں کیا تھا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمد للہ العلی العلام والصلوۃ والسلام علی رسولہ وحبیبہ سید الانام وعلی آلہ الکرام وصحبہ العظام، اما بعد، سیادت ونقابت پناہ میر عماد نے اس دلفگار درویش سے واجب الوجود جل شانہ کے موجود ہونے کی حقیقت اور ممکنات کے ساتھ اس کی نسبت کے بارے میں دریافت کیا تھا، اس بارے میں جو کچھ معلوم تھا قید تحریر میں لایا گیا ہے اچھی طرح غور فرمائیں۔

موجودِ حقیقی تعالیٰ وتقدس ایک سے زیادہ نہیں ہے اور ما سوا جو کہ عالم سے موسوم ہے موجود نما معدوم ہے، یعنی افرادِ عالم کے حقائق عدمات ہیں جو کہ کمالاتِ وجوبی کے انعکاس کے ذریعہ ان کے آئینوں میں ایسے دکھائی جاتے ہیں (گویا) کہ موجود ہیں وَتَحْسَبُهُمْ أَيْقَاظًا وَّهُمْ رُقُودٌ [اور تو ان کو جاگتا ہوا گمان کرتا ہے حالانکہ وہ سو رہے ہیں] یہ امر مسلم ہے کہ وجود ہر خیر و کمال کا مبدأ ہے اور عدم ہر شر و نقص کا منبع ہے پس خیر و کمال

سب اس تعالیٰ شانہ کی بارگاہِ قدس کی طرف لوٹتا ہے (اور) شر و نقص سب کا سب ممکن کی طرف راجع ہے آیتِ کریمہ مَا اَصَابَکَ مِنْ حَسَنَۃٍ فَمِنَ اللّٰہِ وَمَا اَصَابَکَ مِنْ سَیِّئَۃٍ فَمِنْ نَّفْسِکَ [جو بھلائی تجھ کو پہنچتی ہے وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور جو برائی تجھ کو پہنچتی ہے وہ تیرے نفس کی طرف سے ہے] اس معنی کی تائید کرتی ہے، آپ سن لیں کہ جب ممکنات کے حقائق کی حقیقت وہ عدمات ہیں جو کہ وجود کے کمالات کے انعکاس سے موجود نما بن گئے ہیں تو عالم کا وجود ایک ایسے مرتبہ میں ہوگا جو کہ مرتبۂ وہم کے مشابہ ہوگا اور اس کا وجود واجب تعالیٰ کے وجود کے بالمقابل موہومات و متخیلات میں داخل ہوگا آیتِ کریمہ کُلُّ شَیْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ [ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے سوائے اس (اللہ تعالیٰ) کی ذات کے] اس پر دلیل ہے، اور یہ جو میں نے کہا کہ مرتبۂ وہم کے مشابہ ہے یہ اس لئے ہے کہ وہم کے دور ہو جانے سے (یہ) دور نہیں ہوتا اور ابدی معاملہ اور دائمی ثواب اس کے ساتھ وابستہ ہے پس واجب جل و علا کے ساتھ عالم (کائنات) کی نسبت موجود کے ساتھ موہوم کی نسبت کی مانند ہے اور (یہ) معلوم ہے کہ موہوم کے لئے موجود کے ساتھ کوئی تصادم نہیں ہے اور موہوم سے موجود کے لئے کوئی حد و نہایت ثابت نہیں ہے کیونکہ موجود ایسے مرتبہ میں ہے کہ موہوم کا اس مرتبہ میں کوئی نام و نشان نہیں ہے ؎

خوشتر آں باشد کہ سرِّ دلبراں گفتہ آید در حدیثِ دیگراں

[بہتر یہ ہے کہ محبوبوں کا راز دوسروں کے الفاظ میں کہا جائے]

جو موہوم دائرہ کہ نقطۂ جوالہ (گھومنے والے نقطہ) سے پیدا ہوا ہے اس دائرے کے حدوث (پیدا ہونے) سے اس نقطہ کے لئے کوئی حد و نہایت ظاہر نہیں ہوتی ہے، نہیں کہہ سکتے کہ نقطہ دائرے کے دائیں جانب ہے یا اس کے بائیں جانب یا اس کے اوپر یا اس کے نیچے یا آگے یا پیچھے ہے اور نہیں کہہ سکتے کہ نقطہ عینِ دائرہ ہے یا اس میں داخل ہے یا اس سے خارج ہے متصل ہے یا منفصل ہے کیونکہ نقطہ کیلئے یہ نسبتِ مذکورہ ان اشیاء کے ساتھ ہے جو کہ نقطہ کے مرتبہ میں موجود ہیں اور دائرہ کا اس مرتبہ میں ہرگز کوئی وجود نہیں ہے اگر وجود ہے تو وہم میں ہے اور بس اور نقطہ موجود ہے پس دائرہ کا حدوث (پیدا ہونا) نقطہ کی تجدید کا سبب نہیں ہوگا اور ان دونوں کے درمیان تصادم دور ہو جائے گا اور جب تو اچھی طرح غور کرے (تو معلوم ہو جائے گا کہ) دائرہ روشنی و تابانی اور تمام صفات سے جو کچھ رکھتا ہے اگرچہ وہم (کے درجے) میں ہو نقطہ سے رکھتا ہے، ؎

نیاوردم از خانہ چیزے نخست تو دادی ہمہ چیز و من چیزِ تست

[میں ابتدا میں گھر (عالمِ عدم) سے کوئی چیز نہیں لایا تو نے ہی ہر چیز دی ہے اور میں (بھی) تیری ہی چیز ہوں]

ان کے درمیان بُعد و مسافت مفقود ہے اور قُرب کے بارے میں تو جو کچھ کہے دائرہ کا نقطہ اس سے بھی زیادہ قریب ہے ؎

لے کمان و تیر ہا بر ساختہ — صید نزدیک و تو دُور انداختہ

[اے وہ شخص کہ جس نے کمان اور تیروں کو اٹھایا ہوا ہے شکار نزدیک ہے اور تو نے (تیر) دور پھینکا ہے]

پس قرب و معیت و احاطہ ثابت ہوگا لیکن (یہ) موجود کو موہوم کے ساتھ معیت و احاطہ کی قسم سے ہوگا اور اس احاطہ و معیت میں کوئی محذور (ایسی بات جس سے بچا جائے) نہیں ہے البتہ محذور موجود کے لئے اور موجود کے ساتھ اس نسبت کے اثبات میں ہے۔ اور یہ جو آپ نے لکھا ہے کہ "بعض حضرات اس بات پر ہیں کہ ان اللہ بکل شئ محیط [بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز کو احاطہ کئے ہوئے ہے] کے اعتبار سے ہر جگہ وہی ہے" میرے مخدوم! اگر انھوں نے اس احاطہ سے جسم کا احاطہ جسم کے ساتھ سمجھا ہے جیسا کہ لفظ "ہر جگہ وہی ہے" سے اس کا پتہ چلتا ہے تو بہت غلط ہے کیونکہ اس سے مکان کا اثبات ہوتا ہے، اور اگر احاطہ سے ان کی مراد وہ ہے جو اوپر بیان ہو چکی ہے اور "ہر جگہ وہی ہے" سے "ہر جگہ اس کا ظہور ہے" مراد لیتے ہیں تو قابلِ تسلیم ہے اور یہ جو انھوں نے بعض سے نقل کیا ہے کہ "وہ تعالیٰ و تقدس عالم سے ماسوا ہے اور عالم اُس سے خالی ہے" یہ بھی خدشہ سے خالی نہیں ہے کیونکہ اس صورت میں لازم آتا ہے کہ حق تعالیٰ عالم سے خارج ہو اور حالانکہ یہ بات مسلّم ہے کہ وہ عزّ برہانہ نہ عالم میں داخل ہے اور نہ اس سے خارج ہے نہ متصل ہے نہ منفصل ہے۔ اور انھوں نے احاطۂ علمی پر جو یہ اعتراض کیا ہے کہ آیت کریمہ فَلَوْلَا إِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُومَ الآیۃ [پس جس وقت جان حلق تک آپہنچتی ہے] میں علم کا نام نہیں ہے تو یہ محلِ کلام ہے کیونکہ آیتِ کریمہ میں اگرچہ علم کی تصریح نہیں ہے لیکن علم پر محمول کر کے وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ [ہم اس کی رگِ جان سے بھی زیادہ اس کے قریب ہیں] باعتبارِ علم مراد لے سکتے ہیں۔

اور یہ جو آپ نے لکھا ہے کہ "علمِ الٰہی کو مخلوق کی بصارت کے ساتھ کوئی واسطہ نہیں ہے تو پھر وَلَٰكِن لَّا تُبْصِرُونَ [اور لیکن تم نہیں دیکھتے ہو] کس طرح درست ہوگا" (جواباً) ہم کہتے ہیں کہ احاطۂ علمی مان لینے کی صورت میں ولکن لا تبصرون درست ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا علم مخلوق کے دیکھنے میں نہیں آتا اس لئے کہ شئ کا شئ سے سلبِ ثبوت کے ممکن ہونے کا نقاضہ نہیں کرتا — آپ نے لکھا تھا کہ "ایک جماعت یہ اعتقاد رکھتی ہے کہ اس تعالیٰ و تقدس کی ذات ایک دریا ہے اور عالم اُس دریا کا حباب (بلبلہ) ہے الخ" اس عبارت سے ذہن بلا تکلف اس طرف جاتا ہے کہ واجب تعالیٰ کی حقیقت ممکن کی حقیقت کے ساتھ متحد ہے کیونکہ حباب (بلبلہ) کی حقیقت پانی ہے اور دریا کی حقیقت بھی پانی ہے اور دونوں ایک ہی مرتبہ میں موجود ہیں، حباب کے وجود کی وجہ دریا کے وجود کے مرتبہ میں ہے اور اسی طرح یہ جو اوپر مذکور ہوا

کہ بعض حضرات اس بات پر ہیں کہ ہر جگہ وہی ہے تو یہ حضرات وحدتِ (وجود) کے قائل اور اتحاد کی خبر دینے والے ہیں۔ میرے مخدوم! جو لوگ کہ وحدتِ وجود کے قائل ہیں وہ حق جلّ وعلا کو مطلق کہتے ہیں اور مخلوق کو اس مطلق کی تقییدات کہتے ہیں اور (اس ہیں) شک نہیں کہ مقید و مطلق کے درمیان حملِ (وجود) کو صحیح ماننے کی صورت میں ان دونوں کے درمیان اتحاد کی نسبت موجود ہے لیکن یہاں ایک اشکال وارد ہوتا ہے کیونکہ اگر مطلق کو مقیدات کے مراتب میں منحصر جانتے ہیں اور اس کے لئے جدا وجود ثابت نہیں کرتے جیسا کہ اکثر ملحد لوگ اس کے قائل ہیں تو لازم آتا ہے کہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ وجود اور تمام صفات کمال میں ممکن کا محتاج ہو جیسا کہ کلی طبیعی جو کہ اپنے افراد میں منحصر ہے وہ اپنے وجود میں افراد کی طرف محتاج ہے بلکہ حقیقت میں یہ واجب تعالیٰ کی نفی ہے[۲] اور اگر یہ حضرات مرتبۂ اطلاق کو مراتبِ تقییدات کے ماوراء ثابت کرتے ہیں اور مطلق کو وجودِ اصلی کہتے ہیں تو ان کے درمیان دوئی کی نسبت ثابت ہو جاتی ہے اور وحدتِ وجود باطل ہو جاتی ہے لان الاثنین متغائران [اس لئے کہ دو چیزیں مختلف ہوتی ہیں] اشکال کی دوسری صورت کو اختیار کئے بغیر اس اشکال کی تہ کو نہیں پہنچ سکتے اور اس صورت میں وحدتِ وجود کا حکم لگانا وجود کے ظہورات کے مختلف ہونے کے اعتبار سے ہے جیسا کہ کوئی شخص آئینہ میں زید کی منعکس ہونے والی صورت دیکھتا ہے اور کہتا ہے کہ میں نے زید کو آئینہ میں دیکھا۔ خلاصہ یہ ہے کہ کسی چیز کے مظہر کو مختلف ہونے کے باوجود آئینہ داری (عکس وصورت) کے تعلق سے عین شئی کہہ سکتے ہیں پس ہمہ اوست (سب کچھ وہی ہے) کے معنی ہمہ ظہور اوست (سب کچھ اسی کا ظہور ہے) ہوں گے، اور چونکہ شئی کے مظاہر ایک وجہ سے عینِ شئی ہیں اور ایک وجہ سے غیرِ شئی ہیں (اس لئے) محب کی نظر میں غلبۂ محبت کے باعث عینیت کی وجہ نظر آتی ہے اور غیریت کی وجہ چھپ جاتی ہے اس لئے وہ عینیت کا حکم لگا دیتا ہے اور نیز وحدتِ وجود کے مسئلہ پر لازم آتا ہے کہ جب ممکن کی حقیقت حق تعالیٰ اور وجودِ صرف ہو تو پھر شر و نقص جو کہ امکان کو لازمہ ہے اس کا منبع کیا ہوگا اور بغاوت و سرکشی جو کہ نفسِ امارہ کی فطرت میں موجود ہے کہاں سے آئی کیونکہ وجود (تو) خیرِ محض اور کمالِ صرف ہے وہ شر و نقص کا مبدأ کس طرح ہوگا۔ اگر (یہ) کہیں کہ کسی چیز میں شرارت و نقص ذاتی نہیں ہے اگر ہے تو نسبتی و اعتباری ہے کفر و معاصی ایمان و طاعات کے اعتبار سے بُرے ہیں جیسا کہ بزرگوں نے کہا ہے ؎

بہ کفر و با سلام یکساں نگر ... کہ ہر یک زدیوانِ او دفتر یست

[تو کفر اور اسلام (دونوں) کو یکساں دیکھ کیونکہ ہر ایک اس کے دیوان کا ایک دفتر ہے]

اور یہ فی نفسہٖ کمال کی صفات سے ہیں جیسا کہ کسی نے کہا ہے ؎

ص ۱۷۷

پس بدی مطلق نباشد در جہاں　　　بد بہ نسبت باشد آں راہم بداں

[پس دنیا میں برائی مطلقاً نہیں ہے، برا نسبت سے ہوتا ہے تو اس کو بھی جان لے]

میں کہتا ہوں کہ یہ قول بظاہر نصوص کے مخالف ہے حق تعالیٰ نے کفر و معصیت کو سیئہ (برائی) فرمایا ہے اور اس پر ساء و بئس (برا و خراب) کے لفظ کا اطلاق کیا ہے اور برائی سے عام مراد ذاتی برائی ہے نہ کہ نسبتی و اعتباری اور نیز اگر کفر میں ذاتی حسن ہوتا تو اس کا مرتکب اشد عذاب کا مستحق کیوں ہوتا اور مغفرت کا نہ ہونا اور رحمت سے مایوسی جو کہ نصوص میں آئی ہے اس کے حق میں کس طرح ہوگی اور کفر واہلِ کفر کے ساتھ حق تعالیٰ کی ذاتی عداوت کس وجہ سے ہوگی، اس کفر و معصیت کا ذاتی حسن آخر کار فائدہ کیوں نہیں پہنچاتا اور رحمت و مغفرت کی طرف کیوں نہیں لاتا اور ذاتی دشمنی کے مانع کیوں نہیں آتا جس شخص نے قرآن مجید کا تھوڑا سا بھی مزہ چکھا ہے اور اس کے اسلوب سے ذرا بھی مناسبت حاصل کی ہے کفر کے اچھا ہونے کا حکم اگرچہ ایک وجہ سے ہی ہو ہرگز نہیں کرے گا اور (اس کی) ذاتی برائی و شر کا حکم لگائیگا کیونکہ نفرت و لعنت و ناراضگی و غصہ اور رحمت سے مایوسی (کفر کے) برا ہونے کی دلیل ہے اور (یہ چیزیں) حسن کے ساتھ جمع نہیں ہوتیں، اگر اربابِ سکر اس قسم کی خلافِ شرع باتیں کریں تو بظاہر معذور ہونگے لیکن مقلد کے لئے گرفت کا مقام ہے، والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۱۰۹

شیخ حسین منصور کے نام فنائے نفس و تجلیٔ صفات و ذات اور فانی کے رجوع و عدم رجوع کی تحقیق میں اور اس بارے میں کہ فنائے قلب نفسِ امارہ کی اصلاح کو شامل ہے اگرچہ وہ اطمینان تک نہ پہنچے اور نماز کے کچھ کمالات کے بیان میں تحریر فرمایا۔

حمد و صلوٰۃ اور تبلیغ دعوات کے بعد عرض کرتا ہے کہ مکتوب مرغوب پہنچکر مسرت کا سبب ہوا چونکہ دوستوں کی سلامتی اور صحیح و سنجیدہ احوال و کیفیات پر مشتمل تھا اس لئے مزید خوشی بخشی۔ ع

اے وقتِ تو خوش کہ وقت ما خوش کردی　[اے وہ شخص کہ جس نے ہمارے وقت کو خوش کیا تیرا وقت بھی خوشی میں گذرے]

آپ نے لکھا تھا کہ "فنا کا معاملہ اس مقام تک پہنچ گیا ہے کہ وجود و توابع وجود کو اصل کے سپرد کردیا ہے اور عدم کے احکام عدم کو بھیج دیئے ہیں اور عین واثر زائل ہوگئے ہیں فی الحال جو نسبت کہ اس میں ہے وہ کان اللہ ولم یکن معہ شئ والآن کما کان [اللہ تعالیٰ تھا جبکہ اس کے ساتھ کوئی

چیز نہیں تھی اور اب بھی ویسا ہی ہے جیسا کہ پہلے تھا) پر ہے، اس حالت اور باطن کی مغلوبی کے باوجود ظاہر پوری طرح شریعتِ منورہ کے مطابق ہے، احکام کے دائرہ سے باہر نہیں جانے دیا جاتا"۔

میرے مخدوم! آپ نے جو کچھ لکھا ہے صحیح احوال ہیں اور اس حال کے غلبہ کے اوقات میں شرعی احکام و آداب پر استقامت اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کی بہت بڑی نعمتوں میں سے ہے اس عنایت کا شکر بجا لائیں اور یہ جو بزرگوں نے کہا ہے ع

می باش و مباش مشکل این است [رہ اور مت رہ مشکل یہ ہے]

اسی معنی میں ہے یعنی ظہورِ فنائیت و عدمیت کے وقت بندگی کے احکام کو ترک نہ کرے، لوازمِ بندگی کے ظہور اور احکامِ شرعی کی بجا آوری کے لئے رہ اور اپنے لئے مت رہ اور اپنی ذات کے عدم ہونے پر مطلع ہو جا اور اپنی نفی کر دے۔ ایک بزرگ نے کہا ہے کہ ہر چیز میں رحمت ہے لیکن عشق میں رحمت نہیں ہے قتل کرتے ہیں اور مقتول سے دیت طلب کرتے ہیں یعنی عاشق بیچارہ کو قتل کرتے ہیں اور اس کو اس سے لے لیتے ہیں اور بندگی کے احکام کو اس سے معاف نہیں کرتے۔ یہ حالت کہ جس کی آپ نے خبر دی ہے فنائے النفس سے تعبیر کی جاتی ہے اور تجلی صفات کا نتیجہ ہے اگرچہ اس کی تکمیل تجلی ذات کے پرتو کے بغیر نہیں ہے کیونکہ عدمِ مقید کا عدمِ مطلق کے ساتھ ملحق ہونا تجلی ذات کا اثر ہے جیسا کہ عدم کے آئینہ میں منعکس ہونے والے کمالات و صفات کا اپنے اصول کے ساتھ الحاق تجلی صفات کے کمال سے ہے کیونکہ تجلی صفات کی اصل یہ ہے کہ اپنے صفات و کمالات کو صفات و کمالاتِ واجب تعالیٰ کے ظلال جانے۔ جاننا چاہئے کہ ہر کمال کی تکمیل اوپر کے مقام کے ظہور کے ساتھ ہے پس تجلی صفات کی تکمیل تجلی ذات کے پرتو کے بغیر صورت پذیر نہیں ہوتی اور فنائے نفس جو کہ تجلی صفات کا نتیجہ ہے اس کا کمال تجلی ذات کے بغیر حاصل نہیں ہوتا۔ اور بزرگوں نے کہا ہے کہ یہ تجلی برق خاطف (نگاہ کو خیرہ کر دینے والی بجلی) کی مانند ہے یعنی اربابِ تجلی صفات کے منتہیوں کو ذرا دیر کے لئے تجلی ذات صفات کے پردہ کے بغیر ظاہر ہوتی ہے اور سالک کو آفاق و انفس کی قید سے رہائی دیتی ہے پھر صفات کے پردہ میں آ جاتی ہے۔ شیخ علاؤ الدولہ قدس سرہٗ اس مقام کی طرف اشارہ فرماتے ہیں جیسا کہ وہ فرماتے ہیں۔ رباعی

آں وہم بود کز تو دوئی برخیزد امکان و حدث ہر دو گوئی برخیزد

گر لطفِ خدا در رسد از راہِ وہب شاید کہ دمے از تو دوئی برخیزد

[یہ وہم ہے کہ تجھ سے دوئی (پوری طرح) اٹھ جائے، امکان و حدوث دونوں تجھ سے اٹھ جائیں، اگر از راہِ عنایت اللہ تعالیٰ کا لطف آ پہنچے تو شاید کہ کچھ دیر کے لئے تجھ سے دوئی اٹھ جائے]۔

اور ہمارے حضرت عالی قدسنا اللہ سبحانہ بسرہ الاقدس کے نزدیک یہ تجلی برقی دائمی ہوجاتی ہے اور جو دوسروں کے لئے بجلی کی مانند ہے ان کے لئے دائمی ہے بلکہ تجلی برقی حقیقت میں تجلی ذات تعالیٰ نہیں ہے شیوناتِ ذات میں سے کسی شان کی تجلی ہے جو کہ جلدی چھپ جانے والی ہے اور ذات جب تجلی فرماتی ہے تو اس کے لئے چھپنا نہیں ہے۔ دراصل معاملہ کی حقیقت یہ ہے کہ جو لوگ صفات کے مقام میں قرار رکھتے ہیں اور اس کی انتہا تک نہیں پہنچے ہیں یہ تجلی ان کے حق میں برقی ہے کبھی صفات کا پردہ درمیان سے اٹھ جاتا ہے اور کبھی پردہ میں آجاتی ہے لیکن جس شخص نے کہ صفات کے مقام سے پوری طرح نکل کر اس سے اوپر کے مقام میں قرار پالیا ہے اس کے حق میں یہ تجلی دائمی ہے، اور یہ جو کہا گیا ہے کہ تجلیٔ ذات کا اثر ہے کیونکہ اصل تجلیٔ ذات اس کے ماوراء ہے حق سبحانہٗ اس دولت سے ہمیں بہرہ مند فرمائے بلکہ تجلیات سے گذار کر ذاتِ متجلیٰ کا گرفتار بنائے۔

آپ نے لکھا تھا کہ "جو لذت کہ نمازوں میں پیش آتی ہے (اس کو) کیا لکھے" اس کے بعد آپ نے لکھا ہے "جو معانی کہ اسوقت فرض نمازوں میں ظاہر ہوتے ہیں نفل نمازوں میں ان کا کوئی نام و نشان نظر نہیں آتا"۔ میرے مخدوم! جو حالت کہ نماز میں پیش آتی ہے غیر حالتِ نماز پر فوقیت رکھتی ہے اور جو لذت کہ نماز میں حاصل ہوتی ہے خاص طور پر فرض نماز میں وہ کمال کی بشارت دینے والی ہے۔ نماز کو کامل طور پر ادا کرنے میں پوری کوشش ملحوظ رکھیں اور اس کے سنن و آداب کے حاصل کرنے میں سعی بلیغ کریں۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو حجاب کہ بندہ اور خدا کے درمیان ہے وہ نماز ادا کرتے وقت دور کر دیا جاتا ہے اور اگر امام نہ ہوں تو اس کے قیام و رکوع و سجود کو طویل کرنے میں راغب رہیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ سب سے فضیلت والی نماز وہ ہے جس میں قنوت یعنی قیام طویل ہو اور قنوت (قیام طویل) سکرات موت کو ہلکا کرتا ہے اور اگر امام ہوں تو امام کے لئے جو مقدار مسنون ہے اس پر اکتفا کریں اور مقتدیوں کا لحاظ کریں، ایک رکعت میں سورت کے تکرار کو نوافل میں جائز کیا گیا ہے اور رکوع و سجود کی تسبیحات کی تعداد کی حد سات تک ہے اور بعض روایتوں میں نو اور گیارہ تک بھی آئی ہے اور اگر اس سے بھی طویل کرنا چاہیں تو رکوع و سجود کی جو دعائیں روایات میں آئی ہیں پڑھیں اور جس قدر بھی تکرار کریں گنجائش ہے۔ عوف بن مالک (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے ساتھ (نماز میں) کھڑا ہوا پس جب آپ نے رکوع کیا تو سورۂ بقرہ (پڑھنے) کے بقدر ٹھہرے رہے اور اپنے رکوع میں سبحان ذی الجبروت و الملکوت والکبریاء کہتے رہے اور ایک روایت میں ہے کہ پھر آپ نے سجدوں میں بھی اس کی مانند کہا اور امام نووی نے ذکر کیا کہ "صحیح مسلم میں (حضرت) حذیفہ (رضی اللہ عنہ) کی حدیث سے ثابت ہوچکا ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم اپنے طویل رکوع میں جو کہ سورۂ بقرہ و آل عمران و نساء کی قراءت کے قریب تھا سبحان ربی العظیم پڑھا اور اس کا مطلب یہ ہے کہ اس (رکوع) میں سبحان ربی العظیم کا تکرار فرماتے رہے جیسا کہ سنن ابوداؤد وغیرہ میں واضح طور پر آیا ہے اور صحیح مسلم سے بھی ثابت ہے۔ میں کہتا ہوں کاش کہ میں جان لیتا کہ اس حدیث کی اس وضاحت اور اُن علماء کے قول میں تطبیق کی کیا صورت ہے جنھوں نے حکم کیا ہے کہ (رکوع و سجود میں) تسبیحات کی زیادہ سے زیادہ تعداد سات سے گیارہ تک ہے اور انھوں نے کہا کہ یہ اکمل (درجہ) ہے اور ظاہر یہ ہے کہ ان (علماء) کے نزدیک اس حکم میں کوئی بڑی وجہ اور معتبر سند ہے۔"

آپ نے پوچھا تھا کہ "کسی بزرگ سے منقول ہے مارجع من رجع الامن الطریق ومن وصل لا یرجع [جو شخص لوٹا سوائے اس کے نہیں کہ وہ راستہ سے لوٹا اور جو پہنچ گیا وہ نہیں لوٹتا] لیکن اگر کوئی سالک فنائے قلبی سے مشرف ہو گیا ہو تو اس کے لئے رجوع جائز نہیں ہے یا ہے اور اسی طرح فنائے روحی اور اس سے اوپر اخفیٰ تک۔" میرے مخدوم! صاحبِ فنائے قلب سیر الی اللہ کو پورا کر کے اپنی اصل کے ساتھ واصل ہو گیا ہے اور تلوین سے (گذر کر) تمکین کے ساتھ جا ملا ہے، امید ہے کہ اس بزرگ کے قول کے بموجب رجوع سے محفوظ ہو جائے یہی حال تمام لطائف کی فنا کا ہے البتہ صاحبِ عدم کے لئے کہ (عدم) جذبہ کی جہت میں فنا ہے جائز ہے کہ رجوع کرے کیونکہ وہ ابھی راستہ میں ہے اور اس کا جذبہ سلوک کے ساتھ ضم نہیں ہوا ہے، یہی وجہ ہے کہ حضرت خواجۂ بزرگ (نقشبند بخاری قدس سرہٗ) نے فرمایا ہے کہ وجودِ عدم وجودِ بشریت کی طرف عود کرتا ہے اور فنائے قلب ایک ایسی فنا ہے جو جذبہ و سلوک پر مترتب ہوتی ہے اسی لئے ہمارے حضرت عالی قدسنا اللہ سبحانہ بسرہ الاقدس نے اپنے مکتوبات کی تیسری جلد میں لکھا ہے کہ یہ فنا اولیاء کو نصیب ہے اور معلوم ہے کہ ولایت جذبہ و سلوک کے بغیر صورت پذیر نہیں ہوتی کیونکہ یہ دونوں اس کے اجزا ہیں۔ اور نیز اُن حضرت عالی (قدس سرہ) نے متعدد جگہوں میں لکھا ہے کہ اگر اس قلب والے کو حضرت نوح علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی عمر دیدی جائے اور بعض جگہ لکھا ہے کہ اگر اس کی عمر ہزار سال کو پہنچ جائے تو اس نسیان کی بدولت جو کہ اس کے دل کو ماسوا سے حاصل ہو گیا ہے اس کے دل میں ماسوا کا خیال ہرگز نہ آئے۔ اس عبارت سے یہ بھی مفہوم ہوتا ہے کہ اس صاحبِ فنا کے لئے رجوع (لوٹنا) نہیں ہے، اور نیز فرماتے تھے اس فنا و الانلونیات سے گذر کر تمکین سے جا ملتا ہے یہاں حضرت عالی (قدس سرہٗ) نے مکتوباتِ جلد اول میں کسی ارادت مند کو لکھا ہے کہ "تو دل کی اس سلامتی پر ہرگز دھوکا نہ کھا کیونکہ یہ (سلامتی) رجوع کا احتمال رکھتی ہے۔" اس عبارت سے ڈرتے رہنا چاہئے اگرچہ ہو سکتا ہے کہ حضرت عالی (قدس سرہٗ) نے

ص ۱۸۱ (حاشیہ)

مکتوب ۱۱۶ ص ۵۰ جلد اول (حاشیہ)

معلوم کرلیا ہو کہ وہ شخص اس سلامتی کی حقیقت کو نہیں پہنچا ہے اور اس (کی فنا) کے ناقص ہونے اور عدم وصول پر منتہائی کی ہوگی اور نیز ہوسکتا ہے کہ اس وقت میں اس فانی شخص کا عدم رجوع یقینی طور پر ظاہر نہ ہوا ہو اور رجوع کا احتمال ہو، اس کے بعد اس کے برخلاف ثابت ہوگیا ہو اور ہوسکتا ہے کہ حضرت عالی (قدس سرہ) نے مکتوب الیہ کے دنیاوی امور میں کثرت سے مشغول ہونے کی بابت اطلاع پائی ہو اور اس سے باز رکھنے کے لئے لکھا ہو کہ رجوع کا احتمال رکھتا ہے اور احتمال سے وقوع لازم نہیں آتا اور احتمال کا دائرہ وسیع ہے اس سے باز رہنے کے لئے احتمال کو بھی گنجائش دیدی ہو، اگر یہ) کہیں کہ جو فنائے قلب فنائے نفس کے بغیر ہوگی (چونکہ) نفس اس مقام میں ابھی تک اپنی رعونت وخودی و امارگی اور تمام رذائل پر (قائم) ہے تو پھر سلامتی کس طرح ہوگی اور رجوع سے تحفظ کہاں ہوگا۔ (جواباً) ہم کہتے ہیں کہ قلب کی فنا و سلامتی کو (مان لیتے) کی صورت میں نفس کی امارگی اور اس کی تمام برائیاں اس میں اثر نہیں کرتیں اور اس کے نسیان میں خلل نہیں ڈالتیں، اور یا ہم یہ کہتے ہیں کہ فنائے قلب کے بعد نفس کا امارگی اور تمام رذائل پر (قائم) ہونا غیر مسلم ہے کیونکہ محسوس ہوتا ہے کہ اس فنا کے بعد نفس اپنی تیزی وتندی سے رہ جاتا ہے اور قلب کے حال کے مشاہدہ اور اس کے مطلب میں فنا و مستغرق ہوجانے سے اور نیک ہمنشین کی صحبت حاصل ہونے کی برکت سے اپنی بہت سی بری عادتوں سے نادم ہوجاتا اور اصلاح کی طرف آجاتا ہے اگرچہ (صحبت قلب صالح نفس کو) فنائے اطمینان (نفس مطمئنہ) کی حد تک نہیں پہنچاتی، اصلاح کی طرف کیوں نہ آئے جبکہ فنائے قلب کے ضمن میں قلب کے کمال کے ساتھ متحقق ہوگیا اور اصلاح پاچکا ہے اور یہ جو ہم نے کہا ہے کہ فنائے قلب کے ضمن میں، یہ اس لئے ہے کہ قلب انسان کے لطائف کا جامع ہے بزرگوں نے کہا ہے کہ جو کچھ عالم کبیر (کائنات) میں ہے وہ عالم صغیر میں کہ انسان ہے ثابت ہے اور جو کچھ عالم صغیر میں ہے صرف قلب میں کہ جس کو عالم اصغر کہتے ہیں موجود ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ "بیشک ابن آدم (انسان) کے جسم میں ایک گوشت کا ٹکڑا ہے جب وہ درست ہوجاتا ہے تو اس کا تمام جسم درست ہوجاتا ہے اور جب وہ خراب ہوجاتا ہے تو اس کا تمام جسم خراب ہوجاتا ہے آگاہ رہو کہ وہ قلب ہے اور غیب (کا علم) اللہ سبحانہ ہی کے پاس ہے وَفَوْقَ كُلِّ ذِي عِلْمٍ عَلِيمٌ ۝ [اور ہر علم والے سے اوپر سب سے زیادہ علم والا ہے]۔

آپ نے پوچھا تھا کہ "فنائے قلبی و روحی وغیرہما کے لئے خواب و بیداری میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ حضور دائمی ہونا لازم ہے یا نہیں"۔ **جواب:-** لازم ہے کیونکہ فنا و بقا ہمارے نزدیک دائمی ہے اور جو دوام نہیں رکھتی وہ دائرہ اعتبار سے خارج ہے فنا و استہلاک کا معاملہ حضور سے برتر اور نازک تر ہے

جس جگہ کہ استہلاک واضمحلال (فنائیت) ہے وہاں حضور کا اطلاق شرم ہے فنا میں ماسوا کا نسیان اور اس کا خیال نہ آنا ضروری ہے اور دائمی حضور میں ماسوا کا نسیان اور اس کا خیال نہ آنا کچھ بھی ضروری نہیں ہے، دائمی حضور ماسوا کے حضور کے ساتھ جمع ہو جاتا ہے جیسا کہ پانی جاری ہو اور خس و خاشاک بھی اس کے اوپر بہتے رہیں اور اس (پانی) کے بہنے میں خلل انداز نہ ہوں۔

آپ نے لکھا تھا کہ آپ کی سرہند کی جانب روانگی کے وقت ایک خاتون نے آپ کے متعلق خواب میں ایسا ایسا دیکھا ہے کہ آپ نے اچھا لباس پہنا ہوا ہے اور جواہرات جَڑی ہوئی سونے کی زنجیر آپ کے دونوں پاؤں میں پڑی ہے اور اس نے (آپ کو) قید کیا ہوا ہے، اس خاتون نے آپ سے کہا کہ تو کیفیت میں تھا اور تو نے مجھ سے کہا کہ یہ پیغمبروں کا لباس ہے جو کہ پہنا ہوا ہے اور یہ زنجیر کہ (جس نے) تجھ کو قید کیا ہے پیغمبران علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات کی ہے"۔ آپ جان لیں کہ پیغمبروں کا لباس گویا ان بزرگوں کی نسبت ہے کہ جس کے حاصل ہونے کی بشارت پہنچی ہے اور زنجیر اُن کی شریعت ہے تاکہ آپ کو قید میں رکھے اور اس کی حدود سے باہر نہ چھوڑے۔ اور ہو سکتا ہے کہ یہ زنجیر اس سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ سے عبارت ہو کہ جس میں آپ داخل ہوئے ہیں اور اس کی قید میں آئے ہیں اور اس سلسلہ کو سلسلۃ الذہب کہتے ہیں[1] اور چونکہ یہ سلسلہ حضرت صدیق اکبر (رضی اللہ عنہ) تک پہنچتا ہے اور انھوں نے نسبت کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے اخذ کیا ہے (اس لئے یہ بات) صادق آتی ہے کہ یہ زنجیر (سلسلہ) پیغمبروں کی ہے علیہم الصلوات والتحیات اور اس صورت میں لباس کی تعبیر انبیا علیہم الصلوٰۃ والبرکات کی شریعت کے ساتھ بھی کر سکتے ہیں اور یہ اس مکتوب کا اختتام ہے دوستوں سے سلامتیِ خاتمہ کی دعا کی امید کی جاتی ہے، والسلام علیکم وعلی سائر من اتبع الہدیٰ و التزم متابعۃ المصطفیٰ علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتحیات والبرکات العلیٰ۔

مکتوب ۱۱۰

صلاح آثار عبدالحکیم (لاہوری) کے نام وعظ و نصائح اور نیک لوگوں کے حالات کے بارے میں تحریر فرمایا۔

اے بھائی! ناجنس اور طریقہ کے مخالف کی صحبت سے پرہیز کر اور بدعتی کی مجالس سے گریز کر، یحییٰ معاذ رازی قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ تین قسم کے لوگوں یعنی غافل علماء، اور غیر محتاط قاریوں اور جاہل

---

[1] کسی نے کیا خوب کہا ہے ؎

ایں سلسلہ از طلائے ناب ست　　　ایں خانہ تمام آفتاب ست

[یہ زنجیر خالص سونے کی ہے، یہ گھر سب کا سب آفتاب ہے]

صحبت سے اجتناب کر" اور جس شخص نے اپنے آپ کو بزرگی کی گدی پر بٹھایا ہے اور اس کا عمل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و علیٰ آلہ وسلم کی سنت کے موافق نہیں ہے اور وہ شریعت منورہ کے زیور سے آراستہ نہیں ہے قطعی طور پر اس سے دور رہ، بلکہ جس شہر میں وہ ہو اُس میں مت رہ، ایسا نہ ہو کہ دنوں کے گذرنے کے ساتھ دل کو اس سے کچھ رغبت پیدا ہو جائے اور مقصدِ اعظم میں خلل ڈال دے کیونکہ وہ اقتدار کے لائق نہیں ہے وہ ایک چھپا ہوا چور اور شیطان کا ایک جال ہے اگرچہ تُو اس سے مختلف قسم کے خوارقِ عادات دیکھے اور تُو اُس کو ظاہر میں دنیا سے بے تعلق پائے، جسقدر تو شیر سے بھاگتا ہے اس کی صحبت سے اُس سے بھی زیادہ بھاگ۔ سید الطائفہ (حضرت) جنید بغدادی قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ (اللہ تعالےٰ تک پہنچنے کے) سب طریقے بند کر دیئے گئے ہیں سوائے اس شخص کے طریقہ کے جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کے نقشِ قدم پر چلے اور نیز فرمایا جس شخص نے نہ قرآن (مجید) حفظ کیا ہو اور نہ حدیث لکھی ہو اُس کا (طریقت) میں اس کی پیروی نہیں کی جائیگی کیونکہ ہمارا علم (معرفت) کتاب و سنت کا پابند ہے۔ اور انھوں نے یہ بھی فرمایا ہے کہ مقربین صادقین سابقین بزرگانِ دین کے طریقے درحقیقت کتاب و سنت کے پابند ہیں پس وہ (بزرگانِ دین) صوفیہ اور علماء ہیں جو شریعت و طریقت پر عمل کرتے ہیں اور وہ نبی کریم علیہ و علیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کے وارث ہیں وہ اُن (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اقوال و اخلاق و افعال و احوال میں ان کا اتباع کرنے والے ہیں، اللہ سبحانہٗ ان کی برکات سے ہمیں بھی مستفیض فرمائے۔

۱۸۴ (یہ فقیر) دوبارہ لکھتا ہے کہ آدابِ نبوی میں سُستی کرنے والے اور سننِ مصطفوی علی مصدرہا الصلوٰۃ والسلام کے ترک کرنے والے کو ہرگز عارف خیال نہ کریں اور اُس کے ترکِ دنیا، قطعِ تعلق اور خوارقِ عادات پر فریفتہ نہ ہوں اور اس کے زہد و توکل اور معارفِ توحیدی کے شیدائی نہ بنیں کیونکہ باطل فرقے مثلاً یہود و نصاریٰ اور جوگی اور برہمن ان امور میں حقانی فرقوں کے ساتھ شرکت رکھتے ہیں۔ ابو عمر بن نجید السلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ہے ہر وہ حال جو علم کا ثمرہ نہ ہو اگرچہ وہ بہت بڑا ہو تو بلاشبہ اس کے صاحب پر اس کا ضرر اس کے نفع سے بہت زیادہ ہے۔ اُن سے دریافت کیا گیا کہ تصوف کیا ہے؟ اُنھوں نے کہا "امر و نہی کے تحت صبر کرنا ہے" کام کا مدار شریعت کے اتباع پر ہے اور نجات کا معاملہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و علیٰ آلہ وسلم کے نقشِ قدم پر چلنے سے وابستہ ہے، حق و باطل میں صحیح فرق کرنے والی چیز بھی پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ و علیٰ آلہ وسلم کا اتباع ہے، زہد و توکل اور دنیا سے قطع تعلق آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام (کی پیروی) کے بغیر مقبول نہیں ہے اور اذکار و افکار و اشواق و اذواق آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے توسل کے بغیر بے نتیجہ ہیں، خوارقِ عادات کا مدار بھوکا رہنے اور ریاضت پر ہے معرفت سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہے

(حضرت) عبداللہ بن مبارک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے جس شخص نے آداب میں سستی کی اس کو سنتوں سے محرومی کی سزا دی گئی اور جس نے سنتوں میں سستی کی اس کو فرائض سے محرومی کی سزا دی گئی اور جس نے فرائض میں سستی کی اس کو معرفت سے محرومی کی سزا دی گئی اور اسی لئے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا گناہوں سے کفر میں زیادتی ہوتی ہے۔ لوگوں نے سلطانِ وقت شیخ ابوسعید ابوالخیر سے کہا فلاں شخص پانی پر چلتا ہے، آپ نے فرمایا آسان ہے ایک تنکا بھی پانی پر چلتا ہے، انھوں نے کہا فلاں شخص ہوا میں اُڑتا ہے، فرمایا ایک چیل اور مکھی بھی ہوا میں اڑتی ہے، انھوں نے کہا فلاں شخص ایک لمحہ میں ایک شہر سے دوسرے شہر میں چلا جاتا ہے، فرمایا شیطان بھی ایک سانس میں مشرق سے مغرب تک جاتا ہے، اس قسم کی چیزوں کی کوئی زیادہ وقعت نہیں ہے۔ مردِ (حق) وہ ہے جو مخلوق کے درمیان بیٹھے، لین دین کرے اور شادی کرے اور مخلوق کے ساتھ میل جول رکھے اور ایک لحظہ اپنے خداء عزّ وجلّ سے غافل نہ ہو[۵۱] ــــــــــــ لوگوں نے امام اولیاء ابوعلی رودباری (قدس سرہٗ) سے ایک ایسے شخص کے بارے میں دریافت کیا جو لہو ولعب کی چیزیں (گانا بجانا) سنتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ میرے لئے حلال ہے کیونکہ میں ایسے درجہ تک پہنچ گیا ہوں کہ احوال کا مختلف ہونا مجھ میں تاثیر نہیں کرتا، آپ نے جواب میں فرمایا ہاں پہنچ گیا ہے لیکن جہنم میں پہنچا ہے۔ ــــ ابوسلیمان دارانی قدس سرہٗ فرماتے ہیں "اکثر قوم (صوفیہ) کے نکتوں میں سے کوئی نکتہ میرے دل میں آتا رہتا ہے تو میں اس کو دو عادل گواہوں یعنی کتاب وسنت کے بغیر قبول نہیں کرتا" ــــ حدیث شریف میں آیا ہے کہ بدعتی لوگ دوزخیوں کے کتے ہیں ــــ اور نیز (حدیث شریف میں) آیا ہے کہ جس شخص نے کسی بدعت پر عمل کیا، شیطان عبادت میں اس کے ساتھ تخلیہ کرتا ہے اور اس پر خشوع وگریہ طاری کر دیتا ہے اور نیز حدیث شریف میں آیا ہے کہ بیشک اللہ تعالیٰ صاحبِ بدعت کا نہ روزہ قبول کرتا ہے نہ نماز، نہ صدقہ، نہ حج، نہ عمرہ، نہ جہاد، نہ کوئی اور فرض اور نہ کوئی نفل قبول کرتا ہے یہاں تک کہ وہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے جیسا کہ گندھے ہوئے آٹے سے بال نکل جاتا ہے ــــ شیخ علی بن بکر قدس سرہٗ نے معراج الہدایہ میں فرمایا کہ "تو اس بات کو حق جان لے اور سچی سمجھ لے کہ ہر انسان کا حسن وکمال وزینت وجمال تمام امور میں بلحاظ ظاہر وباطن اصول وفروع، عقل وفعل، عادت وعبادت، اخلاق واطوار حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے کامل اتباع میں ہے کیونکہ تمام سعادتیں سنت کے اتباع یعنی اخلاص کو ملحوظ رکھتے ہوئے اوامر کے بجا لانے اور خوف کو ملحوظ رکھتے ہوئے منہیات کو برا جاننے (یعنی ان سے بچنے) میں ہیں بلکہ اپنے تمام افعال واطوار وحرکات وسکنات میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے نقوشِ قدم پر چلنے میں ہیں یہاں تک کہ نفس کو شریعت کی لگام دی جائے اور قلب میں حقیقت کے حقائق جلوہ نما ہوں، اور یہ بات اس کے بغیر

حاصل نہیں ہوتی کہ بُری عادتوں سے سنت کے قانون کے مطابق قلب کی صفائی کی جائے اور ذکر و تلاوت و معرفت اور اچھے اخلاق کے ساتھ اُس (قلب) کو منور کیا جائے اور اس میں اس طرح اعتدال پیدا کیا جائے کہ اعضاء کی تمام حرکات اعتدال کے طریقہ پر جاری ہوں یہانتک کہ اس میں ان (امور) کے ساتھ اعتدال کی ہیئت پیدا ہو جائے وہ حقائق کو قبول کرنے کے لئے تیار ہو جائے اور عنایاتِ الٰہی کی ہوا کے جھونکوں کی صلاحیت پیدا کرلے جو کہ احسن طریق کے سلوک کے لئے مخصوص ہیں"۔ یہ ہے جو انھوں نے کہا ہے، اور اگر کوئی گناہ واقع ہو جائے تو تو جلدی اس کا تدارک توبہ و استغفار کے ساتھ کر، پوشیدہ گناہ کے لئے توبہ پوشیدہ کر اور علانیہ گناہ کے لئے توبہ علانیہ کر، اور توبہ کو دوسرے وقت پر نہ رکھ ــ اور منقول ہے کراماً کاتبین (اعمال لکھنے والے فرشتے) گناہ کے لکھنے میں تین ساعت تک توقف کرتے ہیں، اگر گناہ کرنے والے نے اس عرصہ میں توبہ کرلی تو وہ اس گناہ کو نہیں لکھتے ورنہ نامۂ اعمال میں درج کر دیتے ہیں ــ جعفر بن سنان قدس سرہٗ فرماتے ہیں جس گناہ کا تونے ارتکاب کیا ہے اس سے توبہ کرنے سے تیرا غفلت کرنا اُس کے ارتکاب سے زیادہ بُرا ہے اور اگر اس قدر جلدی سے توبہ میسر نہ ہو تو غرغرہ (موت کے وقت حلق سے نکلنے والی آواز) کا معاملہ پہنچنے سے پہلے پہلے جب بھی توبہ کرلے مقبول ہے ــ حدیث شریف میں آیا ہے کہ بیشک اللہ تعالیٰ رات کے وقت اپنا ہاتھ دراز فرماتا ہے تاکہ دن کے وقت گناہ کرنے والے کی قبول کرے اور دن کے وقت اپنا ہاتھ دراز فرماتا ہے تاکہ رات کے وقت گناہ کرنے والے کی توبہ قبول کرے ــ چاہئے کہ پرہیزگاری و تقویٰ کو اپنا شعار بنائے، ممنوعات و مشتبہات میں قدم نہ رکھے کیونکہ اس راستہ میں منہیات کے ارتکاب سے پہلے اُن سے باز رہنا اور اوامر کو بجالانا ترقی بخشنے اور فائدہ دینے والا ہے ــ ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ نیک اعمال ہر نیک و بد آدمی کرتا ہے لیکن گناہوں سے صدیق ہی بچتا ہے ــ (حضرت) معروف کرخی قدس سرہٗ نے فرمایا ہے کہ تم اپنی آنکھوں کو بند رکھو اگرچہ ایک مادہ بکری ہی ہو ــ حدیث شریف میں آیا ہے کہ کل (قیامت کے روز) اللہ تعالیٰ کے جلیس وہ لوگ ہیں جو دنیا میں پرہیزگاری اور زہد کرنے والے ہیں ــ اور نیز حدیث شریف میں آیا ہے کہ پرہیزگار آدمی کے پیچھے نماز پڑھنا مقبول ہے اور پرہیزگار آدمی کی طرف ہدیہ بھیجنا مقبول ہے اور پرہیزگار آدمی کے ساتھ بیٹھنا عبادت ہے اور اس کے ساتھ بات چیت کرنا نیکی ہے ــ اور نیز حدیث شریف میں آیا ہے پرہیزگار آدمی کی دو رکعت مخلّط (گڈمڈ کرنے والا یعنی غیر متقی) کی ہزار رکعت سے افضل ہیں، اور جس امر میں کہ تیرا دل توقف کرے تو اس کو چھوڑ دے اور اس کا مرتکب نہ ہو، اور نفس کے فتویٰ پر مت چل اور تردد والے امور میں دل کو مفتی بنا ــ اور حدیث شریف میں آیا ہے نیکی وہ ہے جس کی طرف نفس کو سکون نہ ہو اور قلب کو اس کی طرف اطمینان ہو اور گناہ وہ ہے

۱۸۶

جس کی طرف نفس کو سکون ہوا اور قلب کو اس کی طرف اطمینان نہ ہوا اگرچہ مفتی صاحبان تجھ کو فتویٰ دیدیں۔ اور حدیث شریف میں آیا ہے۔ حلال (بھی) ظاہر ہے اور حرام (بھی) ظاہر ہے پس تو اس چیز کو جو تجھے شک میں ڈالے اس چیز کے لئے چھوڑ دے جو تجھے شک میں نہ ڈالے ـــــ اس حدیث سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ جس جگہ شک آجائے اور دل توقف کرے اس کو چھوڑ دینا چاہئے اور اگر شک نہ آئے تو (اس کا) ارتکاب معاف ہے ـــــ حدیث شریف میں آیا ہے حلال وہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب (قرآن مجید) میں حلال کر دیا ہے اور حرام وہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں حرام کر دیا ہے اور جس سے سکوت فرمایا وہ ان چیزوں میں سے ہے جن کو معاف کر دیا گیا ہے۔ جو شخص کہ مشتبہ امور میں مبتلا ہو جائے اس کے لئے تمیز کا دوسرا طریقہ یہ ہے کہ اپنے ہاتھ کو اپنے سینہ یا دل پر رکھے اگر (اس کو) ساکن پائے تو اس امر پر عمل کرے اور اگر مضطرب پائے تو اپنے آپ کو اس سے باز رکھے ـــــ حدیث نبوی علی مصدرہا الصلوٰۃ والسلام میں آیا ہے کہ تیرا نفس تجھ کو فتویٰ دیتا ہے تو اپنا ہاتھ اپنے سینہ پر رکھ پس بیشک وہ حلال کے متعلق سکون حاصل کرے گا اور حرام کے متعلق اضطراب پائے گا، تو اس چیز کو جو تجھے شک میں ڈالے اس چیز کے لئے چھوڑ دے جو تجھے شک میں نہ ڈالے اگرچہ مفتی صاحبان تجھ کو فتویٰ دیدیں، بیشک مؤمن صغیرہ گناہ کو اس خوف سے چھوڑ دیتا ہے کہ مبادا وہ کبیرہ گناہ میں مبتلا ہو جائے ـــــ اور دوسری روایت میں آیا ہے کہ تو اپنا ہاتھ اپنے دل پر رکھ پس بیشک دل حلال کے متعلق سکون پاتا ہے الیٰ آخرہ۔

ـــــ اپنی تمام طاعات و عبادات کو قابلِ تہمت جانے اور اپنے آپ کو اس کا حق ادا کرنے سے قاصر سمجھے۔

ـــــ ابو محمد بن منازل قدس سرہ فرماتے ہیں کہ "اللہ تعالیٰ کا ذکر ہر قسم کی عبادات ہیں پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:۔ اَلصّٰبِرِیْنَ وَالصّٰدِقِیْنَ وَالْقٰنِتِیْنَ وَالْمُنْفِقِیْنَ وَالْمُسْتَغْفِرِیْنَ بِالْاَسْحَارِ [۱] [وہ لوگ صبر کرنے والے، سچ بولنے والے، عاجزی کرنے والے، خرچ کرنے والے اور اخیر شب میں گناہوں کی معافی چاہنے والے ہیں]۔ (اس آیتِ کریمہ میں) اللہ تعالیٰ نے تمام مقامات کو استغفار کے مقام پر ختم فرمایا ہے تاکہ بندہ اپنے تمام افعال و احوال میں اپنا قصور دیکھے پس اس کو چاہیے کہ ان سب افعال سے معافی طلب کرے ـــــ (حضرت) جعفر بن سنان قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ عبادت گزاروں کا اپنی عبادت کی وجہ سے گنہگاروں پر تکبر کرنا اُن کے گناہوں سے زیادہ بُرا اور ضرر رساں ہے ـــــ لوگوں نے (حضرت) مرتعش قدس سرہٗ کو رمضان المبارک کے عشرۂ اواخر میں جامع مسجد کے باہر دیکھا پس ان سے کہا گیا کہ وہ کیا چیز ہے جس نے آپ کو مسجد سے نکالا؟ آپ نے فرمایا: قراء اور اُن کے پاس اُن کی عبادت کی تعظیم کے مشاہدہ نے ـــــ اور اگر اپنی اور اپنے اہل و عیال کی روزی کے لئے کوئی کسب مثلاً تجارت وغیرہ اختیار کرے تو کوئی مضائقہ

[۱] پ۳ ع۱۰ — ۱۸۷

نہیں ہے بلکہ مستحسن ہے کیونکہ سلف نے اس کو اختیار کیا ہے اور احادیث میں کسب کے فضائل بکثرت ہیں اور اگر توکل اختیار کرے تو (یہ) بھی اچھا ہے لیکن بشرطیکہ کسی سے طمع نہ رکھتا ہو۔ محمد بن سالم سے ایک شخص نے پوچھا کیا ہم کسب کے ساتھ بندگی میں لئے جاتے ہیں یا توکل کے ساتھ؟ تو انھوں نے فرمایا "توکّل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کا حال ہے اور کسب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی سنت ہے اور بیشک کسب اس شخص کے لئے سنت ہے جس کو توکل کی حالت سے کمزوری لاحق ہو جائے اور کمال کے اُس درجہ سے گر جائے جو آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حال ہے پس جو شخص توکل کی طاقت رکھتا ہے اس کے لئے کسب مباح نہیں ہے لیکن وہ کسبِ معاونت کرے کسب پر اعتماد نہ کرے، اور جو شخص توکّل کے اُس حال سے جو کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا حال ہے کمزور ہو جائے اس کے لئے معاش وکسب کا طلب کرنا مباح کر دیا گیا ہے تاکہ آنحضرت علیہ وعلیٰ آلہ الصلوۃ والسلام کی سنت کے درجے سے نہ گر جائے جیسا کہ وہ آپ کے حال سے گر گیا ہے۔ ابو محمد بن منازل فرماتے ہیں کسب کے ساتھ تفویض (اللہ تعالیٰ کے سپرد کرنا) اس (کسب) کے اس (تفویض) سے خالی ہونے سے بہتر ہے، اور کھانا کھانے میں اعتدال کا خیال رکھے نہ اس قدر کھائے کہ عبادت میں سستی پیدا ہو اور بے مزہ کر دے اور نہ اسقدر کمی کرے کہ اذکار وطاعات سے عاجز رہ جائے۔ حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہٗ نے فرمایا "اچھی غذا کھا اور کام کو اچھی طرح کر" مختصر یہ کہ مدارِ عبادت پر ہے جس قدر (خوراک) کہ اس کی مددگار ہے مبارک ہے اور جو چیز اس معاملہ میں خلل ڈالنے والی ہے منع ہے اور جن افعال وحرکات کا قصد کرے ان سب میں نیت کو ملحوظ رکھے کسی بھی کام میں جب تک اچھی نیت حاصل نہ ہو جہاں تک ممکن ہو پیشقدمی نہ کرے اور گوشہ نشینی وخاموشی کی طرف راغب رہے۔ اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ "حکمت کے دس حصے ہیں ان میں سے نو حصے گوشہ نشینی میں ہیں اور ان میں سے ایک خاموشی میں ہے" اور لوگوں کے ساتھ میل جول ضرورت کے مطابق رکھے اور تمام اوقات کو مراقبہ واذکار میں بسر کرے، کام کرنے کا وقت ہے صحبت رکھنے (مجلس قائم کرنے) کا وقت آگے آنے والا ہے، سوائے اُس صحبت کے جو فائدہ پہنچانے اور فائدہ حاصل کرنے کے لئے ہو کہ وہ محمود بلکہ ضروری ہے اور اسی طرح اہلِ طریقہ کے ساتھ صحبت رکھنا بھی ایک دوسرے میں فانی ہونے اور بیکار باتیں درمیان میں نہ لانے کی شرط کے ساتھ مستحسن بلکہ بعض اوقات میں گوشہ نشینی سے افضل ہے اور طریقہ کے مخالف کے ساتھ صحبت نہیں رکھنی چاہیے اور ہر نیک وبد کے ساتھ کشادہ پیشانی سے پیش آنا چاہیے، باطن خواہ (اس سے) خوش ہو یا ناخوش ہو، اور جو شخص عذر کے ساتھ پیش آئے اس کا عذر قبول کرے اور اچھا اخلاق رکھے کسی پر اعتراض کرنے سے پرہیز کرے اور نرم ومناسب بات کہے اور خدائے عزوجل کے (حق کے) علاوہ

ف ۱۸۸

کسی شخص کے ساتھ سختی سے پیش نہ آئے ـــــ شیخ عبداللہ بابانی قدس سرہ نے کہا ہے کہ درویشی نہ نماز و روزہ ہے اور نہ راتوں کو جاگنا ہے، یہ تو سب بندگی کے اسباب ہیں درویشی کسی کو رنج نہ پہنچانا ہے اگر تو یہ حاصل کرلے تو واصل ہو جائے ـــــ لوگوں نے محمد بن سالم (رحمہ اللہ) سے پوچھا مخلوق میں سے اولیاء اللہ کو کس چیز سے پہچانا جاتا ہے انھوں نے فرمایا اُن کی زبان کی نرمی، حُسنِ اخلاق، کشادہ روئی، سخاوتِ نفس قلتِ اعتراض، عذر والوں کا عذر قبول کرنے اور تمام مخلوق پر خواہ وہ نیک ہوں یا بد، کامل شفقت سے (پہچانا جاتا ہے) ـــــ ابو عبداللہ احمد مقری قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ "جوانمردی یہ ہے کہ جس شخص سے تو بغض رکھتا ہے اس کے ساتھ حُسنِ اخلاق سے پیش آئے اور جسے تو ناپسند کرتا ہے اس کے لئے مال خرچ کرے اور جس شخص سے تیرا دل نفرت کرتا ہے اس کے ساتھ خوب میل جول رکھے۔" اور بات کرنے میں کم گوئی کو ملحوظ رکھنا چاہئے اور زیادہ سونا اور زیادہ ہنسنا نہیں چاہئے کہ (یہ) دل کو مردہ کرتا ہے اور اپنے تمام امور کو حق تعالیٰ کے سپرد کردے اور خود بندگی میں مشغول رہے تاکہ تو امور کی تدبیر سے فارغ رہے ـــــ اور سید الطائفہ (حضرت جنید بغدادی قدس سرہٗ) نے کیا اچھا فرمایا ہے کہ دنیا کی ہر حاجت کا حصول اس کا ترک ہے اور جب تیرا دل ایک (اللہ تعالیٰ کی) جانب ہو گیا وہ تیرے تمام امور کو کفایت کرے گا ـــــ حدیث شریف میں ہے کہ جس شخص نے اپنی فکروں کو ایک فکر (اللہ کی یاد) بنالیا اللہ تعالیٰ اس کی دنیا و آخرت کی فکروں کے لئے کافی ہوگا اور نیز اپنے بندوں کو تجھ پر مہربان کردے گا تاکہ وہ تیرے کاموں کو درست کریں ـــــ یحییٰ معاذ رازی قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ تو جسقدر اللہ تعالیٰ سے محبت کرے گا مخلوق اسی قدر تجھ سے محبت کریگی اور تو جسقدر اللہ تعالیٰ سے خوف کریگا مخلوق اسی قدر تجھ سے خوف کریگی اور تو جس قدر اللہ عزوجل کے ساتھ مشغول رہے گا مخلوق اسی قدر تیرے کام میں مشغول رہے گی ـــــ اور نیز انہی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے جو شخص اللہ تعالیٰ کی بندگی سے خوش ہوا، اشیاء اس کی خدمت سے خوش ہوئیں اور جس کی آنکھ کی ٹھنڈک اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہے تمام اشیاء کی آنکھوں کی ٹھنڈک اس کی طرف دیکھنے سے ہے۔ مختصر یہ کہ اس (اللہ تعالیٰ) کے لئے رہ ورنہ مت رہ اور اپنے نفس کی تدبیر میں مشغول مت ہو اور پروردگار کے فضل پر اعتماد کرنے کے علاوہ کسی پر اعتماد نہ کر ـــــ ابو محمد راشی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ "تیرے اور حق (جل وعلا) کے درمیان بہت بڑا حجاب تیرا اپنے نفس کی تدبیر میں مشغول ہونا اور تیرا اپنے اسباب میں اپنے جیسے عاجز پر بھروسہ کرنا ہے، صوفی اُسی وقت صوفی بنتا ہے جبکہ زمین اس کو برداشت نہ کرے اور آسمان اس کو سایہ نہ کرے اور اس کے لئے مخلوق کے نزدیک قبولیت نہ ہو اور تمام احوال میں اس کا مرجع خالق تبارک (وتعالیٰ) کی طرف ہو، اہل وعیال کے ساتھ اچھا سلوک کرنا چاہئے

اور میل جول بقدر ضرورت رکھنا چاہیئے تاکہ اُن کا حق ادا ہو جائے اور ان کے ساتھ کامل اُنس پیدا نہیں کرنا چاہیئے تاکہ بارگاہ مقدس سے روگردانی کا باعث نہ ہو جائے اور باطنی احوال کو نا اہل سے بیان نہیں کرنا چاہیئے اور جہاں تک ممکن ہو مالداروں کے ساتھ صحبت نہیں رکھنی چاہیئے اور تمام حالات میں سنت کو اختیار کرنا چاہیئے اور حتی الامکان بدعت سے بچنا چاہیئے اور بسط (احوال وواردات کی کثرت) کے زمانہ میں حدود شرعیہ کو اچھی طرح ملحوظ رکھنا چاہیئے اور حدود سے تجاوز نہیں کرنا چاہیئے اور قبض (احوال وواردات کی بندش) کے وقت پُر امید رہنا چاہیئے، رنجیدہ ومایوس نہیں ہونا چاہیئے۔ فَإِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا إِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا۔ [پس بیشک تنگی کے ساتھ فراخی ہے بیشک تنگی کے ساتھ فراخی ہے] سختی اور نرمی میں ارادہ کرے کہ یکساں رہے اور وجود وعدم (کسی چیز کے ہونے یا نہ ہونے کی حالت) میں ایک ہی روش پر رہے بلکہ عدم میں راحت پائے اور وجود میں مضطرب رہے ــــ لوگوں نے ابو سعید اعرابی قدس سرہٗ سے فقراء کے اخلاق کے بارے میں پوچھا انھوں نے کہا کہ "فقراء کا اخلاق فقر (افلاس) کے وقت سکون اور وجود (فراخی) کے وقت اضطراب اور غموں کے ساتھ اُنس اور خوشیوں کے وقت وحشت ہے"۔ اور مصائب میں نہ گھبرائے اور لوگوں کے عیبوں پر نظر نہ کرے اور اپنے عیبوں کو ہمیشہ نگاہ میں رکھے اور اپنے آپ کو کسی مسلمان پر فضیلت نہ دے اور سب کو اپنے سے افضل جانے ــــ (حضرت) سری سقطی قدس سرہٗ نے فرمایا ہے کہ مجھ کو کسی شخص پر فضیلت نہیں ہے اُن سے کہا گیا کہ کیا مخنثوں پر بھی نہیں ہے تو فرمایا اور مخنثوں پر بھی نہیں ہے۔ اور ہر مسلمان کے بارے میں یہ اعتقاد رکھے کہ میرے کام کا حل اس کی ذات کی برکت اور دعا سے ہو سکتا ہے، اور اہلِ حقوق کا پابند رہے ــــ اہل اللہ کے کلام میں آیا ہے کہ "بیشک مؤمن صاحبِ حق کے لئے پابند ہے الحدیث" ــــ اور نیز حدیث شریف میں آیا ہے کہ جس شخص نے تین چیزوں سے ناک بھوں نہیں چڑھائی تو وہ سچا مؤمن ہے، اہل وعیال کی خدمت، فقراء کے ساتھ بیٹھنا اور خادم کے ساتھ کھانا، یہ افعال اُن مومنین کی نشانیوں میں سے ہیں، جن کی صفت اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں بیان فرمائی ہے، أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا۔ [وہی لوگ مومن ہیں] اور اسلاف کی سیرتوں کو ہر وقت ملحوظ رکھے اور غربا، فقرا و مساکین کی صحبت کی طرف راغب رہے اور کسی شخص کی غیبت نہ کرے بلکہ غیبت کرنے والے کو حتی الامکان منع کرے اور نیکی کا کرنے اور برائی سے روکنے کو اپنا شیوہ بنالے اور مال خرچ کرنے پر حریص رہے اور نیکیوں کے ادا کرنے سے مسرور ہوا کرے اور برائیوں کے ارتکاب سے دور رہے ــــ لوگوں نے محمد بن علیان قدس سرہٗ سے پوچھا کہ بندہ سے اللہ تعالیٰ کے راضی ہونے کی علامات کیا ہیں انھوں نے فرمایا عبادات میں اس کو سرور حاصل ہونا اور

ب ۳۰ ع ۲۰
ب ۹ ع ۱۵

گناہوں سے اس کو گرانی ہونا ــــ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جس شخص کو کسی گناہ نے غمگین کیا اور کسی نیکی نے خوش کیا تو وہ مومن ہے، اور افلاس کے خوف سے بخل نہ کرے، اَلشَّیْطٰنُ یَعِدُکُمُ الْفَقْرَ وَیَاْمُرُکُمْ بِالْفَحْشَآءِ [شیطان تم سے افلاس کا وعدہ کرتا ہے اور تم کو برائیوں کا امر کرتا ہے] روزی کی کمی سے غمگین نہ ہو کیونکہ عیش کا وقت آگے آنے والا ہے، اللھم ان العیش عیش الاٰخرۃ [اے اللہ! بیشک عیش تو آخرت کا عیش ہے] اس جگہ (دنیا) کی تنگی وہاں (آخرت) کی فراخی کا باعث ہے۔ ــــ پیغمبر خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہٖ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس شخص کا رزق قلیل اور کنبہ کثیر ہو اور اس کی نماز اچھی طرح ادا ہوئی اور اس نے مسلمانوں کی غیبت نہیں کی تو قیامت کے روز وہ اس حال میں آئے گا کہ میرے ساتھ ان دو (انگلیوں) کی طرح ہوگا ــــ اور نیز آنحضرت علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اس شخص کے لئے خوشخبری ہے جو حج کرتے ہوئے مرا اور جس نے غازی ہو کر صبح کی، ایسا شخص جس کا حال (لوگوں پر) پوشیدہ ہو، عیال دار ہو، پاکباز ہو، تھوڑی سی دنیا پر قانع ہو، دنیا والوں کے پاس ہنستے ہوئے جاتا ہو اور ان کے پاس سے ہنستا ہوا واپس آتا ہو۔ پس اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے یہ وہی لوگ ہیں جو حاجی ہیں اور غازی ہیں، ۔ ۔ ۔ ۔ ، اور فقرا اور دینی بھائیوں کی خدمت (کرنے) میں اپنے آپ کو باز نہیں رکھنا چاہئے ــــ جعفر خلدی[1] رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ شرفا کی کوشش اپنے بھائیوں کے لئے ہے نہ کہ اپنی ذات کے لئے ــــ ابو عبد اللہ خفیف[2] رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ دوستوں میں سے ایک دوست میرا مہمان ہوا، اتفاق سے اس کو پیٹ کی بیماری (اسہال) لاحق ہو گئی اور میں نے اس کی خدمت کو اپنے ذمہ لیا اور میں اس کی خدمت کرتا تھا اور تمام رات طشت (تھال) اس کے سامنے سے اٹھاتا تھا ایک دفعہ مجھ کو اونگھ آگئی اس نے مجھ سے کہا نمت لعنك اللہ، یعنی تو سو گیا خدائے تعالیٰ تجھ پر لعنت کرے، لوگوں نے مجھ سے پوچھا کہ جس وقت اس نے تجھ کو لعنك اللہ [اللہ تعالیٰ تجھ پر لعنت کرے] کہا تو نے اپنے نفس کو کیسا پایا۔ میں نے کہا کہ میں نے ایسا پایا کہ اس نے مجھ کو رحمك اللہ [اللہ تعالیٰ تجھ پر رحمت فرمائے] کہا ہے۔" اور جس حال کو تو نہیں پہنچا ہے بلا وجہ اس میں گفتگو کرے ــــ ابو عمر زجاجی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ "جس شخص نے ایسے حال کے بارے میں گفتگو کی جس تک وہ نہیں پہنچا ہے تو اس کا کلام فتنہ ہے پس جو شخص اس کو سنتا ہے اور دعوی اس کے دل میں پیدا ہوتا ہے وہ اس حال کی طرف پہنچنے اور اس تک وصول سے محروم رہتا ہے ــــ اور صوفیہ کی خدمت آداب کے ساتھ کرنا کہ تو ان کی برکات سے بہرہ ور ہو جائے، الطریقۃ کلھا ادب [طریقت تمام ادب ہے] یہ مقولہ آپ نے سنا ہوگا کہ کوئی بے ادب خدائے تعالیٰ تک نہیں پہنچا ہے، ارادہ ہے کہ اس

[1] لفظ خلدی ہے بفتح حائے مہملہ و تشدید ذال معجمہ (نفحات حاشیہ ص ۲۲۵) [2] یہ واقعہ نفحات ص ۲۲۴ پر درا مختلف طریقے سے درج ہے (مترجم)

ص ۹۰ ع ۲/۲ ۶۸

بزرگ گروہ کے بعض آداب علیحدہ کاغذ پر لکھوں، ہمارے حضرت عالی قدسنا اللہ سبحانہ بسرہ الاقدس نے اس بارے میں ایک رسالہ تحریر فرمایا ہے اور پیر کے بعض ضروری آداب اس میں درج فرمائے ہیں اگر مل جائے تو اس کا مطالعہ کریں۔ مختصر یہ ہے کہ ہیچ و بے نفس ہو کر ان (بزرگوں) کی خدمت میں پوری طرح پیشقدمی کرے ورنہ ان بزرگوں کی ہم نشینی کی ہوس نہ کرے کیونکہ اس صورت میں ضرر کا احتمال غالب ہے اور نفع موقوف ہے ـــــ ابوبکر بن سعدان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے[1] "من صحب الصوفیۃ فلیصحبھم بلا نفس ولا قلب ولا ملک فمتی نظر الی شئ من اشیائہ قطعہ ذلک عن بلوغ مقصدہ" یعنی جو شخص صوفیہ کی صحبت کو اختیار کرے تو اس کو چاہئے کہ بے نفس و بے قلب اور بے ملکیت ہو کر ان کی صحبت اختیار کرے پس جب وہ اپنی چیزوں میں سے کسی چیز کی طرف نظر کرتا ہے تو وہ اس کو مطلوب تک پہنچنے سے روک دیتی ہے۔" اور حق جل و علا کی طلب میں اپنے آپ کو آرام مت دے اور بے چین رہ ـــــ ابوبکر طمستانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ تصوف اضطراب ہے، جب سکون آگیا تو تصوف نہیں رہا۔ محب کو محبوب کے بغیر آرام اور ما سوا کے ساتھ انس و الفت نہیں ہے اور ہمیشہ اس کے باطن سے یہ آواز نکلتی ہے ؎

بچہ مشغول کنم دیدہ و دل را کہ مدام ۔۔۔ دل تُرا می طلبد دیدہ تُرا می خواہد

[میں آنکھ اور دل کو کس چیز میں مشغول کروں کہ ہمیشہ دل تجھ کو طلب کرتا ہے اور آنکھ تجھ کو چاہتی ہے]

مرید کو اس صفت کا ہونا چاہئے جو کہ اس آیتِ کریمہ میں مذکور ہے: حَتّٰٓى اِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ اَنْفُسُهُمْ وَظَنُّوْٓا اَنْ لَّا مَلْجَاَ مِنَ اللّٰهِ اِلَّآ اِلَيْهِ[2] [یہاں تک کہ جب زمین اپنی فراخی کے باوجود ان پر تنگ ہوگئی اور اُن پر اُن کی اپنی جانیں تنگ ہوگئیں اور انھوں نے گمان کیا کہ اللہ تعالیٰ سے سوائے اسی کی طرف رجوع کرنے کے کوئی جائے پناہ نہیں] جب اس کی تشنگی اس درجہ کو پہنچ جائے اور تمام روئے زمین فراخ ہونے کے باوجود اس پر تنگ و تاریک ہو جائے تو امید ہے کہ رحمت کا سمندر جوش میں آئے اور اس گھربار و ساز و سامان برباد کرنے والے عاشق کو اس سے وارفتہ کردے اور اپنی وحدت کے خلوت خانہ میں جگہ دیدے۔

؎ دادیم تُرا زِ گنجِ مقصود نشان ۔۔۔ گر ما نرسیدیم تو شاید برسی

[ہم نے تجھ کو مقصود کے خزانہ کی نشان دہی کردی ہے اگر ہم نہیں پہنچے تو شاید تو پہنچ جائے]

آپ دوستوں سے اس مسکین کی التماس یہ ہے کہ اس فرقت زدہ گنہگار کو اپنی مقبول دعاؤں سے فراموش نہ کریں اور اُس تعالیٰ کے کرمِ عام سے درخواست کریں کہ یہ گنہگار تباہ کار قیامت کے روز رحمت کئے ہوئے گنہگاروں کی قطار میں داخل ہو جائے۔ ؎

191

---

[1] نفحات ص ۱۸۰ - [2] سورت ۹ آیت ۱۱۸

کجا ما و کجا زنجیرِ زلفش عجب دیوانگی اندر سر افتاد

[کہاں ہم اور کہاں اس کی زلف کی زنجیر، سر میں ایک عجیب دیوانگی پیدا ہو گئی ہے۔]

سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ [آپ کا رب جو بڑی عزت والا ہے ان باتوں سے پاک ہے جو یہ (کافر) لوگ بیان کرتے ہیں اور رسولوں پر سلام ہو اور تمام تعریف اللہ تعالیٰ کیلئے ہے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے]

۳۰/۷ ۱۸۰/۹۲

مکتوب ۱۱۱

محمد حسین کابلی کے نام درود شریف کی ترغیب کے بیان میں تحریر فرمایا۔

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم، اللہ تعالیٰ شریعتِ عالیہ و سنتِ منورہ کے طریقہ پر استقامت عطا فرما کر باطنی ترقیات کے ساتھ معزز رکھے۔ میرے مخدوم! اس عالمِ فانی میں خوشگوار نعمت تشنگی اور انتظار ہے اور شوقِ احدیت کی آگ کی شعلہ زنی اور ہویت کی طلب میں درد و غم اور بے چینی ہے، کسی بزرگ نے کہا ہے کہ تصوف اضطراب ہے جب سکون آگیا تو تصوف نہیں رہا۔ یہ شوق اور غم سعادت کا سرمایہ ہے اور یہ اضطراب اور سوز حصول کا سرچشمہ ہے۔ مصرع ۱۹۲

با درد بساز چوں دوائے تو منم [جبکہ تیری دوا میں ہوں تو درد کے ساتھ موافقت کر]

انسان کو موجودات پر فضیلت عشق و درد کی وجہ سے ہے۔ مصرع

درد را جز آدمی در خورد نیست [درد کے لائق آدمی کے سوا کوئی نہیں ہے]

آدمی جسقدر زیادہ درد و محبت کا مورد ہو گا معیت و قرب میں (اسی قدر) زیادہ کامل ہو گا المرء مع من احب [آدمی اسی کے ساتھ ہے جس سے وہ محبت کرتا ہے] معیت کوئی لمحہ ایسا نہیں گذرنے دیتی کہ محب صادق کو نصیب نہ ہو، والمنۃ لخالق الوریٰ [اور احسان خالقِ کائنات کا ہے] والسلام علی من اتبع الہدیٰ۔

محمد میرک گرز بردار کے نام اوقات کو معمور رکھنے کا شوق دلانے اور پرہیزگاری و تقویٰ پر رغبت دلانے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

حمد و صلوٰۃ و ارسالِ تسلیمات کے بعد عرض ہے کہ اس حدود کے فقراء کے احوال و اطوار حمد کے لائق ہیں اور

اللہ تعالیٰ سے آپ کی عافیت اور ظاہری و باطنی استقامت کے لئے دعا کی گئی ہے۔ میرے مخدوم! یہ چند روزہ زندگی بہت غنیمت ہے چاہئے کہ اہم امور میں صرف ہو، اور (امور کی) اہمیت لوگوں کے لحاظ سے مختلف ہوتی ہے، بندی کے لئے کوئی امر مناسب ہے اور متوسط کیلئے کوئی امر اور منتہی کے لئے کوئی دوسرا امر، اگر ان تینوں امور میں سے کوئی امر بے موقع بجا لایا جائے تو معطلی و بیکاری میں داخل ہے اور نہ ابرار کے اعمال میں داخل ہے نہ مقربین کے اعمال میں، وقت و حال کے مطابق مشغول رہیں اور ترقیات کے دروازوں کو کھلا رکھیں اور توشۂ آخرت کو مولائے حقیقی جل شانہ کی خوشنودی کے لئے تیار کریں، وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّاقَدَّمَتْ لِغَدٍ [اور ہر شخص کو دیکھنا چاہئے کہ اُس نے کل (قیامت) کے لئے کیا بھیجا ہے] اور سب سے بہتر توشہ (زادِ راہ) پرہیزگاری و تقویٰ ہے، گناہوں سے بچنے کے مقابلہ میں نیک اعمال کا بجالانا نفس پر زیادہ آسان ہے اور ہر وہ عمل جو نفس پر زیادہ شاق ہے اس کا اجر کئی گنا زیادہ ہے، پرہیزگاری کے برابر کائنات کی کوئی چیز نہیں ہے۔ کسی بزرگ نے کہا ہے کہ اعمالِ خیر سب ہی نیک و بد آدمی کرتے ہیں اور گناہوں سے صرف صدیق ہی بچتا ہے ۔۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ کل (قیامت کے روز) اللہ تعالیٰ کے ہم نشین وہ ہوں گے جو دنیا میں اہلِ ورع و زہد ہیں (ابن لال عن سلمان) ۔۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ پرہیزگار آدمی کی دو رکعت (نماز) مخلط (غیر متقی) کی ہزار رکعت سے بہتر ہیں (قر عن انس) ۔۔ اور نیز آنحضور علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ پرہیزگار آدمی کے پیچھے نماز مقبول ہے، اور پرہیزگار آدمی کی طرف ہدیہ بھیجنا مقبول ہے اور پرہیزگار آدمی کے ساتھ بیٹھنا عبادت ہے اور اس کے ساتھ مذاکرہ کرنا صدقہ (نیکی) ہے (فر عن البراء) ۔۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ مومن گناہِ صغیرہ کو اس خوف سے چھوڑ دیتا ہے کہ گناہِ کبیرہ میں مبتلا نہ ہو جائے (الحکیم عن عثمان بن عطاء عن ابیہ مرسلا) دوستوں سے سلامتی خاتمہ کی دعا کی تمنا کی جاتی ہے۔ والسلام

۵۹ / ۱۸ ۱۹۳

مکتوب ۱۱۳

ماہ جیو کے نام طریقہ کے بیان میں تحریر فرمایا۔

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ: اما بعد، ہمشیرۂ عفیفہ نے اس ناکارہ سے درخواست کی ہے کہ اس طریقۂ عالیہ کے ذکر اور باطنی شغل کا طریقہ احاطۂ تحریر میں لائے۔ درخواست کو قبول کرتے ہوئے لکھا جاتا ہے، غور سے سنیں کہ باطنی شغل ہمارے طریقہ میں چند قسم کا ہے۔ قسم اوّل ذکرِ اسمِ ذات ہے اور اس ذکر کا طریقہ یہ ہے کہ طالب کو چاہئے کہ اپنی زبان کو تالو سے لگالے اور پوری توجہ

کیساتھ قلبِ صنوبری کی طرف متوجہ ہوجائے جو کہ بائیں پہلو میں واقع ہے اور یہ قلبِ صنوبری قلبِ حقیقی کا آشیانہ ہے جو کہ عالمِ امر سے ہے اور اس کو حقیقتِ جامعہ بھی کہتے ہیں اور لفظ مبارک اللہ کو دل میں خیال کے طور پر گذارے اور دل کی زبان سے اس بزرگ لفظ کو دل کی صورت کا تصور کئے بغیر کہے اور سانس کو نہ روکے اور ذکر کہنے میں زبان کو کسی طرح کا دخل نہ دے، سانس حسب معمول آتا رہے اور لفظِ مبارک اللہ سے بے مثل ذات مراد لے اور اس کی کسی صفت کو ملحوظ نہ رکھے تاکہ ذات کی بلندی سے صفات کی پستی میں نہ آجائے اور تنزیہ سے تشبیہ کی طرف مائل نہ ہوجائے۔

جاننا چاہئے کہ جس طرح قلب بائیں ہاتھ کی جانب سے تعلق رکھتا ہے جیسا کہ اوپر بیان ہو (لطیفہ) روح دائیں ہاتھ (کی جانب) سے تعلق رکھتا ہے وہ بھی ذکر کا مقام ہے اور سینہ کا درمیانی حصہ جو سِر و خفی و اخفیٰ کا مقام ہے وہ بھی ذکر کا مقام ہے اور نفس و حواسِ باطنہ کی جگہ دماغ ہے اور وہ بھی ذکر کا مقام ہے اور جب ذکر غالب آجاتا ہے تو تمام بدن کا احاطہ کرلیتا ہے اور بدن کا ہر جزو دل کی طرح ذاکر ہوجاتا ہے اور اس کو سلطان الذکر کہتے ہیں، طالب کو چاہئے کہ ذکر پر اسقدر ہمیشگی کرے کہ ذکر و حضور دل کا ملکہ ہوجائے اور اس کی صفتِ لازمہ بن جائے جیسا کہ سننا، قوتِ سامعہ کی صفت اور دیکھنا قوتِ باصرہ کی صفت ہے چنانچہ اگر ذکر و حضور کو تکلف کے ساتھ بھی دل سے دور کرے تو دور نہ ہو۔

قسم دوم، ذکرِ نفی و اثبات یعنی لا الٰہ الا اللہ کا ذکر ہے اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ زبان کو تالو سے لگائے اور سانس کو ناف کے نیچے روکے اور کلمۂ لا کو ناف سے کھینچے اور سر کے وسط تک پہنچائے اور الٰہ کو وسطِ سر سے دائیں کندھے پر لائے اور الا اللہ کو دائیں کندھے سے دلِ صنوبری پر جو بائیں پہلو میں واقع ہے لائے، اس مجموعہ کا نقش لائے معکوس کی صورت پر (لا) ہوجاتا ہے اور ان کلمات کو ایک مقام سے دوسرے مقام تک لے جانا خیال کے ساتھ ہونا چاہئے اور اعضا اور سانس کو حرکت نہ دے اور سانس ناف کے نیچے رُکا رہے، اور سانس کو جب تک روک سکے اس کلمہ کو کہتا رہے لیکن ہر سانس میں طاق عدد کہے جفت نہ کہے اسی لئے اس ذکر کو وقوفِ عددی کہتے ہیں اور جب سانس میں تنگی محسوس ہو اس کو چھوڑ دے اس کے بعد پھر سانس روکے اور سابقہ طریقوں کے مطابق ذکرِ مذکور کہے پھر اسی طرح کرے پھر اسی طرح کرے (اور) پھر اسی طرح کرے اور اس کلمہ کے معنی کو اس طرح تصور کرے کہ ذات پاک (اللہ تعالیٰ) کے سوا اور کچھ مقصود نہیں ہے۔ اس ذکر کو اولاً حضرت خواجہ خضر علیہ السلام نے حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی (قدس سرہ) کو جو کہ حضرات خواجگان قدس اسرارہم کے سر سلسلہ ہیں تعلیم کیا ہے۔ حضرت خضر علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت خواجہ سے فرمایا کہ آپ پانی میں غوطہ لگائیں انھوں نے پانی میں ذکر تعلیم کیا شاید پانی میں غوطہ لگانا اسلئے ہو گا کہ سانس برقرار رہے اور جنبش نہ کرے

قسمِ سوم وقوفِ قلبی ہے اور یہ اس سے عبارت ہے کہ سالک ذکر کئے بغیر دل کی طرف متوجہ و واقف رہے اور اس (دل) پر نگاہ رکھے تاکہ ماسوا کا خیال دل پر گذرنے کا راستہ بند ہوجائے اور پراگندگی خیال اس میں راہ نہ پائے اس کے بعد دل کو مطلوبِ حقیقی کی طرف توجہ پیدا ہوجائے گی کیونکہ دل کے حق میں بیکار رہنا مفقود ہے، جب ماسوا کا راستہ اس سے بند ہوجائے تو اس کے لئے بارگاہِ مقدس کی طرف متوجہ ہونے کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے۔ بزرگوں نے کہا ہے کہ دل کو دشمن سے خالی رکھو، دوست کو طلب کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

۱۹۵ قسمِ چہارم مراقبہ ہے اور مراقبہ ترقب سے مشتق ہے اور وہ انتظار ہے پس مراقبہ مطلوب کے انتظار میں ظاہری و باطنی حواس کو جمع کرنا ہے، اور مراقبہ کے ایک اور معنی (بھی) ہیں اور وہ ظاہر و باطن پر حق سبحانہ کے ہمیشہ مطلع ہونے پر بندہ کی آگاہی و علم ہے یعنی سالک تصور کرے کہ حق تعالیٰ ہمیشہ اس کے ظاہر و باطن پر مطلع ہے۔ حضرت خواجہ نقشبند (قدس سرہٗ) نے فرمایا ہے کہ (سالک) مراقبہ سے وزارت اور ملک و ملکوت میں تصرف کے مرتبہ تک پہنچ سکتا ہے اور دلوں کی باتوں پر مطلع ہونا اور باطن کا منور ہونا اور وساوس سے سکون اور دلوں کا دائمی قبول مراقبہ سے حاصل ہوتا ہے۔

قسمِ پنجم رابطہ ہے (یعنی) دل میں پیر کی صورت کا تصور کرے، بزرگوں نے کہا ہے ع

سایۂ رہبر بہ است از ذکرِ حق [رہبر (پیر) کا سایہ ذکرِ حق سے بہتر ہے]

یعنی پیر کی صورت کو ذہن میں رکھنا مرید کیلئے ذکر سے زیادہ فائدہ مند ہے کیونکہ پیر مرید کے لئے حق سبحانہ کی بارگاہ تک پہنچنے کا وسیلہ ہے پس مرید پیر کے ساتھ مناسبت کے جسقدر زیادہ اسباب رکھتا ہوگا اس کے باطن سے اسی قدر زیادہ فیض اخذ کریگا اور بہت جلد مطلب کو پہنچ جائیگا مرید کو چاہئے کہ اول پیر میں فنا (فنا فی الشیخ) ہوجائے اس کے بعد وہ فنا فی اللہ کو پہنچ گا۔ ؎

زاں روئے کہ چشمِ تست احول معبودِ تو پیرِ تست اول

[کیونکہ تیری آنکھ احول (بھینگی یعنی ٹیڑھا دیکھنے والی) ہے اس لئے تیرا پہلا معبود تیرا پیر ہے]

اور رابطہ کے طریقے سے پیر میں فنا (فنا فی الشیخ) حاصل ہوتی ہے اور نیز پیر کی محبت اور اس کے آداب کی رعایت اور عادات و عبادات میں اس کی متابعت اس معنیٰ (فنا فی الشیخ) کو قوت دینے والی اور (پیر کے ساتھ) مناسبت اور پیر میں فنائیت کے حصول کا ذریعہ ہیں۔

❖ ❖ ❖

❖ ❖

❖

فضائل مآب مولانا بدرالدین کے نام طریقہ کے بیان میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ: جان لیں کہ ہمارے طریقہ میں باطنی شغل چند قسم کا ہے: اوّل ذکرِ اسمِ ذات ہے، اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ طالب اپنی زبان کو تالو سے لگالے اور پوری کوشش کے ساتھ قلبِ صنوبری کی طرف متوجہ ہوجائے جو کہ بائیں پہلو میں واقع ہے اور وہ قلبِ حقیقی کا مکان ہے جو کہ عالمِ امر سے ہے اس کو حقیقتِ جامعہ کہا جاتا ہے اور لفظِ مبارک اللہ کو دل میں گذارے، وہ دل کی زبان سے اس طرح، لفظ کو دل کی صورت یا تصور کئے بغیر کہے اور سانس نہ روکے کیونکہ اس ذکر میں سانس کو کوئی دخل نہیں ہے بلکہ سانس کو اپنی حالت پر جاری رہنے دے اور لفظِ مبارک اللہ سے ذاتِ محض (بیچون) مراد لے، یعنی اس لفظِ مبارک سے ذات کے ساتھ صفات میں سے کوئی صفت ملحوظ نہ رکھے تاکہ ذات کی بلندی سے صفات کی پستی کی طرف نہ آجائے اور تنزیہ سے تشبیہ کی طرف مائل نہ ہوجائے۔ م ۱۹۶

جان لیں کہ جس طرح قلب کا تعلق بائیں جانب کے ساتھ ہے جیسا کہ اوپر بیان ہوچکا ہے پس (اسی طرح) روح کا تعلق دائیں جانب کے ساتھ ہے اور وہ بھی ذکر کا مقام ہے اور درمیانِ سینہ جو کہ سِر و خفی و اخفیٰ کی جگہ ہے وہ بھی ذکر کا مقام ہے اور نفس و حواسِ باطنہ کا مقام دماغ ہے اور وہ بھی ذکر کا مقام ہے اور ذکر ان چاروں مقامات سے ایک مقام سے دوسرے مقام کی طرف منتقل ہوتا ہے اور جب ذاکر پر ذکر کا غلبہ ہوجاتا ہے تو اس کے تمام بدن کو احاطہ کرلیتا ہے یہاں تک کہ بدن کے اجزا میں سے ہر جُز اور اس کے بالوں میں سے ہر بال قلب کی مانند ذاکر ہوجاتا ہے اور اس حالت کو سلطان الذکر سے موسوم کیا جاتا ہے، پھر طالب پر واجب ہے کہ ذکر پر مداومت کرے یہاں تک کہ ذکر و حضور اس کے دل کا ملکہ اور اس کی صفتِ لازمہ ہوجائے جیسا کہ سننا قوتِ سامعہ کی صفت اور دیکھنا قوتِ باصرہ کی صفت ہے یہاں تک کہ اگر ذکر و حضور کو تکلف کے ساتھ بھی دور کیا جائے تب بھی دور نہ ہو۔

اور دوم ذکرِ نفی و اثبات یعنی کلمۂ لا الٰہ الا اللہ کا ذکر ہے اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ زبان کو تالو سے لگالے جیسا کہ پہلے بیان ہوا اور سانس کو ناف کے نیچے روکے، کلمۂ لا کو ناف سے دماغ تک کھینچے اور کلمۂ الٰہ کو اس (دماغ) سے دائیں کندھے تک لائے اور کلمۂ الا اللہ کو اس (کندھے) سے قلبِ صنوبری پر ضرب کرے پس اس مجموعہ کا نقش لائے معکوس کی صورت پر ( ) ہوجائے گا اور کلماتِ مذکورہ ایک

مقام سے دوسرے مقام تک محض خیال کے ساتھ جاری کئے جائیں یہانتک کہ ان میں اعضاء اور سانس کی حرکت کا دخل نہ ہو اور سانس ناف کے نیچے رکا رہے اور جب تک سانس روکا جاسکے کلمہ کے تکرار میں مشغول رہے اور ضروری ہے کہ ذکر کا عدد ہر سانس میں طاق ہو اور اسی لئے اس ذکر کو وقوفِ عددی کہتے ہیں، پھر جب سانس میں تنگی محسوس ہو تو اس کو چھوڑ دے، اس کے بعد پھر سانس روکے اور سابقہ طریقہ کے مطابق ذکر کرے پھر اسی طرح کرے (اور) پھر اسی طرح کرے، اس کلمہ کے معنیٰ کو اس طرح تصور کرے کہ ذاتِ مقدس کے سوا اور کچھ مقصود نہیں ہے۔ پھر جان لے کہ ابتداءً اس ذکر کی تعلیم (حضرت) خضر علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام سے (حضرت) خواجہ عبدالخالق غجدوانی کو ہوئی ہے جو کہ خواجگان قدس سرہم کے سرِ سلسلہ ہیں، اُن (حضرت خضر) علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب یہ ذکرِ مذکور اُن کو سکھایا تو فرمایا کہ پانی میں غوطہ لگائیں اور اس ذکر کے ساتھ مشغول ہوں گویا کہ اُن کو پانی میں غوطہ لگانے کا امر اس لئے کیا تاکہ سانس کو قرار حاصل ہوجائے اور حرکت و جنبش نہ ہو۔ ص ۱۹۷

۳

سوم وقوفِ قلبی ہے، اور یہ اس سے عبارت ہے کہ سالک ذکر کے بغیر اپنے قلب پر واقف اور اپنے دل پر متوجہ اور اس کی طرف نگراں رہے یہانتک کہ اس پر مطلوب کے ماسوا کا خیال گذرنے کی راہ بند ہوجائے اور پراگندگی خیال کے لئے قلب کی طرف کوئی راستہ نہ رہے پس (اس سے) قلب میں مطلوبِ حقیقی کی طرف توجہ پیدا ہوجائے گی کیونکہ بیکار رہنا قلب کے حق میں مفقود ہے پس جب اس پر مطلوب کے ماسوا کا خیال گذرنا بند ہوگیا تو لازمی طور پر وہ مطلوب کی طرف متوجہ ہوگا، اور بعض اکابر نے اس کی طرف اشارہ کیا ہے جیسا کہ کہا ہے دل کو دشمنوں سے خالی رکھ تو پھر دوستوں کو طلب کرنے کی ضرورت نہیں۔

۴

چہارم مراقبہ ہے اور وہ ترقب سے مشتق ہے اور وہ (ترقب) انتظار ہے پس مراقبہ مطلوب کے انتظار میں ظاہری و باطنی حواس کو جمع کرنا ہے اور اس (مراقبہ) کے لئے ایک اور معنی (بھی) ہیں اور وہ ظاہر و باطن پر حق سبحانہٗ کے ہمیشہ مطلع ہونے پر بندہ کا علم و شعور ہے یعنی سالک تصور کرے کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ اس کے ظاہری و باطنی احوال پر ہر وقت اور ہر جگہ مطلع ہے۔ شیخِ اجل خواجہ نقشبند قدس سرہٗ نے فرمایا ہے کہ سالک کا وزارت اور ملک و ملکوت میں تصرف کے مرتبہ تک پہنچنا مراقبہ کے ساتھ ممکن ہے اور اس (مراقبہ) سے دلوں کی باتوں پر مطلع ہونا اور باطن کا منور ہونا اور وساوس سے سکون اور دلوں کا دائمی قبول حاصل ہوتا ہے۔

پنجم رابطہ ہے اور یہ دل میں شیخ (پیر) کی صورت کا تصور کرنے سے عبارت ہے، فارسی میں کہا گیا ہے۔

ع سایۂ رہبر بہ است از ذکرِ حق [رہبر (پیر) کا سایہ ذکرِ حق سے بہتر ہے]

یعنی پیر کی صورت کو ذہن میں رکھنا مرید کے لئے ذکر سے زیادہ فائدہ مند ہے کیونکہ پیر (مرید کے لئے) حق سبحانہٗ کی

بارگاہ تک پہنچنے کا وسیلہ ہے پس شیخ (پیر) کے ساتھ مناسبت کے اسباب جسقدر زیادہ ہوں گے اس کے باطن سے فیوض کا اخذ کرنا اسی قدر زیادہ ہوگا اور وہ اپنے مطلب و مراد کو پہنچ جائے گا۔ پھر تو جان لے کہ مرید کے لئے ضروری ہے کہ وہ شیخ (پیر) میں فنا (فنافی الشیخ) ہوجائے یہانتک کہ وہ فنافی اللہ تک پہنچ جائے۔ ؎

زاں روئے کہ چشمِ تست احول   معبودِ تو پیرِ تُست اول

[کیونکہ تیری آنکھ بھینگی ہے (اس لئے) تیرا پہلا معبود تیرا پیر ہے]

اور رابطہ کا طریقہ فنافی الشیخ کے حصول کا ذریعہ ہے اور شیخ سے محبت اور اس کے آداب کی رعایت اور عادات و عبادات میں اس کی متابعت اس معنی (فنافی الشیخ) کو قوت دینے والی ہیں۔

مکتوب ۱۱۵

۱۹۸

شیخ ولی محمد تہی (جہتی) کے نام وقائع کی تعبیر میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم، الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفی، مکتوب مرغوب جو آپ نے اس مسکین کے نام ارسال کیا تھا پہنچکر مسرت بخش ہوا، آپ نے رابطہ کی نسبت کے دائمی ہونے کی بابت لکھا تھا اور (لکھا تھا کہ) "وقائع (حال) میں اس طرف سے کچھ چیزیں اُس عزیز (آپ) کو پہنچتی ہیں اور نیز آپ نے واقع میں دیکھا ہے کہ لقمہ اُس کھانے میں گر پڑا اور نسبت ہوگیا الخ" اس جانب سے کمال مناسبت کی خبر دینا ہے (اور) فیوض کے حصول اور اس کا راستہ کھلنے کی خبر دینے والا ہے اللھم زد [اے اللہ! اور زیادہ فرما] اوقات کو اذکار و عبادات کی پابندی کے ساتھ معمور رکھیں اور فنائیت کی صفت کے ساتھ اس بارگاہِ قدس کی جانب دائمی توجہ کو ترک نہ کریں اور شب بیداری کو غنیمت جانیں اور پچھلی رات کے وقت استغفار کرنے کو اہم کاموں میں سے جانیں اور کلمہ طیبہ کے تکرار سے اپنی خواہشات اور ارادوں کی نفی کریں تاکہ وسعتِ سینہ میں حق سبحانہٗ کے سوا کوئی مراد و مقصود نہ رہے، دیگر مرادات و مقاصد مطلوب کے راستہ کی رکاوٹ اور حجابات ہیں، مقاصدِ بندگی صفتِ ارادہ کی تاب نہیں رکھتے، اپنے ارادہ سے نکل کر اُس تعالیٰ شانہٗ کے ارادہ کے ساتھ قائم ہونا چاہیئے، والسلام علی من اتبع الھدےٰ [ہدایت کی پیروی کرنے والے پر سلام ہو]۔

یہ جو آپ نے واقعہ (حال) میں دیکھا ہے کہ "آفتاب نکل آیا تو (خواجہ محمد معصوم) کہتا ہے کہ آفتاب نکلنے پر نماز پڑھ سکتے ہیں پھر تو خود کہتا ہے کہ پڑھ سکتے ہیں، تو نے امامت کی اور ہم نے نماز پڑھی"۔ میرے مخدوم! یہ آفتاب کا نکلنا گویا تجلیاتِ رحمانی میں سے ایک تجلی ہے اور نماز جو کہ خضوع و تسلیم سے عبارت ہے

اس وقت میں مناسب و زیبا ہے، ان اللہ اذا تجلی بشئ خضع لہ [بیشک جب اللہ تعالیٰ کسی چیز پر تجلی نازل فرماتا ہے تو وہ چیز اس کے لئے جھک جاتی ہے۔ اور یہ جو آپ نے دوسرے واقعہ میں دیکھا ہے کہ کسی شخص نے آپ کی دونوں آنکھوں کی روشنی کے لئے جو کہ خیرہ ہو گئی تھیں آپ کی دونوں آنکھوں سے پانی نکالا ہے الخ یہ بھی مبارک ہے، امید ہے کہ دل کی آنکھ روشن ہو جائے اور آپ کی بصیرت کھل جائے اور ملکوت و جبروت کی سیر کرے۔ آپ جان لیں کہ واقعات بشارات ہیں، دیکھنے والے کی استعداد اور قوت سے فعل کے قریب ہونے کی خبر دیتے ہیں کچھ محنت کرنی چاہیے تاکہ معاملہ قوت سے فعل میں آجائے (اور) گوشِ سر آغوش میں آپہنچے ؎

چو غلامِ آفتابم ہمہ ز آفتاب گویم　　نہ شبم نہ شب پرستم کہ حدیثِ خواب گویم

[چونکہ میں آفتاب کا غلام ہوں اس لئے سب کچھ آفتاب سے کہتا ہوں، نہ میں شب ہوں نہ شب پرست ہوں کہ خواب کی بات بیان کروں]

مکتوب ۱۱۶
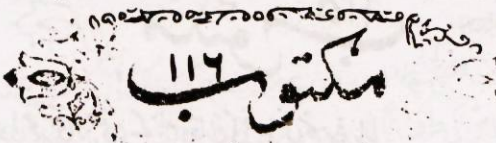
م ۱۹۹

محمد امین لاہوری کے نام ان کے سوالوں کے جواب اور عین و اثر کے زائل ہونے کی تحقیق میں تحریر فرمایا۔ حافظ آبادی

الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی حبیبہ سید المرسلین و آلہ الطیبین وصحبہ الطاہرین اجمعین، صلاح آثار برادرم مولانا محمد امین نے چند سوالات پوچھے تھے ان کے جوابات میں (فقیر) اپنی سمجھ کے مطابق لکھتا ہے، سُبْحَانَکَ لَا عِلْمَ لَنَا اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا اِنَّکَ اَنْتَ الْعَلِیْمُ الْحَکِیْمُ ؎[1] ۲/۳۲

[تو پاک ہے ہمیں کوئی علم نہیں ہے مگر جو علم تو نے ہمیں عطا فرمایا ہے بیشک تو خوب جاننے والا (اور) حکمت والا ہے]

پہلے اور دوسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ جب (سالک) سلوک کی منزلیں طے کرنے کے بعد اس اسم تک جو کہ اس کا مبدءِ تعین ہے پہنچتا ہے اور اس اسم میں فانی (و) مستہلک ہو جاتا ہے عین کا زائل ہونا اس کے حق میں ثابت ہو جاتا ہے، اس کے بعد دیکھنا چاہئے اگر سالک غیر محمدی المشرب ہے تو اس کا مبدءِ تعین مقامِ صفات سے ہے پس اس کا اثر باقی ہے کیونکہ وہ اس کی اصل ہے اور اگر محمدی المشرب ہے تو (اس کا) مبدءِ تعین مقامِ شیون سے ہے اور عین و اثر کا زائل ہونا اس کے حق میں ثابت ہے کیونکہ علم ظلالِ صفات کا ہے نہ کہ ظلالِ شیون کا، ہاں اگر غیر محمدی المشرب سالک محمدی المشرب شیخ کی صحبت و توجہ کی کشش سے اپنے مقام سے ترقی کرے اور اپنی اصل کو چھوڑ کر شیونِ ذاتیہ سے واصل ہو جائے تو عین و اثر کا زائل ہونا اس کے حق میں صورت پذیر ہوگا، اگر یہ کہا جائے کہ اثر جبکہ عینِ ثابتہ ہو جو کہ مقام صفات سے ہے تو اس کا زوال محال ہوگا ورنہ علم جہل میں تبدیل ہو جائے گا۔ (جواباً) ہم کہتے ہیں کہ یہاں ظل کا جو کہ صفت ہے

کہ جس کے ساتھ سالک نے بقا حاصل کی ہے اصل کے ساتھ لحوق ہے جو کہ شان ہے اور یہ لحوق زائل ہونا نہیں ہے جو کہ نقص و انقلاب کا سبب ہے بلکہ کمال کا سبب ہے کیونکہ ظل کے حق میں کمال اس کا اصل کے ساتھ لحوق ہے، اس کے باوجود ہم کہتے ہیں کہ ہو سکتا ہے کہ عین و اثر کا فنا و زائل ہونا شہودی ہو نہ کہ وجودی پس (اس سے) علم کا جہل میں تبدیل ہونا لازم نہیں آتا۔ اور عین و اثر کے زائل ہونے کے ایک اور معنی بھی ہیں عین شئی کی حقیقت و ماہیت سے عبارت ہے اور اثر اُن آثار سے عبارت ہے جو کہ اس ماہیت پر مرتب ہوتے ہیں، جیسا کہ روشنی و چمک اور جلانا آگ کی ماہیت پر مرتب ہوتے ہیں۔ صوفیۂ موحدہ (توحیدِ وجودی کے قائلین) ان خارجی آثار کو عین ذات کہتے ہیں کیونکہ وہ خارج میں ذاتِ احدیت کے سوا کچھ موجود نہیں جانتے، اور یہ جو شیخ ابو سعید ابو الخیر قدس سرہٗ نے فرمایا ہے کہ "جب عین نہیں رہتا تو اثر کہاں سے رہتا ہے" یہ اسی معنی کے لحاظ سے ہے کیونکہ اس عبارت سے دونوں زوالوں (عین و اثر کے زوال) کے درمیان تلازم مفہوم ہوتا ہے جو کہ دوسرے معنی سے مناسبت رکھتا ہے نہ کہ پہلے معنیٰ سے۔ اور یہ جو ہمارے حضرت عالی قدسنا اللہ سبحانہ بسرہ نے جلد ثالث کے مکتوب ترپن (۵۳[1]) میں تحریر فرمایا ہے "اس کی مثال اُس انسان جیسی ہے جس کو نمک کی کان میں ڈال دیا جائے حتیٰ کہ وہ بتدریج نمک کی خصوصیات کے ساتھ متصف ہو جائے یہاں تک کہ وہ سب کا سب نمک بن جائے نہ اس کا کوئی عین باقی رہے نہ اثر، تو لا محالہ اس کا کاٹنا اور ٹکڑے کرنا مباح ہو جاتا ہے اور اس کا کھانا اور اس کی خرید و فروخت حلال ہو جاتی ہے اور اگر اس کا کچھ عین و اثر باقی رہتا تو یہ باتیں جائز نہ ہوتیں" ـــــ اور اسی طرح انھوں نے اس کے (چند سطر) بعد یہ جو تحریر فرمایا ہے "مگر یہ کہ اس حکمی نمک کو اس انسان کی شبح (جسم) کی مقدار کے ساتھ انداز کیا گیا ہے اور اس کی صورت پر تصور کیا گیا ہے نہ یہ کہ اُس انسان کا شبح باقی ہے اس لئے اس کا اثر بھی باقی ہے۔" یہ دونوں عبارتیں دوسرے معنی کے مطابق ہیں جیسا کہ پوشیدہ نہیں ہے۔ پوشیدہ نہ رہے کہ اگر ہم آثار کی تخصیص آثارِ مترتبہ کے ساتھ کریں بلکہ زیادہ عام مراد لیں جو کہ اصالت و ظلیت کے تعلق کو بھی شامل ہو تو دوسرے معنی پہلے معنی میں شامل ہو جاتے ہیں کیونکہ عین ثابتہ جو کہ مرتبۂ صفات سے ہیں وہ بھی ماہیت کے آثار سے ہیں لیکن شیخ ابو سعید ابو الخیرؒ کی عبارت جو کہ دونوں زوالوں کے درمیان تلازم کا پتہ دیتی ہے وہ اس تعمیم سے انکاری ہے، ظاہر ہے (کہ) آثارِ مرتبہ کے ساتھ تخصیص ہی ہے۔

صفحہ ۲۰۰

تیسرا سوال[3] یہ ہے کہ "حضرت عالی قدس سرہٗ نے رسالہ مبدأ و معاد میں تحریر فرمایا ہے کہ "اس آخری عروج میں جو کہ اصل کے مقامات میں عروج ہے حضرت غوث اعظمؒ کی روحانیت سے مدد الخ" کیا اس

---

[1] فارسی مطبوعہ نسخہ میں ۵۴ لکھا ہوا ہے جو غلط ہے، ۵۳ صحیح ہے۔ (مترجم)

اصل سے مراد وہی ہے کہ جس کو بزرگوں نے ولایت کبریٰ سے تعبیر کیا ہے یا اس کے علاوہ ہے"۔ میرے مخدوم! جس وقت میں کہ رسالہ مبدأ و معاد جمع ہوا ہے ولایتِ صغریٰ و کبریٰ ہرگز نہیں تھی، اس کے ایک مدت بعد ولایتِ کبریٰ کے کمالات ظاہر ہوئے ہیں اور یہ اصطلاح واقع ہوئی ہے، اس بارے میں غور کرنے کے بعد اگر توفیق پائی تو کچھ لکھے گا۔

چوتھا سوال یہ ہے کہ "جب عارف کا معاملہ فضل و کرم یا محض محبت سے پڑتا ہے تو اس مقام میں عارف کے لئے ظاہری اعمال یعنی ذکرِ لسانی و تلاوت وغیرہ زیادہ فائدہ مند یا ترقی بخش ہیں یا نہیں ؟"۔

جواب: فائدہ مند ہیں اور آخرت کے درجات بلند کرتے اور گناہوں کا کفارہ ہو جاتے ہیں اور بشری کدورتوں اور جسمانی ظلمتوں کا ازالہ کرتے ہیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ "بیشک میرے قلب پر کچھ غبار آجاتا ہے اور بیشک میں اللہ تعالیٰ سے دن اور رات میں ستر مرتبہ مغفرت طلب کرتا ہوں"۔ لیکن جس مقام میں کہ وہ پہنچا ہے ترقی ان اعمال کے ساتھ وابستہ نہیں ہے درجات کے فرق کے مطابق محض فضل یا صرف محبت کے ساتھ وابستہ ہے۔

پانچواں سوال: "یہ جو صوفیہ کے نزدیک مسلم ہے کہ اسلامِ حقیقی جو کہ اطمینانِ نفس کے ساتھ وابستہ ہے، زوال و خلل سے محفوظ ہے اور حالانکہ جملہ عقائد میں سے ایک بات یہ ہے کہ ایمان خوف اور امید کے درمیان ہے اور رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ خدا کی قسم میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہونے کے باوجود یہ نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا معاملہ ہوگا اور نہ یہ جانتا ہوں کہ تمہارے ساتھ کیا معاملہ ہوگا"۔

جواب:۔ الہام ظنّی چیز ہے قطعی حکم کا موجب نہیں ہے پس خاتمہ کا مبہم ہونا باقی ہے اور خوف و امید اپنی جگہ پر ہے۔ جاننا چاہئے کہ نفسِ مطمئنہ نص قطعی کے مطابق راضی و مرضی ہے اور جنت کی بشارت دیا گیا ہے لیکن کسی شخص کے بارے میں اطمینان حاصل ہونے کا علم آثار و علامات سے ہے یا الہام سے جو کہ ظنّی امور ہیں نہ کہ قطعی، قطعی امر ہونا وحی اور انبیاء علیہم السلام کے خبر دینے پر موقوف ہے اور اسی طرح یہ جو اس طائفہ کے نزدیک مسلّم ہے کہ الفانی لا یرد [فانی واپس نہیں لوٹتا] خاتمہ کے مبہم ہونے کو دور نہیں کرتا کیونکہ یہ مقدمہ ظنّی ہے یقین حاصل ہونے کا موجب نہیں ہے اور یہ جو پیغمبر علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ نے فرمایا کہ "میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہونے کے باوجود یہ نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا معاملہ ہوگا اور نہ یہ جانتا ہوں کہ تمہارے ساتھ کیا معاملہ ہوگا"۔ خاتمہ کے مبہم ہونے کی وجہ سے نہیں ہے کیونکہ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کا اطمینانِ نفس و حسنِ خاتمہ قطعی ہے اور اس میں شک کرنا کفر ہے بلکہ اس معنی میں ہے کہ جو کچھ دنیا و آخرت میں میرے اور دوسروں کے ساتھ کریں گے اس کی تفصیل نہیں جانتا کیونکہ علم غیب حق سبحانہٗ کے ساتھ مخصوص ہے جیسا کہ مفسرین نے کہا ہے فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ [پس کسی شخص کو معلوم نہیں کہ ان لوگوں کی آنکھوں کی ٹھنڈک کا کیا کیا سامان خزانہ غیب میں موجود ہے، یہ اُن کے لئے اُن کے اعمال کا صلہ ہے]

ص ۲۰۱ — ۳۲/۱۷

مکتوب ۱۱۷

حافظ محمد صادق کابلی کے نام (ان کے) خط کے جواب اور طالبین کو فائدہ پہنچانے کی ترغیب دینے کے بیان میں تحریر فرمایا۔

مکتوب مرغوب پہنچکر مسرت کا سبب ہوا، آپ نے اشتیاق کی بات لکھی تھی اس جانب کے دوستوں کو بھی مشتاق جانیں بلکہ حدیث لانا اشد شوقا [البتہ میں زیادہ شدید شوق رکھتا ہوں] کے بموجب چاہئے کہ یہ شوق بیش از بیش ہو کیونکہ جو کچھ اصل کے ساتھ منسوب ہے زیادہ ہے، فرع بھلائی کی صفات سے جو کچھ رکھتی ہے وہ اصل سے مستفاد ہے اللہ تعالیٰ شوق کے شعلہ کو بھڑکائے اور محبت کی آگ کو بلند کرے تاکہ المرء مع من احب [آدمی اس کے ساتھ ہے جس سے محبت کرتا ہے] کے حکم کے مطابق معیتِ ذاتیہ تک پہنچادے اور شان واعتبار سے گذار دے۔ دیگر یہ کہ جو شخص خلوص دل کے ساتھ آئے اُسے طریقہ سکھادیں اور توجہات کریں اور فقیر کے دوستوں میں سے جو شخص [illegible] اشارات طلب کرے اس کو سکھادیں، آپ نے ایک عزیز کے احوال جو کہ گنج شکر (رحمۃ اللہ علیہ) کی اولاد سے ہیں لکھے تھے واضح ہوئے مبارک ہیں، استخاروں کے بعد اُن کو شریعت پر استقامت اور مشائخ (پیروں) کی محبت پر پختگی کی شرط کے ساتھ کسی معین جماعت [illegible] (سکھانے) کی اجازت دیدیں اور آنے میں جلدی نہ کریں اور چونکہ ایک جماعت آپ کی صحبت میں راہِ راست ہے اور طالبان فائدہ حاصل کرتے ہیں اس لئے کچھ عرصہ قیام کریں۔ حضرت پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت امیر (علی) کرم اللہ وجہہ کو فرمایا البتہ یہ بات کہ [illegible] تعالیٰ تیرے ذریعہ ایک آدمی کو ہدایت کردے اس سے بہتر ہے کہ تیرے لئے سرخ اونٹوں کا گلہ ہو متفق علیہ۔ جمعیت آئیں برادرم محمد مبرک کے مشورہ سے آئیں اور ان کو رنجیدہ نہ کریں، جانا اپنے ارادہ سے اور آنا اجازت سے (ہونا ہے)۔ دوستوں سے خاتمہ کی سلامتی کی دعا کی امید کی جاتی ہے۔ والسلام اولاً واخراً۔

مکتوب ۱۱۸

حقائق ومعارف آگاہ حضرت شاہ جیو کے نام شوق اور آلام فراق کے اظہار اور محبت کے دقائق سے قدرے آگاہ کرنے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

الحمد للہ العلی الاعلیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ: اخوت پناہ کمالات دستگاہ اس فرقت زدہ

مشتاق کی جانب سے تحیت و سلامِ خیر انجام مطالعہ فرمائیں، (جملہ) احوال ہر طرح سے حمد کے لائق ہیں اللہ تعالیٰ سے آپ کی سلامتی و عافیت اور ظاہر و باطن میں استقامت کی دعا کی گئی ہے۔ آخری گرامی نامہ جو آپ نے شہر دہلی سے بھیجا تھا اور دوسرا جو کہ خواجہ محمد افضل کے ہاتھ ارسال کیا تھا پہنچ کر مسرت بخش ہوئے، اللہ سبحانہ کی حمد ہے کہ آپ عافیت سے ہیں اور خلیفۂ وقت (بادشاہ) سے عنایات دیکھی ہیں، سب دوستوں کی خوشی کا سبب ہوا۔ آپ نے اشتیاق کی بات لکھی تھی اور جدائی کے غموں کا اظہار کیا تھا اس دور افتادہ سے اس سے زیادہ تصور فرمائیں اور حدیث شریف لاشد شوقا [البتہ میں زیادہ شوق رکھتا ہوں] پڑھیں کیوں زیادہ نہ ہو کیونکہ آپ کا شوق تقسیم شدہ ہے ایک شوق ہے جو آپ کو کشاں کشاں لیجاتا ہے اور غالب آگیا ہے اور ایک شوق ان پسماندگان کا ہے اور اس جانب کا شوق غیر منقسم ہے، امید ہے کہ شوق کا شعلہ بھڑک جلئے اور محبت کی آگ بلند ہو جائے تاکہ المرء مع من احب [آدمی اس کے ساتھ ہے جس سے وہ محبت کرتا ہے] کے حکم کے مطابق آفاق و انفس سے رہائی دلائے اور شان و اعتبار سے گذار دے اور معیتِ ذاتیہ تک پہنچا دے، اگرچہ صفت و شان کو ذات تعالیٰ سے کسی وقت جدائی و علیحدگی نہیں ہے لیکن ذات سبحانہٗ سے محبت کرنے والے کو محبتِ ذاتیہ کے باعث ذاتِ محض کے ساتھ معیت پیدا ہو جاتی ہے کہ وہاں شان و اعتبار سے کچھ ملحوظ نہیں ہے، یہ محبت کی خصوصیات و عجائبات میں سے ہے کہ محبوب کو اس کی صفات و شیونِ ذاتیہ سے خالی کر دیتی ہے اور محب کو اسی راہ سے داخل (واصل) کر دیتی ہے۔ مشہور ہے کہ ہنس نام کا ایک جانور ہے اگر دودھ اور پانی کو ملا کر اس کے سامنے رکھدیں تو وہ اس میں سے صرف دودھ کو پی لیتا ہے اور پانی الگ رہ جاتا ہے، اور جس مسئلہ میں ہم گفتگو کر رہے ہیں وہ اس سے بھی نازک تر ہے کیونکہ دودھ اور پانی دو مختلف ماہیتیں ہیں جو کہ آپس میں ملی ہوئی ہیں اور صفات کو جن کا کہ ذات تعالیٰ سے ازل و ابد کے اعتبار سے جدا ہونا واقع بلکہ ممکن نہیں ہے یہ انسان کامل معیت و محبت کی راہ سے جدا کر دیتا ہے حدیث شریف میں ہے کہ (حضرت) علی (کرم اللہ وجہہ) کو بُرا مت کہو پس بیشک وہ اللہ تعالیٰ کی ذات میں محو ہو چکے ہیں عن کعب ابن عجرہ اعطا۔ اس قسم کی محبت محض عنایت ہے اور اس تعالیٰ کی محبت کا اثر ہے کیونکہ سبقت اس جانب سے ہے یُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهٗ [وہ ان سے محبت کرتا ہے اور وہ اس سے محبت کرتے ہیں] کسی نے خوب کہا ہے ؎

ادائے حق محبت عنایتے ست ز دوست | وگرنہ عاشقِ مسکیں ہیچ خورسند است

[محبت کے حق کا ادا ہونا دوست کی ایک عنایت ہے ورنہ عاشقِ مسکین کچھ نہ ہونے سے بھی خوش ہے]

حضرتِ امیر (علی کرم اللہ وجہہ) جو کہ محبتِ ذاتیہ تک پہنچے ہیں اور ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی ذات میں محوییت والی حدیث [illegible] یہ حق جل وعلا کی محبت کا اثر تھا کہ ان کو اس درجہ تک

پہنچا دیا۔ حدیث شریف میں آیا ہے "اے علیؓ! بیشک جبرئیل (علیہ السلام) کا گمان ہے کہ وہ آپ سے محبت کرتے ہیں، انھوں نے کہا اور کیا آپ کو (وحی) پہنچی ہے کہ بیشک جبرئیلؑ مجھ سے محبت کرتے ہیں، آپ نے فرمایا ہاں اور جو جبرئیلؑ سے بہتر ہے (یعنی) اللہ عزوجل آپ سے محبت کرتا ہے الحسن بن سفیان عن ابی الضحاک و الانصار۔ دیگر یہ کہ اللہ سبحانہٗ کے کرم سے فقیر کو ان دنوں میں آرام ہے یہ چند غیر مربوط کلمات لرزتے ہوئے ہاتھ، گریاں آنکھ اور خستہ دل کے ساتھ لکھے ہیں، حق سبحانہٗ آپ کو اپنی امان میں رکھے، ع

اے غائب از نظر بخدا می سپارمت [اے وہ شخص جو نگاہ سے اوجھل ہے میں تجھ کو خدا کے سپرد کرتا ہوں]

یقین ہے کہ اس ناکارہ کو مقاماتِ متبرکہ میں دعائے خیر سے فراموش نہیں کریں گے اور اس مسکین کے فقیرانہ سلام کو رسالت پناہ علیہ و علیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہِ پُرجاہ میں پہنچا دیں گے۔ دیگر یہ کہ خادم الفقراء شیخ عزیز اللہ خدمت میں مستعد و مشغول ہے (یہ اس لئے لکھا) تاکہ واضح رہے، والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۱۱۹

حقائق و معارف آگاہ مخدوم زادۂ عالی مرتبہ شیخ عبدالاحد کے نام اس بات کے جواب میں کہ سالک نماز کے دوران کس چیز کی طرف متوجہ ہو اور نمازِ وسطیٰ و ساعتِ جمعہ و اسمِ اعظم کے مبہم ہونے اور سرہند کی مسجد کی فضیلت و بزرگی کے بارے میں اور اس بیان میں تحریر فرمایا کہ حقیقتِ قرآنی اور نزول بلا کیف کس چیز سے عبارت ہے۔

الحمد للہ العلی الاعلیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ: آراستہ کمالات فرزند ارجمند شیخ عبدالاحد نے اس مسکین سے پوچھا تھا کہ "سالک نماز کے دوران کس چیز کی طرف متوجہ ہو (یعنی) ذاتِ بحت کی طرف جو کہ حقیقی مسجود و معبود ہے، یا قرآن مجید کی طرف جو کہ مسند نماز ہے یا کعبہ کی طرف جو کہ مسجود الیہ ہے، یا خشوع و خضوع و تعدیلِ ارکان کی طرف کہ جن کا اس کو حکم دیا گیا ہے یا ان سب امور کی طرف ایک ساتھ (مشغول ہونا چاہیئے) اور لوگوں نے ان سب صورتوں میں سے ہر ایک پر شبہات (قائم کئے ہیں"۔ اے سعادت آثار! نمازی کے لئے جو کچھ ضروری ہے اور جن امور کا اس کو حکم دیا گیا ہے وہ نماز کے ارکان و قومہ و جلسہ و طمانیت و خشوع و خضوع کی طرف متوجہ ہونا ہے: قَدۡ أَفۡلَحَ الۡمُؤۡمِنُونَ الَّذِينَ هُمۡ فِي صَلَاتِهِمۡ خَاشِعُونَ [وہ مومنین کامیاب ہو گئے جو اپنی نماز میں خشوع کرنے والے ہیں] اور نماز میں خشوع مثلاً قیام میں سجدہ کی جگہ پر نگاہ لگا دینا وغیرہ اور نیز قرآن پاک کی قراءت کی طرف

متوجہ ہونا ہے اور اگر وہ اہلِ حقیقت میں سے ہے تو اس کے معانی و اسرار میں غور و فکر کرنا ہے ورنہ استغفر سمجھے کہ یہ حق جل و علا کا کلام ہے اور ذاتِ بحت کی طرف متوجہ ہونا نماز کے ماموراتِ میں سے نہیں ہے اس کے باوجود ہم کہتے ہیں کہ ان امور کی طرف متوجہ ہونا عین ذاتِ مسجود کی طرف متوجہ ہونا ہے کیونکہ ذاتِ بحت اسماء و صفات کا لحاظ کئے بغیر جیسا کہ آپ نے لکھا ہے توجہ و مراقبہ و تصور و تعقل سے بالاتر ہے، رہا وہ عارف جو کہ ذاتِ بحت سے واصل ہے اور وصلِ عُریانی کے ساتھ ممتاز ہے اس کا معاملہ جدا ہے، نماز ادا کرتے وقت خاص طور پر اُس کے باطن کو اُس بارگاہِ عالی کے ساتھ اتصال اور ظاہر سے انقطاع پیدا ہو جاتا ہے اس کا ظاہر ارکان کی طرف متوجہ ہے اور اس کا باطن وصلِ عریاں میں (رہتا) ہے اور (اس میں) کوئی تضاد نہیں ہے اور جو شخص کہ اس وصل (عُریاں) کے ساتھ مشرف نہیں ہے اس کی ارکان کی طرف توجہ ہی ذاتِ بحت کی طرف توجہ ہے اور ذاتِ بحت کو صفات کے لحاظ کے بغیر مسجود قرار دینا محلِ تامل ہے ذات جامعِ صفات مسجود کیوں نہ ہو کیونکہ ذات کو کسی وقت بھی صفات سے علیحدگی و جدائی نہیں ہے اور عارفِ کامل کا معاملہ کہ جس کی توجہ کا قبلہ احدیتِ مجردہ کے سوا نہیں ہے (اس سے) مستثنیٰ ہے جیسا کہ بیان ہوا اگرچہ صفات کو ذات سے علیحدگی نہیں ہے لیکن اس عارف کو محبت ذاتی کے باعث ذاتِ بحت کے ساتھ ایک ایسی معیت ہے کہ صفات میں سے اس مقام میں کچھ بھی ملحوظ نہیں ہے پس (ذات سے صفات کی) یہ علیحدگی محبت و گرفتاری میں ہے اور بس، اور یہ معیت المرء مع من احب [آدمی اس کے ساتھ ہے جس سے وہ محبت کرتا ہے] کے حکم کے مطابق اس محبت کے باعث ہے۔

آپ نے لکھا تھا کہ "اگر کعبہ یا قرآن مجید کی طرف متوجہ ہو تو ان کی حقیقت کی طرف متوجہ ہو یا ان کی صورت کی طرف ہو، اگر اُن کی حقیقت کی طرف متوجہ ہو تو جو شخص کہ ان کی حقیقت تک نہیں پہنچا ہے وہ کس طرح ان کی حقیقت کی طرف متوجہ ہوگا، اگر ان کی صورت کی طرف متوجہ ہو تو یہ بات قرآن مجید کے بارے میں تو درست آسکتی ہے کیونکہ وہاں الفاظ و معانی و قصص ہیں لیکن کعبہ میں ذرا بھی درست نہیں آتی کیونکہ محض سنگ و کلوخ کو قبلہ نہیں بنا سکتے خاص کر اس کے سامنے نہ ہونے کے وقت ہیں"۔

اے سعادت آثار! نمازی کو چاہیئے کہ اس کی صورت کی طرف متوجہ ہو، اگر وہ اہلِ حقیقت میں سے ہے تو وہ صورت سے حقیقت کی طرف چلا جاتا ہے اور حقیقت کو صورت میں دیکھتا ہے اور اگر وہ اہلِ حقیقت میں سے نہیں ہے تو صورت کی طرف متوجہ ہونا بھی اس کے لئے غنیمت ہے، اور یہ جو لوگوں نے پتھروں اور ڈھیلوں کو کعبہ کی صورت قرار دیا ہے ایسا نہیں ہے کیونکہ اگر پتھر اور ڈھیلے درمیان میں نہ ہوں اور چھت اور دیواریں نہ ہوں کعبہ تب بھی کعبہ ہے اور مخلوقات کا مسجود الیہ ہے بلکہ صورت کعبہ ایک ایسا

معنی ہے کہ عقلیں اس کو سمجھنے سے عاجز ہیں، یہ صورت حقیقت کی صفت رکھتی ہے اور حقیقتِ کعبہ اس سے ماوراء ہے جبکہ عقلیں اس کی صورت کو سمجھنے سے عاجز ہیں تو وہ حقیقت تک کیا پہنچیں گی، اور نیز ہم کہتے ہیں کہ کعبہ کی طرف متوجہ ہونا یہی ہے کہ کعبہ کی جانب نماز پڑھے، اس توجہ کے سمجھنے اور کعبہ کو خیال میں لانے کی کیا ضرورت ہے اس کی جہت کی طرف توجہ کرنے سے ہی کعبہ کی برکات سے فیض یاب ہو جاتا ہے اور اس کی حقیقت سے بہرہ مند ہو جاتا ہے۔

آپ نے لکھا تھا کہ "صلوٰۃِ وسطیٰ و ساعتِ جمعہ و اسمِ اعظم کے تعین میں اخبار و آثار (احادیث و روایات) میں بہت تضاد ہے اور جو کچھ تیرے کشف میں آیا ہو اور جو اس سے مفہوم ہوتا ہو تو تعین کر تاکہ خدشہ دل سے دور ہو جائے اور لوگوں کو بہت سے فوائد حاصل ہوں"۔ اے عزیز! جس چیز کو کہ حق تعالیٰ نے مبہم چھوڑا ہو اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے امت پر اس تمام شفقت اور اس کی خیر خواہی کے باوجود بیان نہ فرمایا ہو، ہمیں اور تمہیں (حق) نہیں پہنچتا کہ اس بارے میں لب کشائی کریں اور اپنے خواب و خیال سے اس معمّا کو حل کریں ابھموا ما ابھم اللہ [جس کو اللہ تعالیٰ نے مبہم رکھا تم بھی اس کو مبہم رکھو] آپ نے سنا ہو گا، بظاہر اس ابہام میں بندوں کی مصلحتیں اور ان کے فائدے منظور ہوں گے مثلاً یہ کہ لوگ اسماءِ (الٰہی) کی تعظیم کریں۔ یہ ابہام شبِ قدر اور رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے روزِ پیدائش و وفات کے ابہام کی طرح ہے اور ہر کسی سے برکات حاصل کریں اور جمعہ کے پورے دن کو جمعیت و حضور، تضرع و دعا کے ساتھ معمور رکھیں اور تمام نمازوں کی پوری حفاظت کریں، بظاہر دل میں اس تردد کا قرار پکڑنا اس کے رفع سے بہتر ہے۔ رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ "بیشک اللہ تعالیٰ نے کچھ فرائض فرض کئے ہیں پس تم ان کو ضائع مت کرو اور کچھ حدیں مقرر کی ہیں پس تم ان سے تجاوز نہ کرو اور کچھ چیزوں کو حرام کیا ہے پس تم ان کا ارتکاب نہ کرو اور تم پر رحمت کی خاطر کسی بھول کے بغیر بعض چیزوں سے سکوت فرمایا ہے پس تم ان کی کرید مت کرو۔

ص ۲۰۶

آپ نے لکھا تھا کہ حضرت جیو[1] (قدس سرہ) نے فرمایا تھا کہ میں نے ایک روز ملائکہ عظام کو دیکھا مساجدِ متبرکہ کو درجہ بدرجہ لکھنے میں پہلے انھوں نے مسجدِ حرام عظمہ اللہ تعالیٰ لکھی اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مسجد اس کے بعد (مسجدِ) اقصیٰ کو لکھا اس کے بعد چوتھے درجہ میں سرہند کی مسجد کو لکھا اس مسجد کی بزرگی اس بشارت سے معلوم ہوئی لیکن چونکہ ان مساجدِ متبرکہ کے ذیل میں واقع ہوئی ہے جو ہیں نیکیوں کا کئی گنا ہونا منصوص ہے امید یہ ہے کہ یہاں بھی اس کے درجہ کے مطابق کئی گنا ثواب ہو گا اگر تو اس بارے میں متوجہ ہو تو بظاہر بشارت پائے گا جو کہ طالبین و عاملین کے لئے بہت زیادہ شوق دلانے کا

[1] غالباً حضرت خواجہ محمد عبید اللہ مروج الشریعۃ مراد ہیں (مترجم)

باعث ہوگی"۔ میرے مخدوم! نیکیوں کا کئی گنا ہونا کوئی ایسا امر نہیں ہے کہ جس میں گمان اور اندازے سے حکم کیا جاسکے یا خواب و حال سے تعین کرسکیں جبتک کہ نص وارد نہ ہو جیسا کہ تینوں مسجدوں کے بارے میں ہے ورنہ اس مسجد (مسجد سرہند) کی فضل و بزرگی و شان و عظمت اور اس میں نیکیوں کے کئی گنا ہونے کے بارے میں لوگوں نے بہت سی باتیں دیکھی اور مشاہدہ کی ہیں کہ جن کی تفصیل کی وقت اور کاغذ میں گنجائش نہیں ہے۔

آپ نے لکھا تھا کہ "مکتوبات شریف (حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ) میں مذکور ہے کہ کسی چیز کی حقیقت اس کے فیض وجودی و توابع وجودی کے مبدأ سے عبارت ہے اور وہ چیز اس (حقیقت) کے ظل کی مانند ہے تو حقیقتِ قرآنی کس چیز سے عبارت ہوگی اور اس سے اوپر جانا کس طرح متصور ہوگا۔ میرے مخدوم! (یہ) کوئی بعید از فہم مقام نہیں ہے (یہ) اس طرح پر ہے کہ شیوناتِ ذاتیہ صفاتِ حقیقیہ کے فیوضِ وجودی کے مبادی ہیں اور صفات اُن شیونات کے ظلال کی مانند ہیں اور شیونِ ذاتیہ سے ترقی جائز بلکہ واقع ہے کما لا یخفی علی اربابہ [جیسا کہ اس کے مقام والے حضرات پر مخفی نہیں ہے]۔

آپ نے پوچھا تھا کہ "مکاتیب عالیہ میں واقع ہوا ہے کہ جب معاملہ اصل اور اصل (الاصل) سے گذر جاتا ہے اور ذات بحت تعالیٰ تک جا پہنچتا ہے تو اس مقام میں ذکر کو ترقی میں کوئی دخل نہیں ہے اور قرآن مجید کے سوا ترقی کا کوئی وسیلہ و سبب نہیں ہے یہاں تک کہ اگر کلمہ طیبہ کو قرآن مجید کی نیت سے پڑھا جائے تو فائدہ بخشتا ہے اور ترقی کا باعث ہوتا ہے اور انھوں (حضرت عالی قدس سرہ) نے دوسرے مکتوب میں تحریر فرمایا ہے کہ جب نظر و قدم (دونوں) پیچھے رہ جاتے ہیں اور پر و بال ہمت ہار دیتے ہیں اور معاملہ غیبِ صرف کے ساتھ جا پڑتا ہے تو اس مقام میں کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے پاؤں کے بغیر نہیں جاسکتا اور اس کلمہ مقدسہ کی آغوش میں آئے بغیر اُس مسافت کو طے نہیں کرسکتا الخ، ان دونوں کلاموں کے درمیان تطبیق کی صورت کس طرح ہوگی"۔ اس سوال کا جواب بھی حضرت عالی (قدس سرہ) کے کلام سے ہی نکل آتا ہے جس جگہ کہ انھوں نے تحریر فرمایا ہے کہ "اگر کلمہ طیبہ کو بھی قرآن مجید کی نیت سے پڑھے تو فائدہ بخشتا ہے کیونکہ یہ دونوں مبارک کلمے قرآن مجید سے ہیں پس اگر قرآن مجید کی نیت سے پڑھا تو مفید اور ترقی بخش ہوگا۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ (ان) دونوں کلاموں میں کوئی تضاد نہیں ہے کہ جو تطبیق دی جائے کیونکہ پہلے کلام میں مذکور ہے کہ "معاملہ ذاتِ بحت سے جا پڑتا ہے" اور یہ جو دوسرے کلام میں مذکور ہے کہاں سے (معلوم ہوا) ہے کہ معاملہ ذاتِ بحت کے ساتھ ہے، ہوسکتا ہے کہ شیون و اعتبارات کے ساتھ متعلق ہو، یا ذات سے مراد کوئی شان یا اعتبار ہو، غیبِ صرف کو شیون سے خالی ذات کے ساتھ مخصوص کرنا ممنوع (ناقابلِ تسلیم) ہے اور لفظ "نتواں رفت" (نہیں جاسکتا) اور "قطع مسافت نتواں نمود" (مسافت طے نہیں کرسکتا)

اس منع کی مؤید ہے کیونکہ ذاتِ بحت میں جانا اور قطع مسافت کرنا مناسبت نہیں رکھتا (یعنی ممکن نہیں ہے)
اور یہ جو پہلے کلام میں مذکور ہے کہ قرآن مجید کے سوا ترقی کا کوئی وسیلہ اور سبب نہیں ہے، یہ ترقی قطع
مسافت کے باعث نہیں ہے بلکہ اس جگہ ترقی نسبت و رابطہ کے زیادہ ہونے کے معنی میں ہے اور نیز جو کچھ
ہمارے حضرتِ عالی (قدس سرہٗ) کے نزدیک تحقیق ہے وہ یہ ہے کہ نظر کو کسی جگہ کوتاہی نہیں ہے اور وہ ہر جگہ
گذر رکھتی ہے اور وصولِ نظری مرتبۂ ذاتِ بحت میں ثابت ہے پس نظر کا پیچھے رہ جانا جو کہ دوسرے کلام
میں مذکور ہے حقیقت پر محمول نہیں ہے اور جب قدم اس مقام میں نظر کے قریب ہے تو ہو سکتا ہے کہ
اس کی کوتاہی بھی حقیقت پر (محمول) نہ ہو اور نظر و قدم دونوں کی کوتاہی شہود پر محمول ہو نہ کہ وجود پر
یعنی عارف کے شہود میں قدم پیچھے رہ جائے، پس ہو سکتا ہے کہ حقیقت میں ایسا نہ ہو اور اس اعتبار سے
یہ مرتبہ ذاتِ بحت سے پیچھے ہو، اگر کہیں کہ رویتِ بصری و مشاہدۂ قلبی دونوں دنیا میں واقع نہیں ہیں
تو اُس بارگاہ میں وصولِ نظری کس معنی میں ہوگا، ہم کہتے ہیں کہ یہ نظر رویت و مشاہدہ سے ماوراء ایک
بے کیف امر ہے جب تک تو اس کو نہ پہنچے اس کے معنی کو نہیں سمجھ سکے گا، گویا کہ متشابہات کی قسم سے ہے۔
ہمارے حضرت عالی (قدس سرہ) نے تحریر فرمایا ہے کہ "وصولِ نظری اور وصولِ قدمی اس معنی میں
نہیں ہے کہ وہاں شہود و مشاہدہ ہے یا قدم کی گنجائش ہے اس جگہ تو بال کی (بھی) گنجائش نہیں ہے
قدم کی کیا ہوگی بلکہ ایک مجہول کیفیت والا وصول ہے، اگر صورتِ مثالیہ میں نظر کے ذریعہ سے منقش ہوا
تو (اس کو) وصولِ نظری کہتے ہیں اور اگر قدم کے ذریعہ سے ہے تو وصولِ قدمی ہے ورنہ نظر و قدم
دونوں اس بارگاہ سے بیخود و حیران ہیں"۔ تحقیق مطلب یہ ہے کہ ایک مقام کا کئی مواقع پر ظہور ہوتا ہے
سب سے آخری ظہور اس مقام کی اصل ہے اور دوسرے ظہورات اس کے نمونے ہیں اور اصل و نمونہ میں سے
ہر ایک کے احکام مختلف ہیں اگرچہ سالک نمونہ تک پہنچنے کے وقت اس کو اصل سمجھتا ہے لیکن اصل
تک پہنچنے کے بعد سابقہ ظہورات کو ظلال اور نمونے سمجھے گا، پس ہو سکتا ہے کہ قرآن مجید کے ساتھ ترقی
ہونے کی خصوصیت مقامِ اصل کا خاصہ ہو جو کہ حقیقت میں مرتبۂ احدیتِ ذات تعالیٰ ہے اور اس کے
نمونوں میں ترقی کلمۂ طیبہ کے ساتھ وابستہ ہو، پس شبہ جاتا رہا۔

آپ نے پوچھا تھا کہ "نزولِ بلاکیف کس چیز سے عبارت ہے، اس تجلی سے ہے جو کہ عالمِ خلق
سے تعلق رکھتی ہے یا اس تجلی سے ہے جو کہ عالمِ امر سے متعلق ہے، اگر عالمِ خلق سے تعلق رکھتی ہے تو چاہیے
کہ حاسۂ بصر (دیکھنے والی حس) سے ہو اور یہ مسلمہ امر کے خلاف ہے کیونکہ رویت دنیا میں واقع نہیں ہے
اور اگر عالمِ امر سے تعلق رکھتی ہے تو چاہیے کہ جو شخص عالمِ امر میں سیر رکھتا ہو اس کو یہ امرِ عظیم پیش آئے

ص ۲۰۸
د ۱ حصہ آخری مکتوب ۸۸ ۳۶

اور یہ نہایت بعید ہے"۔ **جواب**: ہم نہیں مانتے کہ جو چیز عالمِ خلق سے تعلق رکھتی ہے حاسۂ بصر کے ساتھ اس کا ادراک ہو۔ اہلِ ریاضت و صفا پر عالمِ خلق کی بہت سی چیزیں منکشف ہوتی ہیں اور ملک اور اہلِ زمانہ کے انقلاب کو مختلف شہروں میں مشاہدہ کرتے ہیں اور کعبہ اور اس کا طواف کرنے والوں کو دیکھتے ہیں اور قوتِ باصرہ کو اس مقام میں کوئی دخل نہیں ہے ورنہ چاہئے کہ اندھا شخص غیبی امور کی اس دید و مشاہدہ سے محروم ہو کیونکہ وہ قوتِ باصرہ نہیں رکھتا اور حالانکہ اہلِ صفا میں سے اندھا اور آنکھوں والا غیبی امور کے کشف میں برابر ہیں اور نیز چاہئے کہ جو نابینا ولایت کے درجۂ کمال کو پہنچ گیا ہے اس تجلی سے جو کہ عالمِ خلق سے تعلق رکھتی ہے بے بہرہ ہو۔ اور یہ جو (آپ نے) دوسری شق میں لکھا ہے کہ "جو شخص عالمِ امر میں سیر رکھتا ہو اس کو یہ امرِ عظیم یعنی اس تجلی کا مشاہدہ پیش آنا چاہئے" یہ بھی غیر مسلم ہے کیونکہ عالمِ امر کے پانچ لطیفے ہیں اور ہر لطیفہ ایک عالم ہے جو عالمِ خلق سے کئی گنا زیادہ ہے مثلاً جو تجلی کہ ایک لطیفہ سے تعلق رکھتی ہو دوسرے لطیفہ والا شخص کہ جس کی سیر اس لطیفہ میں ہے کیا ضروری ہے کہ وہ اس تجلی سے باخبر ہو بلکہ اسی لطیفہ کی سیر والے کو (بھی) اس تجلی کا علم ہونا کیا ضروری ہے، ہم اور تم کہ عالمِ خلق میں اقامت رکھتے ہیں جو کہ عالمِ امر کے ہر لطیفہ سے تنگ اور چھوٹا ہے اور بہت سی چیزیں اس عالم میں گذرتی ہیں اور عرش و کرسی اور آسمانوں میں عجیب و غریب امور ظاہر ہوتے ہیں بلکہ بعض انقلابات روئے زمین پر وارد ہوتے ہیں بلکہ اس شہر اور علاقے میں پیش آتے ہیں اور ہم کو ان کی اطلاع نہیں (ہوتی) ہے اور نیز جو تجلی کہ عالمِ خلق سے تعلق رکھتی ہے اس کی رویت ذاتِ حق جل و علا کی رویت نہیں ہے کہ جو دنیا میں واقع نہ ہو بلکہ ظلال میں سے کسی ظل کی رویت ہے کہ جس کی رویت میں کوئی مانع نہیں ہے۔ آپ کی یہ عبارت کہ "نزول بلا کیف کس چیز سے عبارت ہے تجلی سے ہے جو کہ عالمِ خلق سے تعلق رکھتی ہے الخ"۔ بعض دوستوں نے کہا کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ اُس تجلی سے (عبارت) ہے جس کا ادراک عالمِ خلق کے ساتھ تعلق رکھتا ہے جو کہ حاسۂ بصر ہے یا اس کا ادراک عالمِ امر کے ساتھ ہے، اگرچہ یہ معنی اس عبارت سے بعید ہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ یہ نزول متشابہات کی قسم کا ایک امر ہے کہ اس پر ایمان لانا چاہئے اور اس کی کیفیت اللہ تعالیٰ کے علم کے سپرد کرنی چاہئے تمثّل و تشکّل (مثل ہونا اور شکل اختیار کرنا) کی قسم سے نہیں ہے۔ اور جب یہ امر بعض خاص الخاص حضرات پر منکشف ہوگا تو حاسۂ بصر کے بغیر ہوگا، اگر یہ ادراک عالمِ امر سے تعلق رکھتا ہو تو ضروری نہیں ہے کہ جس شخص کی سیر عالمِ امر تک پہنچ گئی ہو وہ اس معمّا کو پالے یا بظاہر کوئی مانع ہوگا یا اس انکشاف کو اس میں پیدا نہیں کیا گیا ہوگا جس طرح کہ جن اور فرشتے اور تمام لطیف اجسام ہماری نگاہوں کے سامنے ہوتے ہیں اور محسوس نہیں ہوتے۔ یا ہم یہ کہتے ہیں کہ یہ ادراک

حاسۂ بصر اور حاسۂ قلب وغیرہ عالمِ امر کے ماوراء ثابت ہے اور وہ انسانِ کامل کی ہیئتِ وحدانی ہے جو کہ عالمِ خلق و عالمِ امر کے مجموعہ سے حاصل ہوئی ہے اور ہیئت وحدانی اس کو لاحق ہوئی ہے یا (اللہ تعالیٰ) اُس کا علمِ ضروری عارف میں پیدا کر دیتا ہے، یہ شبہ اُن مقامات و عروجات کے انکشاف میں وارد ہوتا ہے جو کہ اہل اللہ کو حاصل ہیں اور وہ (اہل اللہ) ظل سے اصل تک جاتے ہیں اور صفات سے شیونات و صفاتِ سلبیہ تک اور اس سے ذات تعالیٰ و تقدس تک ترقی کرتے ہیں، ان امور کا ادراک اگر حاسۂ بصر سے تعلق رکھتا ہو تو لازم آتا ہے کہ ذات تعالیٰ دنیا میں نظر آجائے، اور صفات جو کہ معانی (پوشیدہ امور) ہیں کس طرح نظر آئیں گے اور شیون و اعتبارات ذاتیہ اور امورِ سلبیہ کی رویت کا کیا امکان ہوگا اور اگر (ان امور کا ادراک) عالمِ امر سے تعلق رکھتا ہو تو جس شخص کی سیرِ عالمِ امر تک پہنچ جائے اگرچہ اس نے دائرۂ امکان کو پورا نہ کیا ہو اور فنا تک نہ پہنچا ہو یہ تمام درجات اس پر منکشف ہو جانے چاہئیں اور کوئی ذرا سی بات بھی اس پر پوشیدہ نہیں رہنی چاہئے۔ اور جو امور تمام اولیاء و انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات پر منکشف ہوئے اس پر بھی منکشف ہونے چاہئیں اور اس کا فساد اظہر من الشمس (بالکل واضح) ہے فما جوابکم فھو جوابنا (پس جو تمہارا جواب ہے وہی ہمارا جواب ہے۔)

آپ نے لکھا تھا کہ جو سالک کسی قدر نقص کے ساتھ متصف ہو (اگر) وہ اس تجلی کے ساتھ مشرف ہو جائے (تو کیا) اس کی تصدیق کی جا سکتی ہے۔ اے سعادت آثار! یہ یافت اور یہ دید کامل و مکمل حضرات کے ساتھ مخصوص ہے اگر یہ سالک اس کمال تک پہنچ گیا ہے اور نقص کی بات اس نے کسرِ نفسی کے طور پر کہی ہے تو اس کی تصدیق کی جا سکتی ہے الحمد للہ اولاً و آخراً والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ دائماً سرمداً و علیٰ آلہ الکرام و صحبہ العظام۔

مکتوب ۱۲۰

شیخ حسین منصور کے نام اُن کے سوالات کے جواب میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، الحمد للہ علیٰ نوالہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ نبیہ و آلہ۔ مکتوب مرغوب پہنچ کر مسرت بخش ہوا، آپ نے دو مکتوب اس سے پہلے ارسال کئے تھے (اور) اُن کا جواب مانگا تھا، میرے مخدوم! ایک مکتوب نہیں مل سکا اور ایک مل گیا جو کہ چند سوالات پر مشتمل تھا، اس کا جواب لکھتا ہوں۔ آپ نے حزن و بے مزگی اور بے حلاوتی کے بارے میں جو کہ پیش آتی ہے لکھا تھا اور اس کا سبب دریافت کیا تھا۔ اے سعادت آثار! واجب تعالیٰ سے ممکن کا حصہ عجز و انکسار و خرابی و نایافت (نہ پانا) ہے

ص ۲۱۱ ؎ عاشقاں را نصیب از معشوق — جز خرابی و جاں گدازی نیست

{عاشقوں کو معشوق سے خرابی اور جاں گدازی کے سوا (اور کچھ) نصیب نہیں ہے}

مقید مطلق کو کیا پائے اور محدود لا محدود کو کس طرح احاطہ کرے، جہاں کہیں جاتا ہے قید (پابندی) اپنے ساتھ رکھتا ہے اطلاق صرف کے لائق نہیں ہے اس لئے بے حلاوتی و بے مزگی ہر وقت اس کی دامنگیر ہوگی اور وہ غم و اندوہ کا نشانہ بنے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم دائمی حزن اور متواتر فکر میں رہتے تھے ؎

مے وصل نیست وحشی بخمارِ ہجر خو کن — کہ شرابِ ناامیدی غمِ دردِ سر ندارد

[اے وحشی! وصل کی شراب نہیں ہے جدائی کے خمار کی عادت کر لے کیونکہ ناامیدی کی شراب دردِ سر کا غم نہیں رکھتی]

دیگر یہ کہ طالبین میں سے جس کسی کو ظہورِ کامل حاصل ہو جائے اس کو ذکر سے روک کر اُسی حضور کے ساتھ رہنے دیں اور اگر اس نے اس حضور میں ترقی پیدا کی تو بہتر ہے ورنہ پھر ذکر میں لے آئیں تاکہ ترقی کی راہ کھُل جائے، جس سالک کو نماز ادا کرنے کے دوران استغراق اسقدر غالب آجائے کہ نہ اس کو قراءت سننے کا شعور رہے اور نہ ارکان ادا کرنے کا ہوش رہے اس کے باوجود تمام ارکان اس سے ادا ہو جائیں اگر وہ پورے رکن میں شعور نہ پائے تو اس کی نماز فاسد ہونی چاہیے، یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُکٰرٰی حَتّٰی تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ (پ ۵ ع ۴۳) {اے ایمان والو! تم ایسی حالت میں نماز کے نزدیک نہ جاؤ کہ تم نشہ میں ہو یہاں تک کہ تم سمجھنے لگو کہ تم کیا کہہ رہے ہو} اس سالک کا سکر اگرچہ محبت کے باعث ہے لیکن شرع شریف کی رو سے کچھ فرق نہیں ہے جس وقت یہ استغراق نماز کے جائز ہونے میں خلل ڈالے تو اس حالت کے باقی رہنے میں کوشش نہ کریں بلکہ اس حالت کو دور کرنے میں کوشش کرنا لازم ہے۔

نیز پوچھا گیا تھا کہ اگر کسی سالک کو ایسی دائمی حالت پیدا ہو جائے کہ اپنے آپ کو اور ماسوا کو معدوم پائے اور اُس تعالیٰ شانہٗ کے سوا کچھ موجود نہ پائے لیکن کمالات کی ظلیت اور اس کا اصول کے ساتھ الحق ہونا نہ پائے تو کیا اس حالت والا صوفیائے کرام کی اصطلاحی فنا تک پہنچا ہوگا یا نہیں۔ جواب: وہ فنائے جذبہ کو پہنچا ہوا ہے فنائے مطلق کو اس وقت پہنچتا ہے جبکہ یہ عدمیت کا حصول ظلیت کے علم اور اصل کے ساتھ لحوق کی راہ سے پیدا ہوا ہو، اس معنی کو صاحبِ عدم خود پائے یا کوئی دوسرا عارف کشف یا فراست سے اس کی صفات کے لحوق کو معلوم کر لے اور دیکھ لے اور اس کی فنا کا حکم کرے، فنائے مطلق اُس اسم تک وصول اور اس اسم میں فنائیت کے ساتھ وابستہ ہے جو کہ سالک کا مبدأ تعین ہے اور عدمیت وصول میں استہلاک نہیں ہے، حاصل مطلب یہ کہ اسمِ مذکور کی ہستی نے سالک کی قوتِ ادراک پر غلبہ پا لیا ہے سالک نے اپنی ہستی کو اس کے سامنے پوشیدہ پایا اور اپنے آپ کو معدوم دیکھا ہے اور جب اس اسم میں

فانی ہو جاتا ہے اور وجود اور وجود کے تابع کمالات کو اس سے دیکھتا ہے اور اس کے ساتھ ملحق پاتا ہے تو فنائے مطلق کو پہنچ جاتا ہے۔ دیگر یہ کہ جائز ہے کہ جو سالک محمدی المشرب نہ ہو وہ اپنے شیخ (پیر) کی صحبت و توجہ سے جو کہ محمدی المشرب ہے کمالاتِ ولایتِ محمدی تک پہنچ جائے اور اس ولایت کی خصوصیات سے مشرف ہو جائے لیکن اس کو محمدی المشرب یا صاحبِ ولایتِ محمدی نہیں کہہ سکتے کیونکہ یہ کمال اس میں قسری (کسی کے زبردستی کھینچنے سے) تبعی (کسی کی پیروی سے) ہے نہ کہ ذاتی و طبعی، اس کی ولایت اُسی نبی کی ولایت ہے کہ وہ بالذات جس کے قدم پر ہے اور یہ جو ہمارے حضرت عالی قدس اللہ سبحانہ بسرہ الاقدس کے کلام میں پایا جاتا ہے کہ انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات کلی طور پر خلقت کی طرف رُخ رکھتے ہیں اس معنی میں ہے کہ وہ ظاہر و باطن میں مخلوق کی طرف متوجہ ہیں اور صورت و معنی کے اعتبار سے خلقت کو (اللہ تعالیٰ کی طرف) دعوت فرماتے ہیں نہ اس معنی میں کہ ان کا ظاہر خلقت کے ساتھ ہے اور باطن حق جلّ و علا کے ساتھ جیسا کہ دوسرے حضرات کہتے ہیں اور کاملین اولیاء میں سے جو تابع اور وارث ہونے کے طور پر کمالاتِ نبوت تک پہنچے ہیں نزول کے وقت وہ بھی ظاہر و باطن کے ساتھ مخلوق کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور عروج نماز کے علاوہ اوقات میں بھی پیش آسکتا ہے اور منتہی مرجوع (واپس لوٹے ہوئے) کے لئے ضروری نہیں کہ نماز میں لذت کا حاصل ہونا دائمی طور پر ہو یعنی اس کے ظاہر کے لئے، اس لئے کہ اس کا باطن اس (نماز) کے ادا کرنے کے دوران ظاہر سے منقطع ہو کر مرتبۂ بیچونی کے ساتھ خاص اتصال پیدا کر لیتا ہے اور خاص قُرب اور بے کیف لذت حاصل کرتا ہے اور ظاہر بھی باطن کے رنگ میں رنگا جاتا ہے اور لذت اندوز ہوتا ہے اور کبھی بعض عوارض کے پیش آنے کی وجہ سے اس رنگا جانے کو نہیں سمجھتا اور لذت اندوز ہونے کو نہیں پاتا۔ عین و اثر سے مراد وجود و توابع وجود ہے یا ان کا غیر، اس کی تحقیق کو فقیر نے کسی مکتوب میں بیان کیا ہے وہاں سے معلوم کریں، ولی سے صغیرہ (گناہ) سرزد ہونے کا امکان ہے، وہ اس کے ارتکاب کی وجہ سے ولایت سے معزول نہیں ہو جاتا اور آپ نے طریقۂ قادریہ کی تعلیم کی اجازت کے بارے میں جو کچھ لکھا تھا یہ سامنے موجود ہونے سے تعلق رکھتا ہے، اللہ تعالیٰ کی مشیت سے جب آپ آئیں تو یاد دلائیں اور جو واقعہ کہ آپ نے لکھا تھا مبارک اور واضح ہے۔ والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۱۲۱

مخدوم زادہ شیخ ابو القاسم کے نام خُلّت اور اس کے لوازم کے درمیان فرق اور بعض کیفیات کے

جواب میں جو کہ انھوں نے لکھی تھیں تحریر فرمایا۔

الحمد للہ علی ما انعم وجعلنا من امۃ حبیبہ المبعوث الی العرب والعجم وجعل امتہ خیر الامم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اما بعد، جو مکتوب کہ میرے نہایت نیک فرزند نے بھیجا تھا پہنچکر باعثِ مسرت ہوا، آپ نے خُلت اور اس کے لوازم کے درمیان فرق کی بات پوچھی تھی، آپ جان لیں کہ خلت بہت بلند مقام ہے جو کہ اصالت کے طور پر حضرت خلیل علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کے نصیب ہے امتیوں میں سے تبعیت و وراثت کے طور پر جس شخص کو (چاہیں) اس نعمت سے نوازدیں۔ اور یہاں لوازم خلت اس کے مبادی و مقدمات سے کنایہ ہے اور نفسِ خلت کے حاصل ہونے کی بشارت جو کہ آپ نے دیکھی ہے مبارک ہو، حق سبحانہ اُس کے آثار ظہور میں لائے۔ —— آپ نے لکھا تھا کہ نماز میں عجیب و غریب نسبتیں رونما ہوتی ہیں، جو نسبت و قُرب کہ نماز میں ظاہر ہوتی ہے اصالت کی خبر دینے والی ہے اس عالم میں ظلال کے شعبدوں (کیفیات) سے رہائی شاید نماز میں میسر آجائے جو کہ مؤمن کی معراج ہے، جو قرب کہ اُس کی ادائیگی کے وقت (ہوتا) ہے اس (نماز) سے باہر بہت ہی کم ظاہر ہوتا ہے —— آپ نے لکھا تھا "اس سے پہلے جو اپنے آپ کو نورِ صِرف پاتا تھا جو کہ حقیقتِ کعبہ کے ساتھ متصف ہونے سے عبارت ہے اب نہیں پاتا اور مرتبۂ وجوب کی وسعتِ بیچونی اور امتیاز بے کیفی کی نسبت کے سوا نہیں سمجھتا اور حیرت میں ہے کہ اس نہ پانے کا کیا راز ہے" کچھ حیرت کا مقام نہیں ہے کیونکہ وسعت بے کیفی جو کہ حقیقت قرآن مجید ہے کی نسبت کے طلوع ہونے کے وقت میں اگر سابقہ نسبت پوشیدہ ہو جائے تو گنجائش رکھتا ہے اور جبکہ دونوں نسبتوں کے درمیان تضاد نہیں ہے وہ حق کے نور کے ساتھ متصف ہو کر اس وسعت کا پتہ لگاتا ہے اور ادراک کے نور سے بے کیفی کا امتیاز کرتا ہے، اس وقت میں اس تحقق کی عدم یافت ہے نہ کہ اس تحقق کا عدم —— آپ نے جس بشارت کی طلب کی تھی وہ سامنے موجود ہونے پر موقوف ہے۔ دیگر یہ کہ دوستوں کی لاپرواہی سے دل برداشتہ نہ ہوں اور سب کچھ حق تعالیٰ کی جانب سے جانیں، بندوں کے دل اس سبحانہ کے تصرف میں ہیں جس طرح چاہتا ہے پھیر دیتا ہے ؎

از خدا داں خلافِ دشمن و دوست کہ دلِ ہر دو در تصرفِ اوست

[دشمن اور دوست کی مخالفت کو خدا کی طرف سے جان کیونکہ دونوں کے دل اس کے تصرف میں ہیں]

جو شخص کہ آپ کے ساتھ دوستی کرتا ہے آپ کو حق جل وعلا سے باز رکھ کر اپنے ساتھ مشغول کرتا ہے اور جو شخص کہ آپ کے ساتھ دوستی نہیں کرتا وہ (آپ کو) حق جل شانہ کے ساتھ چھوڑ دیتا ہے، حق سبحانہ کے ساتھ ہونا بہتر ہے یا مخلوق کے ساتھ؟ کسی نے کیا خوب کہا ہے، (رباعی):۔

یارب ہمہ خلق را زمن بدخو کُن — وز جملہ جہانیاں مرا یکسو کُن

روئے دلِ من صرف کن از ہر جہتے — در عشقِ خودم یکجہت و یکرو کُن

[اے خدا! تمام مخلوق کو مجھ سے بدظن کردے اور تمام دنیا والوں سے مجھ کو یکسو کردے، میرے دل کا رُخ ہر طرف سے پھیر دے، مجھے اپنے عشق میں یک سمت و یک رُو کردے] ان دوستوں کو دو کلمے شکوہ اور آزردگی کے طور پر لکھے گئے ہیں تاکہ واضح ہو جائے۔ والسلام اولاً و آخراً۔ ص ۲۱۱

مکتوب ۱۲۲

ملا موسیٰ کے نام اُن کے واردات و احوال کے جواب میں جو کہ انھوں نے لکھے تھے اور مطلوب کے ماوراء ہونے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ دینی بھائی ملا موسیٰ اس مسکین کی طرف سے سلامِ عافیت انجام پڑھیں، ذوق و شوق پر مشتمل مکتوب نے پہنچ کر خوش وقت کیا، حلاوت و ذوق جو کہ ذکر و مراقبہ میں ظاہر ہوتا ہے جذبہ کے آثار میں سے ہے اور فنا و محویت کا دیکھنا نیک و مبارک ہے اور انوار کا ظاہر ہونا کہ جس سے تمام گھر روشن ہو جاتا ہے اور جسم کی بجائے کوئی اور چیز دکھائی دیتا ہے یہ گویا بقا ہے کہ جس پر فنا مرتب ہوئی ہے لیکن یہ فنا اور یہ بقا جذبہ کے ساتھ مقید ہے، اس بات کی کوشش کریں کہ فنائے مطلق حاصل ہو جائے اور جو کچھ انسان کی پیدائش سے مقصود ہے میسر آجائے۔ اللہ سبحانہٗ کی حمد ہے کہ آپ اس حالت کی فکر میں ہیں اور اس سے ترقی چاہتے ہیں جیسا کہ آپ نے لکھا ہے کہ "اس کا مطلب جسم کا فنا ہونا نہیں ہے، مقصد یہ ہے کہ شاہدِ غیبی (ذاتِ حق جل و علا) ہمیشہ ظاہری معشوق کی مانند نظر میں رہے اور غیر کی طرف متوجہ نہ ہونے دے"۔ — جاننا چاہئے کہ شاہدِ غیبی اس سے بالاتر ہے کہ دید و دانش میں آئے اور مدرک و متخیل ہو جائے، حضرت خواجہ نقشبند قدسنا اللہ تعالیٰ بسرہ نے فرمایا ہے کہ جو کچھ دیکھا گیا اور سنا گیا اور جانا گیا وہ سب غیر ہے کلمۂ لا کی حقیقت کے ساتھ نفی کرنی چاہئے اس کلمہ کا ظاہر جو کہ نظر میں ہو گا حقیقت پر محمول نہیں ہے مثال بیان کرنے کے طور پر ہے یعنی گویا نظر میں ہے کہ وہ دائمی طور پر متوجہ الیہ (جس کی طرف توجہ کی جائے) ہے، خلاصہ یہ ہے کہ جس حالت کی آپ آرزو کرتے ہیں اس کا آپ کی موجودہ حالت پر فوقیت رکھنا محلِ غور ہے ؎

آں لقمہ کہ در دہاں نگنجد بطلب — [وہ لقمہ طلب کر جو منہ میں نہ سمائے]

اور یہ جو آپ نے اس کے بعد لکھا ہے کہ "جب کبھی اُن انوار کے علاوہ کچھ مکاشفات اُس جانب سے نظر میں آتے ہیں متوجہ نہیں ہوتا اور دفع کر دیتا ہوں" مبارک اور اعلیٰ ہے اور سابقہ آرزو کی تلافی کرتا ہے۔ آپ نے خلوت و تنہائی کی خواہش کی تھی نیک و مبارک ہے العزلتہ منیتہ الصدیقین [خلوت صدیقین کی تمنا ہے] لیکن جان لیں کہ جو صحبت فائدہ پہنچانے اور فائدہ حاصل کرنے کیلئے ہو تنہائی سے بہتر ہے والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۱۲۳

۲۱۵

مخدوم زادہ عالی قدر معدن الحقائق ابوالقاسم کے نام دوستوں کی غلطیوں کو معاف کر دینے اور چغلخور کی بات سننے سے منع کرنے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ، آپ کے مکتوبات شریفہ پہنچکر مسرت بخش ہوئے آپ نے صلح اور صفائی حاصل ہونے کی بابت لکھا تھا اچھا ہوا فتنہ کی آگ جتنی بھی بجھ جائے بہتر ہے، دوستوں سے بشریت کے تقاضے سے کوئی لغزش واقع ہوتی ہے اور کوئی امر جوکہ دوستی کے خلاف ہوتا ہے ظاہر ہو جاتا ہے آپ کو درگذر کرنا چاہئے اور ان کی خوبیوں کو نظر میں رکھنا چاہیئے۔ ع

اگر مردی احسن الی من اساء [اگر تو مرد ہے تو جو شخص برائی کرے اس کے ساتھ بھلائی کر]

کہا گیا ہے کہ کسی شخص نے کسی شخص کے پاس کسی شخص کی بابت ناپسند بات ذکر کی تو اُس نے کہا ہم نے اس کی بھلائیوں میں جو ہماری جانب ہیں نظر کی تو (دیکھا کہ) یہ اس کی برائیوں سے زیادہ ہیں پس ہم نے اس کی بھلائیوں کو دے لیا اور اس کی برائیوں سے درگذر کیا، اسی طرح آقا غلام کے ساتھ کرتا ہے پس غلام غلام کے ساتھ ایسا کیوں نہ کرے ــــ آپ نے لکھا تھا کہ "بعض صالحین نے کچھ باتیں پہنچائی تھیں، حسنِ ظن کے مطابق ان کے قول پر اعتماد کر کے رنجیدہ دل ہوا" ہم نے لکھا تھا کہ اہل علم سے یہ بات محل تعجب ہے آپ نے حسنِ ظن کی وجہ سے ان کے قول کو قبول کیا اور دوسری جانب جو کہ حسنِ ظن کے قابل تھی حسن ظن نہیں کیا، جو شخص چغلخوری کرے اُس کی بات ماننے کے قابل نہیں ہے اور (اس کا) رد کرنا لازم ہے، اور کنز الخفی میں ہے کہ خالد بن سنان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے کہا چغلی کا قبول کرنا چغلی سے بھی بدتر ہے کیونکہ چغلی کرنا دلالت (رہنمائی) ہے اور (اس کو) قبول کرنا اجازت (صحیح قرار دینا) ہے اور جس نے کسی چیز پر دلالت کی وہ اس شخص کی مانند نہیں ہے جس نے اس کو قبول کیا اور صحیح قرار دیا، پس چغلخور کو چغلخوری پر ذلیل کرو اگرچہ وہ سچا ہو اس برائی کی وجہ سے کہ اس نے پردہ دری کی اور حرمت کو ضائع کیا اور اگر وہ

جھوٹا ہو تو اس کو سزا دو کیونکہ اس نے جھوٹی بات اور بہتان کے ساتھ رحمٰن (خدا) سے جنگ کی اور شیطان کی تابعداری کی ہے، پس جب تیرے پاس کوئی شخص آئے اور تجھ کو خبر دے کہ فلاں شخص نے تیرے بارے میں ایسا ایسا کہا ہے یا ریب کہ (تیرے ساتھ ایسا ایسا کیا ہے تو بیشک تجھ پر چھ چیزیں واجب ہیں ان میں سے ایک یہ کہ اس کی تصدیق نہ کر کیونکہ اہلِ اسلام کے نزدیک چغلخور کی شہادت قابلِ قبول نہیں ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَآءَکُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَیَّنُوْٓا اَنْ تُصِیْبُوْا قَوْمًۢا بِجَھَالَۃٍ الآیۃ [اے ایمان والو! اگر تمہارے پاس کوئی فاسق شخص کوئی خبر لائے تو خوب تحقیق کر لیا کرو ایسا نہ ہو کہ تم نادانی سے کسی قوم کو کوئی ضرر پہنچا دو] اور دوسرے یہ کہ اس کو چغلخوری سے منع کر کیونکہ یہ برائی ہے اور برائی سے روکنا واجب ہے اور اللہ عزّوجل نے فرمایا کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ الآیۃ [تم ایک اچھی امت ہو جو کہ لوگوں کے لئے نکالی گئی ہے] اور تیسرے یہ کہ اس سے خالص اللہ کے لئے بغض رکھ کیونکہ وہ گناہ کرنے والا فاسق ہے اور گناہ کرنے والے کے ساتھ بغض رکھنا واجب ہے اور چوتھے یہ کہ اپنے غیر موجود بھائی کے ساتھ برا گمان نہ رکھ کیونکہ مسلمان کے ساتھ برا گمان رکھنا حرام ہے اور حرام سے بچنا واجب ہے۔ پانچویں یہ کہ جس چیز کی تجھ کو چغلخور خبر دے اس کا تجسس ترک کر دے کیونکہ بیشک اللہ تعالیٰ نے تجسس سے منع فرمایا ہے جیسا کہ اس عزّوجل نے فرمایا ہے وَلَا تَجَسَّسُوْا [اور تجسس مت کرو] اور چھٹے یہ کہ اس چغلخور کی جس بات کو تو پسند نہیں کرتا تو بھی اس کو مت کر (یعنی اس کی چغلی کو دوسری جگہ بیان نہ کر) پس جو چیز چغلخور تیرے پاس لائے تو کسی کو اس کی خبر نہ دے، اور بعض علماء نے کہا کہ جو شخص چاہتا ہے کہ اس زمانہ میں گناہ سے بچا رہے اور اس کے دوست باقی رہیں تو اس کو چاہیئے کہ اپنے نفس کو قاضی (فیصلہ کرنے والا) بنائے اور وہ قاضیوں کی طرح فیصلہ کرے گواہوں اور ان کی جرح و تعدیل کے بغیر کسی کے بارے میں کسی کا قول قبول نہ کرے اور کسی شخص پر کسی شخص کی تصدیق نہ کرے پس بیشک ہم نے بعض لوگوں کے کہنے پر بعض سے محبت کی اور بعض سے بغض رکھا، پھر ہم اپنے کئے پر نادم ہوئے۔

مکتوب ۱۲۴

ہمت خاں کے نام مواعظ و نصائح کے بیان میں تحریر فرمایا۔

اللہ تعالیٰ ماسوا کی غلامی سے آزاد کر کے اپنے پسندیدہ کاموں کو حاصل کرنے کے ساتھ معزز و سعادت مند رکھے۔ میرے مخدوم! حق سبحانہ نے آدمی کو بیکار نہیں پیدا کیا ہے اور اس کی مرضی پر نہیں چھوڑا ہے کہ جو کچھ سمجھے کرے اور جس طرح چاہے زندگی گذارے اَیَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ یُّتْرَکَ سُدًی

بیا انسان یہ خیال کرتا ہے کہ اس کو یونہی مہمل چھوڑ دیا جائے گا] اس کی پیدائش سے مقصود بندگی کے وظائف بجالانا ہے اور اس سے مطلوب اللہ تعالیٰ جل شانہ کی معرفت ہے اس کو بعض چیزوں کا امر کیا گیا ہے اور بعض یزوں سے منع کیا گیا ہے اور وہ شخص اس کے سوا چارہ نہیں رکھتا کہ اس (اللہ تعالیٰ) کے اوامر و نواہی کے مقتضا ، مطابق زندگی بسر کرے ورنہ وہ باغی ہوگا اور بہت زیادہ عذاب کا مستحق اور غضب کا مورد ہوگا، آخرت وعیدیں بیشک پوری ہونے والی ہیں خوابِ خرگوش کبتک رہے گا، اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ مَالَهٗ مِنْ دَافِعٍ [بیشک تیرے رب کا عذاب ضرور آنے والا ہے اس کو کوئی ٹالنے والا نہیں ہے] اللہ تعالیٰ نے کمال اہتمام سے یہ انسان کے بارے میں کیا ہے کتنے ہی مؤکل (فرشتے وغیرہ) ہر فرد کے اوپر مقرر کئے ہیں تاکہ اس کے افعال و اقوال و کات و سکنات کی نگہداشت کرتے رہیں اور لکھتے رہیں۔ نامراد آدمی کی جان پر افسوس ہے کہ بادشاہ کا ایک ہ نویس جو کسی صوبہ میں جاتا ہے تو اس صوبہ کو لرزہ طاری ہو جاتا ہے اور وہ بُرے اعمال سے پرہیز کرتے ں اور اس جگہ ایمن مؤکل (فرشتے) دن کے اعمال ناموں کو شام کے وقت لیجاتے ہیں اور رات کے مال ناموں کو صبح کے وقت لیجاتے ہیں اور اعمال پیش ہونے کے وقت اس (انسان) کو حضرت ذوالجلال عمال کے سامنے پیش ہونا ہی ہم جیسے غافل ذرا بھی تنبیہ حاصل نہیں کرتے اور گناہوں کے ارتکاب میں زیادہ دلیر ہو جاتے ہیں۔ میرے مخدوم! چند روزہ عمر بہت عزیز ہے اور فرصت غنیمت ہے چاہئے کہ اہم کاموں میں رف ہو، افسوس ہے کہ بیہودہ اور بیکار کاموں میں گذر رہی ہے، تھوڑی کوشش سے ابدی (دائمی) ملک تھ آتا ہے اور تھوڑی سی لاپرواہی سے چلا جاتا ہے اور کثرت سے ذکر کرنا اہم کاموں میں سے ہے اور پرہیز گاری و تقویٰ عزیمت کے کاموں میں سے ہے دیکھئے کون جوانمرد ہے جو اسبابِ عیش کے مہیا ہونے اور نفذر نوکر چاکر اور شان و شوکت ہونے کے باوجود حق بات کو قبول کے کانوں سے سنے اور بے غرض کی نصیحت کو زندگی کا نصب العین بنالے ؎

دادیم ترا ز گنجِ مقصود نشاں   گر ما نرسیدیم تو شاید برسی

[ہم نے تجھ کو مقصود کے خزانے کی نشاندہی کردی ہے اگر ہم نہیں پہنچے تو شاید تو ہی پہنچ جائے]

مکتوب ۱۲۵

محمد معصوم کے نام ذکر و تفکر کے بیان میں تحریر فرمایا۔

اللہ تعالیٰ کی حمد اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اور آپ کی آل و اصحاب پر جو کہ اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ

مخصوص ہیں صلوۃ وسلام کے بعد عرض ہے کہ مکتوب مرغوب جو کہ آپ نے محبت کے باعث ارسال کیا تھا مسرت بخش ہوا۔ آپ نے ضعفِ دماغ کے غلبہ کی بابت لکھا تھا، اللہ تعالیٰ شفائے عاجل عطا فرمائے اور قوت بخشے، اگر اس ضعف کی وجہ سے ذکر لسانی اور حبسِ دم میں اچھی طرح مشغول نہیں ہو سکتے تو قلبی ذکر ومراقبہ وتفکر میں زیادہ مشغول رہیں، ایک ساعت کا تفکر ایک سال کی عبادت یا ہزار سال کی عبادت سے بہتر ہے، آپ نے سُنا ہوگا۔ آپ جانتے ہیں تفکر کیا ہے ع

تفکر، رفتن از باطل سوئے حق [تفکر، باطل سے حق کی طرف جانا ہے]

اہل اللہ کی عبادتیں اور اُن کے مراقبے سب اس بات کا تفکر ہیں کہ علمِ اسفل سے علمِ اعلیٰ کی طرف جاتے ہیں اور دال سے مدلول تک چلے جاتے ہیں اور ظلال سے اصول کی طرف مائل ہوتے ہیں اور صفت سے شان کی طرف عروج فرماتے ہیں اور شان سے شان والے کی طرف گامزن ہوتے ہیں۔ مختصر یہ ہے کہ ذکر غفلت کے دور ہونے سے عبارت ہے[1] جس چیز کے ساتھ غفلت سے دور رہے ذکر میں داخل ہے اور خرید وفروخت وغیرہ میں سے جو کام کہ نیتِ صالحہ کے ساتھ ملا ہوا ہو ذکر ہے دنیاوی کام اس نیت کے ساتھ ذکر ہو جاتے ہیں اور دوام آگاہی (ہمیشہ کی حضوری) حاصل ہوتی ہے ؎

در دلِ ما غمِ دنیا غمِ معشوق شود باده گر خام بود پختہ کند شیشہ ما

[ہمارے دل میں دنیا کا غم (بھی) معشوق کا غم ہو جاتا ہے، اگر شراب کچی ہو تو ہماری صراحی اس کو پختہ کر دیتی ہے]

بحرمتِ نون وصاد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ترقی کا دریچہ ہمیشہ کھلا رہے۔

مکتوب ۱۲۶

۲۱۸

مولانا فصیح الدین کے نام واقعہ (حال) کی تعبیر اور بعض مقاماتِ لطائف کی تحقیق میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم حامداً ومصلیاً، اللہ تعالیٰ قرب کے درجات میں ترقیات مرحمت فرمائے۔ آپ نے جو مکتوب مرغوب اس مسکین کے نام موسوم کیا تھا اس کے مطالعہ سے مسرور وخوشوقت ہوا، حق سبحانہ شوق کی آگ کو اور زیادہ تیز کرے اور محبت کی آگ کے شعلہ کو بھڑکائے تاکہ ماسوا سے پوری طرح رہائی دلا دے اور حریم قدس کے تو لج میں پہنچا دے، انہ قریب مجیب [بیشک وہ قریب ہے اور قبول کرنے والا ہے] —— اور یہ جو آپ نے دیکھا ہے کہ حضرتِ خواجۂ بزرگ (قدس سرہ) نے آپ کو کئی قسم کے

[1] یہ مضمون مکتوباتِ حضرت مجدد الف ثانی دفتر دوم کے مکتوب ۴۶ میں قدرے تفصیل کے ساتھ درج ہے (مترجم)

کھانوں سے بھرا ہوا طشت بھیجا ہے الخ مبارک اور واضح ہے شاید کہ انھوں نے اپنی خاص نسبت سے عطا کیا ہے اور کوئی آنے والا تجدید کے باعث تمہاری زیارت کے لئے آیا ہے۔ اور اسی طرح آپ نے جو یہ دیکھا کہ ابلیس لعین (شیطان) اپنے تابعین و متعلقین و معاونین و ناصرین کے ساتھ آپ کے قلب اور تمام لطائف تک پہنچا ہے جب دل اور دوسرے لطائف کو ذکر سے معمور پایا تو وہاں مقامات میں نہیں ٹھہر سکا اور مایوس و ذلیل ہو کر واپس لوٹا ہے اور اس نے کہا ہے کہ اس کے لطائف ذکر سے معمور ہیں مجھ کو ان میں کسی طرح راستہ نہیں ہے انتہیٰ۔ بیشک جس جگہ حضرت خواجہ بزرگ (قدس سرہ) کے کھانے میں سے پس خوردہ پہنچ جائے اس جگہ شیطانِ لعین کو کس طرح راستہ ہو۔

آپ نے پوچھا تھا کہ "حق سبحانہ نے روح کے بارے میں فرمایا ہے: قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ [آپ کہہ دیجئے کہ روح میرے رب کے امر سے ہے] اور دوسرے لطائف بھی اسی طریق پر ہیں، پس عالمِ امر کے پانچوں لطائف کے مقامات کا تعین جو کہ اس سلسلۂ عالیہ میں ثابت ہے کس معنی میں ہوگا"۔ آپ جان لیں کہ عالمِ امر کو لامکانی کہتے ہیں اور وہ بیچونی سے کچھ حصہ رکھتا ہے اور اُس (عالمِ امر) کے پانچوں لطائف کے ظہور کا محل عرش کے اوپر ہے جو کہ لامکانیت کے ساتھ موصوف ہے۔ جاننا چاہئے کہ عالمِ امر کی لامکانیت و بیچونی عالمِ خلق کی نسبت سے ہے جو کہ مکانیت اور چندیں و چونی کے ساتھ داغدار ہے (لیکن) بیچونِ حقیقی جلت عظمتہ کی نسبت سے عینِ چون ہے اور اس کی لامکانیت عینِ مکانیت ہے پس عالمِ امر مکانی و لامکانی اور چون و بیچون کے درمیان گویا برزخ ہے اور دونوں طرف کی خصوصیت رکھتا ہے اور (دونوں طرف سے) بہرہ مند ہے، اس رتبہ کے باوجود جو کہ عالمِ ارواح رکھتا ہے حق تعالیٰ نے اپنی حکمتِ کاملہ سے اس کو عالمِ خلق کے ساتھ ایک عشق دیا ہے اور اسی وجہ سے اس کو بدنِ عنصری کے ساتھ ایک خاص تعلق میسر ہوا ہے اور لامکان ہونے کے باوجود برزخ ہونے کے باعث ایک مکان میں آرام لیا ہے، قلب کو بائیں ہاتھ کی جانب کے ساتھ جو کہ قلب کے گوشت کے ٹکڑے کا مقام ہے تعلق ہے اور روح کو دائیں ہاتھ کی جانب کے ساتھ، اور اسی طرح دوسرے لطائف کے مقامات معین ہیں اور اس تعلق سے اس کی لامکانیت میں کوئی نقص نہیں آتا اور جبکہ حقیقی بیچون ولامکان (اللہ تعالیٰ) فرماتا ہے ولکن یسعنی قلب عبدی المؤمن [اور لیکن میرے مومن بندے کا دل میری وسعت رکھتا ہے] روح میں جو کہ برزخ ہے کیوں بعید ہو اگرچہ یہ وسعت بیچونی ہے اور متشابہات کی قسم سے ہے کہ اس پر ایمان لانا چاہئے اور اس کی کیفیت کو اللہ تعالیٰ کے علم کے حوالہ کرنا چاہئے، اور عالمِ امر جو کہ بیچونی سے کچھ حصہ رکھتا ہے عالمِ خلق کے ساتھ اس کے اس تعلق کو بھی اسی پر قیاس کرنا چاہئے اور کیا اجسام کے ساتھ تعلق اور وسعت کے ماوراء ہے، والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۱۲۷

میر محمد امین بخاری کے نام اُن کے واقعہ (حال) کی تعبیر کے بیان میں تحریر فرمایا۔

اللہ تعالیٰ ماسوا کی غلامی سے آزاد کر کے کلی طور پر (اپنی) بارگاہِ مقدس کا گرفتار رکھے، جو مکتوبِ مرغوب اس مسکین کے نام موسوم کیا تھا پہنچا چونکہ شوق و تمنا کے کلام پر مشتمل تھا (اس لئے) خوشوقت کیا اور شوق کو بڑھانے والا ہوا۔ آپ نے لکھا تھا کہ "ذکر کے اس عرصہ میں محویت نے غلبہ کیا جیسا کہ کبھی وجود کا علم نہیں رہتا اور پھر وہی علم اپنے حال پر لوٹ آتا ہے اور اس حال میں کوئی شخص کہتا ہے کہ ابھی تجھ کو کمالات کی مصلحتیں چاہئیں۔ میرے مخدوم! یہ محویت نیک و مبارک ہے حق سبحانہ اس کو اس طرح پر غالب کرے کہ عود مذکور سے محفوظ ہو۔ ایک بزرگ نے کہا ہے کہ "میں ایسا عدم چاہتا ہوں کہ کبھی واپس نہ لوٹوں" اور یہ جو کہا ہے کہ (تجھ کو) کمالات کی مصلحتیں چاہئیں یعنی بشریت کی فنا و محویت کے بعد اللہ عزوجل کے اخلاق کے ساتھ متصف ہونے کا مقام ہے اس کی آمادگی اور استعداد کا اظہار کرنا چاہئے، یہ آمادگی اور استعداد بھی اسی کی دین ہے وہی عطا کرتا ہے اور اس کی استعداد بھی دیتا ہے ؎

نیاوردم از خانہ چیزے نخست ۔ تو دادی ہمہ چیز من چیز تست

(میں پہلے سے گھر سے کوئی چیز نہیں لایا تو نے ہی سب چیزیں دی ہیں میں (بھی) تیری ہی چیز ہوں)

اوقات کو عبادات کے ساتھ معمور رکھیں اور آخرت کی تعمیر میں کوشش کریں اور اندھیری راتوں کو گریہ و استغفار کے ساتھ روشن رکھیں ؎

دادیم ترا زگنج مقصود نشاں ۔ گرما نہ رسیدیم تو شاید برسی

(ہم نے تجھ کو مقصود کے خزانے کی نشاندہی کر دی ہے اگر ہم نہیں پہنچے تو شاید تو ہی پہنچ جائے) والسلام اولاً و آخراً

مکتوب ۱۲۸

حضرت ایشاں (عروۃ الوثقیٰ) کے ہمشیرہ زادہ حاجی شیخ محمد فضل اللہ کے نام وعظ و نصیحت کے بیان میں تحریر فرمایا۔

حمد و صلوٰۃ و تبلیغِ دعوات کے بعد عرض کرتا ہے کہ مکتوبِ مرغوب پہنچ کر مسرت بخش ہوا، اللہ تعالیٰ دونوں جہان کے مقاصد میں کامیاب کرے اور کمال کے اعلیٰ مرتبہ تک پہنچائے، دل آپ کی طرف متوجہ رہتا ہے

انہ المیسر لکل عسیر [بیشک وہ ہر مشکل کو آسان کرنے والا ہے] آنے والوں کے ذریعہ عافیت کی خبر اور احوال کی کیفیات لکھتے رہیں، دنیاوی کاموں میں بقدرِ ضرورت مشغول ہوں اور باقی اوقات اشغال و اذکار میں صرف کریں اور باطن کی تعمیر میں کوشش کریں اور مقصدِ اعلیٰ میں لگے رہیں اور ہمت کو آخرت کی تعمیر میں صرف کریں اور دور افتادہ دوستوں کو دعائے خیر میں یاد رکھیں، باقی احوال بخیر ہیں، والسلام علیکم وعلیٰ سائر من اتبع الھدیٰ۔

مکتوب ۱۲۹

مخدوم زادۂ گرامی حقائق و معارف آگاہ شیخ ابو القاسم کے نام نصیحت کے بارے میں تحریر فرمایا۔

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ، فرزندِ گرامی اس جانب سے سلامِ خیر انجام پڑھیں اس حدود کے احوال حمد کے لائق ہیں امید ہے کہ وہ فرزند (آپ) بھی عافیت سے ہوگا اور ہمیشہ ترقی میں رہے گا جو مکتوب کہ اس سے پہلے بھیجا تھا فقیر کی بیماری کے دنوں میں پہنچا تھا اس وجہ سے جواب میں تاخیر ہوگئی اِس وقت اُس مکتوب کی جس قدر جستجو کی نہیں پایا تاکہ اس کے مطابق لکھتا الخیر فیما صنع اللہ سبحانہ [جو کچھ اللہ سبحانہ کرتا ہے اس میں بھلائی ہے] جو کام کہ آپ کو درپیش ہے اس کے حاصل کرنے میں پوری کوشش ملحوظ رکھیں، جبتک آپ وہاں ہیں غنیمت ہے دینی علوم پر بہت زیادہ راغب رہیں، ان میں سے ایک سبق بھی ہو جائے تو بہتر ہے جو وقت کہ سبق سے بچ رہے (اس میں) ذکر و فکر میں مشغول رہیں اور اندھیری راتوں کو رونے اور مغفرت طلب کرنے کے ساتھ روشن رکھیں، زندگی کے دن بہت غنیمت ہیں چاہیے کہ اہم کاموں میں صرف کئے جائیں، والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۱۳۰

ص ۲۲۱

خواجہ احمد بخاری کے نام قرآن (پاک) کے فضائل اور اس واقعہ (حال) کی تعبیر میں تحریر فرمایا جو انہوں نے لکھا تھا۔

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ: مکتوبِ مرغوب پہنچکر مسرت بخش ہوا، آپ نے دلجمعی اور اوقات کی نگہداشت کے بارے میں لکھا تھا اُس کے مطالعہ سے خوشوقت ہوا، اللھم زد [اے اللہ! اور زیادہ فرما] آپ نے قرآن مجید حفظ کرنے کا شوق ظاہر کیا تھا اگر میسر ہو جائے تو اس سے بہتر کیا ہے، نیک و مبارک ہے، حدیث نبوی علیٰ مصدرہا الصلوٰۃ والسلام میں آیا ہے، قرآن والے

اہل اللہ ہیں، خاصۃ ابن جنذی، اور نیز حدیث شریف میں آیا ہے کہ حاملینِ قرآن اولیاء اللہ ہیں پس جس نے ان سے دشمنی کی تو بیشک اس نے اللہ سے دشمنی کی اور جس نے ان سے دوستی کی تو اس نے اللہ سے دوستی کی، فر، اور نیز حدیث شریف میں ہے حاملینِ قرآن کی فضیلت غیر حاملینِ قرآن پر ایسی ہے جیسی کہ خالق کو مخلوق پر فضیلت ہے، فر۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ حاملینِ قرآن کا اکرام کرو، جس نے ان کا اکرام کیا تو اس نے اللہ کا اکرام کیا۔ خبردار! حاملینِ قرآن کے حقوق میں کمی مت کرو پس بیشک وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایسے مقام میں ہیں کہ قریب ہے کہ حاملینِ قرآن انبیاء ہوتے مگر ان کی طرف وحی نہیں کی جاتی، الدیلمی۔

جو واقعہ (حال) کہ سعادت اطوار محمد زاہد نے دیکھا تھا وہ آپ نے لکھا تھا، بہت مبارک اور واضح ہے، اور یہ جو اس نے صحرا میں سفید بلند گنبد کہ جس کا اندرونی حصہ شفاف ہے دیکھا تھا وہ گنبد گویا عینِ ثابتہ سے عبارت ہے کہ سالک کا مبدأ تعین ہے اور ولایت اُس تک واصل ہونے کے ساتھ وابستہ ہے۔ اور یہ جو چار فرشتوں نے کہا ہے کہ یہ واصلین کے وصل کی بشارت ہے اس معنی کی تائید کرتی ہے اس کے بعد یہ جو (اس) فقیر نے اُسی واقعہ میں کہا ہے کہ "وہ گنبد چار درجے رکھتا ہے پہلا درجہ اس گنبد میں داخل ہوتا ہے، دوسرا درجہ وہ ہے جو کہ نصف زینوں تک پہنچتا ہے، تیسرا درجہ وہ ہے جو کہ اس کے اوپر پہنچتا ہے، چوتھا درجہ وہ ہے جو کہ اوپر سے نیچے آکر دروازے سے باہر نکل کر دوسرے گنبد میں داخل ہوجاتا ہے۔" آپ جان لیں کہ سالک جب اُس اسم سے جو کہ اس کا مبدأ تعین ہے واصل ہوجاتا ہے تو اپنے کمال کو پہنچ جاتا ہے (یہ راستہ) چار درجے رکھتا ہے پہلا درجہ یہ ہے کہ دائرہ امکانی کو قطع کرکے اس کے ساتھ واصل ہوجائے، فنا کا حاصل ہونا اس درجے کے ساتھ وابستہ ہے، دوسرا درجہ یہ ہے کہ اس اسم میں سیر کرے اور اس کے کمالات کے ساتھ متصف ہوجائے اور یہ جو واقعہ میں کہا ہے کہ نصف زینوں تک پہنچا ہے اس بات سے تعبیر کیا گیا ہے کہ اس درجہ میں بقا حاصل ہوگئی ہے، تیسرا درجہ یہ ہے کہ اسم کے منتہا تک پہنچ جائے اور اسم کے ساتھ بقا حاصل کرکے مسمّی کا پتہ لگائے، یہ تینوں درجے سیر الی اللہ اور سیر فی اللہ سے تعلق رکھتے ہیں کہ (یہ) کمالات میں عروج ہے اور چوتھا درجہ نزول سے تعلق رکھتا ہے جو کہ سیر عن اللہ باللہ ہے اور سیر فی الاشیا ہے، ص ۲۲۲

اور یہ جو واقعہ میں کہا ہے کہ اوپر سے نیچے آکر اور گنبد سے باہر ہو کر دوسرے گنبد میں آگیا ہے اس میں ان دونوں سیروں کی نشاندہی کی گئی ہے اور دوسرا گنبد عالمِ امکان کا گنبد ہے یا سالک کے قالب کا گنبد ہے، اور آپ کو اور خواجہ شریف کو نزول کی بشارت ہے اور محمد زاہد کے لئے ابھی وقت نہیں پہنچا اور یہ جو اُن چار فرشتوں نے کہا کہ تیرے باطن کا خانہ یہی ہے یہ بھی اس تعبیر کی تائید کرتا ہے، اس واقعہ کی تعبیر جو آپ نے دریافت کی تھی اس کے بارے میں جو کچھ کہ میرے ناقص خیال میں آیا ہے یہ ہے، والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۱۳۱

خواجہ عبداللہ کولابی کے نام ذکر جہر وغیرہ کی مجلس میں حاضر ہونے کے بارے میں ان کے استفسار کے جواب میں تحریر فرمایا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، حمد و صلوٰۃ و ارسالِ تحیات کے بعد عرض کرتا ہے کہ گرامی نامہ پہنچ کر مسرت بخش ہوا، آپ نے شوق کا اظہار کیا تھا اس طرف کے دوستوں کو بھی مشتاق جانیں اور حدیث (قدسی) وانا الیہم لاشد شوقا [اور میں ان کی طرف زیادہ شدت کا شوق رکھتا ہوں] مطالعہ کریں حق سبحانہٗ شوق کی آگ کو بھڑکائے تاکہ آفاق و انفس سے پوری طرح رہائی دلائے اور شیون و اعتبارات سے گذار دے اور معیتِ ذاتیہ تک پہنچائے انہ قریب مجیب [بیشک وہ قریب ہے (اور) قبول کرنے والا ہے]۔ آپ نے پوچھا تھا کہ "جس مجلس میں کہ سلسلۂ کبرویہ وغیرہ کے لوگ اورادِ فتحیہ پڑھتے ہیں اس میں بیٹھنا چاہیے یا اُس مجلس کو ترک کرنا چاہیے"۔ میرے مخدوم! ان کے ذکر جہر کرنے کی صورت میں چونکہ ذکر فی نفسہ اچھا اور نتیجہ بخش ہے اگر آپ بیٹھیں اور اپنے طریقہ میں مشغول رہیں تو گنجائش رکھتا ہے اور مستحسن ہے اگر اس نظریہ سے کہ ذکر میں جہر کرنا بدعت ہے خود کو علیحدہ رکھیں تو یہ بھی آپ کے لئے مناسب ہے اور آپ مختار ہیں، مختصر یہ ہے کہ اس قسم کی جگہوں میں حکمت کی رعایت کریں اور وقت و حال کا لحاظ رکھیں اور دل کے فتوی پر عمل کریں، حدیث شریف میں[1] آیا ہے کہ نیکی وہ ہے جس کی طرف نفس کو تسکین ہو جائے اور قلب اس کی طرف مطمئن ہو جائے اور گناہ وہ ہے جس کی طرف نفس کو تسکین نہ ہو اور قلب اس کی طرف مطمئن نہ ہو اگرچہ مفتی صاحبان تجھ کو فتوی دیدیں۔ دیگر یہ کہ مرشد (پیر) کا طالب کی طرف توجہ کرنا اسمِ ذات (اور) نفی و اثبات کے ذکر میں یکساں ہے اس کے باطن پر توجہ کرنی چاہئے توجہ کرنے والے کو ذکر کرنے کی کیا ضرورت ہے اور جس کی طرف توجہ کی جائے اس کو جس طریقہ پر امر کیا گیا ہے اس میں مشغول رہنا چاہئے۔ اور یہ جو آپ نے حال میں دیکھا ہے کہ فقیر نے آپ کو ایک بڑا کاغذ دیا ہے اور اس کاغذ میں ایک طرف حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی تصویر ہے اور ایک جانب اس مسکین کی تصویر ہے اور ایک ساعت کے بعد دیکھا کہ اس مسکین کی تصویر آنحضرت علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والسلام کی تصویر ہے واضح ہوا اور بشارت کا باعث ہوا، گویا پہلا حصہ قاب قوسین کے قُرب سے (تعلق رکھتا) ہے اور جو کچھ آپ نے اس کے بعد دیکھا ہے وہ اوادنیٰ سے (مناسبت رکھتا ہے)، والسلام اولاً و آخراً۔

---

[1] اسی معنی کی حدیث مسند احمد دارمی میں ہے اس کے الفاظ یہ ہیں قال علیہ الصلوٰۃ والسلام لوابصۃ جئت تسأل عن البر والاثم قال نعم قال فجمع اصابعہ فضرب بہا صدرہ وقال استفت قلبک ثلاثا البر ما اطمئنت الیہ النفس واطمأن الیہ القلب والاثم ما حاک فی النفس وتردد فی الصدر وان افتاک الناس (خطبات الاحکام لجمعات العام ص ۴۰)

مکتوب ۱۳۲

سیادت پناہ حاجی محمد عاشور بخاری کے نام اس بیان میں کہ طالبوں کے اجتماع میں نیت کی تصحیح ضروری ہے اور خالق مخلوق میں خالق اور مخلوق ہونے کے سوا کوئی نسبت نہیں ہے اور صراطِ مستقیم کی ہدایت کے معنی میں تحریر فرمایا۔

الحمد للہ علیٰ ما انعم والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ سید العرب والعجم الذی صار امتہ خیر الامم وعلیٰ آلہ وصحبہ ذوالفضل والکرم، آپ نے جو محبت نامہ صدق و محبت کے باعث ارسال کیا تھا اس نے پہنچکر مسرور کیا، اللہ تعالیٰ کی حمد و احسان ہے کہ آپ عافیت سے ہیں اور اوقات دلجمعی کے ساتھ گذر رہے ہیں اور ذکر کے دو حلقے قائم ہیں ؎

آسماں سجدہ کند بہر زمینے کہ درو　　یک دو کس یک دو نفس بہر خدا بنشینند

[آسماں اس زمین کیلئے سجدہ کرتا ہے کہ جس میں ایک دو آدمی ایک دو لمحہ خدا کیلئے بیٹھتے ہیں]

لیکن نیت کو صحیح رکھنے میں کوشش کرنی چاہئے اور نفس و شیطان کے شر سے بے فکر نہیں رہنا چاہئے ایسا نہ ہو کہ یہ اجتماع دوری و محرومی کا سبب ہو جائے اس وجہ سے ڈرتے اور کانپتے رہنا چاہئے اور ہمیشہ بارگاہِ قدس میں التجا و تضرع کرتے رہنا چاہئے۔ آپ چونکہ فقراء کی صحبت میں رہے ہیں اس لئے امید ہے کہ اس قسم کے شر سے محفوظ رہیں گے لیکن ہر حال میں التجا و استغفار سے چارہ نہیں ہے، آیتِ کریمہ وَمَآ اُبَرِّئُ نَفْسِیْ الآیۃ [اور میں اپنے نفس سے بری نہیں ہوں] آپ نے پڑھی ہوگی۔　۱۲/۱۲/۵۳

آپ نے لکھا تھا کہ "عالم کو حق سبحانہ کے ساتھ خالق و مخلوق ہونے کی نسبت کے سوا کچھ نظر میں نہیں آتا اور اپنے آپ کو اس سے زیادہ اور کچھ ثابت نہیں کرتا کہ میں اس سبحانہ کی مخلوقات میں سے ایک مخلوق ہوں"۔ بیشک صانع کی ذات کو مصنوعات کے ساتھ یہی خالق ہونے کی نسبت ہے اور بس، اگر اصل اور ظل ہونے کی نسبت ہے تو اسماء و صفات کی صورتوں کے ساتھ ہے نہ کہ ذات عز برہانہ کے ساتھ، اِنَّ اللّٰہَ لَغَنِیٌّ عَنِ الْعٰلَمِیْنَ [بیشک اللہ تعالیٰ تمام جہانوں سے بے نیاز ہے] یہ دید اصل ہے اور نسبت کے اصل ہونے کی خبر دینے والی ہے، یہ دید یا عوام کے لئے ہے یا خاص الخاص حضرات کے لئے ہے جو کہ ظلال سے اصل تک پہنچ گئے ہیں اور شہود سے غیب کو جا ملے ہیں، خاص حضرات اصالت و ظلیت کی دید کے ساتھ خوش ہیں اور شہود و مشاہدہ کے ذوق کے ساتھ لذت اندوز ہیں، یہ جو آپ نے لکھا ہے ۔۔۔　۲۲۴　۵۲/۲۹/۶

۔۔۔۔۔ "اور یقین کے ساتھ معلوم ہوتا ہے کہ محرومی و نیستی (فنائیت) کے سوا کچھ حاصل

نہیں کیا ہے اور مطلوب سے نایافت کے سوا کچھ معلوم نہیں ہوتا اور رنج و بے چینی اور دائمی غم لاحق ہے یہ ایسی دید کے باعث ہے اور ہمت کا بلند ہونا اور جو کچھ حاصل کیا اس پر اکتفا نہ کرنا بھی اس دید کے شعبوں میں سے ہے اور احکام شرعیہ اور تمام سننِ نبویہ علیٰ مصدرہا الصلوۃ والسلام والتحیہ کے بجالانے اور بدعت اور اُن امور سے جو اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں ہیں پرہیز کرنے پر ثابت قدم رہنا بھی اس (مقام) کے مناسب ہے اور یہ جو آپ نے قضائے الٰہی پر راضی رہنے اور غم و مصیبت سے جو کچھ اُس تعالیٰ شانہٗ کی طرف سے پہنچتا ہے اس کے متعلق شرح صدر کے لوازم کے بارے میں لکھا ہے، بہت بڑی نعمت ہے اللّٰھم زد (اے اللہ اور زیادہ فرما) صراطِ مستقیم پر ہدایت سے مراد اس تعالیٰ شانہٗ کے افعال کے ساتھ ہی شرح صدر اور اس سبحانہٗ وتعالیٰ کے مقتضیات (احکام) میں سینہ کی تنگی کا دور ہونا ہے فَمَنْ یُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ یَّهْدِیَهٗ یَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ (پ ۸ ع ۲۵) [پس جس شخص کو اللہ تعالیٰ ہدایت دینا چاہتا ہے اس کے سینہ کو اسلام کے لئے کھول دیتا ہے] وَّاِذًا لَّاٰتَیْنٰهُمْ مِّنْ لَّدُنَّاۤ اَجْرًا عَظِیْمًا وَّلَهَدَیْنٰهُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِیْمًا (پ ۵ ع ۸) [اور اس وقت ہم ضرور ان کو خاص اپنے پاس سے اجر عظیم دیتے ہیں اور ضرور ہم ان کو سیدھے راستے کی ہدایت کرتے ہیں]۔

مکتوب ۱۳۳

جان محمد بیگ کولابی کے نام ان کے عریضہ کے جواب میں جو کہ کیفیات و احوال پر مشتمل تھا اور اس بیان میں تحریر فرمایا کہ احوال بشارات ہیں حصول پر دلالت نہیں رکھتے۔

یہ فقیر حمد و صلوٰۃ اور تبلیغ دعوات کے بعد عرض کرتا ہے کہ مکتوب مرغوب نے جو اس مسکین کے نام مرقوم کیا تھا پہنچکر مسرت بخشی چونکہ پسندیدہ احوال و واقعات پر مشتمل تھا مزید مسرت کا باعث ہوا۔ پس اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ آپ کے شوق و ذوق کو زیادہ کرے اور ترقی و توفیق عطا فرمائے ۔۔ آپ نے لکھا تھا اس سے پہلے ایسا تھا کہ مخلوقات میں سے ہر ایک مخلوق کے سامنے اپنے آپ کو ذلیل و بے اعتبار پاتا تھا حتیٰ کہ کافر فرنگ کو بھی اپنے سے بہتر جانتا تھا اور جو فعل کہ اس فقیر سے واقع ہوتا تھا اس کو شر محض جانتا تھا"۔ میرے مخدوم! یہ حال اصل ہے اور یہ نقص کی دید اور (اپنے ہر فعل کو) شر محض سمجھنا بہت بڑی نعمتوں میں سے ہے اور فنا و نیستی کی خبر دینے والی ہے کیونکہ ہستی اور اس کے توابع جب اپنی اصل کی طرف رجوع کرتے ہیں تو سالک میں نیستی اور شر ہونے کے سوا کچھ نہیں رہتا اور اچھائی کی ذرا بھی بو اپنے اندر محسوس نہیں کرتا۔ ممکن کی ذات عدم ہے جو کہ ہر شر و فساد کے نشو و نما کی جگہ ہے، وجود اور تمام کمالات اس میں

مستعار و امانت ہیں، اور امانت اس کے مالک کو واپس کر دینے کے بعد اپنے افعال کو شرِ محض سمجھنے اور قصور کی دید کے سوا جو کہ اس کی ذات کا مقتضا ہے اس کو کچھ نصیب نہیں ہو گا، بڑے بڑے دریا جو کہ نظر آتے ہیں اور آپ ہر ایک کو الگ الگ عبور کرتے ہیں بہت خوب ہے، سلوک کے راستے میں اس قسم کے بہت سے دریا عبور کرنے پڑتے ہیں اور یہ جو حضرت ابراہیم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام آپ سے فرماتے ہیں کہ تو ہماری ملکیت سے ہے بہت بڑی بشارت ہے، شاید کہ آپ اُن کی ولایت سے حصہ حاصل کریں گے ـــ اور یہ جو آپ نے دیکھا ہے کہ "آپ جل گئے اور کوئلہ ہو گئے ہیں اور اس کوئلہ کو لوگوں نے سیاہی بنا لیا ہے اور لوگ اس سے الگ الگ لکھتے ہیں اس کے بعد معلوم ہوا کہ قرآن لکھتے ہیں" اس کی تعبیر ظاہر ہے، جو یہی کہ وجودِ بشریت محبت کی آگ سے جل جاتا اور فانی ہو جاتا ہے اور الفاظِ قرآنی کے ساتھ بقا حاصل کرتا ہے حق تعالیٰ (کا کلام) تم سے ظہور پاتا ہے کیونکہ عشق کی آگ کے جلائے ہوئے لوگوں کا مونس اس کا کلام ہے کہ اس عالم میں (ا) کی مانند کوئی مظہر نہیں ہے اور اس کی صفتِ حقیقی بنفسہ جلوہ گر ہوئی ہے اور صفت سے موصوف کا راستہ کھلا ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے "آگاہ رہو کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی طرف اشتیاق رکھتا ہے تو اس کو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کا کلام سُنے" ـــ اور اسی طرح یہ جو آپ نے دیکھا ہے "کہتے ہیں کہ معدوم ہو جا، فقیر (خواجہ محمد معصومؒ) کہتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے قدموں میں، اسی وقت قدمِ مبارک نظر آئے اور میں مبارک قدموں کے نیچے معدوم (نیست) ہو گیا" یہ ایک بشارت ہے خاص الخاص فنا کی طرف ایک اشارہ ہے قدمِ مبارک کے نیچے جو فنا ہوتی ہے وہ خاص امتیاز رکھتی ہے ـــ اور یہ جو آپ نے دیکھا ہے کہ "ایک عظیم بے پایاں صحرا کو ایک ساعت میں طے کیا ہے" یہ بھی نیک و بشارت ہے ـــ اور جس واقعہ میں کہ آپ نے اپنے آپ کو آدھی ہتھیلی کی مقدار بے حس و حرکت گوشت کا ٹکڑا دیکھا ہے وہ فنا اور عدمیتِ ذاتیہ کے ظہور کی خبر دینے والا ہے جو کہ بے حس و حرکت جماد (بے جان چیز) کے عنوان سے ظاہر ہوا ہے جیسا کہ ہمارے حضرتِ عالی قدسنا اللہ سبحانہ بسرہ الاقدس نے تحریر فرمایا ہے اور برادرِ دینی دوست بیگ کے جو احوال و واقعات آپ نے لکھے ہیں یعنی فنائے قلبی کی بشارت کا حصول اور اولیاء کے گروہ میں شمولیت اور خود کو غائب پانے کا مراقبہ اور معرفت کے مرتبہ کا ظہور اور اس سے حصہ پانا اور اس کے بارے میں حضرتِ عالی (قدس سرہ) کا دعا کرنا اور مصافحہ کرنا اور آیتِ کریمہ وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِیَعْبُدُوا اللّٰہَ مُخْلِصِیْنَ لَہُ الدِّیْنَ حُنَفَآءَ الآیہ [اور ان کو یہی حکم دیا گیا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کرو کہ تمام باطل ادیان سے یکسو ہو کر دین کو اسی کے لئے خالص کرنے والے ہو جاؤ] پڑھنے کی نصیحت کرنا سب واضح ہوا، اچھے واقعات اور بشارات ہیں اور آیۂ کریمہ پڑھنے کا امر کرنا نماز قائم کرنے پر ترغیب ہے جو کہ دین کا ستون ہے اور کمال درجہ کے

۲۲۶ (margin) ۹۸/۵ (margin)

قرب کا مقام ہے اور زکوٰۃ دینے پر (ترغیب ہے) جو کہ مال کو پاک کرتا ہے اور نیز اخلاص حاصل کرنے پر ترغیب ہے کیونکہ عبادات کے اعمال اور اذکار کی قبولیت اس سے وابستہ ہے، اور (یہ) سیر و سلوک کا نتیجہ ہے۔ اور جاننا چاہئے کہ واقعات و خواب مبشرات سے زیادہ نہیں ہیں کہ استعداد ہونے کی بشارت دیتے ہیں اور قوت کی خبر دینے والے ہیں نہ کہ فعل کی، کچھ جان کھپانی چاہئے تاکہ معاملہ قوت سے فعل میں آجائے اور گوش سے آغوش میں آپہنچے، جو کچھ بیداری میں ظاہر ہوتا ہے وہ اس شخص کی ملکیت ہے کسی نے خوب کہا ہے۔

چو غلام آفتابم ہمہ ز آفتاب گویم ۔ نہ شبم نہ شب پرستم کہ حدیثِ خواب گویم

[چونکہ میں آفتاب کا غلام ہوں اسلئے سب کچھ آفتاب ہی کی کہتا ہوں میں نہ شب ہوں نہ شب پرست ہوں کہ خواب کی بات بیان کروں]

والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۱۳۴

حقائق آگاہ حاجی حبیب اللہ حصاری ثم البخاری کے نام اس بارے میں کہ ابتدا میں ظاہر باطن کے رنگ میں رنگا ہوا ہوتا ہے اور باطن کے منقطع ہونے کے بعد ظاہر مکدر و آلودہ نظر آتا ہے اور ممکن کی ذات کے عدم ہونے اور حقیقتِ کعبہ و حقیقتِ خلّت، و حقیقتِ صلوٰۃ و حقیقتِ قرآنی و حقیقتِ محمدی اور ان کی تعبیر اور ان کے مناسب امور کے بیان میں تحریر فرمایا۔

الحمد للہ علیٰ نوالہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ حبیبہ محمد وآلہ اما بعد، جو مکتوب مرغوب آپ نے پشاور سے بھیجا تھا پہنچکر مسرت بخش ہوا، نقص و قصور کی دید اور وجودِ بشری کے نگاہ میں برا لگنے، خاص طور پر طاعات اور متبرک مقامات میں ایسا ہونے کی بابت آپ نے لکھا تھا واضح ہوا میرے مخدوم! ظاہر جو کہ فی نفسہٖ ظلمت و کدورت ہے باطن سے ملتے وقت اس کے ساتھ روشن اور تر و تازہ نظر آتا ہے باطن کے اذواق و انوار کے ساتھ ظاہر بھی منور اور ذوق و شوق کے ساتھ متصف ہو جاتا ہے، جب باطن ترقیات کے سبب ظاہر سے منقطع ہو جاتا ہے اور دونوں کے درمیان بُعد مشرقین پیدا ہو جاتا ہے تو باطن کے انوار و اذواق ظاہر تک بہت کم پہنچتے ہیں اس لئے مکدر و آلودہ نظر آتا ہے اور غم و اندوہ کے ساتھ متصف ہو جاتا ہے اور نیز کمالاتِ اصل کے ساتھ لاحق ہونے کے بعد عدم کے سوا جو کہ ہر شر و نقص کا مقام اور جتنا برا کہا جائے اس سے بھی بدتر ہے کچھ نہیں رہے گا اور طاعات و متبرک مقامات میں ذاتی ظلمت و کدورت بہت زیادہ ظاہر ہوتی ہے اذ بضدھا تتبین الاشیاء [کیونکہ چیزیں اپنی ضد کے ساتھ پہچانی جاتی ہیں] ـــــ اور یہ جو آپ نے لکھا تھا کہ مراقبہ میں ایک بہت بلند حال ظاہر ہوا، ایک بہت بڑی چیز کو اٹھا کر فقیر کے سامنے ڈال دیا گیا اس کے اوپر پردہ تھا،

کہا گیا کہ یہ سب تیری نسبتیں ہیں پردہ کو اٹھایا گیا تو وہاں سے ایک نور بلند ہوا اُس نے مجھ کو اور تمام عالم کو احاطہ کر لیا ایسا خیال آیا کہ (یہ) حقیقتِ قرآنی ہوگی (پھر) دوسرا پردہ پہلے پردہ سے زیادہ زینت والا ظاہر ہوا وہ پردہ بھی (اُٹھا دیا گیا تو ایک نور وہاں سے) بلند ہوا جو پہلے نور پر چھا گیا خیال ہوا کہ یہ حقیقتِ صلوٰۃ ہوگی، اس کے بعد دوسرا پردہ ظاہر ہوا جب اس کو بھی اٹھا دیا گیا تو ایک بہت بڑا نور ظاہر ہوا کہ جس نے مجھ کو اور تمام عالم کو احاطہ کر لیا، میں نے اپنے آپ کو بہت منور اور زینت کے ساتھ آراستہ دیکھا اس وقت میں خیال ہوا کہ (یہ) دائرہ خلت ہوگا اور اس وقت میں ایک اور حال ظاہر ہوا کہ یہ سابقہ انوار و احوال گویا نور میں لاشئ ہو گئے ہیں اور اپنے آپ کو بھی اس نور میں پایا تھا، خیال آیا کہ حقیقتِ محمدی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام اور محبوبیت یہی ہوگی"۔ میرے مخدوم! جو کچھ آپ نے لکھا ہے سب بےحد نورانی اور نہایت اعلیٰ ہے لیکن (یہ سب) مبشرات ہیں حق تعالیٰ قوت سے فعل میں لائے اور گوش سر آغوش میں پہنچائے، اتنا ہے کہ آپ کو ولایتِ ابراہیمی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں پایا ہے اور اس وجہ سے مقامِ خلت کے ساتھ کچھ مناسبت حاصل ہے، اگر اس عجیب مقام سے کچھ نسبت حاصل کر لی ہو اور اس کے گلزاروں سے پھول چن لئے ہوں تو کیا تعجب ہے۔ محبت جو کہ محبوبیت کا باعث ہے وہ بھی خلت کے شعبوں میں سے ہے جب یہ خلت غالب آجاتی ہے اور بیقراری کا نشہ پیدا کرتی ہے تو محبت سے موسوم ہوتی ہے نفسِ خُلت سراسر اُنس و الفت ہے، محبت ہے جو کہ خلت کے تمام افراد سے گرفتاری کے نشہ کے ساتھ ممتاز اور علیحدہ ہو گئی اور زمانہ کی عجیب چیز بن گئی ہے اور کچھ اور ہی ثمرہ دیا ہے ؎

ازاں افیون کہ ساقی در مے افگند حریفاں را نہ سر ماند و نہ دستار

[اس افیون کی وجہ سے جو کہ ساقی نے شراب میں ڈال دی ہے ہم مشربوں کو نہ سر کا ہوش رہا ہے نہ پگڑی کا]

اے محبت کی نشانیوں والے! اچاہیے کہ حقیقتِ قرآنی تک پہنچنا انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام حقائق سے عبور اور ان کے کمالات کے حصول کے بعد صورت پذیر ہو، اس لئے کہ انبیاء اور خاتم الانبیاء علیہ علیہم الصلوٰۃ والبرکات بھی مخلوق ہیں اور قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام غیر مخلوق ہے پس اس کی حقیقت تک وصول ان حقائق سے گذرنے کے بعد ہوگا، حدیث شریف میں ہے کہ "حاملینِ قرآن کی غیر حاملینِ قرآن پر فضیلت ایسی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کی فضیلت اس کی تمام مخلوق پر ہے، قرآن اللہ تعالیٰ کے سوا ہر چیز سے افضل ہے اور تمام کلاموں پر قرآن کی فضیلت ایسی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کی فضیلت اسکی تمام مخلوق پر ہے" اور یہ جو آپ نے حال میں رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم اور اصحاب المومنینؓ کو دیکھا ہے کہ ان کے انوار آسمان تک پہنچے ہوئے ہیں اور تمام عالم پر چھائے ہوئے ہیں، مبارک ہے، حق سبحانہٗ ان کے انوار و برکات سے بہرہ مند کرے، والسلام علیکم وعلیٰ سائر من اتبع الھدیٰ۔

ے غالباً کچھ الفاظ سہواً کتابت سے رہ گئے ہیں جن کا ترجمہ اضافہ کیا گیا ہے۔ مترجم

مکتوب ۱۳۵

صوفی سعد اللہ کابلی کے نام تحریر فرمایا۔

اللہ تعالیٰ کمال واکمال کے مراتب تک ترقی عطا فرمائے۔ مکتوب مرغوب جو آپ نے اس مسکین کے نام موسوم کیا تھا پہنچکر مسرت بخش ہوا، آپ نے ملاقات کے شوق کا اظہار کیا تھا، دوستوں کو بھی مشتاق جانیں اور حدیث شریف وانا الیھم لاشد شوقا [اور میں ان کی طرف اللہ زیادہ شدید شوق رکھتا ہوں] پڑھیں، —— یہ جو آپ نے حال میں دیکھا ہے کہ "بلند مقام انتہائی صفائی میں ظاہر ہوا ہے اور بعض دوستوں نے کچھ باتیں کہیں اور تم کہتے ہو کہ حقیقتِ قرآنی (جو) مجھ پر ظاہر ہوئی تھی اب خوب واضح ہوگئی اور پھر تم دوستوں سے کہتے ہو کہ دوسرا مقام میری نظر میں آیا تم نے اس کو دیکھا یا نہیں دیکھا دوستوں سے کچھ ہاں یا نہیں نہ نکلی اور نیز تم نے دیکھا ہے کہ گویا تمہارے چہرہ کو نقش کیا گیا تھا اور اُس پر حقیقتِ قرآنی کی مہر کردی گئی اور تم نے کوئی نسبت اپنے اوپر پائی تین روز تک وہی کیفیت رہی"۔ میرے مخدوم! دونوں واقعے روشن اور اعلیٰ ہیں اور حصول کی استعداد کی خبر دینے والے ہیں، امیدوار ہیں کہ قوت سے فعل میں آئے اور گوش سے آغوش تک پہنچے ؎

می تواند کہ دہد اشکِ مرا حُسنِ قبول　　　آنکہ دُرساختہ است قطرۂ بارانی را

[وہ ذات جس نے بارش کے قطرہ کو موتی بنادیا ہے ہوسکتا ہے کہ وہ میرے آنسوؤں کو شرفِ قبولیت عطا فرمائے]

آپ نے دوسرا حال لکھا تھا کہ "ایک عزیز ابلق (چتکبرا) گھوڑے پر سوار ہے مجھ کو بھی اپنے پیچھے سوار کرلیا ہے ہم ایک مجلس میں آئے ایک دیوار ظاہر ہوئی اور درمیان سے دو ٹکڑے ہوگئی، ایک بلند مقام ظاہر ہوا پھر اس مقام سے بلند تر دوسرا مقام ظاہر ہوا پھر اس مقام سے بلند تر مقام نظر آیا، کہا گیا کہ اس مقام میں کوئی حجاب نہیں رہا، میں اس کے سننے سے بیہوش ہوگیا میں دو تین گھڑی تک پڑا رہا اگرچہ لوگ جگاتے تھے لیکن ہوش میں نہیں آتا تھا ہوش میں آنے کے بعد میں نے اپنے اوپر عجیب حال مشاہدہ کیا تین روز تک مجھ پر یہ حالت رہی"۔ اے سعادت آثار! ہوسکتا ہے کہ جس سوار نے تم کو ابلق گھوڑے پر اپنے پیچھے بٹھایا وہ تمہارا رہبر ہو جو کہ عالم معنی میں تمہارے سیر و سلوک کا ذمہ دار ہے اور ابلق گھوڑا روح کی سواری ہو جو کہ عالمِ چون و عالم بیچون کے درمیان برزخ ہے اور دونوں رنگ رکھتی ہے اور دیوار جو کہ دو ٹکڑے ہوگئی وہ تمہارا وجود بشری تھا جو کہ ظلمت و کدورت سے پُر ہے، حقیقت کا آفتاب

طلوع ہونے کے وقت ٹکڑے ہوکر الگ ہوگیا ہے اور ظلمت وکدورت سے جو کہ اُس کا ذاتی (وصف) تھا چھٹکارا پالیا ہے، اِنَّ الْمُلُوْكَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْيَةً اَفْسَدُوْهَا وَجَعَلُوْا اَعِزَّةَ اَهْلِهَا اَذِلَّةً وَكَذٰلِكَ يَفْعَلُوْنَ ۝ [بیشک بادشاہ جب کسی بستی میں داخل ہوتے ہیں تو اس کو تہ وبالا کردیتے ہیں اور وہاں کے عزت دار لوگوں کو ذلیل کردیتے ہیں اور یہ لوگ بھی ایسا ہی کریں گے] — اور یہ جو دیوار کے دو ٹکڑے ہونے کے بعد بلند مقام ظاہر ہوا ہو سکتا ہے کہ تمہارا مبدأ تعین ہو (جو کہ) اسم الٰہی کا ظل ہے اور یہ جو اس سے بلند تر دوسرا مقام ظاہر ہوا اسم الٰہی ہو جو کہ مبدأ تعین کی اصل اور اسم کلی ہے کہ مبدأ تعین اس کلی کی جزئیات میں سے ایک جزئی ہے اور تیسرا مقام جو کہ سابقہ مقام سے بلند تر نظر آیا شانِ ذاتی ہو جو کہ اس کلی کی اصل ہے اور ذات تعالیٰ و تقدس میں محض اعتبار ہے اور چونکہ شان اور ذات کے درمیان اسم کے سوا پردہ نہیں ہے اس لئے آپ نے سنا کہ حجاب نہیں رہا۔ یہاں ایک نکتہ ہے، جاننا چاہئے کہ بیہوشی حجاب چاہتی ہے جب حجاب بالکل اُٹھ جائے تو بیہوشی نہیں رہتی۔ ع

تو عین ذات می نگری در تبسمی [تو مسکراتے ہوئے عین ذات کو دیکھتا ہے]

آپ نے لکھا تھا کہ میں حلقہ میں بیٹھا تھا کہ صاحبزادۂ گرامی فرماتے ہیں اکثر دوستوں نے مقام نبی اسرائیل سے عروج کیا، پھر فرمایا کہ عرش کے اوپر ایک مقام ہے دوستوں نے اس سے عروج کیا، آپ لکھیں کہ عرش کے اوپر کونسا مقام ہے؟" میرے مخدوم! یہ سوال اس شخص سے کرنا چاہئے کہ جس نے اس واردات کی خبر دی ہے، بہر حال ہم کہتے ہیں کہ عرش کے اوپر جو کہ لامکانیت کے ساتھ موصوف ہے عالمِ ارواح کا مقام ہے اور عالمِ ارواح مکانی ولامکانی کے درمیان برزخ ہے اور دونوں کا رنگ رکھتا ہے اس عالم میں قلب وروح وسر وخفی واخفٰی پانچ لطیفے ہیں اور ان پانچوں میں سے ہر ایک لطیفہ ایک عالم ہے جو اس عالم سے جو کہ عرش سے نیچے ہے کئی گنا زیادہ ہے اور دائرۂ امکان ان پانچوں لطیفوں پر منتہی ہو جاتا ہے اور سیر ... ان پانچوں لطائف کے طے کرنے پر فنا کے ساتھ متحقق ہو جاتا ہے اس کے بعد کمالاتِ الٰہی جل شانہ میں شروع ہوتا ہے جو کہ بقا کا مقام ہے اور اس سیر کی انتہا کو علام الغیوب تعالیٰ شانہ جانتا ہے اور یہ جو کہا ہے کہ انھوں نے مقامِ نبی اسرائیل سے عروج کیا، ہو سکتا ہے کہ مقام نبی اسرائیل مقام سر وخفی سے کنایہ ہو کیونکہ بنی اسرائیل دو اولوالعزم پیغمبروں حضرت موسیٰ وحضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہما الصلوات والسلام کے تابع ہیں اور یہ دونوں لطیفوں کو ان دونوں پیغمبروں علیہما السلام کے ساتھ ایک خاص خصوصیت ہے، ولایت موسوی سر کی ولایت ہے اور ولایتِ عیسوی خفی کی ولایت ہے اور ان دونوں ولایتوں سے گذرنے کے بعد اخفٰی کا مقام ہے

جوکہ ہمارے پیغمبر علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ خصوصیت رکھتا ہے کیونکہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولایت اخفٰی کی ولایت ہے اور یہ جو اس کے بعد کہا کہ عرش کے اوپر ایک مقام ہے انھوں نے اس سے عروج کیا ان دونوں کا نتیجہ ایک ہی ہوا کیونکہ یہ دونوں ولایتیں بھی جوکہ مقام بنی اسرائیل سے کنایہ ہیں عرش کے اوپر ہیں اور ان سے عروج ممکن بلکہ واقع ہے والسلام اولاً وآخراً۔

مکتوب ۱۳۶

خواجہ محمد شریف بخاری کے نام تحریر فرمایا۔

اللہ تعالیٰ کمال والکمال (کامل ہونے اور کامل کرنے) کے اعلیٰ مرتبہ پر ترقی عطا فرمائے۔ مکتوب مرغوب پہنچکر مسرت بخش ہوا چونکہ اعلیٰ کیفیات پر مشتمل تھا خوشی میں اضافہ کیا۔ آپ نے لکھا تھا کہ "ستائیسویں شب کو تراویح میں قرآن مجید کا ختم سُن رہا تھا کہ عظیم فیض و برکات نازل ہوئے، انھوں نے وجودِ بشری کو پوری طرح خالی کر دیا کہ اس کا کوئی اثر باقی نہ رہا۔ اسقدر فیض و برکات نازل ہوئے کہ تمام خالی جسم کو بھر دیا احاطہ میں نہیں سماتے تھے، اتنا جانتا ہوں کہ جس وقت انوار کا ظہور ہوا تو انھوں نے بائیں جانب سے شروع کیا میں جسقدر گہری نظر سے دیکھتا تھا نورِ محض کے سوا کچھ نظر نہیں آتا تھا اُس نور نے آفتاب کے طلوع ہونے کی مانند عالم کو احاطہ کر لیا۔" میرے مخدوم! اس جگہ کے بعض درویشوں نے بھی اسی رات میں عجیب چیزیں مشاہدہ کیں اور اس رات کے فیوض و برکات سے بہرہ مند ہوئے اور ترقیات حاصل کیں، اللہ سبحانہ کی حمد ہے کہ آپ بھی فیضیاب ہوئے اور انوارِ تجلی کے پرتو میں محو و مستہلک ہو گئے ؎

سُہا را جز نہاں بودن چہ یارا بلے ہر جا شود مہر آشکارا

[بیشک جس جگہ سورج ظاہر ہو جائے سہا (ایک ستارہ کا نام) چھپ جانے کے سوا کیا کر سکتا ہے]

جمالِ احدیت کا طلوع صفاتِ بشریت کو فنا کرنے والا ہے اذا تجلی اللہ بشئ خضع لہ [جب اللہ تعالیٰ کسی چیز پر تجلی نازل فرماتا ہے تو وہ اس کے لئے جُھک جاتی ہے] اور پھر آپ نے اُن انوار کے ساتھ بقا حاصل کی اور عدم (فنائیت) کے بعد آپ وجودِ موہوب کے ساتھ متحقق ہو گئے اور اُسی نور نے عالم کو احاطہ کر لیا۔

ع شکرانہ بدہ کہ خوں بہائے تو ہمم [شکرانہ ادا کر کہ تیرا خوں بہا میں ہوں]

اس معنی کی تائید کرنے والا وہ مضمون ہے جوکہ اس آیتِ کریمہ میں ہے اَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَاَحْيَيْنٰهُ وَجَعَلْنَا لَهٗ نُوْرًا يَّمْشِيْ بِهٖ فِي النَّاسِ [کیا ایسا نہیں کہ وہ شخص جو مردہ تھا پھر ہم نے اس کو زندہ بنا دیا اور ہم نے اس کو ایک ایسا

نور (یعنی ایمان) دیدیا کہ جس کے ساتھ وہ لوگوں میں چلتا پھرتا ہے] ـــ کہتے ہیں کہ یہ آیتِ کریمہ حضرت فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں نازل ہوئی ہے چنانچہ (حدیث مبارکہ) الحق ینطلق علی لسان عمر [حق، عمر (رضی اللہ عنہ) کی زبان پر جاری ہوتا ہے] اس بات کی علامت ہے اور (آیتِ مبارکہ) کَمَنۡ مَّثَلُہٗ فِی الظُّلُمٰتِ لَیۡسَ بِخَارِجٍ مِّنۡهَا [کیا اس شخص کی مانند ہو سکتا ہے جس کی صفت یہ ہے کہ وہ اندھیروں میں ہے جن سے وہ نکلنے والا نہیں ہے] ابو جہل لعین کے بارے میں ہے۔ الحمد للہ سبحانہ کہ آپ نے ابو جہل کی ظلمتوں سے نکل کر انوارِ فاروقی کا سہارا پکڑا ہے۔ والسلام

مکتوب ۱۳۷

شیخ جنید حبتی کے نام ان کے احوال کی تعبیر اور ضروری نصائح و ذکرِ لطائفِ عشرہ کے بارے میں تحریر فرمایا۔

(یہ فقیر) حمد و صلوٰۃ کے بعد عرض کرتا ہے کہ آپ نے جو مکتوب محبت کے طور پر بھیجا تھا اُس نے خوش وقت کیا۔ آپ نے جو یہ حال دیکھا (اور) لکھا ہے کہ "حضرت گنج شکرؒ نے تمہارے لئے دعا کی ہے کہ اللہ تعالیٰ تیری توبہ قبول فرمائے اور تیرے گناہوں کو بخش دے اور تم کو گود میں لیا ہے اور ملاقات کا سبب پوچھا ہے اور تم نے ان سے کچھ چیزوں کی درخواست کی ہے اور انھوں نے حکیمانہ طریقے سے جواب دیا ہے۔ تم کو سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے گئے ہیں اور تم ان کے گرد سات چکر لگا کر اُن علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات کے قدموں میں گر پڑے ہو اور انھوں (صلی اللہ علیہ وسلم) نے دستِ مبارک کو تمہارے سر پر ملا ہے اور تم نے آنسرور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں بھی چند چیزوں کی درخواست کی ہے انھوں (صلی اللہ علیہ وسلم) نے بھی جواب پردہ (کنایہ) میں دیا ہے" سب نیک و مبارک ہے، اپنے کام میں لگے رہیں اور ہر روز ترقی کے طالب رہیں اور آپ نے اُسی حال میں جو کچھ جبت کے قاضی کے بارے میں التماس کی ہے اور کہا ہے کہ نیک ہے اور نہایت سخی ہے، آنسرور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا کہ بیشک اللہ تبارک و تعالیٰ سخاوت کو پسند کرتا ہے پھر آپ نے قاضی مذکور کے بارے میں دعا کی اور اس کے لئے دین و دنیا کی دلجمعی طلب کی، آنسرور علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ جس شخص نے اسلام اور احکامِ شریعت کی عمدہ طریقے پر تعمیل کی اس کے لئے دین و دنیا واجب ہو گئی"۔ یہ دونوں اس قاضی کے لئے بڑی بشارتیں ہیں اور ان کی استقامت احکامِ شرعیہ کے بجالانے اور حسنِ اسلام پر حجت ہیں اگر وہ ایسا کرے دین و دنیا دونوں اس کی

ملکیت ہیں، اللہ تعالیٰ قاضی کو جزائے خیر دے اور دونوں جہان کی ترقیات سے نوازے کہ آپ جیسے درویشوں کی دلجوئی خدائے جلّ وعلا کے لئے کرتا ہے ـــــ آپ نے مشارٌ الیہ کے بارے میں فاتحہ کی درخواست کی تھی، پڑھی گئی، امید ہے کہ نتیجہ بخش ہوگی ـــــ اور یہ جو آپ نے سابقہ مکتوب میں لکھا تھا کہ "(راقم) نفی اثبات کے ذکر میں مشغول ہے پچیس[۲۵] مرتبہ تک تکلّف کے ساتھ کہتا ہے اور کبھی کبھی (بے تکلف) بھی کہا جاتا ہے"۔ میرے مخدوم! جس قدر تکلّف و تشویش کے بغیر کہا جائے کہیں، کمیت (تعداد) سے کیفیت اور حصولِ اثر کی طرف زیادہ مشغول ہوں جو کہ ماسوا کی نفی ہوتا ہے کیونکہ نفی کرنے کا نتیجہ نفی ہوتا ہے اسقدر ہے کہ ذکر کہنے میں رُکیں نہیں جلدی جلدی کہیں اور تیزی کے ساتھ خیال کریں، خیال ایک لمحہ میں زمین سے سات آسمانوں تک پہنچ جاتا ہے اس صورت میں سہولت کے ساتھ بہت زیادہ کہا جاتا ہے۔ بعض دوست ایک سانس میں ہزاروں تک پہنچاتے ہیں لیکن مدار کیفیت اور اثر کے حاصل کرنے پر ہے۔ دیگر آپ نے ذکر کے وقت خطرۂ قلب کے دُور ہونے کے بارے میں لکھا تھا، آپ جان لیں کہ ہر وقت اور ہر حال کہ جس میں خطرہ نہ آئے ایک نعمت ہے خاص طور پر ذکر کے وقت بہت بڑی نعمت ہے لیکن فنائے قلب میں معتبر یہ ہے کہ خطرہ مطلق طور پر تمام اوقات میں دل سے دُور ہو جائے اور ماسوا کو اس حد تک بھلا دے کہ اگر تکلّف کے ساتھ ماسوا کو دل میں لائے اور سالہا سال تک ماسوا کو یاد کرے تو یاد نہ آئے، اُس نسیان کی وجہ سے جو کہ دل کو ماسوا سے حاصل ہوا ہے خوشی و غم و فکر و اندیشہ کچھ دل تک نہ پہنچے مستہلک کو کیا خبر اور مستغرق کو کیا شعور ـــــ

آپ نے پوچھا تھا کہ "نفس کیا چیز ہے جو کہ یہ سب صفات یعنی امّارہ ولوّامہ و ملہمہ و راضیہ و مرضیہ رکھتا ہے اور بزرگوں نے کہا ہے کہ نفس کو مارنا چاہئے، نفس کو مارنے کے بعد کیا چیز باقی رہتی ہے کہ (جس سے) آدمی کو اللہ تعالیٰ کی معرفت نصیب ہو کیونکہ معرفت نفس سے تعلق رکھتی ہے اور روح و نفس متحد ہیں یا نہیں اور دونوں جانب پر بزرگوں نے شبہات (قائم) کئے ہیں، ومن عرف نفسہ فقد عرف ربہ [اور جس نے اپنے نفس کو پہچانا تو ضرور اس نے اپنے رب کو پہچان لیا] اس سے مراد نفس کا پہچاننا ہے یا نفس کا مرنا"۔ آپ جان لیں کہ آدمی دس لطیفوں سے مرکب ہے پانچ لطیفے عالمِ خلق سے اور پانچ عالمِ امر سے ہیں اُن لطیفوں میں سے ایک نفس ہے اور نفس عالمِ خلق سے شمار کیا گیا ہے اور لطیفۂ روح عالمِ امر سے، پس (یہ) دونوں لطیفے مختلف ہوئے اور ان میں سے ہر ایک کے ساتھ تمام لطائف کی طرح جدا معاملہ ہے اور ہر ایک کی ولایت و سیر و سلوک جدا ہے اور جس کسی نے متحد کہا ہے وہ کام کی حقیقت سے آگاہ نہیں ہے اور نفس امارگی کی حالت میں بھی اور اطمینان کی حالت

میں بھی لطائف کا سردار ہے اور لفظ اَنَا سے بھی ہر شخص کی مراد وہی ہے اور وہ بالذات آسمانی احکام کا منکر ہے اور انانیت (مَیں پن) وخودی ورفعت پسندی اور تکبر کرنا اس کی ذات میں ودیعت ہیں اور وہ بُرائی اور بدکاری کی طرف بہت ہی زیادہ امر کرنے والا ہے حدیثِ قدسی میں آیا ہے عاد نفسك فانها انتصبت بمعاداتی [تو اپنے نفس سے دشمنی کر پس بیشک وہ میری دشمنی پر کمربستہ ہے] صوفیائے کرام کے طریقہ پر چلنا اور اہل اللہ کی خدمت کرنا، اس (نفس) کی اصلاح اور اُسے مطیع کرنے کے لئے ہے، جب اللہ جل شانہٗ کے فضل سے نفس اپنی صفاتِ رذیلہ سے خالی ہونے لگتا ہے اور اسلام (فرمانبرداری) قبول کر لیتا ہے تو لوامہ ہو جاتا ہے اس کے بعد ملہمہ پھر بتدریج فنائے کامل وبقائے اکمل کے واسطے سے مطمئنہ ہو جاتا ہے اس وقت وہ اپنے مولا (اللہ تعالیٰ) سے راضی اور مولا اس سے راضی ہو جاتا ہے اور وہ اپنے جہلِ مرکب سے جو کہ وہ رکھتا تھا نکل کر اللہ جل شانہٗ کی معرفت وقرب تک پہنچ جاتا ہے پس یہ سب نفس کی صفات ہیں جو کہ اس پر بدلتی ہیں اور نفس کا مارنا اور اُس کا مر جانا اس کا صفاتِ رذیلہ سے نکل جانا ہے پس وہی نفس ہے جو کہ بُعد و دُوری کے بعد قرب ومعرفت سے مشرف ہو جاتا ہے اور یہ جو وارد ہوا ہے من عرف نفسه فقد عرف ربه [جس نے اپنے نفس کو پہچانا اس نے اپنے رب کو پہچان لیا] (اس سے) مراد نفس کا پہچاننا ہے اور نفس سے مراد ذاتِ انسان ہے جو کہ دس لطائف سے مرکب ہے اور ہو سکتا ہے کہ لطیفۂ نفس (مراد) ہو جو کہ انسان میں عمدہ ہے یعنی جس شخص نے اپنے آپ کو یا اپنے لطیفۂ نفس کو اس کی عدمیتِ ذاتی کے عنوان کے ساتھ پہچان لیا یعنی (یہ کہ) اس کی ذات عدم ہے اور کمالاتِ وجودی اس میں عارتی اور مرتبۂ وجوب سے استفادہ کئے ہوئے ہیں اور اس تعالیٰ شانہٗ کی صفات وکمالات کے ظلال ہیں پس جس شخص نے اپنے آپ کو ظلیت کی صفت کے ساتھ (اور) اصل کو اصالت کے عنوان کے ساتھ پہچانا وہ ظل سے اصل کی طرف دوڑا (اور) اُس نے معرفت کی طرف راستہ پایا کیونکہ ظل سے اصل کی طرف شاہراہ ہے اسوقت وہ انسانی کمال کو پہنچا اور جو کچھ اس کی پیدائش سے مقصود تھا اس نے دیکھ لیا۔ مولوی (رومی) قدس سرہٗ کا شعر ہے ؎

چوں بدانستی کہ ظلِ کیستی فارغی گر مُردی وگر زیستی

[جب تو نے جان لیا کہ تو کس کا ظل ہے تو خواہ تو مردہ ہو یا زندہ ہو تو بے فکر ہے]

ہو سکتا ہے کہ من عرف نفسه سے مراد نفس کا مرنا ہو یعنی جو شخص کہ اپنے نفس کو فنائے حقیقی کے ساتھ فانی کر دیتا ہے وہ حق جل وعلا کی معرفت کو پہنچ جاتا ہے اس لئے کہ معروف میں فنا ہونا ہی معرفت ہے۔

آپ نے پوچھا تھا کہ شرع شریف میں بندہ کو فاعلِ مختار کہا گیا ہے اور حالانکہ نصوص

(آیات) واحادیث میں آیا ہے: مَنْ یَّهْدِی اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ یُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِیَ لَهٗ [جس شخص کو اللہ تعالیٰ ہدایت دیتا ہے تو اس کو گمراہ کرنے والا کوئی نہیں ہے اور جس شخص کو اللہ تعالیٰ گمراہ کرتا ہے تو اس کو ہدایت دینے والا کوئی نہیں ہے] یُضِلُّ بِهٖ كَثِیْرًا وَّیَهْدِیْ بِهٖ كَثِیْرًا [اس کے ساتھ بہت سے لوگ گمراہ ہوتے ہیں اور اس کے ساتھ بہت لوگ ہدایت پاتے ہیں]، ایمان رحمٰن (اللہ تعالیٰ) کی انگلیوں میں سے دو انگلیوں کے درمیان ہے، اور اس کا قدر خیر و شر ہونا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے پس اُس ذات کی قسم ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں کہ بیشک تم میں سے کوئی شخص ضرور اہلِ جنت کے عمل کے مطابق عمل کریگا یہاں تک کہ اس کے اور اُس (جنت) کے درمیان صرف ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جائے گا پھر اس پر کتاب (نوشتۂ تقدیر) سبقت کرے گی تو وہ اہلِ جنت کے مطابق عمل کرے گا اور اس میں داخل ہوگا۔"

۲/۲۶

میں کہتا ہوں کہ سوال کا حاصل یہ ہے کہ اہلِ شرع بندہ کے لئے اختیار کو ثابت کرتے ہیں اور یہ آیات واحادیث اس کے خلاف حکم کرتی ہیں اور اختیار کا سلب ہونا ظاہر کرتی ہیں اس لئے باہم تضاد ثابت ہوا۔ جواب کوئی تضاد نہیں ہے، اس کی وضاحت یہ ہے کہ شک نہیں کہ ہدایت دینا اور گمراہ کرنا خاص اُس تعالیٰ شانہٗ کا فعل ہے، خیر و شر، ایمان وکفر، طاعات و معاصی میں سے جو کچھ بھی ہے سب اس سبحانہ کے ارادہ کی تقدیر سے ہے جیسا کہ آیات واحادیث اس پر دلیل ہیں اور وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ [اور اللہ تعالیٰ نے تم کو اور تمہارے اعمال کو پیدا کیا] کی دلیل سے بندہ کے افعال کا خالق حق جل وعلا ہے نہ کہ بندہ جیسا کہ معتزلہ نے گمان کیا ہے اور وہ گمراہی کے بیابان میں (سرگردان) رہ گئے ہیں، اور نیز ہم بدیہی طور پر جانتے ہیں کہ بندہ اپنے فعل میں مجبور نہیں ہے جیسا کہ جبریہ نے کہا ہے اور وہ گمراہ ہو گئے ہیں کیونکہ حرکت برائے گرفت اور حرکتِ رعشہ میں فرق ضروری ہے (کہ پہلی اختیاری اور دوسری غیر اختیاری ہے) اور مکلف بنانے اور دائمی ابدی عذاب دینے کا حکم جبر (مجبور ہونے) کی نفی کرتا ہے، اس کے باوجود کہ حق تعالیٰ نے عذاب و ثواب کو بندوں کے عمل کے ساتھ وابستہ فرمایا ہے اور فرمایا ہے جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ [یہ اُن کے اعمال کا بدلہ ہے] پس معلوم ہوا کہ بندہ کو اپنے فعل میں کچھ دخل ہے اور اس کو کسب کہتے ہیں اگرچہ فعل کا پیدا کرنا حق تعالیٰ (کی طرف) سے ہے، بندہ کو ارادہ و اختیار دیا گیا ہے لیکن بندہ کو اس کے ارادہ کے ساتھ آزاد نہیں چھوڑا گیا ہے (بلکہ احکامِ شرعیہ کا مکلف بنایا گیا ہے) مکلف بنانے اور عذاب و ثواب دینے کا مدار اسی ارادہ کے استعمال پر ہے بندہ کے ارادہ کو استعمال کرنے کے بعد فعل کی پیدائش حق تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہے۔ پس (مذکورہ) آیات و احادیث (افعال کی) پیدائش کے اعتبار سے ہیں اور اہلِ شرع کا قول کسب کے اعتبار سے ہے چونکہ

ارادہ کے استعمال سے عبارت ہے۔ اگر لوگ یہ کہیں کہ حق سبحانہٗ نے ازل میں علم قدیم سے جان لیا ہے کہ فلاں شخص فلاں وقت میں طاعت و معصیت کا فلاں کام کریگا تو چاہئے کہ اس شخص سے وہ کام ضرور وقوع میں آئے اور وہ مجبور ہو کیونکہ اگر وقوع میں نہ آئے تو اللہ عزّ وجلّ کا علم جہل میں بدل جائے اور یہ محال ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ علم وقوع کے تابع ہے (علم نے) وقوعِ ازلی کے مطابق اس کے ساتھ تعلق پکڑا ہے اور یہ اختیار کے منافی نہیں ہے، اگر کہیں کہ طاعت و معصیت سب ازلی تقدیر و ارادہ سے ہے تو پھر اختیار کہاں ہے؟ میں کہتا ہوں کہ ازل میں تقدیر و ارادہ (الٰہی) اس طرح جاری ہوا ہے کہ فلاں شخص اپنے اختیار سے یہ کام کریگا یہ اختیار کو ثابت کرنے والا ہے نہ کہ اس کی نفی کرنے والا، اتنا ہے کہ یہ اختیار اس سے وقوع میں آنا چاہئے تاکہ تقدیر ازلی کے خلاف واقع نہ ہو جیسا کہ حدیث فیسبق علیہ الکتاب فیعمل الخ [پس کتاب (نوشتۂ تقدیر) اس پر سبقت کرتی ہے پس وہ عمل کرتا ہے الخ] اس معنی پر دلالت کرتی ہے یعنی ارادہ قدیمہ اس (بندہ) کے اختیار کے ساتھ اس (بندہ) پر سبقت کرتا ہے الخ، اور یہ جواب پہلے سوال کا جواب ہے جو کہ علم قدیم سے ٹکراتا تھا، یہ ہے اس مقام میں کلام کی غایت اور غیب کا علم العزیز العلاّم (اللہ تعالیٰ) کو ہے۔

میرے مخدوم! قضا و قدر کا مسئلہ دقیق مسائل میں سے ہے ہر شخص کی سمجھ اس مسئلہ تک نہیں پہنچتی بلکہ اس مسئلہ کی حقیقت کو جیسی کہ ہے حضرت علام الغیوب (اللہ تعالیٰ) ہی بہتر جانتا ہے مجمل طور پر اس قدر ایمان لانا چاہئے کہ اس (بندہ) کی قدر خیر و شر اللہ تعالیٰ (کی طرف) سے ہے اور لوگوں کو ان کے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا اگر (وہ اعمال) خیر ہیں تو (بدلہ) خیر ہوگا اور اگر شر ہیں تو (بدلہ) شر ہوگا، اس پر ہمیں زیادہ غور کرنے کی ضرورت نہیں ہے، اس کے علم کو حق سبحانہٗ کے سپرد کرنا چاہیے اور اس کے اوامر و نواہی کے مطابق زندگی بسر کرنی چاہئے، اگر ایسا نہ کرے تو بندہ سرکش ہوگا اور مختلف قسم کی سزاؤں کا مستحق ہوگا۔ ہم بدیہی طور پر اور اپنے وجدان سے یہ پاتے ہیں کہ ہم کو اسقدر قدرت دی ہے کہ اوامر و نواہی کی ذمہ داری سے عہدہ برآ ہو سکتے ہیں اور گناہ کو بغاوت و سرکشی سمجھتے ہیں، رَبَّنَآ اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً وَّهَيِّئْ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا رَشَدًا ۱ھ

مکتوب ۱۳۸

حاجی سلیم بلخی کے نام تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۵ الحمد للہ العلی الاعلیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ خصوصاً علیٰ سید الوریٰ امام التقیٰ صاحب قاب قوسین او ادنیٰ وعلیٰ آلہ وصحبہ البررۃ النقی،

مکتوب مرغوب جو کہ آپ نے حاجی احمد زرک کے ہمراہ اس مسکین کے نام ارسال کیا تھا پہنچکر مسرت بخش ہوا، آپ نے آتشِ شوق کی شدت کے بارے میں لکھا تھا واضح ہوا، اللہ تعالیٰ اس آگ کو مشتعل کرے اور محبت کے شعلے کو سر بلند کرے تاکہ آفاق و انفس سے پوری طرح رہا کردے اور ذات و صفات کی اقربیت تک پہنچائے ــــ آپ نے لکھا تھا کہ "ایک مدت ہوئی کہ ہم یک رنگی کے سمندر میں مستغرق ہو گئے ہیں جو کہ بیرنگ ہے اور تمام موجودات اس میں مثل حباب ظاہر ہوتی ہیں، اُس تعالیٰ شانہٗ کی بارگاہِ قدس بے پایاں سمندر ہے کہ تمام اشیاء اس میں فانی ہیں ان سب کا دیکھنا اور سننا اسی سے ہے کوئی دوسرا نظر میں نہیں آتا۔"
میرے مخدوم! یہ حال اعلیٰ ہے اور جمع کے مقام سے پیدا ہوا ہے، اس عنایت کا شکریہ بجالائیں اور ہمت کو بلند رکھیں اور جمع سے فرق بعد الجمع تک آئیں تاکہ مخلوق کو حق (تعالیٰ) سے جدا دیکھیں اور حادث کو قدیم سے جدا پائیں ظل سے اصل کی طرف آئیں بلکہ اصل کو بھی ظل کی طرح چھوڑ دیں اور شہود سے غیب کی طرف جائیں، احوال لکھتے رہیں اور دوستوں کو ایمان کی سلامتی کی دعا کے ساتھ یاد رکھیں، اوقات کو ذکر و فکر کے ساتھ آباد رکھیں، کمرِ ہمت کو طاعات و عبادات کے معمولات کی ادائیگی میں چست باندھیں، اور قبر و قیامت کا زادِ راہ تیار کریں، اندھیری راتوں کو گریہ و استغفار سے منور رکھیں اور اس تھوڑی فرصت (عمر) میں مولائے حقیقی کو راضی کریں، طالبوں کی طرف توجہ سے دریغ نہ رکھیں اور ان کی ترقیات کے خواہاں رہیں لیکن اُن کے آنے سے ڈرتے اور کانپتے رہیں ایسا نہ ہو کہ اس ضمن میں اس شخص (آپ) کی خرابی چاہی گئی ہو، بارگاہِ قدس میں التجا و آہ و زاری کرتے رہیں اور خود بینی و غرور سے پناہ چاہیں۔
والسلام علیکم وعلیٰ سائر من اتبع الھدیٰ۔

۲۳۶

مکتوب ۱۳۹

شیخ بایزید سہارنپوری کے نام اُن کے مکتوب کے جواب میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم، حمد و صلوٰۃ و ارسالِ تسلیمات کے بعد عرض کرتا ہے کہ مکتوبِ مرغوب پہنچکر مسرت کا سبب ہوا، اللہ سبحانہٗ کی حمد ہے کہ آپ عافیت کے ساتھ ہیں اور دلجمعی کے ساتھ زندگی گذار رہے ہیں اور حالات قابلِ اطمینان ہیں۔ آپ نے جو قرآن مجید حفظ کرنے کا ارادہ ظاہر کیا ہے مبارک ہے، حق سبحانہٗ تکمیل کو پہنچائے اور اس کے فیوض و برکات سے بہرہ مند کرے، حفظ کرنے میں آیات کا جسقدر تکرار کیا جائے تلاوت میں داخل ہے ــــ آپ نے لکھا تھا کہ لذت یابی و شوق و دلجمعی گویا تلاوت میں

محدود ہوگئی ہے، ذکرِ نفی واثبات اتنی لذت نہیں دیتا لیکن چونکہ ذکر کرنے کا حکم دیا گیا ہے ہر روز پانچ چھ ہزار بار کہہ لیتا ہوں"۔ میرے مخدوم! کلام مجید کی تلاوت کیوں لذت نہ بخشے اور شوق کو زیادہ نہ کرے جبکہ قرآن اس تعالیٰ شانہٗ کی حقیقی صفت ہے کہ جس نے پردۂ غیب سے تختِ ظہور پر جلوہ فرمایا ہے اور ہجرت زدہ مشتاقوں کو وصال کی بُو عطا فرما کر الا من اشتاق الی اللہ فلیستمع کلام اللہ [آگاہ رہو کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی طرف اشتیاق رکھتا ہے پس اس کو چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کا کلام سُنے] کی خوشخبری کے ساتھ اور من اراد ان یحدث ربہ فلیقرأ کلام اللہ [جو شخص اپنے رب سے بات کرنے کا خواہاں ہے تو اس کو چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کا کلام پڑھے] کے مژدہ کے ساتھ بشارت دی گئی ہے صفت سے موصوف کی طرف راہ ہے اور کلام کو متکلم سے جدائی نہیں ہے ؎

اندر سخنِ دوست نہاں خواہم گشت   تا بر لبِ او بوسہ زنم چونش بخواند

[میں دوست کے کلام میں پوشیدہ ہو جاؤں گا تاکہ جب وہ اُس کو پڑھے تو میں اس کے لبوں کو بوسہ دے لوں]

اور کلمۂ نفی واثبات جو کہ کلمۂ توحید ہے دوسرے فائدے رکھتا ہے، باطن کو پاک کرتا ہے اور متفرق تعلقات کا جو کہ بشریت کے لوازم سے ہیں ازالہ کرتا ہے بلکہ وجودِ بشریت کو جڑ سے اکھاڑتا ہے اور فنا تک پہنچاتا ہے اور بقا تک رہنمائی کرتا ہے اور ظل سے اصل تک لیجاتا ہے اور اصل سے دوسری اصل تک اور اُس اصل سے تیسری، چوتھی اور پانچویں اصل تک۔ (اور) الی ماشاء اللہ (جہاں تک اللہ تعالیٰ چاہے) متحقق کر دیتا ہے۔ ص ۲۳۷

اور آپ نے مطلوب کی عظمت و کبریائی کے متعلق اور اپنی بے استعدادی و ناامیدی و عاجزی وحیرت کے بارے میں لکھا تھا واضح ہو بیشک ممکن واجب سے کیا پائے اور مقید سے مطلق کو پانے کی استعداد کہاں سے لائے جہانتک بھی جائے قید سے رہائی نہیں پاتا اور امکان کے داغ سے داغدار رہے مابالذات لا ینفک عن الذات [جو ذات کے ساتھ ہے وہ ذات سے جُدا نہیں ہوتا ہے] قُرب ووصل کے لئے مناسبت کا پایا جانا ضروری ہے اور ہم جس کے درپے ہیں وہ تمام مفقود ہے پس ناامیدی ہر حال میں نقدِ وقت ہوگی اور عاجزی ونادانی حاصل (ہوگی)، کسی نے خوب کہا ہے ؎

ہمہ صبحِ وصل جویاں من و شام ناامیدی   کہ سیہ بخت ہجرم شبِ من سحر ندارد

[سب لوگ وصل کی صبح کو تلاش کرتے ہیں (لیکن) میں ہوں اور ناامیدی کی شام ہے کیونکہ میں ہجرت کا مارا ہوا سیاہ بخت ہوں میری رات صبح نہیں رکھتی]۔ والسلام علیکم وعلی سائر من اتبع الھدیٰ۔

مکتوب ۱۴۰

حضرت ایشان (عروۃ الوثقیٰ) کے برادر زادہ شیخ خلیل اللہ کے نام قربِ فرائض و قربِ نوافل کے بیان میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ۔ فرزند اعز شیخ خلیل اللہ استقامت کے ساتھ رہیں اور ہمیشہ ترقی میں ہوں، چند سطریں قربِ فرائض و قربِ نوافل کے بیان اور بعض شبہات کے حل میں جو کہ اس مقام میں کھٹکتے تھے لکھی جاتی ہیں، ہوش کے کان سے سنیں، حدیثِ قدسی میں وارد ہوا ہے کہ جس نے میرے کسی دوست کے ساتھ دشمنی کی تو میں اس سے جنگ کا اعلان کرتا ہوں اور میرا بندہ میری طرف اور کسی چیز سے قرب حاصل نہیں کرتا جو اس چیز سے زیادہ محبوب ہو جس کو میں نے اس پر فرض کیا ہے اور بندہ ہمیشہ نوافل کے ساتھ میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں، پس جب میں اس سے محبت کرتا ہوں تو میں اس کا کان ہو جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی آنکھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کا ہاتھ ہو جاتا ہوں جس کے ساتھ وہ پکڑتا ہے اور اس کا پاؤں ہو جاتا ہوں جس کے ساتھ وہ چلتا ہے اور اگر وہ مجھ سے سوال کرتا ہے تو میں ضرور اس کو عطا کرتا ہوں اور اگر وہ میری پناہ مانگتا ہے تو میں ضرور اس کو پناہ دیتا ہوں۔ اس کو امام بخاریؒ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔

اگر کہا جائے کہ " صوفیائے کرام جنھوں نے کہ اذکار و اشغال اختیار کئے ہیں اور ریاضتوں اور چلوں کو انتخاب کیا ہے اور ترقیوں کے حصول اور مقامات و معرفت و فنا و بقا تک پہنچنے کو اس سے وابستہ کیا ہے اور طالبوں کی تربیت اور مریدوں کو سلوک طے کرانا ان امور کے ذریعہ کرتے ہیں اور ان کے ساتھ وابستہ تصور کرتے ہیں اور اسی طرح توجہات جو کہ وہ مریدوں پر کرتے ہیں اور صحبت کی ترغیب اور آداب کی رعایت پر شوق دلاتے ہیں اور انھوں نے کام کا مدار ان امور پر رکھا ہے یہ سب نوافل کی قسم سے ہے بلکہ ہم کہتے ہیں کہ صوفیہ کے طریقہ کا اختیار کرنا اور پیر و مرشد کی طلب جو قرب و وصل کا ذریعہ ہے یہ بھی نوافل کے دائرہ میں داخل ہے پس مقامات کا حاصل ہونا اور معرفت کے درجات تک پہنچنا نوافل پر موقوف ہے نہ کہ فرائض پر۔ کیا کسی نے دیکھا ہے کہ کوئی شخص مذکورہ امور کو بجا لائے بغیر محض فرائض کے ادا کرنے سے قرب و معرفت کو پہنچا ہو ورنہ چاہیئے کہ عوام بھی جو کہ فرائض کے ساتھ توفیق دیئے گئے ہیں عارفین و مقربین ہوں حالانکہ حدیثِ قدسی اس پر دلالت کرتی ہے کہ وہ

م ۲۳۸

محبوب ترین اعمال جو قرب بخشتے ہیں فرائض ہیں پس جو قرب کہ فرائض پر مرتب ہوگا وہ قرب نوافل سے زیادہ کامل و مکمل ہوگا اور صوفیہ کے طریقہ پر چلنے اور ان کے اذکار و اشغال کی کوئی ضرورت نہ ہوگی"۔

جواب: ہم کہتے ہیں کہ شک نہیں ہے کہ قربِ فرائض قربِ نوافل سے زیادہ کامل و مکمل ہے لیکن فرائض اس وقت قرب بخشتے اور ترقیات کا پھل دیتے ہیں جبکہ مذکورہ امور بجالائے جائیں ورنہ فرائض ابرار کے اعمال میں داخل ہوں گے نہ کہ مقربین کے اعمال ہیں پس ان نوافل کا ادا کرنا قربِ فرائض کے ظہور کے لئے شرط ہوگا جیسا کہ وضو نماز کے لئے (شرط ہے) جب تک اذکار و اوراد اور ظاہری پیر کو اختیار کرنا اور اس کے آداب کی رعایت وغیرہ جو کہ سلوک کے راستہ میں ضروری ہیں نہ بجالائے اور باطن کی پاکی ان کے وسیلہ سے حاصل نہ ہوجائے قربِ فرائض کی لیاقت پیدا نہیں کرنا اور ولایتِ خاصہ سے مشرف نہیں ہونا، اگر کہا جائے کہ طہارتِ باطن فنا کے ساتھ وابستہ ہے اور اس گروہ کے نزدیک قربِ نوافل فنا کرنے والا نہیں ہے تو ہم کہتے ہیں کہ کمالِ طہارت جو کہ ماسوا سے کلّی انقطاع ہے اگرچہ فنا سے وابستہ ہے لیکن اس کے مبادیات جو کہ تعلقات کا منقطع کرنا ہیں ان نوافل کے ساتھ وابستہ ہیں اور اس قطعِ تعلقات کو سلوک کہتے ہیں اور سیر الی اللہ سے موسوم کرتے ہیں اور جب سیرِ الی اللہ آخری نقطہ تک پہنچ جاتی ہے اور وہ ماسوا کی غلامی سے آزاد ہوجاتا ہے تو فنا حاصل ہوجاتی ہے اور سیر فی اللہ کہ جس کو جذبہ کہتے ہیں کی ابتدا حاصل ہوجاتی ہے اور وہ ولایت میں پہلا قدم رکھتا ہے اگر کہا جائے کہ "اوپر کے کمالات کا حصول اور ولایت کے درجات اور قرب کے دقائق میں ترقی بھی اعمالِ صالحہ یعنی کلمۂ طیبہ و تلاوتِ قرآن وغیرہ کے بجالانے سے وابستہ ہے جو کہ نفلی اعمال میں سے ہیں پس ان اعمال کا کمال سیر الی اللہ تک پہنچنے پر ختم نہیں ہوجاتا، یہی کلمۂ طیبہ ہے کہ جس کے توسط سے اصول کو طے کرتے ہیں اور ایک اصل سے دوسری اصل تک اور وہاں سے اوراء پر تک ترقی کرتے ہیں اور ولایتِ صغریٰ سے ولایتِ کبریٰ تک اور ولایتِ کبریٰ سے ولایتِ علیا تک ترقی کرتے ہیں" ہم کہتے ہیں کہ یہ اذکار و اعمال ولایت کے درجات کے لئے تمہیدات و مبادیات ہیں پس یہ اذکار جیسا کہ نفسِ ولایت کے لئے تمہیدات ہیں درجاتِ ولایت کے لئے بھی مبادیات و تمہیدات ہیں۔ نیز یہ سوال کہ " ولایت محض وہبی چیز ہے اور اس کے مبادیات کسبی ہیں جیسا کہ بزرگوں نے کہا ہے پس فنا و بقا کہ ولایت جس سے عبارت ہے وہبی چیز ہوگی اس لئے فرائض و نوافل دونوں مبادیات میں داخل ہوں گے کیونکہ کسبی امور ہیں اس صورت میں قربِ فرائض کو فنا کرنے والا کہنا کس اعتبار سے ہوگا اور اگر اس اعتبار سے کہیں کہ اس عطیۂ الٰہی کا پھل دینے والے ہیں تو دونوں قربوں کے درمیان کیا فرق ہوگا کیونکہ قربِ نوافل

ص ۲۳۹

جو کہ مبادیات سے ہے اس عطیۂ الٰہی کا پھل دینے والا ہے"۔ **جواب:** نوافل مقدماتِ بعیدہ سے ہیں اور فرائض مقدماتِ قریبہ سے ہیں، وہ (نوافل) موانع کے دور کرنے کی مانند ہیں کہ تعلقات کو قطع کرنا ہی اور یہ (فرائض) ولایت کے حصول کا ذریعہ ہیں جو کہ عطیۂ الٰہی ہے یعنی اُن (فرائض) کے بعد (متصل ولایت حاصل ہوتی ہے) یہ (نوافل) استطاعت کی مانند ہیں جو کہ فعل سے پہلے ہے اور یہ (فرائض) اس استطاعت کی مانند ہیں جو فعل کے متصل ہے۔

مکتوب ۱۴۱

شیخ محمد باقر لاہوری کے نام ان کے مکتوب کے جواب میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم، حمد و صلوٰۃ و ارسالِ تسلیمات کے بعد عرض ہے کہ مکتوب مرغوب پہنچکر مسرت کا سبب ہوا، اس میں مندرج تھا کہ اس زمانہ میں اپنے وجدان سے ایسا پاتا ہے کہ اسم الباطن مثلاً علیم و قدیر کی سیر میں ابتدا واقع ہوئی اور قلب کو ایک وسعت حاصل ہوئی ہے"۔ میرے مخدوم! جواب لکھتے وقت اس معاملہ میں کچھ توجہ کی گئی اس کے ساتھ آپ کی کچھ مناسبت پائی، آپ کے عروج کا قصد کیا دیکھا کہ آپ نے اس اسم کے ساتھ کچھ اتصال پیدا کرلیا ہے اور اُس ولایت تک جو کہ ولایتِ علیا ہے کچھ وصول حاصل ہو گیا ہے اللہ تعالیٰ اس ولایت سے جو کہ ملاءِ اعلیٰ کی ولایت ہے کامل حصہ عطا فرمائے یہ مقام اگرچہ ولایت کا اعلیٰ مقام ہے حتیٰ کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی ولایت پر فوقیت رکھتا ہے اور اُن (انبیائے کرام) کی افضلیت نبوت کے راستہ سے ہے اور قلب کی وسعت اس مقام میں اس وسعت سے زیادہ ہے جو کہ سابقہ مقام میں تھی کیونکہ وہ وسعت ذات کو ملحوظ رکھے بغیر اسماء و صفات و شیون و اعتبارات کی وسعت کے مطابق ہے اور اس وسعت میں ذات تعالیٰ ان کمالات کے ساتھ ملحوظ ہے، ان دونوں وسعتوں میں بہت فرق ہے اسماء و صفات کو ذات تعالیٰ کے بالمقابل کیا نسبت اور کیا شمار ہے۔ یہ جو آپ نے کبھی کبھی اپنے اعضا کو فقیر کے اعضا کا ظل پایا (فقیر سے) آپ کی کامل مناسبت کی خبر دینے والا ہے، والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۱۴۲

شیخ ولی جھنی کے نام ان کے مکتوب کے جواب میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ (یہ فقیر) حمد و صلوٰۃ کے بعد عرض کرتا ہے کہ مکتوب مرغوب پہنچکر مسرت بخش ہوا
آپ نے نماز کے اندر بدن میں ذکر سرایت کرنے کی بابت لکھا تھا بہت خوب ہے اس کو سلطان الذکر کہتے ہیں
ہمت اس بات پر صرف کریں کہ ذکر سے مذکور تک پہنچ جائیں اور وسائل سے مقصد کی جستجو کریں --- آپ نے
لکھا تھا کہ میں جمعہ کی راتوں میں سوتا نہیں ہوں، ان راتوں میں سے ایک رات دو تین گھڑی وقت باقی
رہ گیا تھا کہ نیند آگئی، دیکھتا ہوں کہ ایک سفید ریش شخص ظاہر ہوا اس نے کہا من عرف نفسہ فقد
عرف ربہ [جس نے اپنے نفس کو پہچانا اس نے اپنے رب کو پہچان لیا] ۔ اس نے یہ کہا اور پوشیدہ
ہو گیا اور میں بیدار ہو گیا اور سہم گیا ۔ اور آپ نے دوسرے جمعہ کی رات میں دیکھا کہ کوئی شخص کہتا ہے
وَفِیْٓ اَنْفُسِكُمْ ۭ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ۔ [اور کیا تم اپنی جانوں میں نہیں دیکھتے ہو] لا یعرف اللہ غیر اللہ - ۲۱:۵۱
[اللہ کو اللہ کے سوا نہیں پہچانتا] ۔ ایک اور حال میں جو آپ نے بہت سی چیزیں دیکھی ہیں اس دوران
میں کوئی بزرگ فرماتے ہیں " اس کلام قدسی پر عمل کرو کہ بیشک ابنِ آدم (انسان) کے جسم میں گوشت کا
لوتھڑا ہے اور اس لوتھڑے میں فواد (دل) ہے اور فواد میں سِر ہے اور سِر میں خفی ہے اور خفی میں اخفیٰ ہے اور اخفیٰ
میں انا (نفس) ہے " اے سعادت آثار ! یہ احوال مذکور کا پتہ دیتے ہیں اور انسانی کمال کی طرف
دعوت دیتے اور معرفت کی طرف راستہ دکھاتے ہیں اور پہلے واقعہ میں گویا اثر سے موثر کی طرف جانے
اور نفس کے انقلابات سے اُس کے مقلّب کی جستجو کرنے اور باطل سے حق کی جانب تفکر کرنے کی
طرف اشارہ ہے اور دوسرا واقعہ شہودِ انفسی کی طرف اشارہ کرتا ہے خواہ ذاتِ مطلوب کا شہود ہو
یا مطلوب کی نشانیوں کا شہود ہو اور نیز عارف کی کُلّی فنا کی طرف اشارہ ہے معرفت وہی ہے کہ اپنے
آپ سے اپنے ساتھ ہو اور عارف کو فنائیت کے سوا اس سے کچھ نصیب نہ ہو، کسی نے خوب کہا ہے ع

از حضرتِ ذات بہرہ استہلاک است [بارگاہ ذاتِ حق سے حصہ فنائیت ہے] ص ۲۲۱

اور یہ جو کہا ہے کہ تم اس کلام قدسی پر عمل کرو یعنی عالمِ امر کے لطائف میں سے ہر ایک کے کمالات کے ساتھ
متحقق ہونا چاہیئے کہ جن کی انتہا عالمِ امکان پر ختم ہوتی ہے، اس کے بعد عالمِ وجوب کے کمالات میں
آغاز (ہوتا) ہے اور " اخفیٰ میں انا (نفس) ہے " میں اس طرف اشارہ ہے یعنی اخفیٰ سے گذرنے کے
بعد کمالاتِ وجوب میں (پہلے) دو احوال میں سیر انفسی کی طرف اجمالی طور پر اشارہ ہے اور اس آخری
حال میں اس اجمال کی تفصیل کی طرف اشارہ ہے یعنی عارفِ کامل وہ شخص ہے جو کہ ان لطائف
میں سے ہر ایک کے کمالات تک پہنچے اور ہر ایک کو طے کر کے عالمِ وجوب کی طرف پرواز کرے، اگر کہا جائے
کہ عالمِ امر کے لطائف پانچ ہیں کہ جن میں سے ایک روح ہے اور اس حدیثِ قدسی میں روح کا ذکر

نہیں آیا۔ ہم کہتے ہیں کہ ہو سکتا ہے فوآد روح سے کنایہ ہو اور گوشت کا لوتھڑا جو کہ قلب کی حقیقتِ جامعہ کا محل ہے اس کا بیان قلب کے بیان کی بجائے کافی سمجھ لیا گیا ہو والعلم عند اللہ تعالیٰ، [اور صحیح علم اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے]۔

ایک مکتوب سیادت مآب سید مبارک کے نام لکھ کر بھیجا ہے انشاء اللہ تعالیٰ پہنچے گا۔ دوسرا حال جو آپ نے دیکھا ہے اس کی تعبیر ظاہر ہے اور سلطانِ ذکر کی خبر دینے والا ہے کہ جس کی علامت آپ اپنے اندر بتا رہے ہیں، اے محبت اطوار! سابقہ احوال باوجودیکہ کمال کی طرف دعوت دینے اور معرفت کی طرف بلانے والے ہیں مبشرات ہیں اور نیز ان کمالات کی استعداد کا پتہ دینے والے ہیں، امیدوار رہیں اور کوشش کریں کہ معاملہ قوت سے فعل میں اور گوش سے آغوش تک آجائے۔ والسلام علی من اتبع الہدیٰ۔

محمد سعید کابلی کے نام ان کے مکتوب کے جواب میں تحریر فرمایا۔

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ، مکتوبِ مرغوب جو آپ نے محبت کی وجہ سے بھیجا تھا پہنچ کر مسرت بخش ہوا، آپ نے اس کیفیت کی خواہش کی تھی جو ظلال سے ماوراء ہے چونکہ آپ کی محبت کا رابطہ اس نسبت عالیہ والوں کے ساتھ درست ہے (اس لئے) امیدوار رہیں، فان المرء مع من احب [پس بیشک آدمی اس کے ساتھ ہے جس سے وہ محبت کرتا ہے] آپ نے لکھا تھا کہ "امیدوار ہے کہ ظلال سے نکل آئے اور مطلوبِ حقیقی تک پہنچ جائے اور ایمانِ شہودی کے شرف سے مشرف ہو جائے اور اس آگاہی سے جو کہ خواجہ نقشبند قدس سرہٗ نے حضرت مولانا سعد الدین کاشغریؒ سے حاصل کی تھی واقف ہو جائے"۔

آپ جان لیں اول یہ کہ بندہ کو آرزو سے کیا کام، بندگی اس وقت درست ہوتی ہے کہ کوئی آرزو و خواہش نہ رہے اور کوئی مراد و مقصود سینہ کی وسعت میں نہ رہے اور حق جل و علا کی مراد کے ساتھ قائم ہو جائے یعنی اس تعالیٰ شانہٗ کی مراد کے علاوہ سالک کی مراد نہ ہو اور ارادہ کی صفت اس میں نہ رہے اگرچہ درجات و معاملات قرب ہی کا ارادہ ہو۔ ایک بزرگ نے ایک سالک سے پوچھا ما ترید [یعنی تو کیا چاہتا ہے] اُس نے جواب میں کہا ارید ان لا ارید [میں چاہتا ہوں کہ میں کچھ نہ چاہوں] اُس بزرگ نے کہا یہ خود عین ارادہ ہے۔ دوسرے یہ کہ طالب کو چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کا فضل طلب کرے اور اپنی استعداد کے کمال کا خواہاں ہو، اپنے کمال تک پہنچنے سے پہلے معین شخص کے کمال کی خواہش کرنا فضول بات ہے ہاں اپنی استعداد کے

مراتب حاصل کرنے کے بعد اگر دوسروں کے کمالات طلب کرے تو گنجائش رکھتا ہے جیسا کہ ماثورہ درود وں میں جو کما صلیت علی ابراھیم و علی آل ابراھیم انک حمید مجید [جیسا کہ تونے (حضرت) ابراہیم (علیہ السلام) اور آلِ ابراہیم (علیہم السلام) پر رحمت بھیجی ہے بیشک تو تعریف اور بزرگی والا ہے] وارد ہوا ہے وہ بھی اس بات کا پتہ دیتا ہے اور یہ جو قرآن مجید میں ہے، وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ [اور جس چیز میں اللہ تعالیٰ نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے تم اس کی آرزو مت کرو] مفسرین نے اس آیتِ کریمہ کی تفسیر دنیاوی مال و متاع سے کی ہے، تیسرے یہ کہ مولانا سعد الدین کاشغری درمیان کے دو واسطوں سے حضرت خواجہ نقشبند (قدس سرہ) کے مرید ہیں حضرت خواجہ کا مولانا سے نسبت و آگاہی اخذ کرنا کس طرح ہوگا۔ چوتھے یہ کہ آپ نے دو مختلف آرزوئیں کی ہیں، آپ آرزو کرتے ہیں کہ ظلال سے نکل آئیں (اور) مطلوبِ حقیقی تک پہنچ جائیں اور پھر (ظلال کی) آرزو کرتے ہیں (اور) لکھتے ہیں کہ ایمانِ شہودی کے ساتھ مشرف ہو جائے کیونکہ ایمانِ شہودی مراتبِ ظلال سے وابستہ ہے مطلوبِ حقیقی شہود و مشاہدہ سے برتر ہے اس دائرہ علیا تک وصول ایمانِ غیب سے تعلق رکھتا ہے شہود و مشاہدہ سب ظلال سے متعلق ہیں، والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۱۴۴

سیادت پناہ سید محمد علی بارہہ کے نام تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ الحمد للہ فی المبدأ والمعاد والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ والہ الامجاد اما بعد، مکتوبِ گرامی نے مشرف کیا چونکہ دوستوں کی سلامتی پر مشتمل تھا (اس لئے) مسرت کا باعث ہوا، اوقات کو منضبط کرنے کی کوشش کریں اور باطن کی تعمیر اور اندرون کو ماسوا سے خالی کرنا ضروری امور میں سے شمار کریں اور مولائے حقیقی کی رضامندی کو اہم مطالب میں سے سمجھیں اور وجودِ بشریت کی نفی کرنا اس راستہ کے واجبات سے جانیں اور اللہ جل و علا کی رضامندی کا دریچہ تصور فرمائیں، کلمہ طیبہ پر اسقدر ہمیشگی کریں کہ اپنا کوئی نام و نشان نہ دیکھیں اور لا یذکر اللہ الا اللہ [اللہ کو اللہ ہی یاد کرتا ہے] کا مطالعہ کریں اس معنی میں نہیں کہ بندہ حق تعالیٰ ہو جاتا ہے بلکہ بندہ نہیں رہتا اور ذکر کی نسبت کی اس سے نفی ہو جاتی ہے۔ کسی بزرگ نے کہا ہے کہ وجودِ بشریت کی نفی میں ایک ساعت کوشش کرنا تکلف کے ساتھ عبادت کرنے والوں کی کئی سال کی عبادت سے بہتر ہے کیونکہ وجودِ بشریت کی نفی کرنا ایمان کا کمال ہے اور اعمال کی ایمان کے بالمقابل کچھ مقدار نہیں ہے، دوستوں سے دعا کی امید کی جاتی ہے، والسلام علیکم و علی سائر من اتبع الہدیٰ۔

مکتوب ۱۴۵

مخدوم زادہ جامع کمالاتِ صوری و معنوی نعم الخلف شیخ محمد اشرف کے نام حضورِ قلب کے حاصل ہونے کے بارے میں جو کہ ذکر سے بالا ہے اور فنائے قلب سے تعبیر کیا جاتا ہے مع آنسرورِ دین و دنیا علیہ الصلوۃ والسلام سے خاص بشارت کے تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم حمد و صلوۃ و تبلیغ دعوات کے بعد عرض کرتا ہے کہ مکتوب مرغوب نے پہنچکر خوش وقت کیا۔ آپ نے ذکرِ قلبی کے جاری نہ ہونے اور یادداشت کے حصول اور اس کے زائل نہ ہونے کے بارے میں لکھا تھا واضح ہوا حضور و توجہ قلبی ذکر سے بالا و الطف ہے اس (ذکر) سے اس بات کا بیا شمار کہ مذکور کا حضور ملکہ (صفتِ راسخہ) ہو جائے اور وہ یاد کردے یادداشت میں آجائے اگر اسوقت میں ذکر مفقود ہو جائے تو کیا ڈر ہے خاص طور پر جبکہ معاملہ فنائے قلب تک جا پہنچے تو ذکر کا جاری ہونا درکار نہیں ہوگا کیونکہ ذکر مذکور کا وسیلہ ہے جب مذکور آگیا تو ذکر کی ضرورت جاتی رہی اور یہ فنا مذکور کا دریچہ اور معرفت کی دہلیز ہے اور فنائے نفس میں ذکر و توجہ و حضور کا زوال لازمی ہے اور تمام نسبتوں سے خالی ہونا ضروری ہے نسبتوں کے زائل ہونے اور صفات کے اصل کے ساتھ مل جانے کے بعد اگر حضور و توجہ ہے تو خود بخود ہے عارف کو معدوم (نیست) ہونے کے سوا اس وقت میں کچھ نصیب نہیں ہے ذکر کہاں اور حضور کس کو ہے۔ اور آپ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا ہے کہ آپ کا ہاتھ پکڑکر اپنی جانب کھینچا اور آپ فریاد کرتے ہیں یارسول اللہ خذ بیدی یا شفیع المذنبین خذ بیدی [یارسول اللہ میرا ہاتھ پکڑ لیجئے اے شفیع المذنبین میرا ہاتھ پکڑ لیجئے] مبارک و بشارت ہے امید ہے کہ یہ دستگیری آخرت کی نجات کا وسیلہ ہو جائے اور درجات کے حاصل ہونے کا دریچہ بن جائے۔ والسلام

مکتوب ۱۴۶

۲۴۴

یہ مخدوم زادہ عالی درجہ صاحبِ کمالات اصلیہ نعم الخلف شیخ محمد اشرف کے نام کمالاتِ نماز اور اس کے فضائل اور عدمِ محض کے ساتھ ملحق ہونے کی بشارت کے بارے میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم حمد و صلوۃ و ارسالِ دعوات کے بعد عرض ہے کہ مکتوب مرغوب پہنچکر مسرت بخش ہوا

چاہئے کہ اسی طرح پر ظاہر و باطن کے احوال کے متعلق لکھتے رہیں کہ غائبانہ توجہ کا باعث ہے۔ آپ نے لکھا تھا کہ "نماز فرض و نماز تہجد میں کبھی ایک گونہ حلاوت و کیفیت پیدا ہوتی ہے اور تمام اعضا کو احاطہ کر لیتی ہے اس حال میں جی چاہتا ہے کہ نماز کو طویل ادا کرے اور صبح کے حلقہ میں بھی اکثر یہ کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ اے سعادت آثار! جو حلاوت و کیفیت کہ نماز کی ادائیگی کے دوران خاص کر فرض نماز میں پیش آتی ہے بہت اعلیٰ ہے اور اس (حلاوت و کیفیت) پر جو کہ نماز سے باہر پیش آتی ہے کئی درجہ فضیلت رکھتی ہے، نماز کو طولِ قنوت (طویل قیام) کے ساتھ ادا کریں اور رکوع و سجود کو بھی طویل کریں اور کبھی زمین پر (مصلیٰ وغیرہ) کسی چیز کے حائل ہوئے بغیر نماز ادا کریں اور پیشانی کو مٹی کے ساتھ لگا دیں۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ "بندہ کی کوئی حالت اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس سے زیادہ پسندیدہ نہیں ہے کہ وہ اُسے سجدہ کرتے ہوئے دیکھے اور اس کا چہرہ خاک آلود ہو" اور کبھی صحرا کی طرف نکل جائیں اور جس جگہ کہ کوئی شخص نہ دیکھے خاک کے اوپر نماز کو طول اور خشوع و رغبت کے ساتھ پڑھیں، اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ سجدہ کرنے والا اللہ تعالیٰ کے دونوں قدموں پر سجدہ کرتا ہے پس اس کی طلب و رغبت کرنی چاہئے اور کلمۂ طیبہ کے تکرار پر حریص رہیں اور مرادات و تعلقات کی نفی کریں اور ظلال سے اصول کی طرف مائل ہو جائیں۔ اور یہ جو آپ خود کو محض خالی پاتے ہیں اور قلبی ذکر کم محسوس ہوتا ہے اور اپنے آپ کو میلا اور مردود دیکھتے ہیں شاید کہ حقیقتِ عدمیہ کے ظہور سے ہے کہ تعلقات کو ردّ (نفی) کرنے کے بعد سالک عدم صرف دیکھتا ہے اور خالی محض ہو جاتا ہے اپنے اندر ذکر و حضور کا احساس نہیں کرتا اور بھلائی کی بو نہیں دیکھتا، میلا اور مردود جو کچھ (بھی) خود کو ثابت کرتے ہو برمحل ہے کیونکہ کمال اہل کمال کی طرف لوٹ جاتا ہے اور شر و نقص باقی (رہتا) ہے، والسلام

مکتوب ۱۴۷

۲۲۵

حافظ محمد شریف لاہوری کے نام تحریر فرمایا۔

حمد و صلوٰۃ و ارسال تسلیمات کے بعد عرض ہے کہ اس حدود کے فقراء کے احوال و اطوار حمد کے لائق ہیں، اللہ تعالیٰ سے آپ کی عاقبت اور ظاہری و باطنی استقامت کی دعا کی گئی ہے، مکتوب گرامی پہنچ کر مسرت بخش ہوا، فقیر ان دنوں میں درد مفاصل کی وجہ سے بیمار تھا اب اللہ سبحانہٗ کے کرم سے رو بصحت ہے اور پہلے سے بہتر ہو کر ضروری فوائد حاصل ہوئے ہیں۔ میاں محمد باقر چند روز صحبت میں رہا

بہت خوش کیا، اس راستہ کے بعض ضروری فوائد اخذ کئے اور تھوڑے عرصہ میں خوب ترقی کی ہے حق سبحانہٗ کمال کے اعلیٰ مرتبہ تک پہنچائے۔ والسلام اولاً وآخراً۔ میرے مخدوم ومکرم! سعادت آثار میاں محمد باقر کی درخواست پر کچھ توجہ ہماری جانب کی گئی اس نواح کو آپ کے انوار کی شعاعوں سے روشن ومنور پایا، اور دیکھا کہ وہاں کی مخلوق آپ کی طرف کچھ توجہ رکھتی ہے اس ضمن میں ایک خلعت نے بھی آپ کو احاطہ کرلیا ہے شاید کہ اس جگہ کے مدار ہونے کا خلعت ہو، والغیب عند اللہ سبحانہ (اور غیب اللہ سبحانہٗ کے پاس ہے) ربنا اٰتنا من لدنک رحمۃ وھیئ لنا من امرنا رشدا۔

مکتوب ۱۴۸

مولانا محمد حنیف کے نام اُن کے اور اُن کے دوستوں کے احوال کی شرح میں مع بشارتِ عالی تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، تمام تعریف اللہ تعالیٰ کے لئے ہے جو ہر اس چیز کو جانتا ہے جو زمین میں داخل ہوتی ہے اور جو اس میں سے نکلتی ہے اور جو آسمان سے اترتی ہے اور جو اس میں چڑھتی ہے اور وہ نہایت مہربان اور معاف کرنے والا ہے اور اس کے رسول حضرت محمد مصطفےٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر جن کی کتاب (قرآن مجید) توریت وانجیل وزبور سے افضل ہے اور ان کی آل واصحاب پر اٹھائے جانے اور جمع کئے جانے (یعنی قیامت) کے دن تک صلوٰۃ وسلام ہو، اما بعد، گرامی نامہ جو آپ نے اس مسکین کے نام لکھا تھا پہنچکر مسرت بخش ہوا، اللہ سبحانہٗ کی حمد ہے کہ آپ عافیت سے ہیں اور دوستوں کی یاد سے فارغ نہیں ہیں۔ آپ نے نسبت خاصہ کی خواہش کی ہے اور حاضری میں رہنے والے دوستوں پر رشک کا اظہار کیا ہے، میرے مخدوم! ہم نے آپ سے کسی چیز سے دریغ نہیں کیا ہے اور جن امور کی قدرت رکھتا ہوں ان میں کوئی کوتاہی نہیں ہوئی ہے اس کے باوجود دل آپ کی طرف متوجہ اور آپ کی ترقی کا طالب ہے۔ خط لکھنے کا ارادہ کرتے وقت کچھ آپ کی جانب قدرے توجہ واقع ہوئی اور آپ بیش قیمت اعلیٰ خلعت کے ساتھ ظاہر ہوئے اور آپ کے انوار تمام عالم پر چھا گئے اور آپ نے ایک گونہ اتصال والحاق فقیر کی حقیقت کے ساتھ پیدا کیا ہے اور ترقیاں حاصل کی ہیں بعض آئینوں (ظہورات) کے امیدوار ہوئے ہیں۔ آپ نے جو دوستوں کے بارے میں رشک کیا ہے، رشک خود محمود ہے لیکن آپ (بھی) کم درجہ نہیں رکھتے اور دوستوں میں ممتاز ہیں ہاں جو خصوصیات کہ بعض کو ان کی استعداد کی وجہ سے حاصل ہیں وہ دوسری بات ہے اور بحث سے خارج ہے ہر شخص استعداد کی خصوصیت کی وجہ سے کسی امر کے ساتھ مخصوص ہے۔ ع

ع ہر خوش پسرے را حرکاتِ دگر است [ہر اچھے بیٹے کی حرکات مختلف ہیں]

جو چیزیں کہ اسوقت آپ کو حاصل ہیں اکثر طالبوں کا ہاتھ اُن کے دامن تک نہیں پہنچا اور جن امور میں احباب سرِ دست رغبت رکھتے ہیں اور جد وجہد کے ساتھ ان کے حاصل ہونے کے خواہاں ہیں مدت ہوگئی کہ آپ ان کے ساتھ متصف ہیں بلکہ ان سے گذر کر اُن سے زیادہ نازک اسرار سے جا ملے ہیں اور جو خصوصیت کہ آپ (اپنے) ساتھیوں کے باعث رکھتے ہیں ممتاز ہے جو فیوض و برکات آپ کی صحبت میں ہیں ان میں کسی دوسرے کا شریک ہونا معلوم نہیں ہوتا، احباب و مریدین آپ کے کمالات کے آئینے ہیں اور آپ کے معانی ہیں جو کہ مختلف صورتوں میں جلوہ گر ہیں اور آپ کا حُسن ہے کہ اس نے اس لباس میں ظہور کیا ہے دوستوں میں دو شخصوں کے احوال جو آپ نے اس مکتوب میں درج کئے تھے ان کے مطالعہ نے بہت لطف اندوز و مسرور کیا اور باطنی لذتیں بخشیں اللھم زد [اے اللہ! اور زیادہ فرما]۔ میر عبداللہ کے احوال دوسرے دوست کی بہ نسبت بلند و برتر ہیں لیکن اسقدر جاننا چاہیئے کہ اس قسم کے امور جو طالبوں کو پیش آتے ہیں کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ان کی استعداد کے مطابق ہوتے ہیں اور اکثر ایسا ہوتا ہے کہ انعکاس کے ذریعے سے آتے ہیں ان کی استعداد اس جگہ تک نہیں پہنچتی، جو کچھ بھی ہے بہت بڑی نعمت ہے، والسلام علیکم وعلی سائر من اتبع الھدیٰ۔

مکتوب ۱۴۹

سیادت پناہ سید ابوالخیر شاہ آبادی کے نام تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، حامداً و مصلیاً، مکتوب شریف پہنچ کر مسرت بخش ہوا۔ آپ نے لکھا تھا کہ اس سے پہلے ظاہر ہوتا تھا کہ ایک طرح کی ہستی باقی رہتی ہے اب یہ ظاہر ہوتا ہے کہ نہ عین باقی رہتا ہے نہ اثر

ع چوں من ہمہ معشوق شدم عاشق کیست [جب میں تمام معشوق ہوگیا تو عاشق کون ہے؟]

اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کا شکر بجا لائیں اور عین و اثر کے زائل ہونے کو بہت بڑی سعادت سمجھیں اور اسلام حقیقی و اطمینانِ نفس کا وسیلہ جانیں، انسان کا کمال اسی محویت و فنائیت میں ہے سالک کی ہستی سے جسقدر باقی ہے اور کمال و خیر کو جسقدر اپنے اندر ثابت کرتا ہے اُسی قدر نقص و شر کے ساتھ موسوم ہے اس کا کمال نیستی اور کمال کی نفی کرنے میں ہے، اُس کی بھلائی، بھلائی کے سلب میں ہے؟ لیکن زوال۔ فنا کا کمال اُس سے انانیت کے پوری طرح سلب ہونے میں ہے، اس وقت میں وہ

انا الحق نہیں کہہ سکتا کیونکہ یہ (ایسا کہنا) انانیت کے باقی رہنے کی خبر دیتا ہے، پس "میں تمام معشوق ہوگیا" کیا گنجائش رکھتا ہے، بیچارہ جو کہ تمام تعلقات سے خالی ہوگیا ہے اور مراتب میں سے کسی مرتبہ میں ثابت نہیں ہے اور عدمِ محض اور نفیِ خالص کے ساتھ جاملا ہے، وہ اپنے معشوق ہونے کا اثبات کس طرح کرے اور اپنے آپ کو عین مولیٰ کس طرح تصور کرے، وہ نفی و عدمیت کی ایک قسم کے ساتھ مطمئن ہے کیونکہ وہ اپنی بندگی کے ثابت کرنے سے ڈرا ہوا ہے جو کہ ثبوت کی آمیزش رکھتی ہے اور اپنی مولویت (مولا سے نسبت ہونے) کے ثابت کرنے پر کس طرح جرأت کرے اور ذاتی نقص و شر کے باوجود اپنے آپ کو معشوق کس طرح تصور کرے جو کہ ذاتی حسن و جمال کے ساتھ موصوف ہے، آپ نے لکھا تھا کہ کسی بزرگ نے کہا ہے ؎

قلندر آنکہ فوق الوصل جوید [قلندر وہ ہے جو کہ وصل سے اوپر تلاش کرے]

"وصل سے اوپر" سے کیا مراد ہوگی"۔ میرے مخدوم! وصل[1] دو ہونے اور وصل کے باقی رہنے کی خبر دیتا ہے پس وصل سے گذر جانا چاہئے اور نفیِ صرف اور حیرت کی طرف آنا چاہئے جیسا کہ آپ نے خود کسی بزرگ سے نقل کیا ہے اور (اس کی) تعریف کی ہے ؎

چوں وصل درنگنجد ہجراں چہ کار دارد [جب وصل کی گنجائش نہیں ہے تو جدائی کا کیا کام ہے] والسلام

مکتوب ۱۵۰

سیادت پناہ میر محمد ابراہیم کے نام تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، حامداً و مصلیاً، اللہ تعالیٰ نبی کریم اور ان کی بزرگ آل علیہ وعلیہم الصلوات والبرکات کے صدقے ہمیشہ ترقیات میں رکھے، گرامی نامہ جو کہ شوق و آرزومندی کے اظہار پر مشتمل تھا خوشی بڑھانے اور شوق کو بھڑکانے والا ہوا، اپنے کام میں خوب مشغول اور ترقی کے امیدوار رہیں۔ جو حال کہ آپ نے دیکھا تھا اچھا ہے، شکر کریں کہ حق تعالیٰ نے آپ کو لعین (شیطان) کے جال سے محفوظ رکھا بلکہ غالب کیا امید ہے کہ اور بھی زیادہ محفوظ رکھے گا شیطانِ آفاقی کے شر سے بھی اور شیطانِ انفسی (کے شر) سے بھی۔ فرزندی محمد اسحٰق عافیت کے ساتھ پہنچ گیا اور دوستوں کو مسرور و خوش وقت کیا، نوجوانی میں عجیب ہمت حاصل کی ہے حق سبحانہٗ اپنے کرم سے صلحا کے گروہ میں داخل فرمائے اور اس کی صحبت و محبت کی برکت سے ہم ہوس پرستوں کو ہوا و ہوس کی قید سے رہائی بخشے اِنّہٗ قریبٌ مجیب [بیشک وہ قریب ہے اور قبول کرنے والا ہے] اور چونکہ آپ فقرا کے ساتھ محبت استوار رکھتے ہیں (اس لئے) جہاں کہیں ہیں اُن کے

فیوض و برکات سے امیدوار رہیں المرء مع من احب [آدمی اس کے ساتھ ہے جس سے وہ محبت کرتا ہے] اوقات کو معمور رکھنے میں کوشش کریں اور باقیاتِ صالحات (باقی رہنے والی نیکیوں) کے حاصل کرنے میں حریص رہیں دوستوں سے دعا کی امید کی گئی ہے۔ والسلام علیکم وعلی سائر من اتبع الہدیٰ۔

مکتوب ۱۵۱

نیز سیادت پناہ میر محمد ابراہیم کے نام تحریر فرمایا۔

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ، سیادت پناہ! اس فقیر (کی جانب) سے سلامِ عافیت انجام پڑھیں، جو مکتوب کہ آپ نے محبت کے باعث بھیجا تھا اس نے پہنچ کر خوش وقت کیا، اللہ سبحانہٗ کی حمد ہے کہ آپ سلامتی کے ساتھ پہنچ گئے اور خلیفۂ وقت کو خیریت سے دیکھا، آپ نے اہلِ زمانہ کی نامناسبی وغفلت کے بارے میں لکھا تھا، میرے مخدوم! اپنے آپ کو اچھی طرح رکھنا چاہئے اور مولائے حقیقی جلّ عظمتہ کی خوشنودیوں میں کوشش کرنی چاہئے، لوگ کسی طرح رہیں اگر آپ راہِ راست پر رہیں تو اُن کی غفلت وگمراہی آپ میں سرایت نہیں کریگی، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا عَلَیْکُمْ اَنْفُسَکُمْ لَا یَضُرُّکُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اھْتَدَیْتُمْ اِلَی اللّٰہِ مَرْجِعُکُمْ [اے ایمان والو! تم اپنی فکر کرو، جب تم نے ہدایت پالی تو جو شخص گمراہ رہا اس سے تمہارا کوئی نقصان نہیں، تم سب کو اللہ تعالیٰ ہی کی طرف واپس جانا ہے] ہاں بیشک ترک کرنا اور تنہائی اختیار کرنا اولیٰ ہے لیکن حکمت اور فتنہ کو برانگیختہ نہ کرنے کی رعایت کے ساتھ ہو، آپ نے اکثر اوقات میں اپنے اندر خاص کیفیت کے پانے اور شرح صدر کی طرح جو کہ آپ اس سے پہلے کہتے تھے اطمینانِ نفس معلوم کرنے کے بارے لکھا تھا بہت لطف اندوز ہوا، اللھم زد [اے اللہ! اور زیادہ فرما] معلوم ہوتا ہے کہ ولایتِ کبریٰ انجام کو پہنچ گئی ہے اور اوپر کے مقام کے انوار وکمالات نے پر تو ڈالا اور رنگین کر دیا ہے ہم امیدوار ہیں کہ عنقریب اس مقام میں کامل طور پر دخول حاصل ہو جائے گا اور وہاں کے گلشنوں سے تازہ پھول حاصل ہو جائیں گے اور اطمینان نفس اور اس مقام کے جو کہ معصوم بندوں (فرشتوں) کا مقام ہے اور آیتِ کریمہ لَا یَعْصُوْنَ اللّٰہَ مَآ اَمَرَھُمْ وَیَفْعَلُوْنَ مَا یُؤْمَرُوْنَ [جو کچھ ان کو اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے وہ اس میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کرتے اور جس چیز کا ان کو حکم دیا جاتا ہے وہ اس کو بجا لاتے ہیں] ان کی شان میں ہے، حاصل ہونے کی علامت گناہوں کا کم سرزد ہونا اور طاعات وعبادات کی توفیق اور دار الغرور (دنیا) سے کنارہ کشی اور دار القرار (آخرت) کی تیاری ہے۔

برادر دینی محمد باقر نے آپ سے رضامندی کا بہت زیادہ اظہار کیا تھا ہم بہت مسرور ہوئے، اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کے فقراء کی خدمت اور اہل اللہ کی دلجوئی و رضامندی بہت بڑی سعادت ہے، دیکھئے کون صاحبِ نصیب (اس کی طرف) ہدایت پاتا ہے، والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۱۵۲

نیز سیادت پناہ میر محمد ابراہیم کے نام تحریر فرمایا۔

حمد و صلوٰۃ و تبلیغِ دعوات کے بعد عرض ہے کہ مکتوبِ مرغوب پہنچکر مسرت افزا ہوا، سلامت اور استقامت کے ساتھ رہیں، آپ نے خاتمہ کے خوف کے بارے میں لکھا تھا، میرے مخدوم! یہ خوف ایک بہت بڑی نعمت ہے دیکھئے کون سعادت مند ہے کہ جس کو اس خوف کے ساتھ نوازتے ہیں اور اس درد میں مبتلا کرتے ہیں، اس (اللہ تعالیٰ) کے دوست اس درد میں گرفتار ہیں اور یہ ابہام (خاتمہ کا مبہم ہونا) اُن سے آرام و آسائش چھین لیتا ہے۔ آپ نے لکھا تھا کہ "اکثر اوقات نماز میں عجیب لذت حاصل (اور) خاص کیفیت محسوس ہوتی ہے"۔ کیوں ایسا نہ ہو جبکہ نماز مؤمن کی معراج اور دنیا سے آخرت میں جانا ہے، جو حالت کہ معراج کی رات میں پیش آئی تھی اس کا نمونہ نماز میں ہے، قرب کا کمال یہاں (نماز میں) ہے اور حجابات کا دور ہونا اس مقام میں ہے جیسا کہ (حدیث شریف میں) وارد ہوا ہے، یہ لذت پانی منتہیوں کی کیفیت ہے، آپ نے لکھا تھا کہ "جو لذت و کیفیت قرآن مجید کی تلاوت کے وقت میں پیش آتی ہے اس کیفیت سے زیادہ ہے جو کہ لسانی ذکر میں پیش آتی ہے اور بعض اوقات ایسا خیال میں آتا ہے کہ پڑھنے والا کوئی دوسرا شخص ہے میں طفیلی ہوں"۔ میرے مخدوم! تلاوت کے وقت قلب صفتِ کلام کے ساتھ متصف ہوتا ہے جو کہ اُس تعالیٰ شانہ، کی حقیقی صفت ہے اور معلوم ہے کہ صفت کو اپنے موصوف کے ساتھ کس قسم کا قرب و اتحاد ہے پس یہ کیفیت و لذت تمام کیفیات سے ممتاز ہے، کسی نے خوب کہا ہے۔ ص ۲۵۰

اندر سخن دوست نہاں خواہم گشت ۔۔۔ تا بر لبِ اُو بوسہ زنم چونش بخواند

(میں دوست کے کلام میں پوشیدہ ہو جاؤں گا تا کہ جب وہ اس کو پڑھے تو میں اس کے لب پر بوسہ دوں)

کبھی تلاوت کے وقت میں تلاوت کرنے والا اپنی زبان کو حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے درخت کی مانند پاتا ہے تلاوت کرنے والا گویا کوئی اَور ہے اور اس کی زبان آلہ سے زیادہ نہیں ہے جیسا کہ وارد ہوا ہے کہ حق؛ حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) کی زبان پر جاری ہوتا ہے، نیز وارد ہوا ہے کہ

(حضرت) عمر (رضی اللہ عنہ) کے غصے سے ڈرو پس بیشک اللہ تعالیٰ اُس کے غصے کے ساتھ غصہ کرتا ہے
آپ نے لکھا تھا کہ "ولایتِ کبریٰ کی کیفیت کے علاوہ ایک اور کیفیت اپنے اندر پاتا ہوں اور دونوں
کیفیتوں میں نمایاں فرق ظاہر ہوتا ہے۔ اے سعادت آثار! فقیر نے اس سے پہلے ولایتِ کبریٰ کے
ماسوا آپ کے بارے میں لکھا تھا اور اب بھی اوپر کی ولایت سے کچھ حصہ معلوم ہوتا ہے یہ یافت (پایا)
اسی سے ہے اور چونکہ یہ ولایت ملاءِ اعلیٰ کی ولایت ہے جو کہ معصوم ہیں، کوشش کریں کہ پاکوں
(معصوموں) کی صفت کے ساتھ موصوف ہو جائیں اور عصمت (پاکدامنی) سے بہرہ ور ہوں —
آپ نے اپنے مبداءِ تعین کے متعین کرنے اور نیز اپنی ولایت کے تعین کے بارے میں کہ آپ کس نبی کے
زیرِ قدم ہیں دریافت کیا تھا نیز لکھا تھا کہ "اپنے آپ کو لطیفۂ اخفیٰ کے انوار کے فیوض میں نہایت کامل
مناسبت پاتا ہے اور اپنی ولایت کو اخفیٰ کی ولایت پاتا ہے اور اس بات کے پانے میں ہرگز اور مطلق شک
نہیں ہے۔" میرے مخدوم! یہ فقیر بھی آپ کی مناسبت اخفیٰ کے ساتھ مخصوص سمجھتا ہے اور آپ کی ولایت
کو (لطیفۂ) اخفیٰ کی ولایت تصور کرتا ہے اس لئے اس صورت میں آپ اپنے پیغمبر علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ
والسلام کے زیرِ قدم ہوئے اور آپ کا مبداءِ تعین صفتِ اجمالِ علم ہوا والعلم عند اللہ سبحانہ
[اور علم اللہ سبحانہٗ کے پاس ہے] — آپ نے میر اسحٰق کی نوکری کے ترک کے بارے میں لکھا تھا الخیر فی ما
صنع اللہ سبحانہ [حق سبحانہٗ جو کچھ کرتا ہے اس میں بھلائی ہے] حق تعالیٰ فقرا کے عادات واطوار پر
استقامت عطا فرمائے، آپ بے چین نہ ہوں اَلتَّاَنِّی من الرحمٰن [تاخیر رحمٰن (اللہ) کی طرف سے ہے] فقر اور
اس پر استقامت بہت بڑی سعادت ہے، صابر فقرا کل قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کے جلیس ہوں گے، لیکن
ہر وہ چیز جو کہ حکمت اور اہلِ حقوق کی رضا کی رعایت سے واقع ہو وہ زیادہ بہتر و مناسب ہے۔ والسلام

سیادت پناہ میر محمد اسحٰق کے نام تحریر فرمایا۔

حامداً ومصلیاً، دلی دوستوں کا محبت آمیز و شوق انگیز مکتوب مسرت افزا اور لذت بخش ہوا،
آپ نے لکھا تھا کہ "جو محبت اس طرف منسوب ہے وہ اس محبت سے اوپر ہے جو کہ اس تعالیٰ شانہٗ کی
مقدس بارگاہ سے منسوب ہے، اور اس کی وجہ سے اکثر خوف و خشیت میں رہتا ہے۔" اے سعادت آثار!
جو کچھ آپ نے لکھا ہے تین توجیہات رکھتا ہے پہلی توجیہ ابتدائی حالت کے مناسب ہے اور دوسری توجیہ

م ۲۵۱

متوسط حال والوں کے مناسب ہے اور مبتدیوں کے ساتھ خصوصیت نہیں رکھتی اور تیسری توجیہ منتہیوں کا حال ہے۔ پہلی توجیہ یہ ہے کہ جو محبت پیرو مرشد کے ساتھ ہے وہ حق جلّ وعلا کی محبت کا وسیلہ ہے اس معنی میں کہ جبتک اس محبت کو درست نہ کرے اس محبت تک جو کہ اصلی مقصود ہے نہیں پہنچتا کیونکہ ابھی وہ اس محبت کے قابل نہیں ہے پس اگر مطلب تک پہنچنے سے پہلے وسیلہ کو قوی تر پائے تو گنجائش رکھتا ہے اور اس محبت سے مراد وہ محبت ہے جو سالک کے وجود کو فنا کرنے والی ہے اس لئے بزرگوں نے کہا ہے کہ فنا فی الشیخ فنا فی اللہ کی تمہید ہے اور شک نہیں ہے کہ فنا محبت کا نتیجہ ہے۔ دوسری توجیہ یہ ہے کہ جو محبت عالمِ چون کے ساتھ متعلق ہے وہ عالمِ چون سے ہے اور جو محبت کہ بیچون سے تعلق رکھتی ہے وہ محبت بھی بیچون ہے کہ ایک دم سے چون کے ادراک میں نہیں آتی، پس اگر چون کی محبت کو بیچون پر غالب پائے تو گنجائش رکھتا ہے اگرچہ حقیقت میں بیچون کی محبت غالب ہو، کیا تو نہیں دیکھتا کہ شوق و جوش اور چلّانا چیخنا اور رونا جو عشقِ مجازی میں ہے وہ عشقِ حقیقی میں کم ہوتا ہے کیونکہ وہ بیچون سے کچھ حصہ اور بے کیفی سے کچھ نشہ رکھتا ہے۔ تیسری توجیہ یہ ہے کہ مرتبۂ ذاتِ بحت تعالیٰ میں کسی چیز کے ثابت کرنے کی کوئی گنجائش نہیں ہے اور اس مرتبۂ عالیہ سے سلب کے سوا عارف کا کچھ حصہ نہیں ہے، پس محبت کا ثابت کرنا بھی راہ میں رہ جانا ہے جو کہ مرتبۂ صفات میں ہے اور اس بات کی تفصیل رسالہ مبدأ و معاد سے معلوم کرنی چاہئے جو اس معرفت میں ہے جو کہ (حضرت عالی قدس سرہٗ نے) اپنی بات اور رابعہ بصری کی بات کے درمیان فرق کے بارے میں تحریر فرمائی ہے۔ آپ نے اپنے باطنی احوال کے بارے میں کچھ نہیں لکھا، ہم امیدوار ہیں کہ ولایتِ کبریٰ کا معاملہ انجام کو پہنچ گیا ہوگا اور اوپر کی ولایت کے انوار و اسرار روشن اور فائض ہوگئے ہوں گے، اس بارے میں غائبانہ توجہ کی گئی اور آپ نے محسوس کی ہوگی۔ والسلام

مکتوب ۱۵۴

نیز سیادت پناہ میر محمد اسحٰق کے نام تحریر فرمایا۔

الحمد للہ رب العٰلمین والسلام علی رسولہ محمد وآلہ اجمعین اما بعد، مکتوب شریف پہنچکر مسرت بخش ہوا، آپ نے تعلق نوکری کے ترک ہو جانے کے بارے میں لکھا تھا ہزار شکر ہے کہ سہولت و عافیت کے ساتھ میسر ہوا، نیک و مبارک ہے، حق سبحانہٗ استقامت عطا فرمائے۔ آپنے استقامت کے لئے فاتحہ (دعا) چاہی تھی فاتحہ پڑھی گئی اور توجہ کی گئی۔ آپ نے قلب کی وسعت کے بارے میں لکھا تھا، وسیع کیوں نہ ہو جبکہ

۲۵۲

وہ یسعنی [میری گنجائش رکھتا ہے] کے شرف سے مشرف ہوا ہے اور رحمٰن کا عرش بنا اور برزخِ جامع کہلایا اور مولیٰ جل شانہٗ کا مقامِ نظر قرار پایا ہے، انسان جو کہ نسخۂ جامعہ ہے جو کچھ اس کی کلیت میں ثابت ہے وہ تنہا قلب میں ثابت ہے ــــ آپ نے لکھا تھا کہ "جو لذت وحضور وجمیت کہ فرض نماز میں ہے وہ فرض کے علاوہ میں نہیں ہے خاص طور پر سجدوں میں کہ اُن سے سر اٹھانا اچھا نہیں لگتا"۔ بیشک نماز مؤمن کی معراج اور کمالِ قرب کا مقام ہے رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنی راحت کو نماز میں تلاش کیا ہے اور قرۃ عینی فی الصلوٰۃ [میری آنکھ کی ٹھنڈک نماز میں ہے] فرمایا ہے اور جو لذت کہ فرض نماز میں پیش آتی ہے غیر فرض پر کامل فضیلت رکھتی ہے، سجدہ کے بارے میں کیا لکھے، سجدہ کرنے والا اللہ تعالیٰ کے دونوں قدموں پر سجدہ کرتا ہے پس اس کی طلب کرنا اور اس پر حریص ہونا چاہئے اور نیز آیا ہے کہ "بندہ کی کوئی حالت اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس سے زیادہ پسندیدہ نہیں ہے کہ وہ اُسے سجدہ کرتے ہوئے دیکھے اور اس کا چہرہ خاک آلود ہو"۔ اور نیز وارد ہوا ہے کہ "بندہ سجدہ کی حالت میں اللہ کے زیادہ قریب ہوتا ہے"۔ کبھی کبھی چاہئے کہ نماز مٹی پر کسی واسطہ (مصلّی وغیرہ) کے بغیر ادا کی جائے اور سجدہ کیا جائے اور نماز میں طویل قیام، طویل رکوع اور طویل سجدوں پر راغب رہیں اور نوافل میں اگر چاہیں تو رکوع وسجود وقومہ کی ماثورہ دعائیں پڑھیں، فقیر نے بھی ان دعاؤں کو احادیث کی کتابوں سے ایک رسالہ میں جمع کیا ہے اگر وہاں سے یاد کرلیں تو مناسب ہے۔

اور یہ جو آپ نے لکھا ہے کہ "اگر حقیقتِ کعبہ معبودیت ومسجودیت کے اعتبار کے ساتھ مقید ہو تو چاہئے کہ اس حقیقت تک وصول کمالاتِ نبوت کے حاصل ہونے سے پہلے ہو کیونکہ کمالاتِ نبوت شیون واعتبارات سے اوپر ہیں اور حالانکہ معاملہ برعکس ہے"۔ میرے مخدوم! اس سوال کا جواب ایک سِرّ ہے کہ جس کا ظاہر کرنا فی الحال مصلحت سے دُور ہے مختصر طور پر اتنا لکھا جاتا ہے کہ کمالات کا فوقیت رکھنا اُن اعتبارات سے ہے جو کہ ولایتِ کبریٰ میں داخل ہیں اور صفات کے اصول ہیں نہ کہ مطلق اعتبارات، حضرت عالی (قدس سرہٗ) نے حقیقتِ کعبہ کو ایک جگہ سرادقاتِ عظمت وکبریائی (عظمت وکبریائی کے سراپردے) لکھا ہے اور ایک جگہ نورِ صرف اور کسی جگہ اُسی کو حقیقتِ احمدی قرار دیا ہے اور یہ سب تعبیرات اعتباراتِ متنزلہ (نیچے درجے میں) ہیں اور کمالاتِ نبوت اُن سے بھی متنزلہ (نیچے کے درجے میں) ہیں۔ آپ نے اپنے مبدأ تعین کی تشخیص اور اپنی ولایت کے تعیّن کے بارے میں پوچھا تھا انشاء اللہ تعالیٰ (یہ فقیر) اس بارے میں غور کرے گا۔ اگر معلوم ہوا تو انشاء اللہ تعالیٰ اطلاع دیگا۔

ص ۲۵۳

آپ کے والد شریف کی روحانیت کے لئے فاتحہ پڑھی اور ختمِ قرآن مجید کا ثواب بھی بخشا اور

لیت کا اثر ظاہر ہوا اور کچھ فرحت اُن میں ظاہر ہوئی اور نسبت کے دینے میں بھی توجہ کی اور اس کا اثر
ظاہر ہوا، والغیب عند اللہ سبحانہ [اور غیب (کا حال) اللہ سبحانہ، جانتا ہے]
آپ نے اپنے آنے کے بارے میں پوچھا تھا، کیا مانع ہے، آپ کا گھر ہے لیکن دوستوں کے مشورہ و
صلحت اور اہلِ حقوق کی مرضی سے آئیں اس طرح پر کہ فتنہ کے بیدا ہونے کا باعث نہ ہو۔ اور جو حال
بنے دیکھا ہے روشن و مبارک ہے۔ (یہ) سطور لکھنے کے بعد معلوم ہوا کہ آپ کو ولایتِ موسوی علیٰ نبینا
لیہ الصلوۃ والسلام کے ساتھ مناسبت ہے اور (آپ کا) مبدأ تعین صفتِ کلام ہے، پھر بھی اس امر میں
ہ کی جائے گی انشاء اللہ تعالیٰ۔

مکتوب ۱۵۵

فضائل مآب محمد امین حافظ آبادی کے نام تحریر فرمایا۔

الحمد للہ کہ احوال ہر طرح سے خیریت کے ساتھ گذر رہے ہیں، دوستوں کی خیریت و جمعیت و استقامت
للوب و مامول ہے، جو مکتوب آپ نے محبت کی راہ سے بھیجا تھا اُس نے پہنچکر خوش وقت کیا۔ آپ نے
فتِ علم اور حقیقتِ کعبہ کے ساتھ کچھ مناسبت لکھی تھی، صفتِ علم کے ساتھ کیوں مناسبت نہ ہو جبکہ آپ
، شیخ کا مربی وہی صفت ہے اور اسی ذریعہ سے فیوض و برکات ہمیشہ پہنچتے ہیں اور ترقیاں پاتے ہیں اگر آپ
، ذاتی مناسبت کے بارے میں لکھا ہے تو نیک و مبارک ہے فقیر بھی انشاء اللہ تعالیٰ غور کرے گا اور ہم امید
ھتے ہیں کہ آپ حقیقتِ کعبۂ ربانی سے بہرہ مند ہو جائیں اور اس کے انوار کے ساتھ متحقق و منور ہو جائیں۔
آپ نے لکھا تھا کہ مولانا احمد برکی نے حضرت عالی (قدس سرہ) کی خدمت میں لکھا تھا "بعض اکابر نے
مایا ہے کہ" آدمی جو کچھ کرے صاحبِ زماں کے حکم سے کرے تاکہ فائدہ دے اگرچہ شرع کے موافق کام ہوں"
یہ بات صحیح ہے تو تمام شرعی کاموں میں (آپ کے) فرمان کا امیدوار ہے۔ حضرت عالیؒ نے ان کو تحریر فرمایا کہ

، یہ عبارت حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے مکتوباتِ شریفہ دفتر اول کے مکتوب ۲۵۴ میں درج ہے: "عارفِ صاحبِ زمان بمنزلہ
ہد ہوتا ہے اور لوگوں کی استعدادیں مختلف ہوتی ہیں اس لئے وہ لوگوں کو ان کی استعداد کے مطابق امور شرعی نافلہ کی اجازت
یتا ہے"۔ حضرت موصوف کی اس عبارت سے مفہوم ہوتا ہے کہ انھوں نے مکتوب الیہ کے لئے کسی دوسرے شخص سے جو اُس وقت صاحبِ زمان
، اجازت حاصل کرکے اُن کو اجازت دی ہے، اس کے مطلب میں دو احتمال ہیں لیکن یہ کہ اسوقت تک حضرت صاحب موصوف خود
رفِ صاحبِ زمان نہیں تھے بلکہ کوئی دوسرا شخص تھا جس سے حضرتؒ نے ان کیلئے اجازت حاصل کی ہے، دوسرا احتمال یہ ہے کہ حضرتؒ
وقت بھی صاحبِ زمان تھے لیکن حضرت موصوف نے اولیائے کرام و صاحبِ زمان کے طریقے کے مطابق حق تعالیٰ شانہٗ کی بارگاہ سے
ریقِ استخارہ یا القا یا الہام وغیرہ اجازت حاصل کی ہوگی واللہ اعلم بالصواب (مستفاد از شرح مولانا نصر اللہ خان کابلی) اور یہی دوسرا احتمال قوی
لوم ہوتا ہے۔ (مترجم)

"آپ کے لئے اجازت حاصل کر کے آپ کو اجازت دیدی، لیکن جان لیں کہ فائدہ سے مراد خاطر خواہ فائدہ ہے نہ کہ مطلقاً" اور آپ نے بھی اس حقیر سے اجازت طلب کی تھی میرے مخدوم! اگرچہ فقیر کی اجازت کو کوئی دخل نہیں ہے (پھر بھی) ہم نے آپ کو اجازت دی[1]۔ والسلام

ص۲۵۴

مکتوب ۱۵۶

جان محمد بیگ کولابی کے نام تحریر فرمایا۔

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ، جو مکتوب کہ آپ نے محبت کی راہ سے بھیجا تھا پہنچکر خوش وقت کیا، آپ نے لکھا تھا کہ "جو کچھ دید و دانش میں آ رہا وہ سب اس کا غیر تھا، مطلوبِ حقیقی سے کوئی چیز ہاتھ نہیں آئی ہمیشہ عمر بے چینی میں گذرتی ہے اور رنج و اضطراب ہر وقت دامنگیر ہے"۔

بیشک اسی طرح ہے ممکن واجب سے اور حادث قدیم سے اور چون بیچون سے کیا پائے، مقید مطلق سے کیا حاصل کرے، ممکن و مقید جہاں تک جائے اور ترقیات حاصل کرے قید و امکان سے نہیں نکلتا اور وجوب و اطلاق کے ساتھ متحقق نہیں ہوتا۔ ؎

سیہ روئی ز ممکن در دو عالم جدا ہرگز نشد واللہ اعلم

[ممکن سے اس کی سیاہ روئی دونوں جہان میں ہرگز جدا ہونے والی نہیں ہے اور اللہ بہتر جانتا ہے]

اس لئے فقدان (گم کرنا) ہر وقت دامنگیر ہوا اور جدائی و ناامیدی نقدِ وقت ہوئی، کسی نے خوب کہا ہے ؎

سرِ پیوندِ ما ندارد یار چوں تواں شد ز عمر برخوردار

[دوست ہمارے ملانے کا خیال نہیں رکھتا، عمر سے کس طرح بہرہ اندوز ہوا جا سکتا ہے]

شیخ عطار فرماتے ہیں۔ ؎

نمی بینی کہ شاہے چوں پیمبر نیافت او فقر کل تو رنج کم بر

[کیا تو نہیں دیکھتا کہ جب پیغمبر جیسی عظیم الشان ہستی کو فقر کامل (بشریت سے کلی انقطاع) حاصل نہیں ہوا (اسلئے) تو بھی اس کا رنج نہ کر]

فقرِ کل سے مراد بشریت و امکان کی قید سے رہائی پانا اور (واجب تعالیٰ کے ساتھ) متحقق ہے جو کہ محال ہے پس نایافت و فقدان ہر وقت حاصل زندگی اور عجز و حیرت شاملِ حال ہے، پس وصل و اتصال کس طرح اور وجد و حال کہاں ہے سیر و سلوک سے مقصود حجابات کا دور ہونا ہے خواہ امکانی ہوں یا وجوبی جو کہ اسماء، وصفات و شیون و اعتبارات ہیں نہ یہ کہ مطلوب کو قید میں لے آئیں اور عنقا کو شکار کر لیں

---

[1] اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عروۃ الوثقیٰ قدس سرہ بھی عارف صاحب "ماں" تھے لیکن کسرِ نفسی کے باعث صاف اظہار نہیں فرمایا (مترجم)

افسوس در افسوس ہم کبتک آب نما سراب سے تسلی حاصل کریں اور پری صورت دیو پر فریفتہ رہیں ؎

بوقتِ صبح شود ہمچو روز معلومت　　　که باکه باختۂ عشق در شبِ دیجور

[تجھ کو صبح کے وقت دن کی طرح معلوم ہو جائیگا کہ تونے اندھیری رات میں کس کے ساتھ عشق بازی کی ہے] والسلام

محمد شاہ گرز بردار کے نام تحریر فرمایا۔

حمد و صلوٰۃ اور ارسالِ تسلیمات کے بعد عرض ہے کہ جو مکتوب مرغوب آپ نے اس مسکین کے نام تحریر کیا تھا، پہنچکر مسرت بخش ہوا، عافیت و جمعی کے ساتھ رہیں اور شریعت و سنت کے راستہ پر قائم رہیں اور ظل سے اصل کی طرف آئیں اور صفت سے ذات کی طرف مائل ہوں۔ آپ نے کسی چیز کے ساتھ بھی دل کا تعلق نہ ہونا اور اپنے آپ کو تمام ماسوا سے بیگانہ پانے اور غیروں کی محبت سے پورے طور پر بے تعلق ہو جانے کے بارے میں لکھا تھا واضح ہوا، کتنی بڑی نعمت ہے کہ دل غیروں کی محبت سے منقطع ہو جائے اور غلبۂ احدیت کثرت کے زنگار کو باطن کے آئینے سے پوری طرح دور کردے اور اپنی محبت میں یکسو و یکرو بنادے اور یہ بے تعلقی معرفت حاصل ہوئے بغیر صورت پذیر نہیں ہوتی، بزرگوں نے کہا ہے "جبتک نہ پلئے رہائی نہیں پاتا" معرفت ہی ہے جوکہ اس کے بے تعلقی اور رہائی کا ذریعہ بنتی ہے اور وصل ہی جوکہ ماسوا سے جدا ہونے کا سبب بنتا ہے۔

آپ نے لکھا تھا کہ "اس سب مایوسی و فراموشی و بیگانگی کے باوجود جو کچھ کہ حاصل رکھتا تھا اس کو بھی اپنے اندر نہیں پاتا، خلوت خانہ اغیار سے خالی اور شاہی تخت آراستہ ہے بادشاہ کی ضرورت ہے میں اس کو بھی نہیں پاتا ہوں۔ غرض یہ ہے کہ اگر ہم اس طرف ہیں تو خود یہ نسیان کیا چیز ہے اور اگر اس طرف ہیں تو معشوق کہاں ہے۔" میرے مخدوم! معشوق ہماری دید و دانش سے باہر ہے اور ہماری گفت و شنید سے برتر ہے جو کچھ ہمارے ادراک و فہم میں آتاہے اور وہم و خیال میں سماتا ہے وہ نہیں ہے۔ حضرت خواجہ نقشبند (قدس سرہٗ) نے فرمایاہے کہ جو کچھ دیکھا، سُنا اور جانا گیا ہے یہ سب غیر ہے، کلمۂ لَا کی حقیقت کے ساتھ اس کی نفی کرنی چاہئے، کسی نے خوب کہا ہے ؎

گر ترا معشوقِ خیالے در سر است　　　نیست معشوق آں خیالِ دیگر است

[اگر تیرے سر میں معشوق کا کوئی خیال ہے وہ معشوق نہیں ہے (بلکہ) دوسرا خیال ہے]

اکابر کے طریقہ کا سلوک طے کرنے سے مقصود حجابات کا دور ہونا ہے تاکہ اسلامِ حقیقی صورت پذیر ہو جائے

اور شرک کے دقائق سے کچھ نجات حاصل ہو جائے اور نفسِ امارہ کی انانیت و بغاوت و سرکشی جو کہ اس کی ذات میں ودیعت کی گئی ہے زائل ہو جائے اور حقیقی فنا کے ساتھ مشرف ہو جائے اور اطمینان تک پہنچ جائے اور راضی و مرضی ہو جائے نہ یہ کہ مطلوب کو جال میں لائے اور عنقا کو شکار کرے۔ ع

عنقا شکارِ کس نہ شود دام باز چیں   [عنقا کو کوئی شکار نہیں کر سکتا تو اپنا جال اُٹھالے]

دوست چاہتے ہیں کہ معشوق کو آغوش میں لے لیں اور سیمرغ کو شکار کر لیں (یہ) مشکل کام ہے حادث قدیم کا کیا ادراک کرے اور مقید مطلق کا کیا احاطہ کرے، مقید جہاں تک جائے قید کو اپنے ساتھ لے جائیگا اور یہ عیب ہمیشہ اس کا دامنگیر ہوگا اور مطلق قیود سے پاک اور عیوب سے بری ہے پس اس کا طالب ہر وقت عجز و نا امیدی کے ساتھ موصوف ہے۔

سر پیوندِ ما ندارد یار   چوں تواں شد زبخت برخوردار

[دوست ہمارے ملانے کا خیال نہیں رکھتا بخت سے کس طرح بہرہ اندوز ہوا جا سکتا ہے]

جو حصہ کہ عارف کو اس بارگاہِ عالی سے (حاصل) ہے وہ استہلاک و اضمحلال (فنا) ہے۔ ع

از حضرتِ ذات بہرہ استہلاک است   [حضرتِ ذات (تعالیٰ شانہ) سے حصہ فنائیت (کا حصول) ہے]

اس کے حق میں کمال اپنے آپ سے کمال کی نفی کرنا ہے اور بھلائی کے سلب (نفی) میں بھلائی ہے اگر کمال یا بھلائی کو اپنی طرف نسبت کرے تو خائن ہوگا اور (اپنے) مولا کے ساتھ ہمسری و شرکت کا دعویٰ کریگا۔ بیچارہ کہ جس کا کمال اور بھلائی کمال اور بھلائی کے سلب میں ہے اپنے صاحب کے کمال و جمال سے کیا ادراک کرے اور کیا پائے ؎

گیرم کہ بغم خانۂ ما یار خرامد   کو حوصلہ و طاقتِ دیدار کہ دارد

[میں مانتا ہوں کہ ہمارے غم خانۂ دل میں یار خوش خرام ہے (لیکن) اس کے دیدار کا حوصلہ و طاقت کس کو ہے] والسلام اولاً و آخراً

۲۵۶
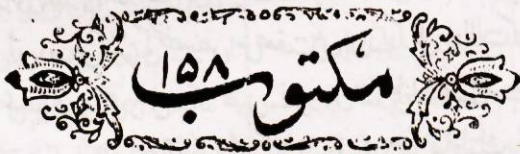
میرک معین الدین کے نام تحریر فرمایا۔

حمد و صلوٰۃ و ارسالِ تسلیمات کے بعد عرض ہے، اکام کی ذمہ داری یہ ہے کہ باطن ماسوا کی محبت و گرفتاری سے بلکہ غیر اللہ کی دید و دانش سے رہائی حاصل کرے اور ظاہر شرعی احکام سے آراستہ ہو، اس نعمت کا حاصل ہونا صوفیائے کرام کی خدمت کے ساتھ وابستہ ہے اور ان کی صحبت میں یہ مطلب سہولت کے ساتھ میسر ہے اور اس کے بغیر مشکل ہے، شرعی احکام کے ساتھ پوری طرح آراستہ ہونا اور طاعات کی ادائیگی

اور شبہات سے اجتناب میں آسانی ہونا فنائے نفس کے ساتھ وابستہ ہے جب تک نفس بغاوت و سرکشی اور امارگی کی انانیت سے جو کہ اس کی فطرت میں ودیعت کی گئی ہے خالی نہ ہو جائے اور فرمانبرداری و اطمینان تک نہ پہنچے شریعت کی حقیقت کا حاصل ہونا صورت پذیر نہیں ہوتا، اطمینان سے پہلے شریعت کی صورت اور اطمینان کے بعد حقیقت ہے اور صورت و حقیقت کے درمیان زمین و آسمان کا بلکہ اس سے بھی زیادہ فرق ہے، شریعت کی صورت اہلِ ظاہر کے نصیب ہے اور اس کی حقیقت اہلِ حقیقت کے نصیب ہے، ایمان کی صورت جو کہ عوام کو نصیب ہے اور اس کو ایمانِ مجازی کہتے ہیں زوال و خلل سے مامون نہیں ہے المجاز ینفی [مجاز کی نفی ہو جاتی ہے] آپ نے سنا ہوگا اور ایمانِ حقیقی جو کہ خواص و اہلِ حقیقت کا ایمان ہے زوال سے محفوظ اور خلل سے مامون ہے، آیتِ کریمہ یَآ اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اٰمِنُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ الآیہ[1] (اے ایمان والو! اللہ اور رسول پر ایمان لاؤ) میں گویا اس ایمان کی طرف اشارہ ہے اور فنا میں قدم جس قدر راسخ ہوگا ایمان اسی قدر کامل ہوگا۔ (حضرت) صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایمان تمام امت کے ایمان پر زیادہ ترجیح والا ہوا جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہے کیونکہ ان کی فنا اکمل تھی اور ان کا تقویٰ بہت زیادہ تھا حق تعالیٰ نے ان کو قرآن مجید میں اَتْقٰی (بہت زیادہ متقی) فرمایا جو شخص اتقی ہے وہ نص کے مطابق اللہ کے نزدیک اکرم اور جو شخص کہ اکرم ہے وہ قرب کے مراتب میں سب سے زیادہ ہے اور یقین و ایمان قرب کے اندازے سے ہے اور رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم نے اُن (حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ) کی شان میں فرمایا "جو شخص یہ چاہے کہ کسی ایسے مُردے کی طرف دیکھے جو سطحِ زمین پر چل رہا ہو تو اس کو چاہیے کہ ابنِ ابی قحافہ (ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ) کی طرف دیکھے" بیشک وہ میت کامل تھے ورنہ تمام صحابہ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی) صحبت کے شرف سے اُس موت کے ساتھ جو کہ موت سے پہلے ہے مُردہ تھے پس اُن (صدیقِ اکبرؓ) کی تخصیص اس صفت میں ان کے کمال پر دلالت کرتی ہے اور ان کے ایمان کے کامل ہونے پر یہ بھی دلیل ہے کہ انھوں نے (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے) محض سنتے ہی تصدیق کی اور دلیل و معجزہ کے لئے احتجاج نہیں کیا، اُن کی شان میں وارد ہوا "ماظنك باثنین اللّٰہ ثالثھما [تیرا ان دو (رسول اللہؐ و ابوبکرؓ) کے بارے میں کیا گمان ہے جن کا تیسرا اللہ ہے] والسلام

[1] پ ۵ ع ۱۳۶

تمت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اشاریہ

مکتوب الیہم مکتوباتِ معصومیہ ہر سہ دفتر

مکتوباتِ معصومیہ ہر سہ دفتر کے مکتوب الیہم کی فہرست حروفِ تہجی کے اعتبار سے پیش کی جاتی ہے امید ہے کہ قارئینِ کرام پسند فرمائیں گے۔ (مترجم)

الف

(۱) آدم تتوی (شیخ) دوم ۵۹-۶۳-۷۶-۷۷

(۲) ابراہیم (خواجہ) اول ۱۷۳

(۳) ابو اسحٰق (حافظ) سوم ۲۲-۱۱۹-۱۹۷

(۴) ابو الخیر شاہ آبادی (سید) دوم ۱۴۹ سوم ۷۳-۲۰۱

(۵) ابو الفضل کشمیری (مولانا) دوم ۲۳

(۶) ابو الفیض کابلی، دوم ۳۸

(۷) ابو القاسم (مخدوم زادہ) دوم ۲-۱۰۲-۱۲۱-۱۲۳-۱۲۹-

(۸) ابو القاسم بن محمد مراد لاہوری، دوم ۶۱

(۹) ابو محمد لاہوری (ملا) سوم ۴۰

(۱۰) ابو المظفر برہانپوری (شیخ) دوم ۳۹-۷۱- سوم ۵۴-۹۰-۱۲۵-۲۳۹

(۱۱) ابو المعالی (مرزا) سوم ۱۷-۵۶- دوم ۱۰۱-۱۰۴

(۱۲) ابو المکارم (شیخ) سوم ۱۵۳-

(۱۳) احمد بخاری (خواجہ) دوم ۳۲-۱۳۰- سوم ۶۸-۱۰۹-۱۲۴-۱۳۲-

(۱۴) اسد اللہ افغان (شیخ) اول ۵۰

(۱۵) اسد اللہ بیگ، اول ۲۰۴

(۱۶) اسرائیل (سید) دوم ۹۱- سوم ۱۰۷-۱۱۶-۲۰۳

(۱۷) اسمٰعیل خان بیگ (مرزا) اول ۲۰۹

اسلام خان، ملاحظہ ہو میر ضیاء الدین حسین

(۱۸) اللہ داد (مولانا) اول ۵۸-

(۱۹) الیاس (شیخ) اول ۱۶۵-

(۲۰) امام الدین پنجابی (شیخ) سوم ۹۲

(۲۱) امان اللہ نبیرہ شیخ حمید بنگالی (شیخ) سوم ۳۴-۸۱

(۲۲) امان اللہ برہان پوری (مرزا) اول ۲۴-۷۶-۱۸۶-۲۰۵-۲۲۷-

(۲۳) امان اللہ قاضی زادہ برہان پوری (خواجہ) دوم ۹۴- سوم ۹۳-۱۲۶-۱۸۵-

(۲۴) امان بیگ بدخشی سوم ۱۶۷-۲۳۷

(۲۵) امیر خان (سیادت پناہ) دوم ۱۰۰

(۲۶) امین قدیم- دوم ۱۰۵

(۲۷) انور نور سرائی (شیخ) سوم ۱۳۱-۱۵۵-۲۰۴-

ب

(۲۸) باقی بخاری (میر) دوم ۴۴

(۲۹) بایزید (شیخ) ولد بدیع الدین سہارنپوری۔
دوم ۴۲ - ۷۳ - ۷۴ - ۸۰ - ۸۵ - ۱۳۹
سوم ۱۰۸ - ۱۵۲۔

(۳۰) بختاور خاں۔ سوم ۴

(۳۱) بدر بیگ سمرقندی دوم ۹۳ - سوم ۹۶

(۳۲) بدرالدین سلطان پوری (شیخ) اول ۳۵۔
دوم ۷۸ - ۱۱۴ - سوم ۶۵۔

(۳۳) برخوردار کابلی (مولانا) دوم ۱۰۶۔

پ

(۳۴) پیر بزرگوار والد ماجد حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ
اول ۱۔ تا ۷۔

(۳۵) پادشاہ بلخی (خواجہ) سوم ۸۳

(۳۶) پاینده محمد کابلی (صوفی) سوم ۱۸ - ۱۹ -
۱۷۸ - ۲۰۲ - ۲۱۲

(۳۷) پیر محمد (حافظ) دوم ۹۰

ت

(۳۸) تربیت خاں۔ اول ۱۶۴

(۳۹) تیمور بیگ کلابی۔ سوم ۸۲ - ۱۸۶۔

ج

(۴۰) جان محمد بیگ (خان محمد بیگ) کولابی، دوم ۱۳۳، ۱۵۴
سوم ۴۶ - ۷۸ - ۱۱۴ - ۱۳۸ - ۱۴۸۔

(۴۱) جعفر خاں (خواجہ جملۃ الملکی) سوم ۹۴ - ۹۸
۱۱۱ - ۱۲۳۔

(۴۲) جمال الدین (ملا) اول ۱۷۷ - ۱۸۱

(۴۳) جنید جہتی (شیخ) دوم ۱۳۷

ح

(۴۴) حامد (ملا) دوم ۲۶

(۴۵) حبیب اللہ حصاری ثم البخاری (حاجی)
دوم ۱۳۴ - سوم ۵۷ - ۱۶۰ - ۲۳۰

(۴۶) حسن (شیخ) اول ۱۵۹۔

(۴۷) حسن علی پشاوری (ملا) اول ۳۹ - ۶۱ - ۶۵
۷۳ - ۹۸ - ۱۲۵ - ۱۳۴ - ۱۳۵ - ۱۳۹ -
۱۷۸ - ۲۱۴ - دوم ۱ - ۲ - سوم ۱۱۵ -

(۴۸) حسین (حاجی) اول ۲۶ - ۱۵۳ - ۱۷۵ -
۱۹۹ -

(۴۹) حسین الخلوتی الرومی المدنی (شیخ) دوم ۴۰

(۵۰) حسین منصور جالندری (شیخ) دوم ۹۲ - ۱۰۹ -
۱۲۰ - سوم ۳۰ - ۳۵ - ۹۹ - ۱۳۰ - ۱۶۴ - ۲۰۰

(۵۱) حمید احمدی (شیخ) اول ۹۲

(۵۲) حیدر لاہوری (قاضی) سوم ۳۲

خ

(۵۳) خالد سلطان پوری (شیخ)
سوم ۸ - ۲

خان محمد، ملاحظہ ہو جان محمد

خلیل اللہ، ملاحظہ ہو محمد خلیل اللہ

د

(۵۴) درویش محمد برکی جالندری (شیخ) سوم ۵۵

(۵۵) دوست محمد بیگ۔ سوم ۱۹۰ - ۲۲۸

(۵۶) دینار (خواجہ) اول ۱۰ - ۹۰

ر

(۵۷) رشید (آغا) اول ۱۶۸-۱۸۷-۱۹۸-
(۵۸) رعایت خاں۔ سوم ۸۷
(۵۹) رفعت بیگ اول ۳۸-۴۰-۸۱-سوم ۵۲-۷۶

ز

(۶۰) زاہد برق انداز (صوفی) سوم ۶۱
(۶۱) زین العابدین مکی (سید) دوم ۴۱

س

(۶۲) سجاول (ملا اخوند عبدالحق) اول ۱۹۷-
(۶۳) سرانداز خاں۔ سوم ۱۷۵-
(۶۴) سعداللہ کابلی (صوفی) دوم ۱۳۵-سوم ۲۶
(۶۵) سلطان وقت مدظلہ (عالمگیر) اول ۶۴-دوم ۵
سوم ۶-۱۲۲-۲۲۱-۲۲۷
(۶۶) سلیم بلخی (حاجی) دوم ۵۵--۶۰-۱۳۸-
(۶۷) سید علی بارہہ۔ دوم ۸۸-۹۵-۱۴۴-سوم ۱۷
۱۱۳

ش

(۶۸) شاہ جیو (حضرت) دوم ۱۱۸
(۶۹) شاہ خواجہ ترمذی۔ اول ۴۵-۱۲۶
شاہ مراد قلی پشاوری (ملاحظہ ہو مراد قلی)
(۷۰) شرف الدین حسین لاہوری (میر) دوم ۶۴-۶۵-
۸۷-سوم ۱۰۵-۱۷۴-
(۷۱) شرف الدین سلطانپوری (شیخ) سوم ۱۳۳-۲۲۲
(۷۲) شمس الدین علی خلخالی (میر)۔ اول ۲۳۲
(۷۳) شمس الدین خویشگی۔ اول ۳۶
(۷۴) شمشیر خاں۔ دوم ۱۱ (غالباً میر محمد یعقوب) سوم ۱۹۳
(۷۵) شہداد (ملا) اول ۱۱۷

ض

(۷۶) ضیاء الدین حسین (میر) ملقب بہ اسلام خاں
اول ۱۵ - ۱۶۹ - سوم ۱۴ - ۱۵ - اول ۲۱۸ دوم ۱۲۴
(۷۷) ضیائی مودودی (خواجہ) سوم ۶۷.

ط

(۷۸) طاہر بدخشی جونپوری (شیخ) اول ۹۱
(۷۹) طاہر بیگ (مرزا)۔ اول ۷۵-

ع

(۸۰) عادل بیگ پسر کامل بیگ۔ سوم ۱۳۵
(۸۱) عارف کشمیری (قاضی) سوم ۵
(۸۲) عارف لاہوری (مولانا) دوم ۴۸
(۸۳) عباداللہ ولد قاضی محمد زاہد کابلی (میر کر) اول ۲۱۰-۲۳۹
(۸۴) عبدالاحد وحدت (حضرت شاہ گل) دوم ۱۱۹-
سوم ۳-۱۴۰-۱۶۸-۲۰۵- ۲۴۸
(۸۵) عبدالجلیل دہلوی (حافظ) سوم ۱۴۱-۱۹۱-
(۸۶) عبدالحکیم لاہوری۔ دوم ۱۱۰
(۸۷) عبدالحمید برہانپوری (شیخ)۔ اول ۷۷
(۸۸) عبدالحی پٹنی (شیخ) اول ۹۴
(۸۹) عبدالخالق بنگالی (شیخ)۔ سوم ۱۹۹
(۹۰) عبدالرحمن بلخی (سلطان) سوم ۴۱-۱۳۹-۱۴۵
(۹۱) عبدالرحمن نقشبندی (خواجہ) دوم ۱۶
(۹۲) عبدالرحمن برادر شیخ عرب بخاری (شیخ) سوم ۴۸
(۹۳) عبدالرحمن (میر) دوم ۷۰
(۹۴) عبدالرزاق (ملا)۔ دوم ۳۶-۳۷
(۹۵) عبدالرشید (حافظ) اول ۱۹
(۹۶) عبدالسلام کابلی (خواجہ)
سوم ۱۷۷-

(۹۷) عبدالصمد کابلی (خواجہ)۔ اول ۴۳-۸۳-۱۸۸-
سوم ۳۱-۱۵۶-۲۱۴
عبدالعلیم جلال آبادی، ملاحظہ ہو محمد علیم
(۹۸) عبدالغفار بلخی (خواجہ) دوم ۵۶-
(۹۹) عبدالغفور (حافظ) اول ۱۲۸
(۱۰۰) عبدالغفور سمرقندی (مولانا) اول ۱۵۷-
(۱۰۱) عبدالفتاح پسر میر محمد نعمان (میر) سوم ۲۵
(۱۰۲) عبدالکریم (حافظ) اول ۳۴-۱۶۶-۱۶۷-
(۱۰۳) عبدالکریم کابلی (شیخ) دوم ۱۴
(۱۰۴) عبداللطیف ہمشیرہ زادہ (شیخ) سوم ۵۳
(۱۰۵) عبداللطیف لشکرخانی (شیخ) اول ۹-۱۱۵-
۱۶۰-۲۰۷-
(۱۰۶) عبداللہ اسلام خانی (خواجہ) سوم ۸
(۱۰۷) عبداللہ بخشی کابلی (میر) سوم ۳۷
(۱۰۸) عبداللہ پشاوری (میر) سوم ۱۷۶
(۱۰۹) عبداللہ مندکی (حافظ) سوم ۱۷۱
(۱۱۰) عبداللہ، یا عبید اللہ کولابی (خواجہ)۔ دوم ۱۳۱-
سوم ۳۳-۴۴-
(۱۱۱) عبدالہادی بدایونی (شیخ) اول ۲۳۳
(۱۱۲) عبیداللہ بیگ (مرزا) اول ۲۵-۲۹-۵۷-۱۰۴-
۱۲۱-۱۲۳-۱۳۷-۱۴۱-۱۵۴-۱۸۲-۲۲۴-
(۱۱۳) عثمان کولابی (میر) سوم ۱۶۳-۲۳۶-
(۱۱۴) عرب بخاری (شیخ) اول ۱۵۵- دوم ۲۹-۶۶-
(۱۱۵) عزیز (میر) سوم ۱۸۰-
(۱۱۶) عطاء اللہ (میرک) اول ۱۸۵-
(۱۱۷) عطاء اللہ سورتی (ملّا) سوم ۲۷-۸۸
(۱۱۸) عماد (سید میر) دوم ۱۰۸-
(۱۱۹) عمر الحضرمی (شیخ) سوم ۲۵۲
(۱۲۰) عنایت اللہ (قاضی) سوم ۹

غ

(۱۲۱) غازی سرہندی (مولانا)۔ دوم ۱۸-۶۸
(۱۲۲) غضنفر (مرزا حاجی) دوم ۲۱-۴۹- سوم ۲۳
(۱۲۳) غلام محمد افغان۔ اول ۳۷- سوم ۳۸
(۱۲۴) غلام محمد فاروق۔ دوم ۹

ف

(۱۲۵) فاضل کابلی (ملّا) سوم ۸۰
(۱۲۶) فتح خان شیر پوری۔ اول ۱۵۲
(۱۲۷) فصیح الدین (مولانا) دوم ۱۲۶- سوم ۲۱۹
(۱۲۸) فضل اللہ برہانپوری (شاہ)۔ اول ۱۰۷
(۱۲۹) فقیر اللہ بنگالی (شیخ) سوم ۹۷
(۱۳۰) فیض اللہ بنگالی (شیخ) اول ۲۲۳
(۱۳۱) فیض محمد فتح آبادی (ملّا)۔ سوم ۷۹

ق

(۱۳۲) قاسم پٹنی (خواجہ)۔ سوم ۲۱۳
(۱۳۳) قاسم پسر صوفی مغربی (ملّا)۔ سوم ۲۳۵
(۱۳۴) قاسم روپڑی (ملّا) سوم ۵۸
(۱۳۵) قلیج اللہ خاں۔ اول ۱۱

گ

(۱۳۶) گدا محمد (خواجہ) اول ۱۷۴
(۱۳۷) گل بہلری (مرزا) سوم ۶۲
(۱۳۸) گل محمد مفتی پشاوری (ملّا) اول ۲۱۲

ل

(۱۳۹) لطف اللہ بن سعید خاں (مرزا) اول ۱۰۰-۱۴۹-
(۱۴۰) لطیف بخاری (مرزا) سوم ۱۰-۱۶۱-۲۳۱-

م

ماہ (خواجہ) ملاحظہ ہو محمد صدیق پسر خواجہ عبدالرحمٰن
(۱۴۱) محب علی ملتانی۔ سوم ۱۸۹۔ ۲۲۴
(۱۴۲) محسن سیالکوٹی (مولانا)۔ دوم ۴۸
(۱۴۳) محسن کشمیری (شیخ)۔ اول ۱۴۳۔
(۱۴۴) محمد ابراہیم (میر) ولد میر محمد نعمانؒ۔ اول ۷۸
(۱۴۵) محمد ابراہیم (میر) ولد شیخ میر۔ دوم ۱۵۰۔ ۱۵۱۔
۱۵۲۔ سوم ۱۵۹۔ ۱۶۳۔ ۱۹۲۔ ۲۲۵۔
(۱۴۶) محمد اسحٰق (میر) ولد شیخ میر۔ دوم ۱۵۳۔ ۱۵۴۔
سوم ۱۵۹۔ ۱۶۵۔ ۲۲۶
محمد اسرائیل (سید) ملاحظہ ہو اسرائیل۔
(۱۴۷) محمد اشرف (مخدوم زادہ خواجہ)۔ اول ۲۲۹۔ ۲۳۸
۱۴۵۔ ۱۴۶۔ سوم ۲۵۳
(۱۴۸) محمد افضل (ملاّ)۔ اول ۷۰۔ ۱۹۴۔
(۱۴۹) محمد افغان (حاجی)۔ اول ۳۳۔ ۱۷۱۔
(۱۵۰) محمد امین بخاری (مولانا) دوم ۱۔ ۲۸۔ ۱۲۷۔
سوم ۲۹۔ ۱۷۰۔
(۱۵۱) محمد امین حافظ آبادی (مولانا) دوم ۱۵۵۔
سوم ۱۰۲۔ ۱۹۶۔
(۱۵۲) محمد امین لاہوری (مولانا) اول ۱۱۹۔ دوم ۱۱۶
(۱۵۳) محمد اللہ رکھا سرہندی (شیخ) سوم ۱۰۴۔
محمد اورنگ زیب (دین پناہ سلطان عالمگیرؒ)۔
(ملاحظہ ہو سلطانِ وقت)
(۱۵۴) محمد باقر فتح آبادی۔ دوم ۶۹
(۱۵۵) محمد باقر لاہوری (شیخ) دوم ۴۷۔ ۱۴۱۔ سوم ۱۱۔
۱۰۰۔ ۱۰۱۔ ۱۲۸۔ ۱۵۰۔ ۱۵۷۔ ۱۹۴۔ ۲۱۸۔
۲۳۸۔ ۲۴۹۔
(۱۵۶) محمد بن محمد طیب النہامی۔ دوم ۷۹۔
(۱۵۷) محمد بیگ بلخی (سید) سوم ۸۴
(۱۵۸) محمد جان اکبرآبادی (شیخ) اول ۲۱
(۱۵۹) محمد جان طالقانی (حاجی) اول ۲۰
(۱۶۰) محمد جان ورسکی (ملا) یا محمد خان، دوم ۹۷۔ سوم ۱۵۸
(۱۶۱) محمد حسین کابلی (صوفی) دوم ۱۱۱۔ سوم ۱۳۶۔ ۲۱۰
(۱۶۲) محمد حکیم ولد قاضی اسلم (خواجہ) اول ۱۳۰۔
(۱۶۳) محمد حنیف کابلی (خواجہ)۔ اول ۱۴۔ ۲۲۔ ۴۷۔
۵۵۔ ۷۹۔ ۸۶۔ ۸۸۔ ۸۹۔ ۱۲۰۔ ۱۵۸۔ ۱۶۰۔
۲۰۱۔ دوم ۶۔ ۸۔ ۱۰۔ ۱۳۔ ۱۵۔ ۱۷۔ ۱۹۔ ۲۰۔
۲۲۔ ۲۴۔ ۲۵۔ ۲۷۔ ۳۰۔ ۸۱۔ ۱۴۸۔
سوم ۴۳۔ ۷۷۔ ۱۵۴۔
(۱۶۴) محمد خافی (میر) اول ۴۸۔ ۴۹۔ ۱۴۷۔ ۲۱۱۔
(۱۶۵) محمد خلیل اللہ (برادر زادہ شیخ) دوم ۱۴۰۔ سوم
۳۔ ۱۹۵۔ ۲۱۶۔
(۱۶۶) محمد رضا پسر رعایت خاں۔ سوم ۸۶۔
(۱۶۷) محمد رؤف کابلی۔ دوم ۱۴۳۔
(۱۶۸) محمد زاہد جدید (صوفی) دوم ۱۰۵۔
(۱۶۹) محمد زماں پسر رعایت خاں۔ سوم ۸۵
(۱۷۰) محمد زماں (میر)۔ دوم ۱۰۷
(۱۷۱) محمد سعیدؒ (برادر بزرگ شیخؒ) سوم ۱۔ ۶۶
(۱۷۲) محمد سعید فاروقی (شیخ)۔ سوم ۲۰
(۱۷۳) محمد سعید سارنگپوری۔ سوم ۴۷
(۱۷۴) محمد سعید سہارنپوری۔ دوم ۴۲
(۱۷۵) محمد سیف الدینؒ (مخدوم زادہ خواجہ) اول ۱۹۰
۲۳۵۔ سوم ۲۲۰۔ ۲۳۲۔ ۲۴۲۔ ۲۴۳۔
(۱۷۶) محمد شاہ گرزبردار (جبرزا) دوم ۳۱۔ ۳۹۔ ۴۵۔ ۱۵۷
(۱۷۷) محمد شریف خادم (حاجی) یا حاجی شریف۔ دوم
۵۳۔ سوم ۱۳۷۔ ۲۰۶۔
(۱۷۸) محمد شریف بخاری (خواجہ) دوم ۱۳۶۔ سوم ۶۹۔ ۱۵۱

(۱۷۹) محمد شریف (سیادت پناہ) سوم ۲۱۷
(۱۸۰) محمد شریف کابلی (شیخ)۔ اول ۴۱-۱۱۲-۱۵۰۔
(۱۸۱) محمد شریف لاہوری (حافظ)۔ اول ۱۳- ۱۳۱۔
۱۳۲-۲۰۲-دوم ۹۸-۱۴۷-سوم ۱۲-۱۳
(۱۸۲) محمد صادق بخاری ثم المدنی (خواجہ)۔ اول ۴۴
سوم ۴۴-۶۴-۱۱۰۔
(۱۸۳) محمد صادق پسر نصیر خاں (میرزا) دوم ۴۳-۸۳
سوم ۱۶-۴۷-۱۹۸-۲۱۵۔
(۱۸۴) محمد صادق پٹنی۔ سوم ۱۴۳۔
(۱۸۵) محمد صادق کابلی (حافظ) دوم ۱۱۷-سوم ۲۴۱۔
(۱۸۶) محمد صالح تھانیسری (شیخ) اول ۱۰۵
(۱۸۷) محمد صالح کولابی (خواجہ) اول ۶۹
(۱۸۸) محمد صبغۃ اللہ (مخدوم زادہ شیخ) اول ۶۳-۱۸۹
۱۹۶-۲۱۵-۲۳۱-سوم ۲۵۴۔
(۱۸۹) محمد صدیق (مخدوم زادہ شیخ) سوم ۷-۷۰
(۱۹۰) محمد صدیق بدخشی ملقب بہ ہدایۃ (خواجہ) سوم ۹۱
(۱۹۱) محمد صدیق سوم ۱۰۳
(۱۹۲) محمد صدیق پشاوری (مولانا)۔ اول ۱۸-۵۶۔
۵۹-۶۶-۸۴-۱۱۱-۱۱۴-۱۱۸-۱۲۲-۱۲۴
۱۲۹-۱۳۳-۱۳۸-۱۳۹-۱۴۴-۱۴۶-۱۴۹
۱۷۹-۲۱۴-۲۲۰-۲۲۶-۲۲۸-دوم ۱-۳
۳۵-۷-سوم ۷۵-۱۲۰۔
(۱۹۳) محمد صدیق کشمی (خواجہ)۔ اول ۶۹-۱۶۱
(۱۹۴) محمد صدیق ملقب بخواجہ ماہ۔ سوم ۱۲۹-۱۸۱-۲۰۷
(۱۹۵) محمد صلاح کابلی۔ دوم ۱۲
(۱۹۶) محمد عارف (حاجی) اول ۲۱۳-۲۲۵۔
دوم ۵۰
(۱۹۷) محمد عاشور بخاری (حاجی) اول ۱۴۵۔
دوم ۴۴-۳۳-۱۳۲-سوم ۴-۲۵۱
(۱۹۸) محمد عبید اللہ (مخدوم زادہ شیخ) اول ۶۸۔
۱۱۰-۱۸۳-۱۹۱-۱۹۲-۲۱۹-۲۳۶۔
سوم ۱۱۷-۱۱۸۔
(۱۹۹) محمد عبید اللہ (پیرزادہ خواجہ) اول ۸۵-۱۲۱۔
۱۵۶-۲۳۰۔
محمد علی بارہہ
(ملاحظہ ہو سید علی بارہہ)
(۲۰۰) محمد علیم جلال آبادی (شیخ) اول ۲۸-۱۴۰۔
دوم ۵۴-سوم ۹۵-۱۱۲-۱۲۱-۱۴۷۔
(۲۰۱) محمد فاروق (خواجہ) اول ۶۰-۹۹-۱۰۶
۱۰۸-۱۰۹۔
(۲۰۲) محمد فاروق (میرزا) اول ۸۰
(۲۰۳) محمد فضل اللہ (حاجی) ہمشیرہ زادہ۔ دوم ۱۲۸
سوم ۲۵۰۔
(۲۰۴) محمد قلی (ملا) اول ۶۲
(۲۰۵) محمد کاشف۔ اول ۸۲-۱۴۲-۱۷۲
(۲۰۶) محمد کاظم (خواجہ) اول ۹۶-۲۳۴
(۲۰۷) محمد محسن (حافظ) دوم ۶۷
(۲۰۸) محمد مسافر (مُلّا) اول ۷۲
(۲۰۹) محمد معصوم۔ دوم ۱۲۵
(۲۱۰) محمد معین۔ دوم ۴۶
(۲۱۱) محمد مقیم۔ اول ۵۱
محمد مکی جعفر خاں (خواجہ)
(۲۱۲) محمد منصور (میر) اول ۸۷
(۲۱۳) محمد موسیٰ (شیخ میر) سوم ۱۷۹۔
(۲۱۴) محمد مومن گیلانی ثم برہانپوری (شیخ) دوم ۵۸
۹۴-سوم ۱۴۴۔
(۲۱۵) محمد میرک بیگ بدخشی گرزبردار۔ دوم ۱۱۲
سوم ۴۹-۶۰-۲۴۰۔

(۲۱۶) محمد نعمانؒ (میر) اول ۸-۱۷-۵۲-۹۷-۱۰۱-
۱۰۲-۱۰۳-۱۴۸-۱۶۲-۱۶۳-۱۸۴-۲۰۳-
۲۱۷-۲۲۱-۲۲۲
(۲۱۷) محمد نقشبند (مخدوم زادہ خواجہ) اول ۶۷-۱۱۳-۱۹۳-
۱۹۵-۲۳۷-سوم ۲۴۵-۲۴۶-۲۴۷-
(۲۱۸) محمد نقی سوم ۱۰۶-
(۲۱۹) محمد وفا حصاری (خواجہ) اول ۴۲-سوم ۲۳۴
(۲۲۰) محمد ہادی (میرزا) (یا میرزا ہادی دوم ۴-سوم ۵۱
(۲۲۱) محمد ہاشم کشمی (خواجہ) اول ۵۳-۲۰۶
(۲۲۲) محمد یار، خادم حضرت خواجہ نقشبندؒ سوم ۶۳
(۲۲۳) محمد یحییٰ (حضرت خواجہ) برادر ایشاں-اول ۱۸۰-سوم ۱۴۲
(۲۲۴) محمد یحییٰ پسر قاضی چوکی کابلی-سوم ۱۶۹-۱۸۳-
(۲۲۵) محمد یعقوب (سیادت پناہ میر) سوم ۱۹۳ - شمشیر خا دوم ۱۱
(۲۲۶) محمد یوسف خادم-اول ۲۰۸
(۲۲۷) محمد یوسف گردیزی-سوم ۱۶۲-۱۸۸-۲۲۳
(۲۲۸) مراد قلی (شاہ) سوم ۲۰۹-۲۳۳
(۲۲۹) مسافر (ملّا) اول ۷۲
(۲۳۰) مزاری (خواجہ) سوم ۹ [illegible]
(۲۳۱) مشتاق برکی (ملّا)-سوم ۲۴-۳۶-
(۲۳۲) مصطفیٰ بنگالی (حاجی) دوم ۵۲-۶۲-سوم ۵۰
مظفر برہانپوری (شیخ) ملاحظہ ہو ابو المظفر
(۲۳۳) مظفر حسین (میر) دوم ۸۶
(۲۳۴) معصوم (میر) اول ۱۶
(۲۳۵) معقول (میاں) سوم ۷۲
(۲۳۶) معین الدین (میرک) دوم ۸۹-۱۵۸-
(۲۳۷) مغل (میر) اول ۴۶
(۲۳۸) مفاخر حسین (میر) دوم ۱۰۳
(۲۳۹) ممریز خاں-اول ۲۱۶
(۲۴۰) موسیٰ (ملا) دوم ۱۲۲-
(۲۴۱) مومن بیگ کابلی-اول ۷۱
(۲۴۲) مومن جذبی (خواجہ) اول ۱۲-۹۵-
(۲۴۳) مومن (خواجہ) قاضی زادہ-سوم ۱۲۷-۱۸۵
(۲۴۴) میر دہلوی (شیخ) سوم ۱۴۶
(۲۴۵) میر بیگ کولابی-سوم ۱۴۹
میرزا خان (ملاحظہ ہو میرزا ابو
(۲۴۶) میرک شیخ (سیادت دستگاہ) اول ۳۰-۱۲۷

ن

(۲۴۷) نصیر خاں-سوم ۲۱۱
(۲۴۸) نظام الدین کولابی (حاجی) دوم ۸۲
(۲۴۹) نعمت اللہ بنگالی (سید)-سوم ۱۳۴-۱۷۲
(۲۵۰) نعمت اللہ قادری (شاہ)-اول ۲۷-۴۷
(۲۵۱) نعمت اللہ پشاوری (ملّا) اول ۱۳۶-۱۳۹-۱۵۱
(۲۵۲) نور محمد بارہہ (سید) دوم ۹۶-۹۹-سوم ۴۵-۱۶۶
(۲۵۳) نور بیگ (صوفی)-اول ۲۰۰-سوم ۲۱
(۲۵۴) نور محمد پٹنی (شیخ) اول ۹۳
(۲۵۵) نور محمد سورتی (شیخ) دوم ۲۸
(۲۵۶) نوروز بخشا ورادشی (میر) سوم ۱۸۲-

و - ہ - ی

(۲۵۷) ولی محمد جہتی (شیخ ولی جہتی) دوم ۱۱۵-۱۴۲
(۲۵۸) ہمت خاں-اول ۲۱۸-دوم ۱۲۴
(۲۵۹) یار محمد-اول ۳۲-
بغیر نام کے: اول ۱۴-۳۱ سوم ۲۵۵

خواتین کے نام

(۲۶۰) بیگم جیو-سوم ۸۹
(۲۶۱) جاناں بیگم-اول ۲۳-۵۴
(۲۶۲) حاجی بیگم-سوم ۱۸۴-
(۲۶۳) سیدہ بی بی-دوم ۳۳
(۲۶۴) ماہ جیو-دوم ۱۱۳-
بغیر نام کے خواتین کے نام: دوم ۵۱-۷۵-سوم ۱۸۷

تمّت

حضرت مولانا سیّد زوّار حسین شاہ صاحب مدظلہ العالی کے ٢ دو تاریخی شاہکار

"حضرت مجدّدِ الفِ ثانی رح"

(حضرت مجدّد الفِ ثانی رح اور اُن کے اسلاف و اجداد کے حالات میں)

حضرت شاہ صاحب مدظلہ العالی کی یہ وہ معرکۃ الآرا تالیف ہے جس کا دوسرا ایڈیشن بھی قریب الختم ہے۔ یہ کتاب بالخصوص زبدۃ المقامات، حضرات القدس اور روضۃ القیومیہ کے رکنِ اول سے استفادہ پر مبنی ہے نیز حضرت مجدد الفِ ثانی رح سے متعلق جسقدر سوانح لکھی جا چکی ہیں ان سب کی جامعیت اس کتاب میں آگئی ہے علاوہ ازیں اور بھی بہت سی کتابوں کا نچوڑ ہے۔ کتاب کی خوبیوں کا اندازہ مندرجہ ذیل فہرستِ مضامین سے ہو سکتا ہے

فہرستِ مضامین ١٥ صفحات، تعارف، پیش لفظ، مقدمہ ١٢ صفحات۔ سلسلۂ نسب ٢٦ صفحات۔ سلسلۂ طریقت ٤٨ صفحات۔ حیاتِ مبارکہ۔ ٩ صفحات، وفات ١١ صفحات۔ معمولات ٢٢ صفحات۔ کشف و کرامات ١٩ صفحات ملفوظات ٥ صفحات۔ دعوت و تجدید کا پس منظر ٥٣ صفحات مجددیت ٤٤ صفحات، تجدیدی کارنامے ٧٨ صفحات شواہد تجدید ٧ صفحات معترضین اور ان کی تردید ١٠ صفحات۔ تعلیمات ١٨٩ صفحات۔ تصانیف ١٢ صفحات۔ اولاد امجاد ٢٦ صفحات خلفاء ٧ صفحات مکتوب الیہم ٢٦ صفحات۔ کل تعداد ٨٣٢ صفحات۔ اعلیٰ درجہ کا کاغذ، آفسٹ طباعت، مضبوط جلد، خوبصورت گرد پوش، سائز $\frac{22 \times 18}{8}$ قیمت ٤٢ روپے

"انوارِ معصومیہ"

(حضرت مجدد الف ثانی رح کی اولاد در اولاد کے حالات میں)

یہ کتاب حضرت مجدد الف ثانی رح کے خلیفہ و جانشین و فرزند حضرت خواجہ محمد معصوم رح کی سوانح حیات ہے جو خصوصاً روضۃ القیومیہ رکن دوم، سوم اور چہارم نیز اور بہت سی متعلقہ کتابوں سے استفادہ پر مبنی ہے۔ حضرت عروۃ الوثقیٰ ہی کی ذاتِ گرامی ہے جنھوں نے حضرت مجدد الف ثانی رح کے تجدیدی کارناموں کو زندہ و باقی رکھنے کا فریضہ انجام دیا، اور آپ ہی تعلیماتِ مجددی کے اصل شارح ہیں اور عہدِ حاضر کے علماءِ حق بالواسطہ یا بلاواسطہ آپ ہی سے مستفید ہیں۔ نیز کتاب "حضرت مجدد الفِ ثانی رح" اگر حضرت مجدد کے اسلاف و اجداد کے حالات پیش کرتی ہے تو زیرِ نظر کتاب آپ کی اولاد کی تفصیل سامنے لاتی ہے اس طرح یہ کتاب "حضرت مجدد الف ثانی رح" ہی کا تکملہ ہے خصوصیات کا اندازہ ذیل کے عنوانات سے ہو سکتا ہے:-

حضرت عروۃ الوثقیٰ رح کی حیاتِ مبارکہ، سفر نامۂ حج، اوراد و معمولات، کشف و کرامات، احباب کے خواب اور ان کی تعبیریں، احباب کے مکاشفات اور ان کے حل، بعض اہم سوالات اور ان کے جوابات۔ تعلیمات۔ اولاد امجاد۔ خواجہ سیف الدین رح خواجہ محمد نقشبند رح، خواجہ محمد زبیر رح، خلفاء۔ شاہانِ مغلیہ پر ایک نظر، مکتوب الیہم، شجرہ وغیرہ ضخامت

سائز $\frac{22 \times 18}{8}$ قیمت

شائع کردہ: ادارۂ مجددیہ، ناظم آباد ٣، کراچی

زوار اکیڈمی پبلی کیشنز کی اہم مطبوعات

اثبات النبوۃ (اردو ترجمہ)	حضرت مجدد الف ثانیؒ	صفحات ۱۱۲
احسن البیان (۱ تا ۶)	سید فضل الرحمٰن	
انوارِ معصومیہ	مولانا سید زوار حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ	صفحات ۴۶۴
حضرت مجدد الف ثانیؒ	مولانا سید زوار حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ	صفحات ۸۳۲
حیاتِ سعیدیہ	مولانا سید زوار حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ	صفحات ۲۵۴
عمدۃ السلوک	مولانا سید زوار حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ	صفحات ۳۹۲
عمدۃ الفقہ (چار حصے مکمل)	مولانا سید زوار حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ	صفحات ۲۰۰۰
فرہنگ سیرت	سید فضل الرحمٰن	صفحات ۳۲۸
مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی،	مترجم مولانا سید زوار حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ	صفحات ۱۷۳۶
مکتوبات معصومیہ	مترجم مولانا سید زوار حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ	صفحات ۱۱۱۲
مقالات زواریہ	ترتیب سید فضل الرحمٰن	صفحات ۵۶۸
مقامات زواریہ	حاجی محمد اعلیٰؒ	صفحات ۳۵۲
ہادی اعظم ﷺ	سید فضل الرحمٰن	صفحات ۸۰۸